وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

یہ تفسیر دنیاے اسلام کے دینی سلسلے میں سب سے پہلی تفسیر ہے اور صحت روایت و کامل شان نزول وغیرہ کے اعتبار سے اپنی آپ ہی نظیر ہے جسکے مطالعہ کے لیئے شائقین کی طبیعتیں عرصہ سے بے چین تھیں یعنی

احسن التفاسیر

کی

تیسری منزل

جسمیں احادیث صحیحہ حسنہ اور اقوال صحابہ کرام سے قرآن شریف کی تفسیر کیگئی ہی اور بڑے بڑے نکات و لاینحل مقامات مشہور و معروف تفاسیر مثل تفسیر خازن تفسیر ابن جریر تفسیر ابن کثیر تفسیر معالم التنزیل وغیرہ سے حل کیے ہیں اور صحت روایت کا درجہ حد خیال رکھا گیا ہی اسکے ساتھ ہی قرآن شریف کی شان نزول جہانتک صحیح سند کے ساتھ مل سکی ہی نہایت صحت کے ساتھ لکھی گئی ہی

جسکو

عمدة المفسرین ۔ سند المحدثین ۔ فاضل اجل ۔ عالم اکمل ۔ علامۂ زمن ۔ جناب مولٰنا و بالفضل اولٰنا مولوی سید احمد حسن صاحب سابق تعلقدار اول حیدرآباد دکن حال وظیفہ خوار سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ نے تالیف کیا ہے

اور مرزا محمد عبد الغفار مالک افضل المطابع و افضل الاخبار دہلی کے اہتمام سے

افضل المطابع دہلی میں چھپکر شائع ہوئی

۱۳۲۷ھ

قیمت فی جلد منزل ۱۲ علاوہ محصولڈاک

سورۃ یونس مکیۃ وھی مائۃ و تسع آیات وفیہا احد عشر رکوعًا

المنزل الثالث

بسم اللہ الرحمن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓرٰ تلک اٰیٰت الکتٰب الحکیم ۝ اکان للناس عجبًا ان اوحینا الی رجل منھم ان انذر الناس و
یہ آیتین ہین پکی کتاب کی　کیا لوگونکو تعجب ہوا کہ حکم بہیجا ہمنے ایک مرد کو ان مین سے کہ ڈر سنا لوگونکو اور

بشر الذین اٰمنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم قال الکٰفرون ان ھٰذا لسٰحر مبین ۝
خوشخبری سنادے جو کوئی یقین لاوے کہ انکو ہے پایہ سچا اپنے رب کے یہان کہنے لگے منکر بیشک یہ جادو ہے صریح

تفسیر ابن جریر مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہی کہ جب اللہ تعالی نے آنحضرت کو نبی کیا تو اہل عرب پہلے تو یہ تعجب کرتے تھے کہ خدا کی طرف سے انسان نبی کیونکر ہو سکتا ہی کوئی فرشتہ نبی ہو کر کیون نہین آیا جب اللہ تعالی نے یہ آیۃ اور اسی قسم کی آیتین نازل فرمائین اور ان مشرکونکی تسکین اہل کتاب کے بیان سے بہی ہوگئی کہ پہلے انبیا بہی سب انسان ہی تہے تو پہر یہ کہنے لگے کہ لولا انزل ہذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم جس سے انکا مطلب یہ تہا کہ مکہ مین جیسا ولید بن مغیرہ اور طائف مین مسعود بن عمر و ثقفی ہین اسی طرح کے کسی مالدار اور شاندار آدمی پر قرآن کیون نہین اوترا جسپر اللہ تعالی نے اہم یقسمون رحمۃ ربک نازل فرمایا جس کا مطلب یہ ہی کہ نبوت ایک رحمت الہی ہی اللہ نے اپنی مصلحت مین جس کسی کو اوس رحمت کا مستحق جانا اسکو وہ رحمت مل گئی رحمت آلہی کے حصہ بانٹنے والے یہ لوگ کون ہین اور انکو اس حصہ بانٹنے کا حق کس نے دیا ہے حروف مقطعات کی تفسیر تو سورہ بقر مین گذر چکی ہی باقی حاصل مطلب ان آیتونکا یہ ہی کہ قرآن فصاحت و بلاغت اخبار غیب اور ہر طرح کی نصیحت مین ایسا پختہ ہی کہ اسکے ان اوصاف مین کہین کچھ خامی نہین ہے اسیواسطے یہ مشرکین مکہ باوجود دعوے فصاحت کے اسکے مانند کچھ کلام بنا کر پیش کرنے سے عاجز ہین اسپر بہی جو ان لوگون کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے اور قرآن کے کلام آلہی ہونے پر یہانتک تعجب ہے کہ یہ لوگ قرآن کو جادو اور اللہ کے رسول کو جادوگر بتلاتے ہین یہ ان لوگون کی نادانی ہے کیونکہ قرآن کے نازل ہونے سے چالیس برس پہلے یہ اللہ کے رسول ان لوگون مین رہی کیا ان لوگون نے کبھی یہ دیکہا ہی کہ اللہ کے رسول نے کسی جادوگر سے جادو سیکہا ہی جسکے سبب سے یہ لوگ اللہ کے کلام کو جادو اور اللہ کے رسول کو جادوگر بتلاتے ہین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے صحیح قول کے موافق ان لہم قدم صدق عند ربہم کی تفسیر یہ ہی کہ قرآن شریف کی نصیحت پر عمل کرنے والے ایماندار لوگونکے لئے اللہ تعالی نے بڑے بڑے مرتبے عقبے مین رکہے ہین جنکا حال قیامت کے دن ان ایماندار لوگونکو معلوم ہوگا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ایک حدیث قدسی ابوہریرہؓ کی روایۃ سے اوپر گذر چکی ہے جس مین اللہ تعالی نے فرمایا ایماندار لوگونکے لئے جنت مین جو سامان تیار کیا گیا ہے وہ نہ کسی نے آنکھون سے دیکھے نہ کانون سے سنے نہ کسی کے دل پر انکا خیال گذر سکتا ہی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کے حوالہ سے

ان لھم قدم صدق عند ربھم کی جو تفسیر اوپر بیان کی گئی اس حدیث سے اسکی پوری تائید ہوتی ہے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

اللہ ہے جسنے بنائے آسمان اور زمین چھ دن مین پھر قائم ہوا عرش پر

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ

تدبیر کرتا کام کی کوئی سفارش نہ کرسکے مگر جو پہلے اسکا حکم ہو وہ اللہ ہی رب تمہارا سو اسکو پوجو کیا تم دھیان نہین کرتے

اللہ پاک نے چھ دن کی مدت مین زمین و آسمان بنایا اگر وہ چاہتا تو ایک لحظہ مین بنا دیتا لیکن چھ دن کی مدت میں آسمان و زمین کے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہی کہ انسان اس عادت الٰہی کو سیکھ کر ہر کام کو سہولت سے کرے کسی کام مین عادتاً سے بڑھکر جلدی نکرے کہ اس طرح کی جلدی شیطان کی عادت مین داخل ہے چنانچہ مسند ابی یعلی مین انس رضؓ بن مالک کی صحیح روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک کام مین مہلت عادت الٰہی ہی اور حد سے زیادہ جلدی عادت شیطانی ہی کفار بھی اس بات کو قائل تھے کہ خدا نے زمین و آسمان کو بنایا ہی مگر بتون کی تعظیم کرتے اور رسول کو نہین مانتے تھے اسلئے فرمایا کہ جسکو اتنی بڑی قدرت حاصل ہی جسکے سمجھنے سے انسان کی عقل عاجز ہے اگر اسنے رسول تمہاری طرف تمہین مین سے بھیجا تو پھر تمہین کیون تعجب ہی اور جب انسان اور انسان کی سب ضرورت کی چیزون کو اللہ نے پیدا کیا ہی تو پھر بتون کو قابل تعظیم ٹھرانے کا کیا حق ہی عرش خدا کی ساری مخلوق سے بڑا ہی بعضونکا قول ہی کہ عرش یاقوت سرخ کا ہی اللہ پاک وہین سے کل کامونکی تدبیر کرتا ہے پھر اس آیت مین کفار کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ تم جو بتونکو پوجتے ہو اور یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ یہی بت تمہاری شفاعت کرینگے تو یہ یاد رکھو کہ تمہارا رب اگر ہے تو وہی خدا ہی جسکا کوئی شریک نہین اور اوسی کی عبادت کرنی زیبا ہے ان بتونکی کیا طاقت ہے جو شفاعت کرینگے سا اولیا غوث قطب یہانتک کہ انبیا علیہم السلام بھی بغیر مرضی اللہ کے کسی کی شفاعت نہین کرسکیں گے مسند امام احمد اور ترمذی مین ابی رضؓ زرین عقیلی کی روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا کیا پھر عرش معلی کو اور پھر سب مخلوقات کو پیدا کیا۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی مسند امام احمد اور صحیح مسلم مین ابو رضؓ زید انصاری کی روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے ایک روز صبح کی نماز کے بعد سے منبر پر چڑھ کر پیدائش دنیا کا حال ظہر کی نماز تک بیان فرمایا اور ظہر کی نماز سے عصر اور عصر سے شام تک ایک سا دن مین تمام دنیا کا حال بیان کر دینا یا اللہ کے رسول کا ایک معجزہ تھا اسلئے خاص کسی صحابی کی روایۃ میں تو یہ پورا حال سلسلہ وار نہین ہے لیکن متفرق طور پر اکثر صحابہ کی روایتین اس باب میں ہیں جنکا ذکر حسب موقع ہر ایک آیۃ کی تفسیر میں کیا گیا ہی۔ استوا علی العرش اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہی جسپر ایمان لانا اور اسکی تفصیلی کیفیت کو علم الٰہی پر منحصر رکھنا سلف کا طریقہ ہی چنانچہ سورۂ آل عمران مین گذر چکا ہی کہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ تک اس طرح کی متشابہ آیتون کی کیفیت کو علم الٰہی پر منحصر رکھنا تھا اور یہ بھی گذر چکا ہی کہ صفات الٰہی اور قیامت کے حال کی آیتین اور حروف مقطعات یہ سب متشابہا

یدبر الامر۔ اس کا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالی نے سب چیزونکو پیدا کرکے پھر اونکا انتظام اپنے ہاتھ مین رکھا ہے مثلاً یون تو سورج مشرق سے نکلتا ہی لیکن اُسکا مغرب سے نکلنا انتظام الٰہی مین دنیا کے ختم ہونے کی ایک نشانی قرار پائی ہی چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی ابوذر رضہ کی روایۃ مین اس کا ذکر تفصیل سے ہے۔

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

اسی کی طرف پھر جانا تم سبکو وعدہ ہے اللہ کا سچا وہی بنادے پہلے پھر اُسکو دوہرادیگا تا بدلا دے اُنکو جو یقین لاتے تھے اور کیے

الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝

تھے کام نیک انصاف سے اور جو منکر ہوئے اونکو پینا ہے کھولتا پانی اور دکھہ کی مار اوسپر کہ منکر ہوتے تھے

منکرین حشر کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ یہ بھی یاد رکھو ایک نہ ایک روز سب کے سب خدا ہی کی طرف اکٹھے ہوکر آوگے پھر جیسے جس کے عمل ہونگے ویسا اُنکو اُسکا بدلہ ملیگا ایمان والون اور نیک عمل والونکو اُنکے عمل جیسا اور کافرونکو اُنکے عمل جیسا ایمان والونکو جنت کی نعمتین نصیب ہون گی اور منکر شریعت لوگونکو کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائیگا۔ اور طرح طرح کے عذاب ہونگے بعضے کافر یہ اعتراض کرتے تھے کہ جب سب کے سب مرکر خاک ہوجائین گے ہڈیان تک گھل کر خاک ہوجائین گی تو پھر کیونکر ویسے کا ویسا کوئی اُٹھہ کھڑا ہوگا اسکے جواب مین فرمایا انہ یبدؤ الخلق ثم یعیدہ جس کا مطلب یہ ہی کہ جس نے پہلے پیدا کیا ہی وہی پھر دوبارہ بنادیگا۔ جب کسی چیز کی کوئی بنیاد بھی نہتی تو اُسنے بنادیا پھر دوبارہ بنادینا اُسکے نزدیک کیا بڑی بات ہی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر کی آیۃ مین دنیا کی پیدائش کا ذکر فرماکر اس آیۃ مین حشر کا ذکر فرمایا تاکہ عقلی تجربہ کے موافق ان منکرین حشر کی سمجھہ مین یہ بات اچھی طرح سے آجاوے کہ جو کام ایک دفعہ کیا جاچکے تو پھر دوبارہ اُسکا کیا جانا کچھہ مشکل نہیں رہتا اسی طرح پیدا ہونے سے پہلے جیسے یہ لوگ نیست و نابود تھے مرنے کے بعد ویسے ہی ہوجاوینگے اور جس نے پہلی دفعہ انکو نیست سے ہست کیا ہی وہی انکو دوبارہ نیست سے ہست کردیگا۔ پھر یہ بھی سمجھایا کہ یہ دوبارہ پیدا کرنا اس انصاف کی بنا پر ہے کہ اس دوسرے جہان مین نیک و بد کی جزا و سزا ہوجاوے کیونکہ نیک و بد کو ایک حالت پر رکھنا بڑی ناانصافی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہ رضہ کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین اللہ تعالی نے فرمایا جس طرح مین نے انسان کو پہلی دفعہ پیدا کیا اسیطرح پھر اُسکے دوبارہ پیدا کرنے کا ذکر مینے اپنے کلام پاک مین کیا لیکن انسان نے حشر کا انکار کرکے میرے کلام پاک کو جھٹلایا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے نعمان بن بشیر رضہ کی حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دوزخی پر سب سے کم عذاب ہوگا وہ یہ ہی کہ اُسکے پاؤن مین آگ کی جوتیان پہنادی جاوینگی جس سے اُس کا بھیجا پگل کر نکل پڑے گا صحیح مسلم مین مغیرہ بن شعبہ رضہ کی روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقبی مین ادنی درجہ کے اہل جنت کو اسقدر ساز و سامان دیا جاویگا جو دنیا کی پانچ بادشاہتون کے برابر ہوگا ان حدیثونکو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ان منکرین حشر کے ذمہ اللہ تعالی اور اُسکے کلام کے جھٹلانے کا الزام ہی اور اس طرح کے ادنی درجہ کے ملزمون کو بھی قیامت کے دن جو عذاب

بھگتنا پڑیگا وہ انسان کی برداشت سے باہر ہے پھر اعلی درجہ کے ملزموں کے عذاب کا کیا ٹھکانا ہے اسی طرح جن لوگوں نے قرآن کی نصیحت پر عمل کرکے حشر کا کچھ سامان کرلیا ہی انہیں کم درجہ کے جنتیوں کو وہ سازو سامان دیا جاویگا جو دنیا کی پانچ بادشاہتوں کے برابر ہوگا جس سے معلوم ہوسکتا ہی کہ اعلی درجہ کے جنتیوں کا سازو سامان آدمی کی سمجھ سے باہر ہے

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ

وہی ہے جن نے بنایا سورج کو چمک اور چاند کو اوجالا اور ٹھرائیں اسکو منزلیں تو پہچانو گنتی برسوں کی اور حساب

مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ

یون نہین بنایا اللہ نے یہ سب مگر تدبیر سے کھولتا ہے پتے ایک لوگوں پر جنکو سمجھ ہے البتہ بدلنے میں رات اور

وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ۝

دن کے اور جو بنایا اللہ نے آسمان اور زمین مین پتے ہین ایک لوگوں کو جو ڈر رکھتے ہین

اللہ پاک نے زمین و آسمان اور جو چیزیں دنیا میں ہیں ان سبکو اپنے بندوں کے فائدے کیلئے پیدا کیا ہی اسلئے فرمایا کہ آفتاب کو الگ چمک بخشی ہی جسکے سبب سے دن ہوا کرتا ہی اور چاند کو الگ روشنی دی ہی اور وہ راتوں کو نکلا کرتا ہی چاند کیلئے منزلین مقرر کین جس مین وہ برابر آتا جاتا رہتا ہی کبھی گھٹ جاتا ہی کبھی بڑھ جاتا ہی اور پورا ہوکر پھر گھٹنے لگتا ہی یہانتک کہ بالکل نہیں دکھائی دیتا پھر ایک یا دو روز مین ہلال بنکر نکلتا ہی اسی کے سبب سے لوگ مہینوں اور سال کا حساب کرتے ہیں تو جو لوگ عقل و شعور رکھتے ہیں ان سب باتوں پر غور کرکے خدا پر ایمان لاتے ہیں اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ وحدہ لاشریک ہے جس نے ایسی ایسی نشانیاں بنائی ہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں چاند اور سورج کے منہ آسمان کی طرف ہیں اور پشت زمین کی طرف ہی شرع مین اسی چاند کے دورہ کے حساب سے مہینہ شروع ہوتا ہی اور ختم ہوتا ہے سورج کے حساب سے نہیں پھر فرمایا کہ دن اور رات کا الٹ پھیر بھی خدا سے ڈرنے والوں کیواسطے ایک نشانی کہ جب دن ہوتا ہی تو رات نہین ہوتی اور جب رات ہی تو دن نہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رات سے دن بڑا ہوتا ہی اور کبھی دن سے رات بڑی ہوتی ہے کبھی دونوں برابر ہوجاتے ہیں تو سمجھ دار کے لئے یہ بھی ایک نشانی ہی کہ بیشک کوئی اس کا بنانیوالا ہی۔ سورہ بقر میں گذر چکا ہی کہ چاند کی اٹھائیس منزلین اور بارہ برج ہیں ان منزلوں مین سے جب ایک منزل کو چاند طے کرتا ہی تو ایک رات ہوتی ہی اور پوری منزلین اور برج جب طے ہوجاتے ہین تو ایک مہینہ ہوتا ہی چاند اور سورج سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بڑے معجزوں کا بھی تعلق ہی چاند کا معجزہ تو شق القمر کا معجزہ ہی جس کا پورا ذکر تو سورہ القمر مین آویگا مگر حاصل اسکا یہ ہی کہ صحیح بخاری و مسلم میں انسؓ بن مالک کی روایت ہی جس میں یہ ہی کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شق القمر کا معجزہ چاہا اور اس معجزہ کا ظہور اسوقت کے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہوا جنہوں نے چاند کے دو ٹکڑے اپنی آنکھوں سے دیکھے سورج کے متعلق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معجزہ ہی جس کا ذکر قیامت کی علامات کی صحیح حدیثوں میں ہی چنانچہ صحیح بخاری و مسلم مین

ابوذرؓ کی اور صحیح مسلم مین ابوہریرہؓ کی روایتین ہین جنکا حاصل یہ ہی کہ اب تو سورج ہر روز غروب کے وقت عرش معلی کے نیچے جاکر سجدہ کرتا ہی اور اوسکو حسب دستور دوسرے روز مشرق سے نکلنے کا حکم ہو جاتا ہی لیکن قیامت کے قریب ایک روز اللہ کے حکم سے وہ مغرب سے نکلے گا۔ اسکے بعد کسی کی توبہ اور کسی کا نیک عمل پہر قبول نہ ہوگا جس طرح چاند کی گردش سے مہینہ اور سال کا حساب معلوم ہوتا ہی اسی طرح سورج کی گردش سے جاڑے گرمی اور برسات کا موسم پیدا ہوتا ہی جسکو دنیا کے کامون مین بڑا دخل ہی غروب کے وقت سورج کے عرش معلے کے نیچے جانے اور سجدہ کرنے کا ذکر جو اوپر کی روایتون مین ہی اس سے ان اہل ہیئت کا قول ضعیف ٹہرتا ہی جو سورج کی حرکت کے قائل نہیں ہیں چنانچہ زیادہ تفصیل اسکی سورۂ یٰسین مین آویگی غرض جس اللہ نے سورج چاند کو اس حالت پر پیدا کیا یہ سورج چاند اسی کے تابع ہیں انمین اصلی کوئی تاثیر نہیں ہی شیطان کے بہکانے سے جو لوگ سورج چاند مین کسی طرح کی مستقل تاثیر کا اعتقاد رکھکر سورج چاند کی پوجا کرتے ہیں وہ بڑی غلطی پر ہیں اسی واسطے حم السجدہ میں فرمایا لاتسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون ۔ مطلب اس کا وہی ہی جو اوپر بیان کیا گیا کہ جسنے ان چیزونکو پیدا کیا ہے اصل تعظیم کے قابل وہی ہی اسکی عبادت مین جو لوگ دوسرونکو شریک کرتے ہیں وہ بڑی غلطی پر ہین کیونکہ انکی عبادت کی سب محنت رائگان ہی اسلئے فرمایا کہ جو سمجھ دار متقی لوگ ہیں انکے حق مین تو سورج چاند دن رات اور سب مخلوقات اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور جو لوگ ناسمجھی سے شیطان کے پہندے مین پہنسے ہوئے ہیں وہ اللہ کی قدرت کو بھول کر ان چیزونسے سطرح کے کام لیتے ہین جن کامون کے لئے اللہ تعالی نے ان چیزونکو پیدا نہیں کیا مثلاً نہ سورج چاند پوجا کے لئے پیدا کئے گئے ہیں نہ رات دن ایسے خلاف شریعت کامون مین صرف کرنے کے لئے ۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُونَ

جو امید نہین رکھتے ہمارے ملنے کی اور راضی ہوئے دنیا کی زندگی پر اور اوسی پر چین پکڑا اور جو ہماری قدرتون سے خبر نہین رکھتے

اُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيهِمْ

ایسونکا ٹہکانا ہے آگ بدلا اسکا جو کماتے تھے جو لوگ یقین لائے اور کئے اونھون نے نیک کام راہ دیگا

رَبُّهُمْ بِإِيمٰنِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ فِي جَنّٰتِ النَّعِيمِ دَعْوٰىهُمْ فِيهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ

اونکو رب اونکا انکے ایمان سے بہتی ہین انکے نیچے نہرین باغون مین آرام کے اونکی دعا اوس جگہ یہ کہ پاک ذات ہی تیری یا اللہ

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝

اور ملاقات اونکی سلام اور تمام اونکی دعا اسپر کہ سب خوبی اللہ کو جو صاحب سارے جہان کا

منزل ۳ ع ۱

صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ خواہشات دنیا سے اللہ تعالی نے دوزخ کو اور تکلیفات شرعیہ سے جنت کو ڈہانک رکھا ہی جسکے حاصل معنے یہ ہیں کہ جس طرح پردہ کے اندر کوئی چیز ڈہکی اور چھپی ہوتی ہے اسی طرح جنت تکلیفات

شرعیہ کے پردہ کے اندر اور دوزخ خواہشات دنیا کے پردہ کے اندر چھپی ہوئی ہیں اسلئے جس کسی کی تمام ہمت اور کوشش اور عمر خواہشات دنیا کے پورا کرنے اور آخرت سے غافل رہنے میں گذری اُسنے گویا دوزخ کے دروازہ کا پردہ اوٹھایا اور دوزخ میں جانیکا قصد کیا اور جس کسی کی عمر تابمقدور تکلیفات شرعیہ کی برداشت میں بسر ہوئی اُسنے جنت کے دروازہ کا پردہ اوٹھایا اور جنت میں جانے کا قصد کیا غرض جو معنے اس حدیث کے ہیں وہی معنے ان آیتوں کے ہیں اسی واسطے اس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر کہنا چاہیئے اور خواہشات دنیا رحمت الٰہی اور جنت سے روکنے والی چیزیں ہیں اسی واسطے معتبر سند سے طبرانی اور مستدرک حاکم میں ابو سعید خدری وغیرہ سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اپنے جس بندے کی عقبیٰ کی بھلائی چاہتا ہے اُسکو دنیا اور خواہشات دنیا سے ایسا بچاتا ہے جس طرح کوئی آدمی اپنے بیمار کو بدپرہیزی کی چیزوں سے بچاتا ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی محبت اور دین کا ہونیکا شوق اور دنیا کی دلدل میں پھنسنے سے نفرت نصیب کرے جنتی لوگ جنت کی نعمتیں دیکھکر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کریں گے اور جب آپس میں ملیں گے تو سلام علیکم کہویں گے اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے جو لوگ رات دن خواہشات دنیا میں گرفتار ہیں وہ عقبیٰ سے غافل اور ایک اللہ کو منہ دکھانیکا خیال کبھی اُنکے دل میں نہیں گذرتا اور جو لوگ عقبیٰ کی بہبودی چاہتے ہیں وہ اعتقاد اور نیک عملوں کی درستی میں ہر وقت لگے رہتے ہیں انہی دونوں گروہ کا ذکر ان آیتوں میں فرماکر اول گروہ کا انجام دوزخ اور دوسرے گروہ کا انجام جنت کو فرمایا ابوہریرہؓ کی حدیث جو اوپر گذری وہ ان دونوں انجاموں کی پوری تفسیر ہے

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ۖ فَنَذَرُ الَّذِينَ

اور اگر شتاب لاوے اللہ لوگوں پر برائی جیسے مانگتے ہیں بھلائی تو پوری کر چکے اونکی عمر سو ہم چھوڑ رکھتے ہیں جنکو امید نہیں

لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

ہماری ملاقات کی اون کی شرارت میں بہکتے

نضر بن حارث اور ابوجہل نے جب یہ دعا مانگی کہ اگر یہ قرآن اور آنحضرت کا رسول ہونا سچا ہے تو یا اللہ ہم پر آسمان سے پتھر برسا اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ تندرستی فارغ البالی اور دنیا کی بھلائیاں جس طرح ہر وقت آدمی کو اللہ دیتا رہتا ہے اسی طرح غصہ کے وقت کی بد دعا پر فوراً اللہ آدمی کی پکڑ کرتا رہے تو بہت جلد دنیا اور اہل دنیا کا خاتمہ ہو جاوے صحیح مسلم اور ابو داؤد میں حضرت جابرؓ سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اے لوگوں اپنے اور اپنے مال و اولاد کے حق میں غصہ کے وقت بد دعا نہ کیا کرو ایسا نہ ہو کبھی قبولیت کے وقت وہ بد دعا منہہ سے نکل جاوے اور قبول ہو جاوے اور اگرچہ اللہ اپنی رحمت سے انسانوں کو ہر وقت کی برائی پہونچانے سے درگذر فرماتا ہے لیکن یہ رحمت بھی نافرمان لوگوں کے حق میں ایک عذاب اور وبال ہے کسلئے کہ یہ نافرمان لوگ جسقدر دنیا میں صحت اور فارغ البالی سے رہیں گے بُرے کام زیادہ کرینگے جسکا خمیازہ اسیقدر اُنکو آخرت میں بھگتنا پڑیگا ترمذی مسند امام احمد بن حنبل دارمی میں ابی بکرہؓ سے روایۃ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت سے پوچھا کہ حضرت اچھا آدمی دنیا میں کون ہے آپ نے فرمایا جسکی عمر بڑی ہو وہ اور اپنی عمر میں نیک کام کرے اُس شخص نے پوچھا کہ برا آدمی دنیا میں کون ہے آپنے فرمایا جس کی عمر بڑی ہو اور وہ اپنی عمر میں

بدکام کرے ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی دنیا مین بدلوگونکا چند روز صحت اور آسائش سے رہنا آخرت کی تکلیف دائمی کے مقابلہ مین اسیطرح نیک لوگونکی دنیا کی چند روزہ سختی اُنکی آخرت کی راحت کے مقابلہ مین کسی گنتی مین نہیں ہی اس لئے بدلوگونکو کسی آسائش اور نیک لوگونکو کسی دنیا کی سختی مین دیکھکر کچھہ پچھتاوا نہیں کرنا چاہیے اس پچھتاوے کو رفع کرنے کے لیے صحیح مسلم مین حضرت انس سے روایۃ ہی کہ آنحضرت نے فرمایا قیامت کے دن بڑے بڑے راحت سے رہنے والے بدلوگون سے دوزخ مین جاتے ہی فرشتے پوچھین گے تمکو دنیا کا آرام وچین کچھہ یاد ہے وہ قسمین کھاکر کہین گے کہ اس تکلیف کے سامنے ہمکو کوئی راحت دنیا کی یاد نہین اسی طرح دنیا کے بڑے مصیبت زدہ نیک لوگون سے جنت میں جاتے ہی فرشتے پوچھین گے تمکو دنیا کی کوئی مصیبت یاد ہے وہ کہوین گے اس راحت کے آگے ہمکو کوئی مصیبت یاد نہین

وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن
اور جب پہنچے انسان کو تکلیف ہمکو پکارے پڑا ہوا یا بیٹھا یا کہڑا۔ اور پہر جب ہم نے کہولدی اوس سے وہ تکلیف چلاگیا

لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ
گویا کبھی پکارا نہ تھا ہمکو کسی تکلیف پہنچنے پر اسی طرح بن آیا ہے بے لحاظ لوگونکو جو کچھہ کررہے ہین اور ہم کہپاچکے وہ سنگتین تم سے

مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا كَذَٰلِكَ نَجْزِي
پہلے جب ظالم ہوگئے اور لائے تھے اون پاس رسول اُنکے کہلی نشانیان اور ہرگز نہ تھے ایمان لانے والے یونہی سزا دیتے ہین

الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝
ہم قوم گنہگارونکو پہر تم کو ہمنے نائب کیا زمین مین انکے بعد کہ دیکھین تم کیا کرتے ہو

منزل ۳

اوپر کی آیۃ مین اللہ تعالی نے نافرمان لوگونکی یہ عادت تبلائی تھی کہ جس قدر اُنکو دنیا مین تندرستی اور فارغ البالی ویجاتی ہے اُسی قدر اُنکی نافرمانی اور سرکشی بڑہتی جاتی ہی اس آیۃ مین دوسری عادت اُن لوگونکی فرمائی کہ تنگی کیوقت یہ لوگ سب سرکشی بھولکر اوٹھتے بیٹھتے اللہ کو پکارنے لگتے ہین اور جب اللہ اُنکی وہ تنگی رفع کردیتا ہی تو پہر بالکل خدا سے بیگانے بنجاتے ہیں صحیح مسلم مین صُہیب رومی کی روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانونکی علامت یہ بیان فرمائی ہی کہ تنگی کیوقت وہ صبر کرتے ہیں اور راحت کیوقت اللہ کا شکر بجالاتے ہیں اور اس سے بڑہکر ایک مقام ہی جو خاص لوگونکو میسر ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ تنگی کیوقت ظاہر مین صبر کرنا اور باطن مین اُس تنگی کو اللہ کا حکم سمجھکر اُس تنگی سے دلپر میل نہ آنے دینا اور رضا بقضا کا معاملہ رکھنا خدا اپنے بندون مین جسکو چاہتا ہے یہ مقام عنایت فرماتا ہے جس طرح یہ مقام مشکل ہی اسکا اجر بھی بہت ہی بڑا ہی۔ اس خاص گروہ کے خاص مقام کا ذکر ابو درداءؓ کی روایت سے مستدرک حاکم مین ہے اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی آخر کو فرمایا پچھلے لوگ اس سرکشی اور ناشکری کے وبال مین طرح طرح کے عذابون سے ہلاک ہوگئے اور حال کے لوگ اُن پچھلے لوگونکی قائمقامی کے طور پر زمین مین آباد ہوئے ہیں جنکا ہر ایک کام اللہ کی نظر مین

ہی کہ جیسا کوئی کریگا ویساہی بدلہ پاویگا صحیح بخاری و مسلم مین عمروؓ بن عوف کی روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا مجھکو اپنی امت کے فقر و فاقہ کی حالت کا کچھہ خوف نہیں ہی بلکہ خوف ہی تو یہ ہی کہ پچھلے لوگونکی طرح ان مین مال
و متاع کی کثرت ہوجاویگی جسکی شکر گذاری ان سے نہوسکے گی تو اسوقت پچھلے لوگونکی طرح انپر بھی آفت آجاویگی یہ حدیث آخری
آیۃ کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ مسلمانونکے مالدار ہوجانیکے بعد جب تک آنکے کام اللہ تعالی کی مرضی کے موافق رہے
بادشاہت حکومت سب کچھہ آنکے قبضہ مین رہا جب وہ بات جاتی رہی ہر طرحکی ذلت اور خواری آنکے پلے پڑی ۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ
اور جب پڑہیے اون پاس آیتین ہماری صاف کہتے ہیں جنکو امید نہین ہمسے ملاقات کی لے آ کوئی اور قرآن اس کے
اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ
سوائے یا اسکو بدل ڈال تو کہہ میرا کام نہین کہ اسکو بدلون اپنی طرف سے مین تابع ہون اوسی کا جو حکم آوے میری طر
اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ
مین ڈرتا ہون اگر بے حکمی کرون اپنے رب کی بڑے دن کی مار سے تو کہہ اگر اللہ چاہتا تو مین نہ پڑہتا یہ تمہارے پاس اور نہ
اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝
تمکو خبر کرتا اسکی کیونکہ مین رہ چکا ہون تم مین ایک عمر اس سے پہلے کیا پھر تم نہیں بوجھتے

مفسرین سلف مثل قتادہ اور مقاتل بن حبان نے جو شان نزول ان آیتونکی بیان کی ہی حاصل اوسکا یہ ہی کہ جب آنحضرت
مشرکین مکہ کو قرآن شریف کی وہ آیتیں سناتے جن مین آنکے بتون اور بت پرستی کی مذمت ہوتی تو ولید بن مغیرہ ابن امیہ اور
سرکش مشرک کہتے تھے کہ اگر تمکو ہمین اس قرآن کو تسلیم کرانا منظور ہی تو اس مین سے اسطرحکی ایتین جن مین ہمارے بتونکی
مذمت ہی بدل ڈالو امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین لکھا ہی کہ اس مقولہ سے اون مشرکین کی دو غرضین خیال مین
آتی ہین یا تو مسخرے پن سے وہ ایسی بات کہتے تھے یا اونکو اس بات کا امتحان مقصود تہا کہ اگر خود آنحضرت کا بنایا ہوا یہ قرآن
ہوگا تو وہ ہماری خاطر سے کچھہ حکم اسکے بدل ڈالین گے اور خدا کی طرف سے یہ قرآن اترتا ہوگا تو آنحضرت کوئی حکم اسکا جاری
خاطر سے نہ بدل سکین گے اللہ تعالی غیب دان نے آنکی دلی مقصود کو جانکر یہ جواب نازل فرمایا کہ ان منکر قرآن لوگون سے
کہدو کہ تمہاری عقلون مین اتنی بات سمجھنے کی کیا قدرت نہیں ہی کہ قرآن شریف کے نازل ہونے سے چالیس برس پیشتر مین
تمہی لوگون مین رہتا تہا اور تم لوگ مجھکو سچا اور امین جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ مین پڑہا لکھا نہیں ہون پھر یہ گمان
تمہین کیونکر ہے کہ یہ قرآن مینے اپنی طرف سے بنالیا ہی نہین ہرگز نہین یہ گمان تمہارا بالکل غلط ہی صحیح بات یہی ہی کہ یہ خدا
کا کلام ہی اور اس مین کسی کی خاطر سے کچھہ بدل سدل میرے اختیار مین ہرگز نہین ہی مین فقط اللہ کے کلام کو آسکے حکم
کے موافق تم لوگونکو سنادیتا ہون ورنہ چالیس برس جس طرح چپ چاپ مینے تم لوگونمین کاٹ دیئے کبھی تمہارے بتون کو

تمہاری بت پرستی کو برا نہیں کہا اب بھی بلا حکم خدا کے مجھکو تم سے اس عداوت کے پیدا کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی - صحیح بخاری و مسلم کے
حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر صحابہؓ سے فرمایا کہ مین تم سب سے
زیادہ اللہ تعالی کا خوف اپنے دلمین رکھتا ہون ترمذی نسائی ابوداؤد وغیرہ مین حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایۃ ہی جسکا حاصل
یہ ہی کہ جب کوئی آیۃ یا سورۃ نازل ہوتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً کسی کاتب کو بلا کر اس آیۃ یا سورۃ کو لکھوا لیا کرتے تھے ابن
حبان اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی - ان حدیثونکو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ قرآن کی آیتون مین کچھ بدل
سدل ہوجانے پران آیتون مین عذاب کا خوف دلایا گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین سب سے زیادہ خوف الٰہی
تھا اسلیئے جو وحی آتی تھی اسکو آپ فوراً لکھوا لیتے تھے تاکہ لکھوانے مین تاخیر ہوکر کسی آیۃ یا سورۃ کے لفظون مین کچھ ردوبدل
نہ ہوجاوے - قرآن کی صحت کا یہ انتظام تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تھا خود اللہ تعالی کی طرف سے قرآن کی
صحت کا یہ انتظام تھا کہ ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک جسقدر حصہ قرآن کا نازل ہوتا تھا اللہ کے حکم سے پھر رمضان
مین حضرت جبرئیل علیہ السلام اس حصہ کا دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے جس سے ناسخ منسوخ وغیرہ کی
صحت پورے طور پر ہوجاتی تھی چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ مین جو روایتین ہین انمین اسکا ذکر تفصیل سے ہی اگرچہ رمضان کے
روزے ہجرت کے بعد فرض ہوئے ہین لیکن یہ دور کا طریقہ روزون کے فرض ہونے سے پہلے مکہ مین بھی تھا -

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ۝ منزل ۳

پھر کون ظالم اوس سے جو بنا دے اللہ پر جھوٹ یا جھٹلا دے اوسکی آیتین بیشک بھلا نہیں ہوتا گنہگارون کا

اس سے پہلے کی آیۃ مین بیان ہوچکا ہی کہ کافرون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اور قرآن آپ لائین یا اسکو بدل ڈالین
جسپر اللہ تعالی نے آپکو حکم دیا کہ کہدو مجھے زیبا نہیں ہی کہ مین اپنے جی سے اللہ کے کلام کو بدل ڈالون کیونکہ یہ تو بڑا ظلم ہے اور خدا
پر بہتان باندھنا ہی کہ جو بات خدا نے نہ بتلائی ہو اوسکو مین اپنے جی سے کہون آیۃ کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہی کہ مشرک
اور کافر خدا کو اور اسکی آیتونکو اور اسکے رسول کو جھٹلاتے ہین بہت ظلم کرتے ہین کبھی اونکو فلاحیت نہ ہوگی اور یہ مطلب بھی
ہی کہ مسیلمہ کذاب ایک شخص حضرت کے زمانہ مین عرب مین تھا اس نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا تھا اور جی سے آیتین گھڑ کر کہتا تھا
کہ خدا نے یہ آیتین مجھپر اوتاری ہین اسواسطے فرمایا کہ جو شخص خدا پر بہتان باندھے اور یہ کہے کہ خدا نے مجھپر اپنا کلام بھیجا ہی اوس سے
بڑھکر کوئی ظالم نہیں خدا کی مخلوق کو دھوکھا دیتا ہی کبھی فلاحیت نہ پاویگا کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہی جو ہرگز کبھی چھپ نہیں سکتی
بیوقوف سے بیوقوف آدمی اوسکو سمجھ لیگا چنانچہ جن لوگون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیلمہ کذاب کو دیکھا ہی اونھون نے
فوراً پہچان لیا ہی کہ کون سچا ہی اور کون جھوٹا ہی صحیح بخاری وغیرہ مین انسؓ بن مالک کی روایۃ مین عبداللہ بن سلام کا جو قصہ ہی اسمین
عبداللہ بن سلام فرماتے ہین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ مین تشریف لائے تو لوگ آپکے دیکھنے کو ٹوٹ
پڑے انمین مین بھی تھا مین نے صورت دیکھتے ہی پہچان لیا کہ آپ جھوٹون مین نہیں ہین پھر جب بنی سعد بن بکر کی طرف سے ضمام

بن ثعلبہ آپکے پاس آئے تو باتین کرتے کرتے یہ بھی پوچھا کہ آسمان کو کس نے بنایا ہی آپ نے فرمایا اللہ نے پھر کہا پہاڑون کو کس نے پیدا کیا
فرمایا اللہ نے پھر پوچھا زمین کس نے بنائی فرمایا اللہ نے کہنے لگے آسمان اور زمین اور پہاڑ پیدا کرنے والے کی قسم کیا خدا نے تمھین کل لوگون
کی ہدایت کو بھیجا ہی آپنے فرمایا ہان پھر ضمام بن ثعلبہ نے نماز روزہ حج زکوٰۃ ہر ایک باتون کو قسمین دے دیکر دریافت کیا آپ بھی
قسمین کھا کھا کر بیان فرماتے گئے جب ضمام بن ثعلبہ نے سچی سچی باتین سنین تو کہا جس نے تمھین رسول بنا کر بھیجا ہے اوسی کی
قسم کھا کر کہتا ہون بیشک آپ سچے ہیں اور مین ان باتون مین جو آپ نے بتلائی ہین کچھ کمتی بڑھتی نکرونگا یہ ضمام بن ثعلبہ کا قصہ
صحیح بخاری وغیرہ مین تفصیل سے ہے اسیطرح جن لوگون نے مسیلمہ کو دیکھا یا اوسکے بنائے ہوئے قرآن کی آیتین سنین انھون نے
خود جان لیا کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں ہی محض جھوٹ ہی اسی واسطے خدا تعالی نے فرمایا جھوٹے اور دغا باز ونکو کبھی فلاحیت نہین ہے
آخر جب مسیلمہ مارا گیا تو اوسکے سب یار دوست علیحدہ علیحدہ ہوگئے یہان تک کہ خود اوسکے گھر کے لوگون نے اوسپر لعنت بھیجی اور پھر
اوسکے ان رشتہ دارون نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آکر توبہ کی اور اسلام مین داخل ہوئے حضرت ابوبکر صدیق
نے اون لوگونسے اوسکے قرآن کی آیتین پڑھوا کر سنین تاکہ جن لوگون نے اوس کا کلام نہیں سنا ہے وہ بھی سن لین اور جھوٹ اور سچ
مین تمیز کر لین۔ یہ مسیلمہ حضرت ابوبکر صدیق رض کی خلافت مین وحشی بن حرب حضرت امیر حمزہ رض کے قاتل کے ہاتھ سے مارا گیا
ہی چنانچہ ایک جگہ یہ قصہ صحیح بخاری کے حوالہ سے گذر چکا ہی حضرت ابوبکر صدیق رض کی خلافت مین یہ یمامہ کی بڑی لڑائی مشہور ہے
جس مین مسیلمہ مارا گیا خالد بن ولید اس یمامہ کی لڑائی مین لشکر اسلام کے سردار تھے اس لڑائی مین جب بہت سے حافظ قرآن
صحابہ کے شہید ہونیکی خبر آئی تو حضرت عمر رض کے مشورہ سے حضرت ابوبکر صدیق رض نے سارا قرآن ایک جگہ جمع کرکے لکھوایا تاکہ حافظ
صحابہ کے شہید ہو جانے سے قرآن کی حفاظت مین کچھ فرق نہ پڑ جاوے چنانچہ زید بن ثابت کی روایۃ سے یہ قصہ صحیح بخاری
مین ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو سعید رض خدری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا
نزول قرآن کے زمانہ مین سوا قرآن کے میری حدیثین نہ لکھا کرو اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیح حدیث بھی اوپر گذر
چکی ہی کہ جب کوئی آیۃ یا سورۃ نازل ہوتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اوسکو لکھوالیا کرتے تھے غرض ان حدیثون سے
اور اس قسم کی اور حدیثون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین سارا قرآن متفرق طور پر لکھا ہوا موجود
تھا اوسی کو حضرت ابوبکر صدیق رض نے ایک جگہ جمع کرا دیا حضرت ابوبکر صدیق رض کے زمانہ مین جو قرآن جمع ہوا اس مین ساتون قرأتین
تھین جسکے سبب سے صحابہ مین ایک اختلاف رہتا تھا کسی لفظ کو کوئی ایک طرح پڑھتا تھا اور کوئی دوسری طرح اس اختلاف کے
رفع کرا دینے کی غرض سے پھر حضرت عثمان رض نے ایک قرأت کا قرآن لکھوایا چنانچہ انس رض بن مالک کی روایۃ سے یہ قصہ صحیح بخاری مین تفصیل سے ہے
اور اس تفسیر کے مقدمہ مین بھی اس قصہ کی تفصیل بیان کر دی گئی ہی احسن الفوائد کے مقدمہ مین بھی اس قصہ کا ذکر ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا

اور پوجتے ہیں اللہ سے نیچے جو چیز نہ برا کرے اونکا اور نہ بھلا اور کہتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں

عِندَ اللّٰهِ ط قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ط سُبْحٰنَهٗ

اللہ کے پاس تو کہہ تم اللہ کو جتاتے ہو جو اوسکو معلوم نہیں کہین آسمانون مین اور نہ زمین مین وہ پاک ہے اور بہت دور ہے

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ط وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

اس سے جو شریک کرتے ہیں اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی امت ہیں پیچھے جدا جدا ہوئے اور اگر نہ ایک بات

سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○

آگے ہو چکتی تیرے رب کے تو فیصلہ ہو جاتا اونمین جس بات مین پھوٹ رہے ہیں

مطلب یہ ہے کہ خدائے وحدہ لاشریک کو چھوڑ کر یہ لوگ بتون کو پوجتے ہین اور یہ امید رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ بت خدا سے انکی شفاعت کرینگے یہ انکی انتہا درجہ کی گمراہی ہے کہ جو دنیا میں ذرہ برابر بھی نفع یا نقصان نہین پہونچا سکتا وہ آخرت مین کیا شفاعت کریگا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ تم نے کہو کہ تم لوگ ایسی بات خدا کو جتلاتے ہو جس کا سر نہ پاؤن بغیر حکم خدا کے کسکی مجال ہے جو کسی کی کوئی شفاعت کرے پھر خدا نے اپنی پاکی بیان فرمائی کہ وہ شرک سے بالکل پاک صاف ہے اور اگر مشرک شاید یہ کہیں تمہارے دین میں یہ منع ہوگا ہمارے دین مین تو یہ منع نہیں ہے تو فرمایا کہ یہ عقیدہ تم لوگون نے گھڑ لیا ہے پہلے تو اس کا نام و نشان بھی نہ تھا سب کے سب ایک دین پر تھے جس کا نام اسلام ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت آدمؑ سے حضرت نوحؑ تک دس قرن گذرے ہیں اسوقت تک سارے لوگونکا مذہب دین اسلام تھا اسکے بعد لوگونکے عقیدہ مین خلل واقع ہونے لگا اور اختلاف پڑا کوئی بتونکو پوجنے لگا اور کوئی سورج چاند اور ستارونکو اور بہتیرے خدا کے سچے دین اسلام پر بھی قائم رہے پھر خدا نے اپنی حجت تمام کرنی چاہی کیونکہ وہ کسی کو بے حجت نہین پکڑتا اسلئے رسولونکو بھیجنا شروع کیا تاکہ وہ مخلوق کی ہدایت کرین حق و ناحق اونپر کھولدین اگر حجت نہ تمام کرنی ہوتی تو اب تک کبکا فیصلہ کر چکا ہوتا یا قیامت قائم کر دیتا یا اون مشرکونکو اکدم ہلاک کر دیتا سورہ ابراہیم اور سورہ سبا مین آویگا کہ مشرکین مکہ جن بتونکی پوجا کرتے اور انکی شفاعت کی امید رکھتے تھے قیامت کے دن بجائے شفاعت کے ان مشرکون کے وہ جھوٹے معبود اور سب جھوٹے معبودونکا سردار شیطان ان مشرکون سے بڑی بیزاری ظاہر کرین گے جنسے اس غلط شفاعت کی امید پر ان مشرکونکو بڑا پچھتاوا ہوگا لیکن اسدن کا پچھتاوا انکے کچھ کام نہ آویگا سورہ ابراہیم اور سورہ سبا کی وہ آیتین اس غلط شفاعت کی بے ٹھکانے امید کی گویا تفسیر ہیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگونکی انجانی کے عذر کو رفع کر دینا اللہ تعالی کو بہت پسند ہے اسیواسطے آسمانی کتابین دیکر اوس نے رسول بھیجے اس حدیث کو ان آیتونکے آخری ٹکڑے کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ علم الہی مین اگر یہ بات نہ ٹھہر چکی ہوتی کہ بغیر انجانی کے عذر کے رفع ہو جانے کے کسی قوم کو ہلاک نہ کیا جاویگا تو ان مشرکون نے جس کشتی پر کمر باندھ رکھی ہے اوس کے وبال مین یہ لوگ اب تک ہلاک ہو چکے ہوتے ۔

منزل ۳

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ

اور کہتے ہین کیون نہ اترے اسپر ایک نشانی اسکے رب سے سو تو کہہ کہ چھپی بات اللہ ہی جانے سو راہ دیکھو مین تمہارے ساتھ ہون راہ دیکھتا

کفار مکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے ہم کس طرح جانین کہ آپ خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہین کوئی نشانی دکھلایئے حالانکہ وہ لوگ بڑے بڑے معجزے آپکے دیکھہ چکے تھے شق القمر کا معجزہ ایسا عجیب و غریب تھا جس کا جواب نہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز چودھوین رات کو جب چاند پورا گول ہوجاتا ہی تو آپ نے اونگلی سے اشارہ کیا چاند دو ٹکڑے ہوکر آدھا پہاڑ کے اس طرف اور آدھا پہاڑ کے اس طرف ہوگیا اور بہت دیر تک اسی حالت پر رہا چنانچہ اس باب مین صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی روایۃ اوپر گذر چکی ہی اسکے علاوہ اور بہت سے معجزے آپسے صادر ہوئے اور یہ قرآن کیا کم معجزہ تھا کہ عرب کے بڑے بڑے عالم اور زبان کے جاننے والے ایک آیۃ بھی اسکے مثل نہ بنا سکے وہ تو یہ کہتے تھے کہ جس طرح عیسےٰ علیہ السلام مردونکو زندہ کردیتے تھے صالح علیہ السلام کو اونٹنی کا معجزہ ملا تھا موسےٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا حاصل تھا اسیطرح آپ بھی اس پہاڑ کو جو مکہ مین ہی جس کا نام کوہ صفا ہی سونا بنا دیجیے یا کل پہاڑ مکہ کے اپنی جگہ سے اوکھڑ کر علیحدہ ہوجائین اور یہان ایک خوشنما باغ لگ جائے اسپر فرمایا کہ تم کہدو غیب کا علم نہ مجھکو ہی نہ تمکو بلکہ کسی مخلوق کو نہین ہے خدا ہی جانتا ہی تم بھی انتظار کرو اور مین بھی تمہارے ساتھہ منتظر ہون کیونکہ اللہ پاک تو بڑا علیم اور حکیم ہے اسکی ہمیشہ یہی عادت رہی ہی کہ جب کسی قوم نے اپنے رسول سے کسی بات کو کہا اور رسول نے خدا سے سوال کیا اور خدا نے اسکو پورا کردیا اور اسپر بھی پھر وہ قوم ایمان نہیں لائی تو اللہ پاک نے بہت جلد اسپر عذاب بھیجدیا حضرت سے بھی اللہ پاک کا یہی ارشاد ہوا تھا کہ آپ پہلے سمجھہ لین سوال پورا ہونے پر اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو فوراً اپنر عذاب نازل ہوگا آپ نے مہلت چاہی تھی اسلئے حکم ہوا کہ غیب کی خبر خدا ہی کو ہی وہی ہر ایک کام کا انجام خوب جانتا ہی آپ تو صرف یہ کہدین کہ بغیر سوال پورا ہوئے اگر تم ایمان نہیں لانے تو انجام میرے حق مین خدا کے حکم کے منتظر رہو مین بھی تمہارے ساتھہ منتظر ہون صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی حدیث بدر کی لڑائی کے قصہ مین گذر چکی ہی کہ بدر کی لڑائی مین مشرکین مکہ کے جو بڑے بڑے سردار مارے گئے انکے نام پہلے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بتلا دئے تھے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو طلحہ اور انس بن مالکؓ کی یہ روایتین بھی گزر چکی ہیں کہ ان مشرکین کی لاشون پر کھڑے ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ کے وعدہ کو سچا جان لیا ان حدیثونکو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جس عذاب کی راہ دیکھنے کا وعدہ آیۃ مین تھا اسکے موافق دنیا اور آخرت کا عذاب ان مشرکونکے سامنے آیا دنیا مین تو انمین کے بڑے بڑے سرکش ذلت سے مارے گئے اور دم نکلتے ہی آخرت کے عذاب نے انکو آن گھیرا اسیواسطے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی لاشون پر کھڑے ہوکر اونہین یہ جتلایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ کے وعدہ کو سچا جان لیا۔

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا

اور جب چکھاوین ہم لوگونکو مزا اپنی مہر کا بعد ایک تکلیف کے جو اونکو لگی تھی اسیوقت بنانے لگین حیلے ہماری قدرتون مین تو کہہ اللہ

منزل ۳

إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ

تحقیق ہمارے فرشتے لکھتے ہیں حیلے بنانے تمہارے وہی تمکو پہراتاہے جنگل اور دریامین یہانتک کہ جب ہوئے کشتی مین

وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ

اور لیکر چلیان لوگونکو اچھی بادسے اور خوش ہوئے اس سے آئی اُنپر باؤ جھوکے کی اور آئی اونپر لہر ہر جگہ سے

وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ

اور اٹکلا اونہون نے کہ وہ گہر گئے پکارنے لگے اللہ کو نرے ہوکر اُسکی بندگی مین اگر تو بچادے ہمکو اس سے تو بیشک رہین ہم

مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ فَلَمَّا أَنجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ

شکر گذار پس جب بچادیا اونکو اللہ نے اُسی وقت شرارت کرنے لگے زمین مین ناحق کی سو لوگو تمہاری شرارت ہے

عَلَىٰ أَنفُسِكُم مَّتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

تم ہی پر برت لو دنیا کے جیتے پہر ہمارے پاس ہے تمکو پہرآنا پہر ہم جتادینگے جو کچھہ تم کرتے تہے

انسان پر جب کوئی سختی ہوتی ہے اور کوئی تدبیر بن نہیں آتی تو خدا کو پکارنے لگتاہے پہر جب اُس سے نجات پالیتاہے تو اوسے خیال بہی نہیں رہتا کہ مجہپر کوئی سختی گذری تہی صحیح بخاری و مسلم مین زیدؓ بن خالد جہنی سے روایت ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ایک روز رات کو مینہہ برسا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس روز صبح کی نماز کے بعد لوگونسے کہا کہ تم جانتے ہو آج راتکو خدا نے کیا کہا لوگ کہنے لگے خدا اور خدا کا رسول جانتاہے ہم لوگونکو کیا خبر فرمایا یہ کہا ہے کہ صبح کو جب میرے بندے اوٹہین گے تو اکثر مومن ہونگے اور بہتیرے کافر کیونکہ رات کو جو بارش ہوئی ہے جو اوسکو یون کہے گا کہ خدا نے اپنے فضل سے مینہہ برسایا ہے وہ تو مومن ہوگا اور جو یہ کہے گا کہ ستارون کی گردش کے اثر سے یہ مینہہ برساہے وہ کافر ہوگا اس حدیث مین ایمان سے مقصود شکر گذاری اور کفر سے مراد ناشکری ہے پہر فرمایا کہ یہ اون لوگونکے حیلے ہین تم اُنسے کہدو کہ اللہ کی تدبیر کے سامنے تمہارے مکر و حیلہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے اُسکی پکڑ بہت سخت ہے پہر فرمایا کہ اللہ کے فرشتے ذرہ ذرہ اُنکے اعمال لکھہ رہے ہیں جب تک ڈہیل ہے جب پکڑیگا تو اک ذرا بہی مہلت نہ دیگا مجرم یہ گمان کر رہے ہیں کہ خدا عذاب نہ کریگا یہ اُسی کی شان ہے کہ تمکو خشکی مین اور دریا مین چلاتا پہراتاہے تمہاری کشتیان موافق ہوا پاکر منزل کی طرف جلدی جلدی جاتی دکہائی دیتی ہیں اور تم خوش ہونے لگتے ہو پہر یکایک ایسی تیز ہوا چلتی ہے اور دریا مین جوش آنے لگتاہے کہ کشتی ڈگمگانے لگتی ہے پہر تو تمہاری جان پر آن بنتی ہے خیال کرتے ہو کہ اب پہنس گئے اُسوقت خالص خدا ہی کو یاد کرتے ہو کسی بت سے مدد نہین چاہتے جب خدا بیڑا پار لگا دیتاہے اور خشکی پر صحیح و سلامت آجاتے ہو تو پہر وہی شرک جو تمہارے دلو نمین پہلے تہا کرنے لگتے ہو پہر فرمایا یہ بغاوت تمہارے ہی واسطے وبال جان ہے ہمارے پاس ایک روز تمہین پلٹ کر آنا ہے اوسوقت تمہارے اعمال تمہین بتلائے جاوینگے اس لئے انسان کو چاہیئے کہ جب کوئی بہتری ہو تو خدا کا شکر کرے صحیح مسلم کے حوالہ سے صہیبؓ رومی کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راحت کے وقت شکر اور تکلیف کے وقت صبر کرنا ایمان

منزل ۳

کی نشانی ہی اس حدیث کو آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جو لوگ پورے ایماندار نہین ہین انکی حالت تو یہ ہی کہ وہ سختی کے وقت اللہ کو یاد کرتے ہین اور راحت کے وقت بالکل اسکو بھول جاتے ہین اور جو لوگ پکے ایماندار ہین وہ راحت مین شکر گذاری سے اور تکلیف کے وقت صبر کے اجر کی امید سے غرض کسی حال مین اللہ کو نہین بھولتے۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ

دنیا کا جینا وہی کہاوت ہی جیسے ہمنے پانی اوتارا آسمان سے پہر ایک میل نکلا اوس سے سبزہ زمین کا جو کہاوین آدمی

وَالْأَنْعَامُ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا

اور جانور یہانتک کہ جب پکڑی زمین نے چمک اور سنگار پر آئی اور انکلا زمین والون نے کہ یہ ہمارے ہاتھہ لگیگی

أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ

اسپر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پہر کر ڈالا اوسکو کاٹ کر ڈہیر گویا کل یہان نہ تھی بستی اسی طرح ہم کہولتے ہین پتے اون

لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝

لوگون پاس جنکو دہیان ہی اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف اور دکہاتا ہے جسکو چاہے راہ سیدہی

اوپر کی آیتون مین اللہ تعالی نے سرکش اور نافرمان لوگونکا ذکر فرمایا تہا اس آیہ مین انسان کی زندگی کی مثال اسلیے فرمائی کہ سرکش لوگونکو عبرت ہو کہ جس زندگی کے بہروسہ پروہ سرکشی اور نافرمانی کرتے ہین وہ زندگی ہی خود ایک ناپائدار چیز ہے جس طرح جنگل کی کہیتی ہی کہ کاشتکاری کی موسم مین کچہ سرسبز نظر آتی ہی پہر خاک اڑتی دکہائی دیتی ہی اسیطرح انسان کی زیست کا ایک موسم شادابی کا جوانی مین آنکر ساتہ ہی اسکے گہٹاؤ کے آثار شروع ہو جاتے ہین دانت ادہر جواب دیتے ہین آنکہین ادہر کمزوری جتانے لگتی ہین ہاتہہ پاؤنکو دیکہو تو نہ وہ بل باقی ہے نہ وہ زور ہی تہوڑے دنون مین گویا درخت تہا کہ سوکہتے سوکہتے جڑ سے اوکہڑ گیا کہیتی کی مثال اللہ تعالی نے بہت سی آیتون مین دنیا کی زندگی کی بیان فرمائی ہے کس لئے کہ کہیتی اور انسان کی حالت کو خاص طرح کی ایک مشابہت ہے پہلے پہل جس طرح کاشتکار زمین مین بیج ڈالکر بے اختیار ہو جاتا ہی کہ خدا کی قدرت سے وہ بیج پیڑ ہو کر زمین سے نکلے یا اندر ہی اندر جل جاوے اسی طرح رحم مین نطفہ کا حال ہی پہر پیڑ کیلئے پودے اور انسان کے بچہ کے نشو ونما اور کمزوری کی ایک سی کیفیت ہی پہر کہیتی کا چندروزہ لہلہانا اور انسان کی جوانی یہ دونون ایکسا ہین اسی طرح کہیتی کا پکنا و انسان کا بوڑھا پا پہر پکا ہوئے بعد اوسکا کٹنا اوسکا مرنا یہ بھی دونون یکسان ہین اور اس مثال مین اللہ تعالی نے حشر کا حال بھی جتلایا ہی اور منکرین حشر کو قائل کیا ہی کہ وہ قادر جسکی قدرت سے ہر سال چٹیل میدان کا سرسبز کر دینا باہر نہین ہی وہ اسی طرح دنیا کی ویرانی کے بعد ایک دفعہ پہر دنیا کو پیدا کر نیوالا ہی اور پہلی دفعہ کا پیدا ہونا آنکھونسے دیکہکر پہر کسی عقل کو اس قدرت کے نہ ماننے کی گنجائش باقی نہین ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ریڑہ کی ہڈی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا مردہ کے جسم مین ایسا ہی جسکو مٹی نہین کہاویگی پہر دوسرے صور سے پہلے آسمان سے ایک

منزل ۳

مینہہ برسے گا جس سے اوس ریڑہ کی ہڈی کے ٹکڑے سے سب مرے ہوئے لوگونکے جسم بنکر تیار ہو جاوینگے آیۃ مین کھیتی کی مثال دیکر اس آگے کی آیۃ مین حشر کا حال جو جتلایا گیا ہی اوسکا مطلب حدیث سے اچھی طرح سمجھہ مین آجاتا ہی کہ حشر کے دن وہ ریڑہ کی ہڈی کا ٹکڑا بیج کا کام دیویگا اور اوس دن کے مینہہ کی تاثیر سے اوس ہڈی کے ٹکڑے سے جسم اسی طرح بنجاویگا جس طرح اب سبکی آنکھونکے سامنے ہر طرح کے بیج سے درخت بنکر تیار ہو جاتے ہیں اس صحیح حدیث سے اون فلسفیون کا قول ضعیف قرار پاتا ہی جو جسمانی حشر کے قائل نہیں ہیں۔ صحیح بخاری مین جابرؓ سے روایۃ ہی جس مین فرشتون نے مثال کے طور پر سمجہایا ہے کہ اللہ کا گہر جنت ہے اور لوگونکو بلا بلا کر اس گہر تک پہونچانے والے اللہ کے رسول ہیں اس حدیث کو آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ دنیا ایک ناپایدار چیز ہے اسلئے اللہ تعالی لوگونکو اپنے رسول کی معرفت جنت کی طرف بلاتا ہی کہ وہان کی ہر طرح کی راحت پایدار ہی دنیا کی راحت کی طرح ناپایدار نہین ہے لیکن علم آلہی مین جو لوگ جنت کے قابل ٹہر چکے ہیں وہی اللہ کے رسول کی نصیحت کو سنکر راہ راست پر آتے ہین اور جنت مین داخل ہونیکے کام کرتے ہیں اور اللہ بھی راہ راست پر آنے کی اونہیں توفیق دیتا ہی اور جو لوگ علم آلہی مین جنت کے قابل نہیں ہیں اونکو مجبور کر کے راہ راست پر لانا انتظام آلہی کے برخلاف ہی اسواسطے اللہ تعالی نے اونہیں اونکے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ سلام اللہ تعالی کا نام ہے اور دار کے معنے گہر کے ہیں اسلئے دار السلام سے مطلب جنت ہے۔

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

جنھون نے کی بھلائی اونکو ہے بھلائی اور بڑہتی اور چڑہے گی اونکے منہہ پر سیاہی اور نہ رسوائی وہ ہیں

الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ

جنت والے وہ اوس مین رہا کرینگے اور جنھون نے کمائیں برائیان بدلا برائی کا اوسکے برابر اور نہ اوپر چڑہے گی رسوائی

مَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ أُولَٰئِكَ

کوئی نہین اونکو اللہ سے بچانے والا جیسے ڈہانک دیا ہے اونکے منہہ پر ایک اندہیرا ٹکڑا رات کا وہ

أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

ہیں آگ والے وہ اوسمین رہا کرین گے

مطلب یہ ہی کہ نیکی کرنیوالونکو اللہ تعالی سوائے جزائے مقررہ کے اپنی طرف سے اور زیادہ انعام بھی عنایت فرماویگا اگرچہ بعضے مفسرون نے اس زیادہ انعام کی تفسیر یہ کی ہی کہ نیکی کا بدلہ ایک درجہ تک تو جزا ہے دس درجہ سے سات سو درجہ تک ثواب ملنے کا ذکر جو صحیح بخاری و مسلم کی چند روایتون مین آیا ہی وہی انعام ہی لیکن صحیح تفسیر اس انعام کی وہی ہی جس کا ذکر خاص طور پر صحیح حدیث مین آچکا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت صہیبؓ سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اہل جنت جنت مین داخل ہو جاوینگے تو اللہ تعالی اونسے ارشاد فرماویگا کہ کیا تمہارے دلمین کچہہ اور زیادہ انعام کی ہوس ہے اہل جنت عرض کرینگے یا اللہ تو نے ہمکو جنت مین داخل کیا ہی یہی ہمکو بڑا انعام ہے اللہ تعالی فرماویگا ابھی تمہارا انعام باقی ہی یہ فرما کر پھر اونکو اپنے دیدار سے مشرف

فرماویگا جو سب نعمتونسے بڑھکر اہل جنت کو ایک نعمت نظر آویگی صحیح بخاری و مسلم مین جریر بن عبد اللہ وغیرہ سے روایتین ہین جن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدار الٰہی کا ذکر تفصیل سے فرمایا ہی۔ دیدار الٰہی کے ممکن نہ ہونے پر فرقہ معتزلہ نے جو عقلی اعتراض کئے ہین انکا جواب اہل سنت نے تفصیل سے دیا ہی جسکی صراحت حدیث کی شرح کی کتابون اور تفسیرون مین ہی۔ ان آیتوںمین مسلمانون کے منہہ پر سیاہی نہ چھانے اور نافرمانبردار لوگون کے چہرونپر سیاہی اور خواری چھا جانے کا جو تذکرہ ہی یہ اسوقت کا ذکر ہی جب حساب وکتاب ہوگا اور لوگونکے سیدہے ہاتھہ مین اور الٹے ہاتھہ مین نامہ اعمال دئے جاوین گے چنانچہ معتبر سند سے ترمذی صحیح ابن حبان اور بیہقی مین حضرت انس رض سے روایتہ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حساب کے وقت ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ کے روبرو بلوایا جاویگا جسکے سیدہے ہاتھہ مین نامہ اعمال دیا جاویگا اُسکے منہہ پر رونق آجاویگی اور جسکے اُلٹے ہاتھہ مین نامہ اعمال دیا جاویگا اسکے منہہ پر سیاہی اور خواری چھاویگی اس حدیث سے چہرونپر رونق کے آجانے اور سیاہی کے چھاجانیکا وقت اچھی طرح سمجھہ مین آسکتا ہی

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا
اور جسدن جمع کرینگے ہم اون سب کو پہر کہیں گے شریک والونکو کہڑے ہو اپنی اپنی جگہ تم اور تمہارے شریک پہر توڑ دینگے

بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ○
آپس مین اونکو اور کہین گے اونکے شریک تم ہماری تو بندگی نہ کرتے تھے

منزل ۳

پہلے صور کے ساتھہ سب دنیا فنا ہوکر دوسرے صور کے ساتھہ سب قبرون سے ننگے بدن ننگے پاؤن جو اوٹھین گے اور شام کے ملک کے ایک صاف میدان مین حساب کے لئے جمع ہونگے یہ اسوقت کا حال ہی اوسی وقت آفتاب بدنیچا ہوگا اور شدت کی گرمی ہوکر لوگونکو اپنے اپنے اعمال کے موافق پسینا آویگا کسی کو ٹخنون تک اور کسی کو گھٹنون تک اور کوئی اپنے پسینے مین غوطے کھاویگا اور چالیس برس تک لوگ اسی حال مین حساب کے منتظر کہڑے رہوینگے اس حال سے لوگ یہانتک اکتاوینگے کہ کہوین گے خیر ہمارا حساب ہوکر ہم دوزخ مین ہی بہیجدیئے جاوین آفتاب جو نیچا ہوگا اُسکی مقدار کی بابت مقداد رض کی روایتہ سے مسلم کی حدیث مین یہ ہی کہ لوگون کے سرونسے صرف ایک میل اونچا رہجاویگا آنحضرت نے فرمایا ہی کہ جس روز سے آدمی پیدا ہوتا ہی موت کا دن اوسپر بڑا سخت ہی مگر موت کے بعد کی گہاٹیان موت سے بھی زیادہ سخت ہیں اور اس حشر کے دن کو بھی آپنے اُن سخت گھاٹیون مین سے گنا ہی یہ روایتہ انس رض بن مالک سے مسند امام احمد مین ہی اور اسکی سند معتبر ہے اسی دن کی سختی سے لوگ گہبراکر سب انبیا کے پاس اس سفارش کے لئے جاوینگے کہ انکا حساب وکتاب جلدی شروع ہو آخر آنحضرت کی شفاعت سے حساب شروع ہوگا جس کسی نے کسی پر کچھہ ظلم زیادتی کی ہے اوس کا بدلہ اسی میدان مین ہوگا معتبر سند سے مسند امام احمد مین ابوہریرہ رض کی روایتہ سے اس کا ذکر ہی اسی انصاف کے وقت اللہ تعالیٰ بتونکو مجرمون کی طرح کہڑے رہنے کا حکم دیویگا اور وہ اپنی پرستش کئے جانے کا انکار کرینگے جس کا ذکر اس آیۃ مین ہی حساب وکتاب شروع ہونے ہی پہلے فقیر اور مسکین دیندار ونکو آواز دیجاویگی اور مالدار لوگونسے پانسو برس پہلے انکو جنت مین داخل ہونیکا حکم ہوجاویگا مالدار لوگ اپنے مال کے حساب مین لگے رہوین گے۔ آنحضرت نے فرمایا میدان حشر مین

لوگونکا پسینا اس قدر جمع ہوگا کہ اس میں کشتیاں چلاؤ تو چل سکیں گی معتبر سند سے مسند امام احمد میں انس بن مالک کی روایۃ سے اسکا ذکر ہے حضرت عائشہ اور ام سلمیٰ نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ حشر کے دن مرد و عورت سب ننگے اوٹھیں گے تو ایک دوسرے کو ننگا دیکھیں گے آپنے فرمایا اوس دن کی سختی سے ایسی بدحواسی ہوگی کہ کوئی کسی طرف نہ دیکھے گا حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں اور ام سلمہؓ کی یہ حدیث معتبر سند سے اوسط طبرانی میں ہے نمرود نے آگ میں ڈالتے وقت حضرت ابراہیم کو ننگا کیا تہا اسلئے سب سے پہلے اونکو اس دن کپڑے پہنائے جاوینگے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ میں اسکا ذکر ہے۔ دیندار مسلمانون کو یہ دن ایسا معلوم ہوگا جیسا ایک فرض نماز کے ادا کرنے مین وقت لگتا ہی۔ یا قریب غروب آفتاب اور مغرب کے وقت شروع ہونے مین جتنی دیر لگتی ہی صحیح ابن حبان مسند ابی یعلی اور مسند امام احمد مین معتبر سند سے ابوہریرہؓ اور ابو سعید خدریؓ کی روایتین ہین ان میں اسکا ذکر تفصیل سے ہی اگرچہ بعض روایتون مین یہ ہی کہ تنگدست دیندار مالدارونسے چالیس برس پہلے جنت مین جاوینگے لیکن پانسو برس کی ابوہریرہؓ کی روایۃ ترمذی مین ہی اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا ہی سورہ بقر میں گذر چکا ہی کہ مشرکون اور انکے جھوٹے معبودون سے جب یہ سوال و جواب ہونگے اور یہ جھوٹے معبود اپنی پرستش کرنے والونسے بیزاری ظاہر کرین گے تو ان مشرکون کا دل یہانتک جلے گا کہ یہ لوگ دوبارہ دنیا میں آنے اور اپنے جھوٹے معبودون سے بیزاری کا برتاؤ کرنیکی تمنا ظاہر کرینگے لیکن یہ بیوقت کی تمنا انکو کچھ مفید نہ ہوگی حاصل یہ ہے کہ سورہ بقر کی آیۃ اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا گویا اس آیۃ کی تفسیر ہے حاصل اس تفسیر کا یہہ ہے کہ اب دنیا مین یہ مشرک لوگ جن جھوٹے معبودونکی بڑی رغبت سے پوجا کرتے ہیں حشر کے دن یہ ایک دوسرے کے دشمن ہوجاوینگے اور اس دن تمام خلق اللہ کے روبرو انہین اس غلط پوجا سے پچتانا پڑیگا لیکن وہ بیوقت کا پچتانا انکے کچھ کام نہ آویگا فزیلنا بینہم کی تفسیر سلف نے فرقنا بینہم کی ہے جس کا مطلب یہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ ان مشرکون اور انکے جھوٹے معبودون مین ایسی پھوٹ پڑجاوے گی کہ یہ آپسمین ایک دوسرے کے دشمن ہوجاوینگے۔

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ هُنَالِكَ تَبْلُوْا

تو اللہ بس ہے شاہد ہمارے تمہارے بیچ میں ہم تمہاری بندگی کی خبر نہین رکھتے ۔ وہان جانچ لے گا

كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

ہر کوئی جو آگے بھیجا اور رجوع ہونگے اللہ کی طرف جو سچا صاحب ہی انکا اور گم ہوجاویگا انکے پاس سے جو جھوٹھ باندھتے تہے

اس سے پہلے کی آیۃ مین یہ ذکر ہوچکا ہی کہ حشر کے میدان مین مشرک اور اونکے معبود ایک جگہ کہڑے کئے جاینگے اور اللہ پاک یہہ ارشاد فرمائیگا کہ تم یہین کہڑے رہو تم سے سوال کیا جائے گا۔ اور مشرک دنیا مین جن جنکی عبادت کرتے تھے وہ معبود انسے بیزار ہوکر کہینگے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے اپنی خواہش کو پوجتے تھے اور انکار کرینگے کہ ہمنے کبھی تمہین اپنی مورتون کی پوجا کرنے کو نہین کہا تہا اور ہمین اسکی خبر ہی نہیں کہ تم ہمکو پوجتے تھے اگر ہم تمہاری عبادت سے رضامند تھے یا ہمکو اسکی خبر تہی تو خدا بھی جانتا ہوگا تفسیر ابن مردویہ مین عبداللہ بن مسعودؓ سے روایۃ ہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے معبود ہیں اون سبکی ایک ایک شبیہ بنکر مشرکون کے

منزل ۳

سامنے آئیگی اور یہ اوس شبہ کے پیچھے ہو گئے یہانتک کہ وہ انہیں دوزخ تک پہنچا دیگی پہر یہ آیۃ پڑہی ہنا لک تبلو معتبر سند سے عبداللہ بن مسعود کی یہ روایۃ طبرانی اور مستدرک حاکم مین بہی ہے۔ صحیح بخاری مین حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ مشرکین مکہ جن بتونکی پوجا کرتے تھے قوم نوح مین کے یہ نیک لوگ تھے ان نیک لوگون کے مرجانے کے بعد قوم نوح مین جو لوگ ان نیکون کے معتقد تھے شیطان کے بہکانے سے اونہون نے ان نیک لوگونکی مورتین بنالین اور رفتہ رفتہ ان مورتون کی پوجا ہونے لگی اور آخر کو عمرو بن لحی ان ہی مورتونکو جدہ سے مکہ مین لے آیا اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ نیک ان مشرکون کی پوجا سے بالکل بے خبر ہین اسی لئے حشر کے دن وہ اپنی بے خبری پر اللہ کو گواہ قرار دیوین گے اسیواسطے آخر کو فرمایا کہ اللہ تعالی کی گواہی کے بعد اوس دن ان مشرکون کو سب حال کہل جاویگا کہ انکی پوجا اور جہوٹے معبودون سے شفاعت کی توقع یہ سب باتین غلط تہین ✦

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ

تو پوچہ کون روزی دیتاہے تمکو آسمان سے اور زمین سے یا کون مالک ہی کان اور آنکہونکا اور کون نکالتا ہی جیتا مرے سے

وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝

اور نکالتاہے مردہ جیتے سے اور کون تدبیر کرتاہی کام کی سو کہیں گے اللہ تو تو کہہ پہر تم ڈرتے نہین

منزل

اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب وعجم سب کی عام ہدایت کیلئے اللہ تعالی کی طرف سے نبی ہو کر آئے تھے لیکن اس عام ہدایت مین اہل عرب کی خاص ہدایت اللہ تعالی کو مقصود تہی تاکہ ملت ابراہیمی مین عمرو بن لحی کے زمانہ سے بت پرستی جانورون اور کہیتی اور باغات کی پیداوار مین سے بتونکا حصہ ٹہرانا اور طرح طرح کی خرابیان جو رواج پکڑ گئی تہین انکی پوری اصلاح ہو جاوے اس لئے اہل عرب مین جو خرابیان تہین انکا ذکر قرآن شریف مین بہت جگہ ہی چنانچہ ان آیتون مین بہی اللہ تعالی نے حکیمانہ طریقہ سے توحید رسالت رد شرک کی بحث کی ہی حاصل اس بحث کا یہ ہی کہ آنحضرت کو ارشاد ہوا ہی کہ عالم کے چند کارخانے مثلاً دنیا کا پیدا کرنا خلق کو رزق کا پہونچانا آدمی مین آنکہہ کا کان کا پیدا کرنا آدمی سے نطفہ اور اوس نطفہ سے پہر آدمی کا پیدا کرنا ان بت پرستون سے پوچہا جاوے کہ آخر یہ کارخانے کس کے قبضہ وقدرت مین ہین ان بتون نے کبہی کچہہ کیا ہو گا تو یہ بت پرست اسکی سند لا سکین گے ورنہ مجبوری سے یہی جواب انکو بن پڑیگا کہ ان سب کارخانون کا مالک اللہ ہے اس جواب کے بعد ان بت پرستون کو دہمکایا جاوے کہ پہر بلا کسی طرح کے استحقاق کے اوس صاحب قدرت کی عبادت مین ان بتونکو تم کیون شریک کرتے ہو اس اللہ سے نہیں ڈرتے جسکے ہاتہہ مین تمہارا ہر طرح کا بہلا برا ہی یہ تقریر تو توحید اور رد شرک کی ہوئی ثبوت رسالت کی تقریر یہ ہی کہ یہ لوگ جو کہتے ہین کہ قرآن کلام الٰہی نہین ہے بلکہ محمد نے اپنی طرف سے بنا لیا ہی تو انسے کہا جاوے کہ تم بہی تو بڑا فصیح وبلیغ عربی کا اپنے آپکو گنتے ہو کچہہ تہوڑا سا تم بہی اسطرح کا کلام جس مین پہلی آسمانی کتابون مین جو تحریف ہو گئی ہے اسکی اصلاح ہو آئندہ کی غیب کی باتین ہون اور غیب کی باتین بہی تمہارے نجومیون کی سی نہین کہ ہزار مین کبہی ایک سچی ہو تو ہو بلکہ جو کہا سو ہوا فصاحت بلاغت اسی درجہ کی ہو جس طرح اس کلام مین ہی جسکے سننے سے تمہارے ہوش جاتے ہین اگر تم

سب ملکر تھوڑا سا ان اوصاف کا کلام بنا سکتے ہو یا تمہاری عقل اس بات کی شہادت دیتی ہی کہ کوئی ان پڑھ آدمی اس طرح کے اوصاف کا کلام بنا سکتا ہی تو اوسکو سچا کر کے دکھاؤ ورنہ قائل ہو جاؤ کہ یہ کلام الٰہی ہی اور جسپر کلام الٰہی بطور پیغام کے اوترے اوسکے پیغمبر ہونے مین پھر شک کرنا کس عقل سے ممکن ہی غرض جو بات کرو کسی سند اور دلیل سے کرو بلا سند اپنی وہمی اور ظنی باتون کے بندے جو تم بن رہے ہو یہ طریقہ ہیچ ہے یا جو یقینی طریقہ تم کو بتلایا جاتا ہی وہ ہیچ ہی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسےٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینھ کی اور اچھے بُرے لوگونکی مثال اچھی بُری زمین کی فرمائی ہی اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ اگرچہ قرآن کی نصیحت سب کے کانون مین یکسان پہونچتی ہے لیکن علم الٰہی مین جو لوگ نیک قرار پا چکے ہین اُنکے دلپر اُس نصیحت کا اسی طرح اثر ہوتا ہی جسطرح اچھی زمین مین مینھ کے پانی کا اثر ہوتا ہے اور جو لوگ علم الٰہی مین بد قرار پا چکے ہین اُنکے حق مین قرآن کی نصیحت کا اثر ایسا ہی رائگان ہی جس طرح بُری زمین مین مینھ کے پانی کا اثر رائگان جاتا ہے۔

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ○ كَذٰلِكَ حَقَّتْ

سو یہ اللہ ہے رب تمہارا سچا پھر کیا رہا سچ پیچھے مگر بھٹکنا سو کہان سے پھرے جاتے ہو اسی طرح ٹھیک آئی ہی

كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

بات تیرے رب کی ان بے حکمون پر کہ یہ یقین نہ لاوینگے

منزل ۳

جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا یہ حکم ہوا کہ ان مشرکون سے پوچھنا چاہیے کہ یہ کارخانہ دنیا کا کسی نے بنایا کان آنکھ نطفہ اور نطفہ سے آدمی کس نے پیدا کیا جسکے جواب مین مشرکین یہی کہین گے اللہ نے تو فرمایا اب آنکے جواب مین یہ کہنا چاہیئے کہ جب تم یہ بات مان چکے کہ سوا خدا کے اور کسی مین بھی کسی بات کی قدرت نہین تو پھر کیون نہین خدا سے ڈرتے ہو اور خالص اوسی کی بندگی کرتے بتون سے کیون غرض رکھتے ہو یہ حق کے بعد کیسی گمراہی ہے اپنی زبان سے آپ اقرار کرتے ہو کہ خدا کی ذات ایک ہے اوسی مین ہر ایک بات کی قدرت ہی پھر بھی خدا کی طرف رجوع نہیں ہوتے بتونکو اُسکا شریک ٹھہراتے ہو پھر فرمایا کہ خدا کی بات ان فاسقون پر پوری اُتری یہ کبھی ایمان نہین لائین گے انکے دلون مین تو گمراہی بھری ہوئی ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ دنیا مین ہو رہا ہے دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر وہ سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی کیونکہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جن لوگونکو اپنے علم کے موافق بے حکم لکھا تھا دنیا مین پیدا ہونے کے بعد جب وہ لوگ بے حکم رہے تو اسپر فرمایا کہ ان بے حکم لوگون کے حق مین اللہ کی لکھی ہوئی بات ٹھیک آئی۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۚ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى

پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکو نمین جو پہلے بنا دے پھر اوسکو دہرا دے تو کہہ اللہ پہلے بناتا ہی پھر اوسکو دہراویگا سو کہان

تُؤْفَكُوْنَ ○ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۭ اَفَمَنْ

الٹے جاتے ہو پوچھہ کوئی ہی تمہارے شریکو نمین جو راہ بتاوے صحیح توکہہ اللہ راہ بتاتا ہے صحیح اب جو

يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ○

کوئی راہ بتاوے صحیح اوسی کو چاہیے ماننا یا جو آپ نہ پاوے راہ مگر جب کوئی بتاوے سو کیا ہوا ہے تمکو کیا انصاف کرتے ہو

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَـيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ○

اور وہ اکثر چلتے ہیں اٹکل پر سو اٹکل کام نہیں کرتی صحیح بات میں کچھہ اللہ کو معلوم ہے جو کام کرتے ہیں

ان آیتوں مین اللہ جل شانہ نے مشرکون کے جھوٹے دعوے کو یون بے بنیاد ٹھہراکر مشرکو نکو خطاب کیا اور فرمایا کہ تم جنھین معبود سمجھکر اونکی عبادت کرتے ہو کیا اون مین یہ قدرت ہے کہ طرح طرح کی مخلوق پیدا کرین جن چیزونکا وجود نہیں نہ کانون نے سنا نہ آنکھون نے دیکھا کیا یہ چیزین وہ بنا سکتے ہین اون مین کسی شی کی ایجاد کی طاقت ہی اور پہر مخلوق کے فنا ہونے کے بعد دوبارہ ویسے کا ویسا بنا سکتے ہیں پہر فرمایا کہ یہ کام اللہ ہی کا ہے تم نے جنکو اپنے گمان مین معبود سمجھہ رکھا ہے وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ جسنے پہلے سب کچھہ پیدا کیا وہ دوبارہ بہی سب کچھہ کر سکتا ہے اسکا انکار کسی عقلمند کا کام نہیں ہے پہر فرمایا کیا تمہارے اون معبودون مین یہ قدرت ہے کہ وہ راہ حق کی ہدایت کر سکین گے نہین ہرگز نہیں یہ بھی خدا ہی کا کام ہے کہ سب آنکھون کے سامنے اوسنے انسان کو پیدا کیا ان مشرکون کے جھوٹے معبودون مین سے کوئی اس کام مین اوسکا شریک نہیں تو جو طریقہ انسان کی بہلائی کا ہی اوسکو بھی وہی خوب جانتا ہی یہ پتھر کی مورتین جو بغیر دوسرے کی مدد کے جگہ سے نہین ہل سکتین کسی کے بہلائی کے طریقہ کو یہ کیا جان سکتے ہیں یہ فقط شیطان کا بہکاوا ہے جو یہ مشرک لوگ اپنے بنانے والے کو چھوڑکر ان پتھر کی مورتون کی تعظیم کرتے اور اونہین اپنا راہ بر جانتے ہیں پہر فرمایا یہ لوگ جو کچھہ کر رہے ہیں وہ اللہ کو سب معلوم ہے ایک دن انکا کیا انکے روبرو آویگا صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہ رض کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین اللہ تعالی نے فرمایا مین نے اپنے کلام پاک مین انسان کے دوبارہ پیدا کرنے کی خبر دی اور انسان نے اوسکو جھٹلایا حالانکہ جو کام ایک دفعہ کیا جا چکے انسان کے عقلی تجربہ کے موافق بھی پہر دوبارہ اوسکا کیا جانا آسان ہو جاتا ہی اسیطرح صحیح بخاری کے حوالہ سے مغیرہ بن شعبہ رض کی حدیث بھی گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگونکا انجانی کا عذر رفع ہو جانے کیلئے اللہ تعالی نے آسمانی کتابین دیکر رسولون کو بہیجا تاکہ لوگون کو عقبی کی سزا وجزا کا حال اچھی طرح معلوم ہو جاوے ان حدیثونکو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنی اور اپنی اولاد اور عزیز قریبونکی پیدائش آنکھون کے سامنے دیکھکر جو لوگ حشر کے دن کی دوبارہ پیدائش کے بے سند منکر ہین یہ اون لوگونکی بڑی نادانی ہے جس نادانی کے سبب سے یہ لوگ اس تیاری اور آمادگی سے بالکل غافل ہین جو عقبی کی سزا وجزا کی بابتہ آسمانی کتابون اور رسولون کے ذریعہ سے انکو سمجھائی جاتی ہی لیکن انکے حشر کے انکار سے اللہ تعالی کا حشر کا وعدہ نہین ٹل سکتا اسلئے ناگہانی طور پر ایک دن اوس وعدہ کا ظہور ضرور ہوگا اور اوسوقت یہ لوگ اپنے کئے کی ایسی سزا پاوین گے جو انسان کی برداشت سے باہر ہے۔

منزل ۳

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ

اور وہ نہین یہ قرآن کہ کوئی بنالے اللہ کے سوائے اور لیکن سچا کرتا ہے اگلے کلام کو اور

تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ

بیان کتاب کا جسمین شبہ نہیں جہان کے صاحب سے کیا لوگ کہتے ہین یہ بنالایا تو کہہ تم لے آؤ ایک سورۃ

مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا

ایسی اور پکارو جسکو پکار سکو اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو کوئی نہین پر جھٹلانے لگے ہین جسکے

بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

سمجھنے پر قابو نہ پایا اور ابھی آئی نہین اسکی حقیقت یون ہی جھٹلاتے رہے اُنسے اگلے سو دیکھہ لے کیسا ہوا آخر

الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝

گنہگارونکا اور کوئی اوسپر یقین کریگا اوسکو اور کوئی یقین نہ کریگا اور تیرے رب کو خوب معلوم ہین شرارت والے

ع ۹

اوپر کی آیتون مین ثبوت توحید کا ذکر فرما کر ان آیتون مین ثبوت رسالت کے لئے قرآن مجید کے معجزہ ہونیکی دلیلین بیان کی گئی ہین اور فرمایا ہی کہ یہ قرآن بشر کا بنایا ہوا نہیں ہی تم سمجھتے ہو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے جی سے بنایا ہوگا لیکن تم یہ نہین دیکھتے کہ اس مین پہلے انبیا اور رسولون کے قصے اور وہی باتین جو پہلی قومونکو بتلائی گئین تہین اس مین بہی ہین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کسی عالم کی صحبت مین بیٹھے اور نہ کسی سے لکھنا پڑہنا سیکھا نہ کسی نے اونکو پہلی امتون کے قصے تبلائے پھر کیون کر وہ گذری ہوئی باتین اور ایسی صاف ستہری زبان مین بیان کرتے یہ قرآن توریت وانجیل کل آسمانی کتابون کی تصدیق کرتا ہی اور جو جو باتین اون مین ردو بدل کردی گئی ہین اونکو بیان کرتا ہی کیا یہ اسبات کی دلیل نہین ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے خدا نے اپنے رسول پر اوسکو اوتارا ہی اگر تم اسکو کسی اور کا بنایا ہوا سمجھتے ہو اور خیال کرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بنایا ہی تو وہ بہی بشر ہین تم بہی بشر ہو چلو تم بہی ایسا کلام کہکر لاؤ اگر سارا نہیں تو دس سورتین ہی سہی۔ جانے دو دس بہی نہیں ایک ہی سورت ایسی کہڑ لاو اگر ایک بہی ممکن نہ ہو تو ایک پورا جملہ ہی اسکے مانند بنا لاؤ آخر تم بہی تو عربی دان ہو فصاحت وبلاغت کا تمہین بہی تو دعوی ہے اگر اکیلے نہ ہوسکے تو لو عام اجازت ہی کہ اس کام میں چاہے جس سے مدد لو سارے جہان کی مخلوق اکہٹی ہو جاؤ اپنے معبودون کو بہی شریک کرلو جنپر تمکو بہت بہروسہ ہی۔ مگر مشرک اسکو بہی سنکر دم بخود ہو گئے اور قرآن کے کلام آلہی ہونیکا بے ٹہکانے انکار ہی کرتے رہے پہر فرمایا کہ قرآن مین جس عذاب کا وعدہ ایسے لوگون کے حق مین ہی اُس عذاب کا حال انکی سمجھہ سے باہر ہے کیونکہ ابھی وہ عذاب انکی آنکھون کے سامنے نہین آیا عذاب سے پہلے اسی طرح پہلی امتون نے بہی رسولونکو جھٹلایا تہا اور آخر اپنی سزا کو پہنچے پہر فرمایا انمین بعضے ایسے بھی ہین کہ ایمان لائے ہین قرآن کو مانتے ہین رسول کی پیروی کرتے ہین اور بعضے ایمان نہیں لاتے کفر کی حالت مین ہی مرجاتے ہین خدا ان مفسدون کے حال سے خوب واقف ہی وقت مقررہ پر ایسے لوگ اپنی شرارتون کی پوری سزا پاوینگے

منزل ۳

صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور معجزون کے علاوہ مجھکو قرآن ہی ایک ایسا معجزہ دیا گیا ہی جسکے اثر سے مجھے امید ہی کہ قیامت کے دن میری امت کے اہل ایمان لوگون کی تعداد اور امتون سے بڑھکر ہوگی اس حدیث کو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہے کہ دین کی لڑائی کا حکم ہجرت کے بعد نازل ہوا اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے صدہا منکر قرآن اس قرآن کے اثر سے راہ راست پر آگئے اور اس ضعف اسلام کے زمانہ مین قرآن کا اثر اب بھی وہی باقی ہی اور قیامت تک باقی رہے گا اور قیامت کے دن اس حدیث کی پیشین گوئی کا ظہور سبکی آنکھون کے سامنے آجاویگا غرض خاتم الانبیا کی نبوت کے ثبوت کیلئے یہ قرآن ایسا ہی پورا معجزہ ہی جسکا ذکر آیتون اور اس حدیث مین ہی۔

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّیْ عَمَلِیْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِیْٓــٴُوْنَ مِمَّاۤ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۝

اور اگر تجکو جھٹلاوین تو تو کہہ مجکو میرا کام کرنا اور تمکو تمہارا کام تمپر ذمہ نہیں میرے کام کا اور مجھپر ذمہ نہیں جو تم کرتے ہو

اوپر کی آیتون مین اللہ تعالی نے ثبوت توحید ثبوت رسالت وشرک کی مذمت کی پوری فہمائش مشرک بت پرستون کو فرما کر ان آیتون مین فرمایا ہی کہ اگر بعد اس فہمائش کے بھی یہ لوگ جھٹلانے سے باز نہ آوین تو انسے کہدیا جاوے کہ جیسا تم کروگے وہ تمہارے آگے آویگا بعضے مفسرین نے اس آیۃ کو جہاد کی آیۃ سے منسوخ کہا ہے مگر یہ صحیح قول نہین ہی کس لئے کہ منسوخ وہ حکم ہوتا ہی جو کسی دوسرے حکم کے آنے سے اوٹھہ جاوے اس آیۃ کا حکم جہاد سے پہلے بھی تھا اور اب بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا بلکہ خود قیامت کے دن کو اللہ تعالی نے اس حکم کے جاری کرنے کیلئے بنایا ہی کہ جو نیک کام کرے اوسکو جزا اور جو بد کام کرے اوسکو سزا دیجاوے پھر ایسے دائمی حکم کو منسوخ کیونکر کہا جا سکتا ہے اور یہ تو اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ جہاد کے حکم سے کوئی درگذر کی آیۃ منسوخ نہین ہے اگرچہ پھر ایسی آیۃ کے نیچے جسکو بعضے مفسرین نے منسوخ کہا ہی اور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ آیۃ منسوخ نہین ہے اس تفسیر مین ناسخ منسوخ کی بحث کردی جاتی ہی لیکن متفرق بحث لوگونکو یاد نرہے گی اسلئے یاد رہنے کی غرض سے ایک عام بات لکھدی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ صرف پانچ آیتین جو آگے بیان کردی جاتی ہین انکے سوا قرآن شریف مین کوئی آیۃ ایسی نہیں ہے جسکو بالاتفاق سب مفسرین نے منسوخ کہا ہو اسلئے ان پانچ آیتونکو خیال مین رکہنا لیا جاوے پھر جس تفسیر مین سوا ان پانچ آیتون کے کسی اور آیۃ کے منسوخ ہونے کا ذکر نظر پڑے تو اسکو یون خیال کر لینا چاہیئے کہ باقی کی اور تفسیرون مین ضرور یہ بھی لکھا ہوگا کہ یہ آیۃ منسوخ نہین ہی وہ پانچ آیتین یہ ہین آیۃ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت - آیۃ یوصیکم اللہ سے منسوخ ہی والذین یتوفون منکم مین برس روز کی عدت کا حکم چار مہینے دس روز کی عدت کے حکم سے منسوخ ہے - آیۃ ان یکن منکم عشرون مین ایک مسلمان کا دس مخالفون سے لڑنے کا حکم ایک مسلمان کو دو مخالفون سے لڑنے کے حکم سے منسوخ ہے - آیۃ اذا ناجیتم الرسول کا صدقہ کا حکم ذلک خیر لکم واطہر سے منسوخ ہے - یاایہا المزمل قم اللیل کا حکم اس سورۃ کی آخری ٹکڑے سے منسوخ ہے - عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی حدیث صحیح مسلم کے حوالہ سے ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ دنیا مین ہورہا ہے دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اپنے علم کے موافق وہ سب اللہ تعالی نے لوح محفوظ مین لکھہ لیا ہے اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر

مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جو لوگ توحید اور رسالت کی پوری فہمائش کے بعد بھی شرک اور رسالت کے جھٹلانے سے باز نہ آدین تو اے رسول اللہ کے انکو اُنکے حال پر چھوڑ دیا جاوے کیونکہ علم الٰہی مین جو لوگ نافرمان قرار پاچکے ہیں وہ کسی فہمائش سے راہ راست پر نہ آدین گے لیکن ان نافرمان لوگون سے یہ کہدیا جاوے کہ نیک و بد کی جزا و سزا کا ظہور وقت مقررہ پر ہونے والا ہے اسوقت یہ لوگ اپنے کئے کی پوری سزا بھگت لین گے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ

اور بعضے اون مین کان رکھتے ہیں تیری طرف کیا تو سناویگا بہرونکو اگرچہ شے بوجہ نہ رکھتے ہون اور بعضے اون مین نگاہ

اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـــًٔـا وَّ

کرتے ہیں تیری طرف کیا تو راہ دکھاویگا اندہون کو اگرچہ وہ سوجھ نہ رکھتے ہون اللہ ظلم نہیں کرتا لوگو نپر کچھ لیکن

لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

لوگ اپنے پر آپ ظلم کرتے ہیں

ان آیتوںمین مشرکین مکہ کا ایک اور حال بیان فرمایا کہ جب قرآن مجید پڑھا جاتا ہی تو یہ لوگ سنتے ہیں مگر اس سننے سے انکا یہ مقصود نہین ہوتا کہ اوسپر ایمان بھی لاوین فقط سننا ہی سننا ہے اسیطرح اے رسول اللہ کے ان لوگون مین سے بعضے تمہاری طرف دیکھتے ہین کہ ظاہر ظاہر معجزے اللہ تعالیٰ نے تمکو دئے ہیں مگر یہ دیکھنا اونکو کچھ بھی فائدہ نہ دیگا اس دیکھنے سے وہ ایمان لانے کا ارادہ نہیں کرتے ہیں اگر آپ چاہیں کہ یہ سب راہ راست پر آجاوین تو یہ غیر ممکن ہے کیونکہ جس طرح بہرون اور اندہون کو نہ تم کچھ سنا سکتے نہ دکھا سکتے ہو اسیطرح انکے دلونکو قابو مین کرکے انکی ہدایت بھی نہیں کرسکتے کیونکہ ان لوگون مین ایمان لانیکی اور حق ناحق سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہی یہ بعینہ جانورہین دیکھتے بھی ہین سنتے بھی ہین مگر انہین سمجھنے کا مادہ نہیں ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو العاص رض کی حدیث گذر چکی ہی کہ دنیا مین جو کچھ ہو رہا ہے دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے وہ سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی اسیطرح ابوذر رض سے صحیح مسلم ترمذی اور ابن ماجہ مین ایک روایۃ ہی جس کا مطلب یہ ہی کہ اللہ پاک ظلم نہیں پسند کرتا اُسنے اپنی ذات پر بہی ظلم کو حرام کیا ہے اور اپنے بندون پر بھی ظلم کو حرام کردیا ہی کہ آپس مین کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور اللہ پاک نے ہر شخص کے عمل گن گن کر رکھے ہین جسکی جزا سزا قیامت کے دن بھرپور دیجائے گی۔ آیتون اور حدیثون کو ملاکر یہ تفسیر قرار پاتی ہی کہ جو لوگ علم الٰہی مین بد ٹھہر چکے ہین وہ مانند بہرون اور اندہون کے ہین قرآن کا سننا یا معجزون کا دیکھنا انکو کچھ نفع نہیں پونہچا سکتا لیکن ساتھ اسکے یہ بات ہی کہ اللہ تعالیٰ کو ظلم پسند نہین ہی اسلئے اوسنے زبردستی کسی کے ذمہ کوئی برائی نہین لگائی بلکہ دنیا مین پیدا ہونیکے بعد ہر شخص جو کچھ کرنیوالا تھا وہ اُسکے علم ازلی سے باہر نہیں تھا اسواسطے اُسنے وہ سب اپنے علم کے نتیجہ کے طور پر لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی اور جزا و سزا کا مدار اوس نتیجہ پر نہین رکھا غرض ہر ایک نیک و بد کے دنیوی ظہور پر جزا و سزا کا مدار رکھا ہی مگر اللہ کا علم تغیر و تبدل سے پاک ہی اسلئے دنیا مین جو کچھ ہوتا ہی وہ آخر کو لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق آن ٹھہرتا ہی اُسکے برخلاف دنیا مین کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

منزل ۳

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ

اور جس دن اونکو جمع کریگا گویا نہ رہے تھے مگر کوئی گھڑی دن آپس مین پہچانین گے بیشک خراب ہوئے

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ

جنہون نے جھٹلایا اللہ کا ملنا اور نہ آئے راہ پر

حاصل معنے آیۃ کے یہ ہین کہ نافرمان لوگ اب تو دنیا مین اپنا قیام دنیاوی ہمیشہ کا خیال کر کے غفلت مین عمر گزار رہے ہیں اور جانتے ہین کہ دنیا کے رہنے مین اونہون نے بہت کچھ پھل پایا لیکن قیامت کے دن یہ لوگ جب اپنی کمائی اور اپنا دنیا کا رہنا آخرت کے نفع سے بالکل خالی پاوینگے اور فرمانبردارونکو دیکھین گے کہ آنکے دنیا کے نیک کامون نے اُنکو بہت کچھ نفع دیا اور اونہون نے اپنی نافرمانی کی سزا مین بہت کچھ نقصان اوٹھایا تو یہ لوگ اپنے دنیا کے رہنے کو بالکل حقیر اور گھڑی دو گھڑی کا ٹھکانا خیال کرینگے معتبر سند سے طبرانی کبیر مین عبداللہ بن مسعود سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج کی گرمی اور پسینے کے سبب سے بڑے بڑے گناہ گارون کو اس قدر تکلیف ہوگی کہ وہ اُس تکلیف سے نجات پاکر دوزخ مین جانا پسند کرینگے۔ اس مضمون کی روایۃ جابر رضہ سے مستدرک حاکم مین بھی ہی اور حاکم نے اُسکو صحیح کہا ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے انس رضہ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن گنہگارون نے دنیا مین بڑی راحت سے عمر بسر کی ہی دوزخ مین جاتے ہی اُنکو دنیا کی راحت یاد نہ رہوے گی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے مستورد بن شداد کی حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقبے کی راحتون کی مثال ایک دریا کی سی ہے جسکے مقابلہ مین تمام دنیا کی راحتین ایسی ہین جیسے پانی کی تھوڑی سی نمی ان حدیثون کو آیۃ کیساتہ ملانے سے آیۃ کی یہ تفسیر قرار پاتی ہے کہ میدان حشر کی تکلیفون کے مقابلہ مین تو یہ لوگ دنیا کی راحت کی زندگی کو گھڑی دو گھڑی کی زندگی خیال کرینگے اور پھر دوزخ مین جاتے ہی دنیا کی راحت کو بالکل بھولجاوینگے اور جس طرح پانی کی تھوڑی سی نمی کے لالچ مین کوئی دریا کو ہاتہ سے کھو بیٹھے ان بے راہ قیامت کے جھٹلانے والون کا ایسا ہی نقصان اوس دن ہوگا کہ دنیا کی چند روزہ راحت کی غفلت کے سبب سے عقبی کی بے حساب ہمیشہ کی راحتون کو یہ لوگ ہاتہ سے کھو بیٹھین گے۔ جھوٹے معبودون اور اونکے پوجنے والون کی آپس کی بیزاری کا ذکر جو اوپر گذرا اوس بیزاری کے جھگڑے تک تو ان مین آپس کی جان پہچان رہے گی اور پھر یہ بات جاتی رہے گی اس تھوڑی سی جان پہچان کا ذکر آیۃ مین ہے۔

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي مَا

اور اگر ہم دکھا دینگے تجکو کوئی سے ان وعدون مین جو دیتے ہین اُنکو یا پوری کر دینگے تیری عمر سو ہماری طرف ہے اونکو پھر آنا اللہ شاہد ہے ان

يَفْعَلُوْنَ ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

کاموپر جو کرتے ہین اور ہر فرقے کا ایک رسول ہی پھر جب پہنچا اونپر رسول اُنکا فیصلہ ہوا اُنمین انصاف سے اور اونپر ظلم نہین ہوتا

مشرک لوگ عذاب کا وعدہ سنکر اوس وعدہ کے ظہور کی جلدی کرتے تھے اسلیئے اللہ تعالی نے اپنے رسول کی تسلی کے طور پر

فرمایا کہ اے رسول اللہ کے ہم تمہارے سامنے ان کافروں کو غارت کردیں اور انکے کردار کی سزا اسی دنیا میں تمہاری حیات ہی میں انکو دیں یا انکو اسی حال پر چھوڑ کر تمہیں اپنے پاس بلالیں ہر حال میں یہ لوگ ایک دن ہمارے روبرو حاضر ہونے والے اور اپنی بداعمالی کی سزا بھگتنے والے ہیں کیونکہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں وہ سب اللہ کو معلوم ہے ذرہ ذرہ کا ایک دن مواخذہ ہوگا۔ معتبر سند سے طبرانی میں ابوامامہ اور حذیفہ ابن اسید سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات کو میری کل امت اول سے آخر تک سب مجھے دکھلادی گئی ایک شخص نے کہا کہ جو آپکی امت میں پیدا ہو چکے ہیں وہ تو خیر اور جو نہیں پیدا ہوئے ہیں اونہیں کیسے آپنے جانا فرمایا کہ جس طرح تم اپنے دوست احباب ہر ایک سے ملنے جلنے والے کو پہچانتے ہو اسی طرح میں انکو پہچانتا ہوں صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعضائے وضو کے نور سے امت میں کے بن دیکھے لوگونکی پہچان اللہ کے رسول کو ہوگی اسی طرح ابوامامہؓ کی طبرانی کی حدیث میں اسکی صراحت ہے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ہر ایک رسول کی امت کا قیامت کے دن اسکے رسول کے سامنے فیصلہ کیا جاویگا اور اللہ پاک نہایت ہی عدل اور انصاف کے ساتھ حکم نافذ فرمائیگا نامہ اعمال سامنے رکھا ہوگا وہ تبلادیگا کہ کس کے اعمال کیسے ہیں اور نامہ اعمال کے لکھنے والے فرشتے بھی گواہی دینگے ہر ایک امت ایک کے بعد ایک آتی جائے گی اور اس کا حساب وکتاب ہوتا جائیگا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اگرچہ سب امتوں سے پیچھے پیدا ہوئی ہے مگر اسکا حساب وکتاب سب سے پہلے ہوگا اور اسکے حساب کتاب میں اونتا عرصہ بھی نہ ہوگا جتنا اوروں کے حساب میں ہوگا۔ صحیح بخاری ومسلم میں جو روایتیں ہیں اون میں یہ ذکر صراحت سے ہے کہ امت محمدیہ کا حساب اور امتوں سے پہلے ہوگا بلکہ صحیح بخاری وغیرہ میں ابوہریرہؓ کی روایت سے یہ بھی ہے کہ امت محمدیہ کا گذر پل صراط پر بھی اور امتوں سے پہلے ہوگا معتبر سند سے طبرانی کبیر اور اوسط میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے جسمیں امت محمدیہ کے حساب کے جلدی سے ہو جانے کا ذکر تفصیل سے ہے۔ اوپر یہ جو گذرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب امت کو دیکھا یہ قصہ معراج کی رات کا ہے چنانچہ ترمذی اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی جو روایتیں ہیں اونمیں معراج کی رات کا ذکر ہے اگرچہ یہ کل امت کے دیکھنے کی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت صحیح بخاری میں بھی ہے لیکن وہ مختصر ہے اوس میں معراج کی رات کا ذکر نہیں ہے صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری سب امت جنت میں جاویگی مگر جو مجھکو نہ مانے گا وہ دوزخ میں جاویگا صحابہ نے عرض کیا حضرت وہ کون لوگ ہیں آپنے فرمایا جو میری اطاعت نہیں کرتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اور امتوں سے پہلے حساب کے ہونے اور پل صراط پر سے پہلے گزرنے کی عزت امت محمدیہ کے اون ہی لوگونکو دی جاویگی جو اللہ کے رسول کے پورے فرمانبردار اور ہر طرح کی بدعت سے بیزار ہیں صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے روایتیں جو سورۃ النساء میں گذر چکی ہیں اونمیں یہ ذکر تفصیل سے ہے کہ ہر امت کا فیصلہ انکے رسول کے سامنے اور مقابلہ میں ہوگا اون روایتوں سے مجاہد کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔

منزل ۳

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا

اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ میں مالک نہیں اپنے واسطے برے کا نہ بھلے کا

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ لِکُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۝

مگر جو چاہے اللہ ہر فرقے کا ایک وعدہ ہے جب پہنچا اونکا وعدہ پھر نہ ڈہیل کرین ایک گھڑی نہ جلدی

مشرک لوگ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ جو بار بار قیامت کا ذکر کرتے ہین اور کہتے ہیں کہ اوس روز تمہین تمہارے بداعمالی کی سزا ملیگی یہ عذاب ہوگا وہ عذاب ہوگا تو بتلایئے وہ دن کب ہی اور کب ہوگا جلدی سے وہ ایکدن آنکر ہمین کچھہ نقصان کیون نہین پہونچ جاتا اسواسطے اللہ نے اسکا جواب اپنے رسول کو بتلایا کہ انسے کہدو کہ مین آپ اپنی جان کا مالک نہیں ہون نہ کوئی نفع اپنے کو پہنچا سکتا ہون اور نہ نقصان پہر مین دوسرونکو کیا نفع نقصان پونہچا سکتا ہون اور اللہ کے علم غیب مین جو میرا نفع یا نقصان ہی جب اسکا حال مجھکو معلوم نہین تو قیامت کے آنے کا خاص وقت مین تم لوگونکو کیونکر بتلا سکتا ہون جو ایک خاص غیب کی بات ہے مجھے تو صرف اتنا ہی اختیار ہے کہ جو بات خدا مجھے بتلاتا ہی مین وہ لوگونکو پہنچا دیتا ہون جس بات کی وہ مجھے خبر دیتا ہی اسکو بیان کر دیتا ہون ہان اتنی بات البتہ کہہ سکتا ہون کہ ایک نہ ایک روز ضرور قیامت ہوگی مگر کب ہوگی اس کا علم مجھے نہیں یہ خدا ہی جانتا ہی اور یہ بھی کہے دیتا ہون کہ ہر جاندار کے لئے موت ہے اور موت کا ایکدن مقرر ہے جب آجاتی ہی تو گھڑی بھر بھی دیر نہین لگتی اجل کسی چیز کے وقت مقررہ کو کہتے ہیں صحیح مسلم میں جابرؓ سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام دنیا کے ختم ہونیکا وقت مقررہ تو اللہ تعالی کو معلوم ہی مگر یہ بات قسم کھا کر مین کہتا ہون کہ موجودہ لوگون مین سے سو برس کے اندر کوئی شخص زندہ نرہیگا معتبر سند سے ترمذی مین ابوہریرہؓ سے روایتہ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کے اکثر لوگونکی عمر ساٹھہ سے ستر برس تک کی ہوگی معتبر سند سے مسند امام احمد مین حضرت عائشہؓ سے روایتہ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منکر نکیر کے سوال جواب کے بعد ہر نیک آدمی کو جنت کا ٹھکانا اور بدشخص کو دوزخ کا ٹھکانا دکھلا کر اللہ کے فرشتے یہ کہدیتے ہین کہ اس ٹھکانے مین رہنے بسنے کے لئے قیامت کے دن تم لوگونکو دوبارہ زندہ کیا جاویگا ان حدیثونکو آیتون کے ساتھہ ملانے سے آیتون کی یہ تفسیر قرار پاتی ہی کہ دنیا کے ختم ہونے کا وقت مقررہ تو اللہ تعالی کو معلوم ہے گھڑی گھڑی اسکا حال جو یہ لوگ پوچھتے ہین اسکی انہین کچھہ ضرورت نہیں انکو تو اپنی عمر کے وقت مقررہ کا حال پوچھنا چاہیئے جو سو برس کے اندر ہے اسکے بعد یہ سب مرجاوینگے اور قیامت کے دن جو انجام انکا ہونے والا ہی مرنے کے ساتھہ ہی وہ انکو دکھا دیا جاویگا۔

منزل ۳

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اَثُمَّ اِذَا مَا

تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر پہنچے تمپر عذاب اوسکا راتون رات یا دن کو کیا کرلین گے اوس سے پہلے گنہگار کیا جب پڑ چکے

وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ آٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ ثُمَّ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا

تب اسکا یقین کروگے اوسکو اب قائل ہوئے اور تم تھے اسی کی جلدی کرتے پہر کہیں گے گنہگارو چکھو عذاب ہمیشگی کا

عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝

وہی بدلا پاتے ہو جو کچھہ کماتے تھے

جس طرح یہ مشرک قیامت کے دن کے عذاب کی جلدی مسخراپن کے طور پر کرتے تھے اوسی طرح دنیا کے عذاب کی بھی جلدی کرتے تھے اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ تم عذاب عذاب کہا کرتے ہو تو اپنے خدا سے کہکر ہمپر عذاب بہیجوا دو اسلئے فرمایا اے رسول اللہ کے ان لوگوں سے کہدیا جائے کہ تم اب تو عذاب کی جلدی کر رہے ہو اور جب عذاب راتوں رات جسوقت تم غافل پڑے سوتے ہو یا دن کو جب تم اپنے کام دہندے میں لگے ہو گے اچانک آجاویگا تو پہر کس بات کی جلدی کرو گے عذاب تو ایک ایسی بری چیز ہے جسکے نام سے لوگ ڈرتے ہیں تو کیا عذاب آجانے سے تم ایمان لاؤ گے تو بتلاؤ ایسے وقت میں کہ تم عذاب میں گرفتار ہو گے اگر ایمان بھی لائے تو اوس ایمان سے کیا فائدہ ہو سکتا ہی پہر فرمایا کہ قیامت کے دن جب یہ مجرم دوزخ مین ڈلے جاوینگے اور طرح طرح کے عذاب کو برداشت نہ کر سکین گے اور فریاد مچانے لگین گے اوسوقت انسے یہ بات کہی جاویگی کہ تم دنیا مین عذاب کے آنے کی جلدی کرتے تھے اب کیا ہوا جو منہہ مانگی چیز سے پناہ مانگتے ہو جو کچھ تم نے وہان کیا ہے اوسکا مزہ چکھو اور ہمیشہ چکھو۔ سورۃ النسا مین گذر چکا ہی کہ توبہ کے قبول ہونے کیلئے آیندہ گناہوں سے باز رہنے اور نیک کام کرنے کا ارادہ ضرور ہے عذاب کے سر پر آجانے اور ہلاکت کا یقین ہو جانے کے بعد انسان کی یہ حالت باقی نہیں رہتی بلکہ ایک بے بسی کی حالت ہو جاتی ہی اسی بے بسی کی حالت کا اسلام اور ایسی حالت کی توبہ کچھ مقبول نہیں ہی چنانچہ اس باب مین عبد اللہ بن عمر کی حدیث بھی ترمذی کے حوالہ سے اس سورۃ مین گذر چکی ہی جسکی سند کو ترمذی نے معتبر قرار دیا ہی بیہقی تفسیر ابن ابی حاتم تفسیر ابن مردویہ کے حوالہ سے حضرت عمرؓ اور عبد اللہ بن عمر اور معاذ بن جبل کی یہ روایتین بھی سورۃ النسا مین گذر چکی ہیں کہ عذاب کی تکلیف ہمیشہ قائم رہنے کیلئے دوزخیوں کی جلی ہوئی کھال گھڑی گھڑی بدلی جاویگی حاصل کلام یہ ہے کہ سورہ النسا مین جو روایتین گذر چکی ہیں وہی روایتین ان آیتوں کی گویا تفسیر ہیں جس سے بے وقت کے اسلام کے مقبول نہونے اور دوزخ کے عذاب کی ہمیشگی کی تفصیل معلوم ہوتی ہی جلی ہوئی کھال کے بدلے جانے کی معاذ بن جبل کی روایۃ طبرانی مین بھی ہے اور اوسکی سند معتبر ہے جس سے حضرت عمرؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ کی روایتوں کو بھی تقویت ہو جاتی ہے۔

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ڤ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝

اور تجھسے خبر لیتے ہین کیا سچ ہی یہ بات تو کہہ البتہ قسم میرے رب کی یہ سچ ہی اور تم نہ تھکا سکو گے

مشرک لوگ یہ بھی پوچھتے تھے کہ کیا سچ مچ قیامت ہو گی اور اوسکے انکار کرنیوالوں کو عذاب ہو گا حالانکہ وہ لوگ یہ سوال پہلے بھی کر چکے تھے اور اسکا جواب بھی انکو دیدیا گیا تھا پہر بار بار پوچھنا اونکی نادانی کی نشانی ہے نہ اپنی بات سمجھتے ہیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں نہ دوسرے کی بات سمجھتے کہ وہ کیا جواب دے رہا ہی اسلئے فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان لوگوں سے کہدو قسم خدا کی قیامت ضرور ہونیوالی ہے تم یہ خیال کرو کہ ہم مٹی کے ڈھیر ہو کر پہر قبر سے کیونکر نکل آئین گے وہ دوبارہ پیدا کر سکتا ہی جسطرح اوسنے پہلے پیدا کیا ہی اوسکا ایک فقط کن کا حکم کافی ہے پہر اگر تم بہاگنا بھی چاہو گے تو رستہ نہ ملیگا نہ کوئی حیلہ حوالہ پیش ہو سکیگا بلکہ عذاب ہو کر رہے گا۔ ترمذی اور صحیح ابن حبان مین ابو سعید خدری سے اور مسند امام احمد وغیرہ مین زید بن ارقم اور

منزل ۳

وقف النبی علیہ السلام ۔ وقف النبی علیہ السلام

حضرت عبداللہ بن عباس سے جو روایتین ہیں ادن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسرافیل علیہ السلام صور منہہ مین لیکر پھونکنے کو تیار اور ہر وقت حکم الٰہی کے منتظر ہین ترمذی نے اس روایۃ کو معتبر قرار دیا ہے یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کو ملانے سے یہ مطلب ٹھرتا ہی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تاکید کے طور پر اپنے رسول کو قسم کہا کر قیامت کا وعدہ کا ارشاد فرمایا ہے اسی طرح قیامت کے ظہور کا انتظام بھی ایسا تاکیدی ہے کہ اسرافیل علیہ السلام صور منہہ مین لیکر پہونکنے کو تیار اور ہر وقت حکم الٰہی کے منتظر ہین۔

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ

اور اگر ہو ہر شخص گنہگار پاس جتنا کچھہ ہی زمین مین البتہ دے ڈالے اپنی چھڑوائی مین اور چھپے چھپے پچتاوینگے

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

جب دیکھین گے عذاب اور انمین فیصلہ ہوگا انصاف سے اور انپر ظلم نہ ہوگا

صحیح بخاری و مسلم مین حضرت انس رضی کی روایۃ سے اس آیۃ کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمائی ہی کہ قیامت کے دن ہلکے سے ہلکے عذاب والے دوزخی سے اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ اے شخص تیرے پاس دنیا بہر کا مال و متاع اور اولاد ہو تو اپنی نجات کے بدلے میں اوس مال اور اولاد کے دینے پر راضی ہی وہ کہیگا کہ ہان مین راضی ہون اوسپر اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ جب تو دنیا مین پیدا نہیں ہوا تہا اور آدم کی پشت مین تیرا نطفہ تہا اوسوقت مین نے تجہہ سے ایک چھوٹی سی بات کا یوم المیثاق مین عہد لیا تہا کہ تو دنیا مین جاکر نافرمانی نہ کیجیو مگر تو نے نہ مانا اب بدلہ اور تاوان دینے سے کیا ہوتا ہے حاصل معنے آیۃ اور حدیث کے یہ ہین کہ وہ نجات آخرت جو دنیا بہر کے مقابلہ مین گران ہی تہوڑی سی فرمانبرداری خدا و رسول مین ملسکتی ہی اور جو اس سوداگری سے غافل رہا اسنے بڑا ٹوٹا پایا کیونکہ اب دنیا مین تو لوگون کے قبضہ مین عارضی طور پر کچہہ مال و متاع اللہ تعالیٰ نے دے رکہا ہی جسکے صدقہ خیرات سے عقبیٰ کی بہبودی چاہنے والے کچہہ عقبیٰ کی بہبودی کرسکتے ہین دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد دنیا کا سب مال و متاع اللہ تعالیٰ کے قبضہ مین چلا جاویگا پہر اگر اوسدن بدلہ اور تاوان قبول ہوتا بھی تو یہ لوگ مال و متاع کہان سے لاسکتے تھے چنانچہ اس مطلب کو الا ان للہ ما فی السموات والارض سے ادا فرمایا گیا ہی۔ سورہ عنکبوت مین آویگا کہ مشرکین مکہ مین کے سردار لوگ عام لوگونکو بہکایا کرتے اور کہا کرتے تھے کہ اول تو قیامت اور اوس دن کی سزا کا ہمکو یقین نہین ہی اور اگر یہ سزا ہوئی بھی تو تمہاری سزا ہم اپنے ذمہ لیلیوینگے اسلئے اس سزا کے خوف سے تم اپنا قدیمی دین نہ چھوڑو اوسی سورۃ مین یہ بھی آویگا کہ ایسے لوگونکو دوہری سزا دیجاویگی ایک انکی ذاتی بداعمالی کی اور دوسری لوگونکو بہکانے کی قیامت کے دن یہ بہکانے والے لوگ تو یون پچتاوینگے کہ انھون نے لوگونکو ناحق بہکایا جسکے سبب سے وہ دوہری سزا کے مستحق ٹھہرے اور بہکنے والے یون پچتاوینگے کہ ہم ان گمراہ سرداروں کے بہکانے میں کیون آگئے ان لوگونکو یہ معلوم ہو جاویگا کہ اسوقت کے پچتاوے کو زبان پر لانے سے کچہہ فائدہ نہیں اسلئے وہ لوگ اس پچتاوے کو اپنے اپنے دل ہی میں رکہین گے حاصل کلام یہ ہی کہ اس چھپے ہوئے پچتاوے کا

منزل ۳

ذکر اس آیۃ مین ہی صحیح بخاری و مسلم مین حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایۃ سے حدیث قدسی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ قیامت کے دن ہر نیکی کی جزا دس سے لیکر سات سو تک اور بعضی نیکیون کی جزا اس سے بھی زیادہ عطا ہوگی اور بدی کی سزا مین کچھ زیادتی نہ ہوگی بلکہ جرم کے موافق سزا دیجاویگی اور بعضے جرم بغیر سزا کے معاف بھی ہو جاوینگے آخر آیۃ مین اُس دن کے جس منصفانہ فیصلہ کا ذکر ہے یہ حدیث گویا اُسکی تفسیر ہے۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

سن رکھو جو کچھ اللہ کا ہے آسمان اور زمین میں سن رکھو وعدہ اللہ کا سچ ہے پر بہت لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

نہیں جانتے وہی جلاتا ہے اور ماریگا اور اُسی کی طرف پھر جاؤ گے

اوپر کی آیۃ مین تاوان کا ذکر فرما کر اس آیۃ مین فرمایا یاد رکھو کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونون کے درمیان مین مغرب سے مشرق تک جنوب سے شمال تک دریا پہاڑ خزانے کان کل چھوٹی بڑی چیزین ہیں اوس دن وہ سب اللہ کے قبضہ مین ہونگی اوس دن تمہارا عارضی قبضہ باقی نہ رہے گا جو تم تاوان دیکر اپنا پیچھا چھوڑاؤ گے اور عذاب سے بچو گے خوب یاد رکھو کہ خدا کا وعدہ سچا ہے ابھی تو تمہاری سمجھ مین نہین آتا لیکن جب وعدہ کا وقت مقررہ آویگا تو سمجھ لوگے کیونکہ خدا کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں ہی کہ تمکو مرنے سے زندہ کردے پیدا بھی وہی کرتا ہے مردہ بھی وہی کرتا ہے مرنے سے دوبارہ زندہ بھی وہی کرے گا صحیح بخاری مسلم نسائی ابن ماجہ وغیرہ مین ابوہریرہ رض سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسرے صور سے پہلے اللہ تعالیٰ آسمان و زمین اور سب چیزین اپنے ہاتھ مین لیکر فرماویگا آج عارضی طور پر بادشاہت اور مال و متاع کا دعوی کرنے والے کہان ہیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ رض کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ دوسرے صور سے پہلے ایک مینہ برسیگا جسکے اثر سے سب جسم بنکر تیار ہو جاوینگے اور پھر اون جسمون مین روحین پھونک دی جاوینگی آیۃ مین قیامت کے دن آسمان و زمین کی سب چیزون کے اللہ تعالیٰ کے قبضہ مین ہونیکا اور حشر کے وعدہ کے ظہور کا جو ذکر ہے یہ حدیثین گویا اُسکی تفسیر ہین

منزل ۳

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ

اے لوگو تم کو آئی ہے نصیحت تمہارے رب سے اور چنگے کرنے کو جیون کے روگ

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور راہ سوجھائی اور مہربانی یقین لانے والون کو

جس طرح آدمی کے بدن کے لئے بخار کھانسی وغیرہ طرح طرح کے مرض ہیں اسی طرح عقیدہ کے بگڑنے سے آدمی کے دل مین کفر و نفاق حسد ریاکاری یہ طرح طرح کے مرض پیدا ہو جاتے ہیں اور جس طرح طبیبا کی کتابون مین جسمانی مرض کے ہر طرح کے علاج لکھے ہیں قرآن شریف اور حدیث مین اسی طرح آن دلی مرضون کے ہر طرح کے علاج ہیں اسواسطے قرآن شریف اور آنحضرت کی دنیا مین

نے کو دلکی تندرستی کا سبب فرمایا اور اوپر کی آیہ مین فرمایا تھا کہ تمام دنیا کے مال و متاع کے بدلا دینے پر بھی قیامت کے دن نجات
میسر نہ آویگی اسلیئے اس آیہ مین فرمایا کہ تمام دنیا کی جمع پونجی سے اللہ تعالی کی یہ رسول اور کتاب آسمانی کے بھیجنے کی رحمت
بہتر ہے دنیا کا رہنا چندروزہ ہی اور یہ چندروز کی کمائی بھی یہین رہجاویگی رسول اور کتاب آسمانی کی فرمانبرداری اگر تم کروگے
تو یہ کمائی تمہارے ساتہ جاویگی اور وہ نجات آخرت تمکو نصیب ہوگی جو دنیا بہر کا مال خرچ کرنے سے اوس دن نہین مل سکتی آگے
اس رحمت الٰہی کی خوشی کرو اور دنیا بہر کے مال و متاع سے اس رحمت الٰہی کو بہتر جانو۔ صحیح بخاری مین نعمان بن بشیرؓ سے روایۃ
ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے بدن مین دل ایک ایسا ٹکڑا ہی جسکی درست حالت مین ہوجانے سے
آدمی کا تمام جسم درست حالت مین ہوجاتا ہی اور اگر آدمی کا دل درست حالت مین نہ ہو تو آدمی کا ہاتہ پیر کا کوئی کام اعتبار کے
قابل نہیں حاصل مطلب یہ ہی کہ نیت دلی ارادہ کا نام ہے اور ہاتہ پیر کا ہر ایک کام دلی ارادہ کی بنیاد پر ہوتا ہی اسلیئے ہاتہ
پیر کا جو نیک کام عقبیٰ کے ثواب کی خالص نیت سے نہ کیا جاوے وہ بالکل رائگان ہی چنانچہ ابوداؤد اور نسائی کے حوالہ سے
ابوامامہؓ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر خالص نیت کے کوئی نیک کام بارگاہ
الٰہی مین مقبول نہیں ہوسکتا یہ تو دل کے ارادہ کا خلل شریعت کی اون باتون مین ہوا جن مین دلی ارادہ اور ہاتہ پیرون کے
عمل دونون کا دخل ہی جسطرح مثلاً نماز کا رکوع سجدہ تو سب پورا ہو مگر اوس مین دلی ارادہ دنیا کے دکہاوے کا ہو تو اسطرح کی
نماز نامقبول ہی۔ شریعت مین بعضی باتین ایسی بھی ہین جن مین ہاتہ پیرون کے عمل کا کچھ دخل نہین ہی بلکہ ان باتونکا فقط
دلمین یقین اور عقیدہ رکھنے کا حکم ہی مثلاً ہر ایماندار شخص کو دلمین یہ یقین اور عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی اسکی
بذات و صفات مین کوئی اسکا شریک نہیں ہی اسکے سب رسول اور سب آسمانی کتابین برحق ہین ان باتون مین دلکی حالت
مین نادرستی یہی ہی کہ یہ دلی یقین یا تو سرے سے ہو ہی نہیں جیسے مشرکون کے دل کا حال ہی یا یقین ہو تو سہی مگر پورا نہو جیسے
کچے مسلمانون کے دل کا حال ہی غرض اللہ تعالی نے دل کی ہر طرح کی نادرست حالت کو دلی مرض قرار دیکر قرآن شریف کی نصیحت
کو اس مرض کی شفا کا سبب قرار دیا ہی اسلیئے ہر ایماندار شخص کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنی دلکی حالت کو قرآن شریف کی نصیحت کا پابند رکہی
اور جس طرح جسمانی مرض کا علاج فوراً کیا جاتا ہے اسی طرح دلی ہر مرض کا علاج بھی نصیحت الٰہی کے موافق وقت پر کرتا رہی
تاکہ کوئی دلی مرض بڑہنے نہ پاوے ÷

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

کہہ اللہ کے فضل سے اور اوسکی مہر سے سو اوسی پر چاہیئے خوشی کرین یہ بہتر ہے اون چیزون سے جو سمیٹتے ہین

اس آیت مین رسالت کا ثبوت دیا گیا ہی جس طرح اس سے پہلے کی آیتون مین خدا کی توحید کی دلیلین بیان کی گئی تہین
اسلیئے فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور جن پر یہ قرآن نازل ہوا ہی وہ اللہ کے رسول ہین اور جو شخص اس اللہ کے کلام
کی تلاوت کرتا ہی اور اسکے معنے مین غور کرتا ہے وہ سچے عقیدونکی جہوٹے عقیدون سے تمیز کرلیتا ہی اسکے دلمین جو کچھ

منزل ۳

شک وشبہ کی بیماری ہوتی ہے وہ رفع ہوجاتی ہے معتبر سند سے تفسیر ابن مردویہ مین ابو سعید خدری سے روایۃ ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میرے دل مین طرح طرح کے وہم وخیال آتے رہتے ہین آپ نے فرمایا قرآن پڑہا کرو دل کی بیماریون کیلئے قرآن شفا ہے معتبر سند سے مستدرک حاکم مین عبداللہ بن مسعود کی روایۃ ہے اوس مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو شفا فرمایا ہے اس سے ابو سعید کی روایۃ کی پوری تائید ہوجاتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ جو لوگ قرآن کے پیرو ہین آنکے لئے یہ قرآن سراپا ہدایت ہے رحمت ہے پھر اللہ جل شانہ نے اپنے رسول کو مخاطب کرکے فرمایا اے رسول اللہ کے ان لوگون سے کہدو کہ فقط خدا کا فضل ورحمت ہے اس قابل ہے جسپر خوشی کیجائے دنیا کے چند روزہ مال و دولت کو جمع کرنے سے کیا نتیجہ ہے خدا کی مہربانیونکو جمع کرنے کی کوشش کیجاوے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہین کہ خدا نے فضل جو اس آیۃ مین فرمایا ہے اوس سے مراد قرآن مجید ہے اور رحمت سے مراد دین اسلام ہے صحیح مسلم مین ابی امامہ سے روایۃ ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن قرآن اون گنہ گار لوگونکی شفاعت کریگا جو قرآن کی تلاوت کرتے ہین صحیح مسلم مین ابوہریرہ سے روایۃ ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی نے اپنے کہانے پینے اور صدقہ خیرات دینے کے بعد جو مال مرتے وقت دنیا مین چھوڑا وہ دوسرونکا ہے مال کے جمع کرنے والے شخص کی ذات کو اوس مال سے کچھہ فائدہ نہیں آیۃ مین قرآن شریف کے نازل ہونے کی نعمت کو مال کے جمع کرنے سے بہتر جو فرمایا یہ حدیثین گویا اوسکی تفسیر ہین جس کا حاصل یہ ہے کہ مرتے وقت دنیا مین آدمی نے جو مال جمع کرکے چھوڑا وہ جمع کرنے والے شخص کے حق مین بیکار ہے برخلاف قرآن شریف کے نازل ہونیکی نعمت کے کہ وہ قیامت کے دن گنہ گار قرآن پڑہنے والون کے حق مین ایک شفاعت کا آسرا ہے۔

قُلْ أَرَءَيْتُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ

تو کہہ بھلا دیکھو تو اللہ نے اوتاری تمہارے واسطے جو روزی پھر تم نے ٹھیرائی اوس مین سے کوئی حرام اور کوئی حلال کہہ اللہ نے حکم دیا تمکو

أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ ○ وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

یا اللہ پر جھوٹھ باندہتے ہو اور کیا اٹکلے ہین جھوٹھ باندہنے والے اللہ پر قیامت کے دن کو

إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ○

اللہ تو فضل رکھتا ہے لوگون پر لیکن بہت لوگ حق نہین مانتے

اوپر قرآن شریف کی نعمت کا ذکر فرماکر ان آیتون مین فرمایا کہ ان مشرکون نے فقط اسی نعمت کا انکار نہین کیا بلکہ یہ لوگ تو اللہ کی اور نعمتون کے بھی منکر اور ناشکر گزار ہین کیونکہ ان لوگون نے بعض چیزین اپنے اوپر حرام کرلی ہین اور بعض حلال تو یہ حلال وحرام کس طرح کا ہے کیا اپنی ہی خواہش اور ہوا وہوس سے انھون نے یہ حکم لگایا ہے یا یہ اعتقاد کرکے کہ یہ حکم خدا کا ہے اگر اپنے نفس کی خواہش سے یہ حلال وحرام کرلیا ہے تو یہ کوئی عقلمند نہیں پسند کرنے کا کہ جس چیز کو جی چاہا حلال کرلیا اور جسکو جی چاہا حرام سمجھہ لیا اب باقی رہی یہ بات کہ خدا کے حکم سے انھون نے کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام سمجھا ہے تو بتلاوین

یہ کس ذریعہ سے انکو معلوم ہوا کس رسول نے انہین بتلایا کیونکہ خدا کا پیغام کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا ہی مگر رسول کے وسیلہ سے
اور اگر رسول نے انہیں نہیں بتلایا ہی تو خدا پر گویا جھوٹا الزام رکھتے ہیں قیامت کے دن اسکے عوض مین انکے ساتھ کیا معاملہ
ہوگا اس سے انہین ڈرنا چاہیے ۔ مسند امام احمد مین ایک حدیث ہی کہ مالک بن نضلہ ایک روز حضرت رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مین بالکل ہی میلے کچیلے حال مین آئے آپنے فرمایا کہ کیا تیرے پاس کچھ مال نہیں ہی مالک نے کہا ہاں ہی آپنے
فرمایا کیا ہی اونہون نے کہا بہت مال ہی اونٹ ہیں بکریاں ہیں گھوڑے ہیں غلام ہیں غرضکہ ہر طرح کا سامان ہی آپنے فرمایا کہ
جب اللہ نے ایسا مالامال تجھے کیا ہی تو اسکا اثر بھی تجھپر کچھ ہونا چاہیے تھا پھر فرمایا کہ تیرے اونٹ جب بچے دیتے ہیں تو تو انکے
اچھے بھلے کانون کو استرے سے کاٹ ڈالتا ہی اور اوسکا بحیرہ نام رکھتا ہی (جاہلیت کے زمانہ مین یہ رواج تھا کہ گھر کا جانور جب کوئی
بچہ دیتا تھا تو اسکے کان کاٹ ڈالتے تھے یا کھال مین ایک شگاف دیتے تھے جب کان کاٹتے تھے تو اس جانور کو بحیرہ کہتے تھے
اور کھال مین جسکے شگاف لگاتے تھے اسکا نام حام رکھا کرتے تھے بہرحال اس بحیرہ اور حام کو حرام سمجھتے تھے اسکا ذبح کرنا اور گوشت
کھانا بالکل ناجائز خیال کرتے تھے چنانچہ ہندوستان مین بھی ہندؤن کے ہان ایک دستور ہی ۔ بیل چھوڑ دیتے ہین اوسکو مارنا
بھی گناہ سمجھتے ہیں) غرض پھر آپنے مالک بن نضلہ سے فرمایا کہ یاد رکھ خدا کا استرہ تیرے استرہ سے کہین زیادہ تیز ہے اوس کے
دست قدرت مین تیرے ہاتھون سے کہین بڑھکر قوت ہی حاصل یہ ہی کہ اللہ نے جتنی نعمتین اپنے بندو نپر اوتاری ہیں سب
حلال ہین اپنے جی اور خواہش سے انکو حرام کرنا صریح بیجا جرم ہی اور جو چیزین اوسنے حرام کر دی ہیں ان کو حلال سمجھنا بہت
ہی بڑا گناہ ہے خدا نے اپنے فضل سے جو چیزین حلال کی ہین یہ اوسکا بڑا احسان ہی اور اسکے اس احسان کو نہ ماننا بڑی
ناشکری ہی ۔ مالک بن نضلہ کی اس حدیث کی سند کو حافظ ابن کثیر نے معتبر قرار دیا ہی یہ حدیث آیتون کی گویا تفسیر ہے
کیونکہ اس مین نعمت کی ناشکری اور زبردستی بعض چیزون کے حرام ٹھہرانے کی مذمت ہی اور یہی مضمون آیتون کا
ہی ۔ یہ مالک بن نضلہ پھر اسلام لائے صحابہ مین ان کا شمار ہے اور حدیث کی صحاح کی کتابون مین انسے روایتین ہیں مشرکین
مکہ نے جو چیزین اپنی طرف سے حرام ٹھہرائی تھین اون کی تفصیل سورہ مائدہ اور سورہ انعام میں گذر چکی ہی اور اس باب
مین جو حدیثین ہیں وہ بھی انہی سورتون مین ذکر کر دی گئی ہیں ۔

منزل ۳

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا
اور نہیں ہوتا تو کسی حال مین اور نہ پڑھتا ہے اوس مین سے کچھ قرآن اور نہیں کرتے ہو تم لوگ کچھ کام کہ ہم
عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي
نہیں ہوتے حاضر تم پاس جب تم لگتے ہو اسمین اور غائب نہیں رہتا تیرے رب سے ایک ذرہ بھر
الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ
زمین مین اور نہ آسمان مین اور نہ چھوٹا اوس سے اور نہ بڑا جو نہیں ہی کھلی کتاب مین

اللہ پاک نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیۃ میں یہ جتلایا ہی کہ آپ یا آپکی امت کے لوگ جو کام کرتے ہیں خدا اسکو دیکھتا ہے ہر شخص کا چلنا پھرنا برے اچھے عمل قرآن مجید کی تلاوت کا کرنا سب ظاہر و پوشیدہ ہے کیونکہ زمین و آسمان میں جتنی چھوٹی بڑی چیزیں ہیں علم آلہی کے نتیجہ کے طور پر وہ سب ذرہ ذرہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں اوس سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اس لئے جب جبرئیل علیہ السلام ایک آدمی کی صورت بنکر آئے اور آپ سے سوال کیا کہ احسان کیا شی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کی عبادت کرنے کی حالت میں یہ سمجھنا کہ ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو یہ خیال کرنا کہ خدا ہمکو دیکھ رہا ہی یہ حدیث کنا علیکم شہودا کی گویا تفسیر ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی اسیطرح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث گذر چکی ہے جسمین علم آلہی کے نتیجہ کے طور پر لوح محفوظ میں سب چیزون کے لکھے جانے کا ذکر ہے غرض یہ حدیثین آیۃ کی گویا تفسیر ہیں جو فلسفی اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالی کا علم جزئیات کو شامل نہیں ہی آنکے قول کا ضعف اس آیۃ سے نکلتا ہی کیونکہ اس آیۃ سے معلوم ہوتا ہی کہ آسمان و زمین میں ایک ذرہ بھی اللہ تعالی کے علم سے باہر نہیں ہی۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ○ الذین امنوا وکانوا یتقون ○

سن رکھو جو لوگ اللہ کی طرف ہین نہ ڈر ہے اونپر اور نہ وہ غم کھاوین جو لوگ یقین لائے اور رہے پرہیز کرتے

اس آیۃ میں اللہ تعالی نے اولیا اللہ کا حال بیان فرمایا ہی کہ اور لوگون کو دنیا کے چھوٹ جانے کا اور دنیا میں بے فائدہ عمر بسر کرنے کا آخرت میں غم اور رنج ہوگا اللہ کے ولی لوگ جو کامل ایمانداری اور تقوی میں اپنی دنیا اس طرح بسر کرتے ہیں کہ آنکا حال دیکھنے سے دیکھنے والو نکو خدا یاد آتا ہے او نکو آخرت میں کچھ غم اور رنج نہیں ہے حضرت عبد اللہ بن عباس سے مسند بزار و تفسیر ابن جریر میں ابو مالک اشعری سے مسند امام احمد بن حنبل میں اور سنن ابو داؤد میں حضرت عمرؓ سے جو روایتین ہیں اونکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اولیا اللہ وہ لوگ ہیں جنکے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہی۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی ہی جس میں اولیا اللہ کی یہ نشانی ہے کہ علاوہ فرضی عبادت کے وہ لوگ اکثر نفلی عبادت میں اور آنکے کان آنکھین ہاتھ سب اعضا رضی آلہی کے کامون میں لگے رہتے ہیں اس صحیح روایۃ سے اوپر کی روایتون کی پوری تائید ہوتی ہی کیونکہ جو لوگ ہر وقت عبادت آلہی میں لگے رہیں گے انکے دیکھنے سے ضرور خدا یاد آویگا مستدرک حاکم کی ابن عمرؓ کی صحیح روایۃ میں یہ بھی ہی کہ بغیر روپے کے لالچ اور بغیر رشتہ داری کے وہ آپس میں اللہ کیواسطے بڑی گہری محبت رکھتے ہیں قیامت کے دن جب اور لوگون کو خوف ہوگا تو یہ لوگ بے خوف اور خوش حال ہونگے اللہ تعالی انکی بڑی عزت فرماویگا انکو نور کے ممبر بیٹھنے کو ملین گے اگرچہ عام لوگون میں یہ بات مشہور ہے کہ جس شخص میں کوئی بات خلاف عادت ہو مثلاً بے موسم کی چیز کا پیدا کر دینا یا آئندہ کی کوئی خبر بتلا دینا یا تھوڑی دیر میں دنون کا راستہ طے کر لینا تو وہ شخص ولی ہی اور وہ خلاف عادت بات کرامت ہے لیکن علمار اہل سنت کا مذہب ایسا نہیں ہی بلکہ انکا مذہب یہ ہی کہ جس شخص میں خلاف عادت کوئی بات نظر پڑی اگر وہ شخص متقی اور شریعت کا پابند ہی تو وہ خلاف عادت بات کرامت ہی اور وہ شخص ولی ہی ورنہ وہ خلاف عادت بات استدراج ہے اور وہ

منزل ۳

شخص ولی نہین ہی کیونکہ اللہ تعالی نے اس آیۃ مین ولی کی نشانی یہ فرمائی ہی الذین آمنوا وکانوا یتقون پہر غیر پابند شریعت شخص کو پورا
ایماندار اور متقی کیونکر کہہ سکتے ہین اور بغیر اس ولایت کی نشانی کے جسکو خود خدا نے ولی کی علامت ٹہرایا ہی کسی کو ولی خلاف مرضی خدا کے
زبردستی کیونکر کہا جا سکتا ہی اسیطرح خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ولی کی علامت یہ بتلائی ہی کہ ولی کے دیکہنے سے خدا یاد
آتا ہی کیونکہ ولی اکثر یاد الہی مین لگا رہتا ہی اور یہ ظاہر بات ہی کہ بے شرع آدمی کے دیکہنے سے اور اوسکی صحبت سے جو کچھہ نشہ پانی
یا اور کوئی خلاف شریعت بات مثلا راگ رنگ جو کچھہ وہ بے شریعت کرتا ہی وہ یاد آتا ہی خدا ایسے آدمی کے دیکہنے سے کب یاد آتا ہی
حاصل کلام یہ ہی کہ عام لوگون کے نزدیک کرامت سے ولی پہچانا جاتا ہی اور علماء اسلام کے نزدیک پیروی شریعت سے ولی پہچانا
جاتا ہی اور پہر ولی سے کرامت پہچانی جاتی ہی ابن عساکر مین حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مین اولیاء اللہ کے چند گروہ ہین تین سو آدمیونکا ایک گروہ ایسا ہی جنکا ولایت مین وہ مقام ہی جو
نبوت مین حضرت آدم کا تہا اور چالیس آدمیون کا ایک گروہ ایسا ہی جن کا مقام حضرت موسے کا سا ہی اور سات آدمیون کا
ایک گروہ ایسا ہی جنکا مقام حضرت ابراہیم کا سا ہی اور پانچ آدمیون کا ایک گروہ ایسا ہی جنکا مقام ولایت وہ ہے جو ملائکہ
مین حضرت جبرئیل کا مقام ہی اور تین آدمیونکا ایک گروہ ایسا ہی جنکا مقام حضرت میکائیل کا ہی اور فقط ایک شخص ایسا ہی
جس کا مقام حضرت اسرافیل کا ہی ان اولیاء اللہ کی دعا کی برکت کے سبب سے طرح طرح کی بلائین دفع ہوتی رہتی ہین قحط کے
وقت انکی دعا سے مینہہ برستا ہی لڑائی کیوقت انکی دعا سے دشمن پر فتح ہوتی ہی ان گروہون سے کبہی دنیا خالی نہیں رہتی پیچہے کے گروہ
والونکو خدا ترقی دیتا رہتا ہی مثلا چالیس آدمیون کے گروہ مین سے کسی شخص کے فوت ہو جانے سے ایک آدمی کی جگہ خالی ہو جاتی ہی تو تین سو
آدمیون کے گروہ مین سے ایک شخص اوسکے قائم مقام ہو جاتا ہی اور عام مسلمانون مین سے ایک شخص تین سو کے گروہ مین مامور ہو جاتا
اسی طرح ہر گروہ کا حال ہی اور مسند امام احمد بن حنبل مین حضرت علی رض سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جب حضرت علی اور معاویہ کی
لڑائی تہی تو ایک روز معاویہ اور اہل شام کا کچھہ ذکر حضرت علی کے روبرو آیا حضرت علی وہ ذکر سنکر خاموش ہو رہے لوگون نے حضرت
علی سے کہا آپ اپنے دشمن اور دشمن کے لشکر کا ذکر سنکر خاموش رہجاتے ہین کچھہ انکو برا نہیں کہتے آپنے فرمایا اہل شام کو مین کیونکر برا کہون
مین نے حضرت سے سنا ہی کہ ملک شام مین چالیس آدمیون ابدال کا گروہ ایسا ہی کہ جنکے سبب سے اہل شام کی ہر طرح کی بلا دفع ہوتی ہی جنکی
دعا سے قحط کے وقت مینہہ برستا ہی لڑائی کے وقت دشمن پر فتح ہوتی ہی اسیطرح حلیہ ابی نعیم مین روایۃ ہی کہ اہل صفہ مین مغیرہ بن
شعبہ کا ایک غلام تہا آسکو آنحضرت نے فرمایا یہ سات مین کا ایک ہی سوا اسکے جن حدیثون مین اوتاد اقطاب نقبا نجبا کی گنتی کا ذکر
ہے ان حدیثون کو اہل حدیث نے ضعیف کہا ہی ہان خاص نام لیکر ولایت کی شان سے بعض صحابہ اور تابعین کا ذکر صحیح حدیثون
مین آیا ہی چنانچہ صحیحین مین حضرت ابو ہریرہ رض سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ پہلی امتون مین ایسے لوگ تہے جنکو خدا کی طرف سے
الہام ہوتا تہا اس امت مین اس طرح کے لوگ ہین تو وہ عمر فاروق ہین اور صحیح مسلم مین حضرت عمر رض سے جو روایتین ہین انکا حاصل
یہ ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یمن سے ایک شخص تمہارے پاس آویگا جس کا نام اویس ہی اوس سے دعا کرانا اور کرامت کے

خیال سے صحابہ اور تابعین کے حالپر حدیث کی کتابون مین نظر ڈالی جاوے تو ہزار کرامتون سے کم نہیں نکلتی ہیں مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تین مہمانونکا قصہ صحیحین مین ہی جس مین کہانا بڑہ گیا تہا اور حضرت عمرؓ کا مدینہ میں خطبہ کے وقت اپنے لشکر کو پہاڑ پر چڑہکر لڑنے کی ہدایت کا دینا اور منزلون کے فاصلہ پر اوس کا عمل ہو جانا اور حسن بصری کا حجاج کی نگاہ سے غائب ہو جانا اور سعید بن مسیب کو یزید کے جہگڑے کے زمانہ میں اذان کی آواز کا مسجد نبوی مین آنا وغیرہ لیکن شریعت مین کہین ایسے اولیاء اللہ کا ذکر نہین ہی جنکو شریعت کا حکم معاف ہو یا ظاہر مین وہ شریعت کے پابند ہون اور باطنی احکام الہامی مین اون کو شریعت کی پابندی ضرور نہو یا ولایت کو وہ نبوت سے بڑہکر گنتے ہون یا کسی کو خاتم الاولیا کہتے ہون یا احکام شریعت کے وہ ایسے معنے بتلاتے ہون جنکی روایت صاحب شریعت سے صحیح مروجہ کتابون مین کہیں نہیں پائی جاتی اس قسم کی جسقدر باتین فتوحات و فصوص الحکم وغیرہ مین لکہی ہیں وہ سب شریعت کے مخالف ہیں کیونکہ یہ تو ظاہر بات ہی کہ وحی شرعی مین جب ان باتونکا پتہ نہیں ہی تو امت میں سے جس کسی کو یہ باتین معلوم ہوئی ہونگی خواہ مخواہ الہام کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہونگی کسلیئے کہ وحی تو خاتم الانبیا پر ختم ہو چکی اور الہام ایسی ایک چیز ہے کہ بدون شہادت شریعت کے صرف الہام کے ذریعہ سے کوئی بات ثابت کی جاسکتی ہی نہ خالی الہام حجت ہو سکتا ہی چنانچہ مشائخ اسلام مثلاً فضیل بن عیاض وابراہیم ادہم وابو سلیمان دارانی ومعروف کرخی وجنید بغدادی وغیرہ نے اسکی صراحت کردی ہی کہ سوائے انبیا کے اور کسی کا الہام اوسوقت تک صحیح نہیں قرار پاسکتا جب تک وہ الہام ظاہر شریعت کے موافق نہو اور یہی مذہب حق ہی ورنہ سلف صالحین کے رحمانی الہام اور اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب و حارث دمشقی کے القار شیطانی میں کوئی فرق باقی نہین رہتا الہام رحمانی اور القار شیطانی مین فرق ہی تو اتنا ہی ہی کہ الہام رحمانی کی تائید شریعت سے ہوا کرتی ہی چنانچہ چند باتون مین حضرت عمرؓ کو الہام ہوا اسی طرح پہر وحی نازل ہوئی اور اسود عنسی آنحضرت کے زمانہ مین اور مسیلمہ کذاب حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین اور حارث دمشقی عبدالملک بن مروان کی خلافت مین اسی وجہ سے قتل کیئے گئے کہ اون کے القار شیطانی کی تصدیق شریعت سے نہیں ہوتی تہی۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اونکو خوشخبری ہے دنیا کے جینے اور آخرت مین بدلتی نہیں اللہ کی باتین یہی ہے بڑی مراد ملنی

مسند امام احمد بن حنبل مین عبادہ بن صامتؓ سے روایۃ ہی کہ انہون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس آیۃ مین نیک مسلمانونکو دنیا مین خوشخبری کا جو ذکر ہے اوس سے کیا مراد ہی آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد اچھے خواب ہیں اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہی کہ امت مین سے کسی شخص نے تم سے پہلے مجہہ سے نہیں پوچھا اس بات کے قرار دینے مین کہ خواب کیا چیز ہے لوگون نے بڑا اختلاف ڈال رکہا ہی طبیب لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ جس خلط کا غلبہ آدمی کی طبیعت پر ہوتا ہی اسی طرح کی چیزین اوسکو سوتے میں نظر آتی ہیں مثلاً بلغمی مزاج کا آدمی خواب مین دریا دیکہتا ہی اور صفراوی مزاج کا آدمی آگ فلسفی لوگ کہتے ہیں کہ عالم علوی مین موجودات

منزل ۳

دنیا کی مثالی صورتین ہین وہ آدمی کے ذہن مین نقش پذیر ہو جاتی ہین لیکن یہ دونون فرقون کی باتین محض خیالی باتین ہین کیونکہ اگر
خواب کا وجود ایسا ہی خیالی ہوتا جیسا یہ لوگ کہتے ہین تو خواب کے موافق دنیا مین تعبیر کیون پیش آیا کرتی کیا خلط اور ذہن مین
یہ بھی قدرت ہی کہ خیالی چیز کو دنیا مین پیدا بھی کر دے خواب کی اصل حقیقت وہی ہی جو وحی کے ذریعہ سے صاحب وحی صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہی چنانچہ صحیح بخاری ابن ماجہ وغیرہ مین جو روایتین ہین انکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت نے فرمایا خواب کی
تین قسمین ہین ایک تو وہ ہی کہ آئندہ کوئی بات خواب دیکھنے والے کے حق مین ہونے والی ہی پھر جس طرح جاگتے مین الہام ہوتا ہی اسی طرح
سوتے مین اللہ تعالیٰ اس بات کو اس شخص کے دل مین ڈال دیتا ہی اور اسی قسم کو آنحضرت نے نبوت کا جز فرمایا ہی دوسری قسم وہ ہی
کہ جس کام مین سونے سے پہلے آدمی لگا ہوا تھا وہی خیال کے طور پر سوتے مین آدمی کو نظر آتا ہی تیسری قسم وہ ہی کہ شیطان ڈرانے
کے طور پر خوفناک چیزین یا خوفناک حالت خواب مین دکھاتا ہی دوسری قسم تو محض خیال ہی خیال ہی اسلیے اسکا کوئی حکم حدیث شریف
مین نہین ہی تیسری قسم کی نسبت آپنے فرمایا ہی کہ آدمی کو چاہیے کہ ایسے خواب کا کسی سے ذکر نہ کرے بلکہ جس کروٹ کے بل یہ خواب دیکھا
ہی اس کروٹ کو بدلکر لاحول پڑھے اور بائین طرف تھوکے اور سو جاوے پھر کوئی نقصان اس خواب سے نہ ہوگا پہلی قسم کی نسبت
آپ نے فرمایا ہی کہ کسی عالم سے جو اپنا دوست ہو تعبیر پوچھے تا کہ جاہل جہل کے سبب سے اور دشمن حسد اور دشمنی کے سبب سے اولٹی
تعبیر کہکر پریشانی مین نہ ڈالے یہ جو مشہور ہی کہ پہلی تعبیر جو کوئی کہنے والا کہہ دیتا ہی خواہ وہ اچھی ہو یا بری وہی پیش آتی ہے یہہ
روایۃ ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ اور مستدرک حاکم مین ہی اور حاکم نے اس روایۃ کو صحیح بھی کہا ہی لیکن امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس
روایۃ کے یہ معنے کئے ہین کہ اگر پہلے کی تعبیر دینے والے نے خدا کے ارادہ کے موافق تعبیر دی ہی تو پہلی تعبیر پیش آویگی کیونکہ خواب
ایک ایسی چیز ہی کہ خدا نے اسکو اپنے بندہ کے دل مین ڈالا ہی اور اسی کے موافق وہ خواب کا معاملہ دنیا مین واقع ہونے والا ہی پھر کسی
غلط تعبیر دینے سے وہ معاملہ پلٹ نہین سکتا طلوع غروب زوال کے وقت یا رات کو یا عورت کے روبرو خواب بیان کرنے کی ممانعت
کی حدیثین تو صحیح نہین ہین لیکن مستحب یہ ہی کہ صبح کی نماز کے بعد خواب بیان کرے کس لئے کہ آنحضرت صبح کی نماز کے بعد اکثر صحابہ کی خواب
سنکر انکی تعبیرات بیان فرمایا کرتے تھے اور یہ بھی بیان فرمایا کرتے تھے کہ اب نبوت تو گئی مسلمانون کیلیے خوشخبری کی چیز بھی ایک
دنیا مین رہ گئی ہی اور خواب کو آپنے نبوت کا جز جو فرمایا ہی اسکی چند روایتین ہین کم سے کم چھبیسوین جز کی روایۃ ہی اور زیادہ سے
زیادہ چہترویں جز کی روایۃ ہی چالیسوین جز اور اس سے کم کی روایتین تو صحیح ہین چالیسوین جز سے زیادہ کی روایتین ضعیف ہین
اور چند روایتون کا سبب یہ ہی کہ تاریخ نزول وحی سے آپکی وفات تک ۲۳ برس کا زمانہ ہی اور وحی کے نزول سے پہلے جب آپ تنہا
غار حرا مین عبادت کے لئے بیٹھا کرتے تھے اور اس زمانہ مین اکثر آپکو خواب ہوا کرتے تھے وہ زمانہ چھ مہینے کا ہی ان تیئس برس کے
اندر تیرھوین برس جب خواب کا ذکر آیا تو آپنے خواب کو نبوت کا چھبیسوان جز فرمایا کیونکہ وہ آپکا چھ مہینے کا خواب کا زمانہ
تیرہ برس کا چھبیسوان جز ہی اسی طرح اور روایتون کو خیال کر لینا چاہیے سوا اسکے اور باتین جو علما نے اس بابت مین لکھی ہین
وہ تکلیف سے خالی نہین ہین آپنے یہ بھی فرمایا ہی کہ جب زمانہ قریب ہوگا تو مسلمان آدمی کے خواب اکثر سچے ہونگے اس حدیث

منزل ۳

کے بعضے لوگون نے یہ معنے بیان کئے ہین کہ قریب زمانہ سے بہار کا موسم مراد ہی کیونکہ اُس زمانہ مین رات و دن قریب برابر کے ہوتے ہین اور موسم کے درست ہونیکے سبب سے لوگونکے مزاج اون دنون مین اعتدال پر ہوتے ہین اسلئے اُس موسم کا خواب اکثر سچا ہوتا ہی لیکن یہ معنے صحیح نہین ہین کیونکہ موسم مسلمان و فاسق و کافر سبکے لئے درست ہوتا ہی مسلمان کا خواب ہی موسم مین سچا ہوگا اسکے پھر کیا معنے ہین علاوہ اسکے صحیح حدیثون مین یہ صراحت بھی آچکی ہی کہ جب زمانہ قریب ہوگا اور علم اوٹھہ جائیگا اس سے بالیقین معلوم ہوگیا کہ قریب زمانہ سے قرب قیامت کا زمانہ مراد ہی نبوت کا زمانہ دور ہوجانے کے سبب سے لوگون مین طرح طرح کی باتین اوس زمانہ مین پھیل جاوین گی اور نبوت کے ختم ہوجانے اور وحی کے بند ہوجانیکے سبب سے اچھے لوگونکو بشارت اور بد لوگونکو تنبیہ کا ذریعہ اور کوئی نہ ہوگا اسلئے خواب کے ذریعہ سے لوگونکو اللہ تعالیٰ اُس زمانہ مین بشارت اور تنبیہ فرماویگا غرض وہ یہی آجکل کا زمانہ ہی جسکی خبر تیرہ سو برس پہلے مخبر صادق نے دی ہی اسلئے آجکل جن مسلمان کو کسی طرح کا بشارت کا خواب ہو تو اُسکو خوش ہونا اور اُس خواب کو سچا جانکر اسکی تعبیر کا منتظر رہنا چاہئے اور جسکو کسی طرح کی تنبیہ کا خواب ہو تو اسکو اُس تنبیہ کی تعبیر دریافت کرکے آئندہ اُس تنبیہ طلب کام کو چھوڑ دینا چاہیئے حدیث مین اگرچہ نیک مردون کے خواب کا اکثر ذکر ہے مگر نیک عورتونکے خواب کا بھی وہی حکم ہی جو مردون کے خواب کا حکم ہی چنانچہ صحیح حدیثون مین عورتون کے خواب کا ذکر بھی آچکا ہی انبیا کے خواب سب سچے ہوتے ہین لیکن بعضے تاویل طلب ہوتے ہین جیسے آپ نے خواب مین تلوار کے پھل کا ٹوٹ جانا اور گلے کا ذبح ہونا دیکھا اور مراد اُس سے ستر آدمیون مسلمانونکا جنگ احد مین شہید ہونا تھا نیک مسلمانون کے خواب سچے ہوتے ہین لیکن اکثر تعبیر کے محتاج ہوتے ہین فاسق مسلمانون کے خواب سچے اور خیال شیطانی دونون طرح کے ہوتے ہین کافرون کا خواب ہزار مین ایک سچا کبھی ہوتا ہی حدیث مین بعضی چیزون کے خواب مین دیکھنے کی تعبیر کا ذکر آگیا ہی مثلاً دودہ سے مراد علم دین اور فطرت اسلام ہی تعبیر دینے والے کو چاہیئے کہ جس قدر چیزونکا ذکر حدیث مین آچکا ہی اونکو یاد رکھے تا علم وحی کے مخالف تعبیر نہ دیوے صحیح حدیثونسے معلوم ہوتا ہی کہ دن رات کے خواب مین کچھ فرق نہین ہی تابعیون مین سے حسن بصری کے ہم عصر محمد بن سیرین کے قول کا تعبیر مین بڑا اعتبار ہی علما انکو اس فن مین امام گنتے ہین اور روایۃ حدیث مین بھی محمد بن سیرین ثقہ ہین مسند امام احمد اور ابوداؤد کے حوالہ سے براء بن عازب رضی کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک لوگونکی قبض روح کے وقت اللہ تعالیٰ کے فرشتے اون نیک لوگون کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور مغفرت کی خوشخبری دیتے ہین قتادہ اور بعضے اور سلف نے اس خوشخبری کو دنیا کی خوشخبری قرار دیکر اسی حدیث کو آیۃ کی تفسیر ٹھہرایا ہی حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین اس اختلاف کا یہ فیصلہ کیا ہی کہ اچھے خواب اور آخری وقت کی خوشخبری دونون کو آیۃ کی تفسیر قرار دیا جاوے تو مناسب ہی لاتبدیل لکلمات اللہ کا یہ مطلب ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جس خوشخبری کا وعدہ اپنے کلام پاک مین فرمایا ہی وہ وعدہ بدلنے والا نہیں اور یہ وعدہ انسان کے حق مین ایک بڑی کامیابی ہے ۔

منزل ۳

یعتذرون ۱۱

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ

اور نہ غم کھا اونکی بات سے اصل سب زور اللہ کو ہے وہی ہے سنتا جانتا سنتا ہے اللہ کا ہے جو کوئی ہے آسمانون

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ إِنْ يَتَّبِعُونَ

مین اور جو کوئی ہے زمین مین اور جو پیچھے پڑے ہین شریک پکارنے والے اللہ کے سوائے کچھ نہین مگر پیچھے

إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا

پڑے ہین خیال کے اور کچھ نہین مگر اٹکلین دوڑاتے وہی ہے جسنے بنا دی تمکو رات کہ چین پکڑو اوس مین

فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۝

اور دن دیا دکھانے والا اوس مین نشانیان ہین اون لوگون کو جو سنتے ہین

مشرکین مکہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے تھے اور طرح طرح سے آپکے رسول اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر طعن کرتے تھے ان سے حضرت کو ایک قسم کا ملال ہوا کرتا تھا اسواسطے اللہ پاک نے یہ آیۃ اوتاری اور آپکو تسکین دی کہ ان مشرکون کی باتون کا آپ خیال نفرمائین۔ کیونکہ ہر طرح کی عزت خدا ہی کو حاصل ہے اور وہ ہر شخص کے قول و فعل کو سنتا اور دیکھتا ہے یہ تمہارا کچھ بگاڑ نہین سکتے پھر تسلی کے بعد اس بات کی بشارت دی کہ خدا تمہاری مدد کریگا کیونکہ زمین و آسمان مین جتنی چیزین بے جان یا جاندار ہین ان سبکا مالک اکیلا خدا ہی ہے اس مین کسی کی شراکت ذرہ برابر بھی نہین ہے یہ مشرکین اپنے جن معبودونکو پوجتے ہین آنپر بھی خدا کا پورا پورا قبضہ ہے اور مشرکین محض اپنے وہم کے پیرو ہین کہان کی شفاعت اور کیسے جھوٹے معبود اسکے بعد فرمایا کہ خدا نے رات بنائی اور دن پیدا کیا دن کی روشنی مین لوگ اپنی اپنی روزی کی تلاش مین نکلتے ہین آدمی اپنی ضروریات دن کے وقت رفع کرتے چلتے پھرتے رہتے ہین رات کو تھکے ماندے آکر آرام کرتے ہین جو لوگ غور کرنے والے ہین اونکے واسطے یہ بہت بڑی نشانیان ہین ایک یہ نشانی ہے کہ جسنے انسان کو اور انسان کی ان سب ضرورت کی چیزونکو پیدا کیا تعظیم کے قابل وہی ہے ان بتون کو اسکی تعظیم مین شریک ٹھہرانے کا کسی کو کوئی حق نہین ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری رض کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے بڑھکر بردبار کون ہو سکتا ہے کہ لوگ اسکی تعظیم اور عبادت مین اورون کو شریک کرتے ہین اور وہ انکی راحت اونکے رزق کے انتظام مین کچھ خلل نہین ڈالتا یہ حدیث آیتونکی گویا تفسیر ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی بردباری اسکی قدرت اور مشرکونکی ناشکری سرکشی اور وہم و خیال کی پیروی کی تفصیل اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہے۔

منزل ۳

قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ هُوَ الْغَنِيُّ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

کہتے ہین اللہ نے کوئی بیٹا ٹھہرالیا وہ پاک ہے بے نیاز ہے اوسیکا ہے جو کچھ ہے آسمانون مین اور زمین مین

إِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بِهَٰذَا أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ

نہین تم پاس کچھ سند اسکی کیون جھوٹ کہتے ہو اللہ پر جو بات نہین جانتے کہہ جو لوگ

يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ
باندہتے ہیں اللہ پر جھوٹ بھلائی نہین پاتے تھوڑا سا برت لینا دنیا مین پہر ہماری طرف ہی اونکو ہی پہر آنا پہر

نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝
چکھا دینگے ہم اونکو سخت عذاب اسپر کہ وہ منکر ہوتے تھے

ان آیتون مین اُن مشرکون اور اہل کتاب کے عقیدہ کو اللہ پاک نے غلط ٹہرایا ہی جو کہتے ہیں کہ خدا کا بیٹا یا بیٹی ہے جیسے مثلاً مشرکین عرب کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی لڑکیان ہیں اسیطرح نصاریٰ کہتے ہیں کہ عیسے علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور یہود بہی حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اسی لئے فرمایا کہ خدا کی ذات باپ یا بیٹے ہونے کی تہمت سے بری ہی وہ بے نیاز اور بے پرواہی دنیا مین اولاد کی خواہش اس غرض سے ہوتی ہی کہ بیٹا باپ کے بعد اُسکی جگہ جانشین ہو اور سلسلہ نسل کا قائم رہے اور اللہ پاک ازل سے ابد تک قائم ہی پہر اسکو اولاد کی کیا پرواہ ہی دوسری دلیل یہ بیان فرمائی کہ زمین و آسمان مین جو کچھہ ہی سب کا وہی مالک ہی کیونکہ اوسی نے سب کچھہ پیدا کیا ہی مطلب یہ ہی کہ سارے جہان کی ساری چیزین اُسکی مخلوق ہین پہر مخلوق کس طرح اولاد ہوسکتی ہی پہر یہ دلیلین بیان کرکے فرمایا کہ تم بہی اپنے دعوی کی کوئی دلیل پیش کرو کہ تم کس سند سے یہ بات کہتے ہو کہ خدا صاحب اولاد ہی یا اوسنے کسی کو بیٹا بنا لیا ہی کیونکہ دعوی بلا دلیل صحیح نہین ہوتا اور جب کوئی دلیل اور سند مشرکون نے نہین پیش کی تو فرمایا کہ کیا تم خدا پر ایسی بات کا بہتان باندہتے ہو جس کا تمہین علم ہی نہیں گویا تم جھوٹ بولتے ہو پہر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم اُنسے کہدو کہ جو لوگ خدا پر جھوٹ باندہتے ہین اُنکو فلاحیت نہیں ہوگی اور اگر وہ یہ سمجھین کہ انہو دنیا مین آرام سے گذر رہی ہے تو یہ دنیا کی زندگی اور مال متاع بہت ہی حقیر شئے ہی جسکی کچھہ ہستی نہین آخر ایک دن ان سبکو اللہ کے پاس آنا ہی اُسوقت سخت سے سخت عذاب کا مزہ اونکو چکھنا پڑیگا دنیا مین خدا کی دی ہوئی نعمتون کا شکریہ نہیں ادا کرتے اولٹا بہتان اور الزام لگاتے ہین سزا کے بعد ان سب باتون سے یہ لوگ پچتاوینگے مگر بے وقت کا پچتانا انکے کچھہ کام نہ آویگا شداد رضؓ بن اوس کی معتبر سند کی حدیث ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ آدمی ہی جو موت سے پہلے موت کے بعد کا کچھہ سامان کر لیوے اور بالکل عقل سے عاجز وہ شخص ہی جو عمر بہر اللہ تعالی کی نافرمانی مین لگا رہی اور پہر عقبی مین اللہ تعالی سے نجات کی توقع رکہے صحیح مسلم کے حوالہ سے انس رضؓ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ دنیا مین بڑی راحت سے گزران کرنے والے نافرمان لوگ دوزخ کے پہلے ہی جھونکے مین دنیا کی تمام راحت کو بالکل بھول جاوین گے ان حدیثون کو آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یہ نافرمان لوگ دنیا کی جس راحت کی زندگی کے نشہ مین عقبی کو بھولے ہوئے ہین دوزخ کے پہلے ہی جھونکے مین دنیا کی یہ راحت تو اُنکو یاد بہی نرہے گی اور اللہ اور اُسکے رسول اور اُسکے کلام کی شان مین یہ لوگ بے ٹھکانے باتین جو منہہ سے نکالتے تھے اور اپنی نادانی سے یہ نہیں جانتے تھے کہ ایسے لوگ انتظام آلہی مین فلاح کو نہین پہونچنے والے اسلئے انکی بداعمالی کی سزا مین ... وہ سخت عذاب انکو بہگتنا پڑیگا جو انسان کی طاقت سے باہر ہے ۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ

اور سنا اونکو احوال نوح کا جب کہا اپنی قوم کو اے قوم اگر بھاری ہوا ہی تمپر میرا کھڑا ہونا اور سمجھانا اللہ کی باتونسے

فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ

تو مین نے اللہ پر بھروسا کیا اب تم سب ملکر مقرر کرو اپنا کام اور جمع کرو اپنے شریک پھر نہ رہے تمکو اپنے کام مین شبہ پھر کر چکو میری طرف اور مجھکو فرصت نہ دو

شروع سورہ سے کئی رکوع مین اللہ تعالیٰ نے قریش کی سرکشیون اور نافرمانیون کا ذکر فرما کر یہان ختم سورۃ پر پہلے انبیا اور انکی امتون کا ذکر اسلئے فرمایا ہی کہ قریش کو اس ذکر سے ایک طرح کی تنبیہ ہو جاوے کہ اگر یہ بھی باوجود نصیحت اور سمجھانے کے اپنی نافرمانی سے باز نہ آوینگے تو زمین پر سب سے پہلے غارت ہونیوالی قوم امت نوح اور سب سے آخر غارت ہونیوالی فرعون کی قوم کا جو انجام ہوا وہی انجام انکا ہو گا اور آنحضرت کو اس ذکر سے دو طرح کی تسکین فرمائی ایک یہ کہ باوجود سمجھانے کے قریش لوگ اگر ایمان لانے مین دیر کرتے ہین تو اس کا کچھ غم و اندیشہ نکرنا چاہیے پہلے انبیا کو بھی بڑی بڑی مدت دراز تک اپنی اپنی امتون کو سمجھانا پڑا ہی دوسرے تسکین یہ کہ اگر قریش لوگ زیادہ سرکشی کرینگے تو آخر نبی کا پلہ بھاری رہیگا اور سرکش لوگ تباہ اور غارت ہو جاوینگے قرآن شریف مین اکثر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسےٰ اور فرعون کا قصہ جگہ جگہ ذکر فرمایا ہی یہ قصہ حقیقت مین ایک عجیب قدرت کا نمونہ ہی اور قضا و قدر کا لکھا پیش آنے کا اسطرح کا ایک معاملہ ہی کہ بڑے بڑے عقلمند دہریون کی عقل اسکے آگے ہیچ ہی ذرا غور کرنے کی جگہ ہے کہ جس لڑکے کے پیدا ہونے اور پرورش پانے کے خوف سے فرعون نے ہزارہا بنی اسرائیل کے لڑکونکو قتل کر ڈالا لیکن تقدیر الٰہی نے وہی لڑکا اس فرعون کے ہاتھون پلوایا اور اسی لڑکے کے ہاتھون سے فرعون جیسے جابر بادشاہ کو غارت کرایا باوجود اتنی بڑی باعظمت بادشاہت کے خلاف تقدیر ایک لڑکے کا وہ کچھ نہ کر سکا اور آخر انہی ہاتھون خود غارت ہو گیا قرآن شریف مین پہلے ایک ذکر شروع ہو کر پھر اوس ذکر کے ضمن مین پہلے انبیا اور پہلی امتونکا جو ذکر آتا ہی تو اس مین بہت بڑا ایک تاریخی فائدہ ہوتا ہی جو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے جس طرح یہان کا فائدہ تبلایا گیا ہی اسیطرح قرآن شریف کی تلاوت کرنے والے مسلمان اور جگہ کے فائدہ پر غور کرین تو ہر جگہ کا فائدہ انکی سمجھ مین آسکتا ہی تفسیر کلبی وغیرہ مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہی کہ قابیل بن آدم کی اولاد مین سے کئی نیک آدمی مر گئے جنکی وفات کا صدمہ انکے رشتہ دارون اور معتقدونکو بہت کچھ ہوا شیطان کے بہکانے سے پہلے پہل تو بنی قابیل کے لوگون نے ان نیک شخصونکی پتھر کی مورتین اس خیال سے بنائین تہین کہ کہ اون لوگونکی صورتون کے آنکھونکے سامنے رہنے سے انکی وفات کا صدمہ کم ہو جاوے پھر رفتہ رفتہ اون صورتون کی پوجا ہونے لگی اس بت پرستی کو رفع دفع کرنیکے لئے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام اور انکے بعد حضرت نوح علیہ السلام نبی ہو کر آئے اور مدت تک اس بت پرست قوم کو نصیحت کرتے رہے لیکن اس قوم نے دونو نبیونکی نصیحت کو نہ مانا آخر یہ قوم طوفان سے ہلاک ہو گئی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ روایت صحیح بخاری مین بھی مختصر طور پر ہی جس سے تفسیر کلبی وغیرہ کی روایتونکی پوری تائید ہوتی ہے سورۃ الشعرا مین آویگا کہ حضرت نوح علیہ السلام جب قوم کے لوگونکو بت پرستی کے چھوڑنے کی نصیحت کرتے تھے تو وہ حضرت نوح کو

پتھرون سے کچل ڈلنے کی دہمکی دیا کرتے تھے اور پھر حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم اور تمہارے بت ملکر کچھہ بدسلوکی میرے ساتھہ کر سکتے ہو تو اسکے پورا کرنے مین تم لوگ کمی نہ کرو جو کچھہ کرنا ہو وہ بلاشک و شبہ کر گذرو مجھے اس کا کچھہ خوف نہین مین تو اللہ تعالی کی مدد کے بھروسے پر نصیحت کے فرض کو ضرور ادا کرون گا۔

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ

پھر اگر ہٹ جاؤ گے تو مین نے نہین چاہی تم سے مزدوری میری مزدوری ہے اللہ پر اور مجکو حکم ہے کہ رہون

الْمُسْلِمِيْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا

حکم بردار پھر اوسکو جھٹلایا پھر ہمنے بچا دیا اوسکو اور جو اسکے ساتھہ تھے کشتی مین اور اونکو قائم کیا جگہ پر اور ڈبا دیے

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝

جو جھٹلاتے تھے ہماری باتین سو دیکھہ کیسی ہوئی عاقبت اونکی جنکو ڈرایا تھا

اس سے اوپر کی آیۃ مین بیان ہو چکا ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ان کفار عرب کو سناو کہ نوحؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ میرا یہان ٹھہرنا اور بت پرستی کی مذمت کا کرنا اگر تمہین گران گزرتا ہی تو تم اور تمہارے جھوٹے معبود سب اکٹھے ہو کر جو کچھہ میرے ساتھہ کرنا چاہو اسکے کرنے مین تامل نکرو اس آیہ مین فرمایا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ تم لوگ اگر کسی خرچ کے بارے ڈر کر میری نصیحت سے منھہ موڑتے ہو تو مین اسکی مزدوری تم سے کچھہ نہیں چاہتا اس کا اجر تو خدا ہی دیگا اور مجھے تو یہی حکم ہی کہ مین مسلمان رہون اور تمکو بھی اسیطرح کی نصیحت کرتا رہون مگر اوس قوم کو ایمان نہ لانا تھا نہ لائی حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلائے گئی پھر تو وہ طوفان آیا کہ پہاڑون سے بھی کہین اونچا پانی ہو گیا حضرت نوحؑ معہ اسّی آدمی چالیس مرد اور چالیس عورتون کے کشتی مین بیٹھے رہے انکو خدا نے پناہ مین رکھا باقی سب ڈوب کر ہلاک ہو گئے خدا نے اونکی جگہ اون چالیس آدمیونکو بسایا جنکی نسل سے اب تک دنیا آباد ہے تفسیر مقاتل مین ہی کہ کشتی سے اوترنے کے بعد ان چالیس مرد اور چالیس عورتونکا موصل کی سرزمین مین ایک گاؤن ہے جسکا نام ثمانین ہی جسکے معنے اسّی آدمیون کے گاؤن کے ہین اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے فرمایا دیکھو کیا نتیجہ ہوا انکا جنکو خدا کا خوف تھا وہی بچے اور جھٹلانے والے جان سلامت نہ لے جاسکے مصنف ابن شیبہ مستدرک حاکم تفسیر ابن ابی حاتم مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہی کہ چالیس برس کی عمر مین نوح علیہ السلام کو نبوت ہوئی اور پھر ساڑہے نو سو برس تک قوم کے لوگونکو وہ وعظ نصیحت کرتے رہے جب قوم کے لوگ راہ راست پر نہ آئے تو طوفان آیا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح اور ذہبی نے اس صحت کو مان لیا ہی صحیح بخاری مسلم ترمذی نسائی اور ابن ماجہ مین ابو موسی اشعریؓ سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے اللہ تعالی نافرمان لوگونکو راہ راست پر آنے کے لئے مہلت دیتا ہی اور جب وہ لوگ اس مہلت مین راہ راست پر نہین آتے تو پھر ان لوگو پر ایسا عذاب نازل فرماتا ہی جس سے وہ کسی طرح نجات نہیں پا سکتے ان حدیثون اور آیتون کو ملا کر آیتونکی تفسیر کا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالی نے قوم نوح کو کافی مہلت دی اور جب وہ لوگ اس مہلت مین راہ راست پر نہ آئے تو اون پر طوفان کا عذاب نازل فرمایا اس طرح اس زمانہ کی عمر کے موافق پہلے مشرکین مکہ کو مہلت دی گئی

منزل ۳

اور پھر بدر کی لڑائی میں اون کی گرفت فرمائی ۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا

پھر بھیجے ہمنے اوسکے پیچھے کتنے رسول اپنی اپنی قوم کی طرف پھر لائے ان پاس کھلی نشانیاں سو ہرگز نہ ہوئے کہ یقین لاوین

بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ○

جو بات جھٹلا چکے پہلے سے اسی طرح ہم مہر کرتے ہیں دلون پر زیادتی والون کے

حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق حضرت نوح حضرت آدم علیہ السلام کے دس قرن کے بعد ہوئے ہیں ان دس قرن تک سب کے سب مسلمان تھے پھر آہستہ آہستہ بت پرستی پھیلنے لگی تو اللہ پاک نے نوح علیہ السلام کو رسول بناکر لوگونکی ہدایت کو بھیجا پھر انکے بعد لگاتار انبیا اور رسول آتے گئے پھر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی اسیلئے اللہ پاک نے پہلے حضرت نوح کے قصہ کو بیان کرکے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کے بعد اللہ تعالی نے اور رسولون کو بھیجا اور وہ طرح طرح کے معجزے خدا کی طرف سے لیکر آتے گئے مگر قوم کے لوگ بدستور اپنی خیال پر جمے رہے اور رسولونکو جھٹلاتے رہے اسیلئے اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی کے موافق ان کے دلونپر مہر لگادی کہ یہ جانتے اور انکا کام یہ اپنی زیادتی اور گمراہی سے باز نہین آنے ولے اور آخر علم الہی کے موافق طرح طرح کے عذابون سے ہلاک ہوجانا انکی سزا ہی مسند بزار اور مستدرک حاکم مین ابوسعید خدری سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسی علیہ السلام کے بعد کوئی قوم عام عذاب سے ہلاک نہیں ہوئی حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی اس آیۃ میں اون رسولون کے نام نہین تبلائے گئے جو حضرت نوح کے بعد آئے مگر اور آیتون سے معلوم ہوتا ہی کہ نوح علیہ السلام اور موسی علیہ السلام کے مابین کے انبیا حضرت ہود و صالح و ابراہیم و لوط و شعیب علیہ السلام ہیں ۔ صحیح ابن حبان میں ابوامامہ سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک دس قرن گذرے ہیں ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی حضرت عبداللہ بن عباس کا قول دس قرن کا جو اوپر گزرا اس حدیث سے اوسکی پوری تائید ہوتی ہی تفسیر ابن جریر مین ان دس قرن کی مدت ایک سو چھبیس ۱۲۶ برس کی تبلائی گئی ہی قرن کے معنے ایک زمانہ کے جھتے کے ہیں مسند امام احمد کے حوالہ سے ابوذر کی معتبر حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ان مین صاحب کتاب رسول تین سو پندرہ ہیں معتبر سند سے ترمذی مین ابوسعید خدری سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کچھ فخر کے طور پر نہیں کہتا ہون لیکن حقیقت حال یہ ہی کہ مین سب اولاد آدم کا سردار ہون اگرچہ اس حدیث سے اور اس قسم کی اور حدیثون سے سلف کا یہ اعتقاد ہی کہ نبی آخرالزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیا ہیں لیکن صحیح بخاری مسلم وغیرہ کی صحیح روایتون میں آپنے امت کو اس بحث سے روکا ہی تاکہ رفتہ رفتہ اور انبیا کی کسر شان نہو ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ کثرت گناہ ہونسے آدمی کے دلپر زنگ چھا جاتا ہی جسکے سبب سے نیک بات اسکی دلپر اثر نہیں کرتی نافرمان لوگونکے دلپر مہر لگ جانے کا ذکر جو آیۃ میں ہی یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے ۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ وَهَٰرُونَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَإِيْهِ بِآيَاتِنَا فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ ۝
پھر بھیجا ہمنے اونکے پیچھے موسے اور ہارون کو فرعون اور اوسکے سردارون پاس اپنی نشانیان دیکر پھر تکبر کرنے لگے اور وہ لوگ تھے گنہگار

پھر اُن رسولون کے پیچھے جو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت شعیب تک آئے تھے اللہ تعالیٰ نے موسےٰ علیہ السلام اور اُنکے ساتھ ہارون علیہ السلام کو اونکا وزیر بناکر بھیجا موسےٰ علیہ السلام کا قصہ بہت سی جگہ قرآن پاک مین ذکر کیا گیا ہی یہ بڑا عجیب قصہ ہی اللہ تعالیٰ نے موسےٰ کو فرعون کی گود مین پرورش کیا اور جب جوان ہوگئے تو ایک فرعونی شخص کا خون اُنکے ہاتھ سے ہو جانے سے وہ وہانسے باہر نکلے پھر خدا نے اُنسے باتین کین اور رسول بناکر فرعون اور اُسکے گروہ کی طرف بھیجا اُسوقت موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ سوائے ہارون علیہ السلام کے جنکو خدا نے موسےٰ علیہ السلام کا وزیر بنا دیا تھا اور کوئی نہ تھا موسےٰ علیہ السلام کے پاس اگرچہ نو معجزے ایسے تھے جن سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ بغیر مدد خدا کے ایسی نشانی کوئی لا نہیں سکتا مگر فرعون اور اُسکے ہمراہیون نے سرکشی کو نہین چھوڑا یہ قصہ سورہ طہٰ اور سورہ قصص مین تفصیل سے آویگا۔ صحیح بخاری مسلم وغیرہ مین چند صحابہ سے معراج کی جو روایتین ہین اون مین یہ ہی کہ پہلے پہل امت محمدیہ پر پچاس نمازین فرض ہوئی تہین پھر حضرت موسے علیہ السلام کے مشورہ کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے ان پچاس نمازون مین تخفیف ہوجانیکی التجا کی اور آخر کو یہ پانچ نمازین باقی رہین حضرت موسے علیہ السلام کا یہ ایک بڑا احسان امت محمدیہ پر حضرت موسےٰ علیہ السلام کے قصہ مین ہی جس کا ذکر اس صحیح حدیث مین آیا ہی۔

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا إِنَّ هَٰذَا لَسِحْرٌ مُبِينٌ ۝ قَالَ مُوسَىٰ أَتَقُولُونَ
پھر جب آئی اونکو سچی بات ہمارے پاس سے کہنے لگے یہ تو جادو ہے صریح کہا موسے نے تم یہ کہتے ہو تحقیق

لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ ۖ أَسِحْرٌ هَٰذَا وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُونَ ۝ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا
بات کو جب وہ پہنچے تم پاس کیا جادو ہے یہ اور چھٹکارا نہیں پاتے جادو کرنے والے بولے کیا تو آیا ہے کہ ہمکو پھیر دے اوس راہ سے

عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ ۝ وَقَالَ
جسپر پایا ہمنے اپنے باپ دادونکو اور تم دونون کی سرداری ہووے اس ملک مین اور ہم نہین تم کو ماننے والے اور بولا

فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ
فرعون کہ لاؤ میرے پاس جو جادوگر ہو پڑھا پھر جب آئے جادوگر کہا اونکو موسےٰ نے ڈالو جو تم

مُلْقُونَ ۝ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ
ڈالتے ہو پھر جب اونہون نے ڈالا موسی بولا کہ جو تم لائے ہو سو جادو ہے اب اللہ اوسکو بگاڑتا ہی اللہ نہین

لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝
سنوارتا شریرون کے کام اور اللہ سچ کرتا ہی سچ کو اپنے حکم سے اور پڑے برا مانین گنہگار

جس طرح اکثر منکر لوگون نے پیغمبرون کے معجزونکو جادو اور پیغمبرونکو جادوگر بتلایا ہی فرعون اور اوسکے ساتھیون نے بھی حضرت موسے

منزل ٣

ع ۸ / ۱۲ / ۱۳

کے عصا اور ید بیضا کو دیکھکر جادو کہا فرعون کے زمانہ مین جادو کا بڑا چرچہ اور زور تھا فرعون کی طرفسے بہت سے جادوگر جاگیرین
پاتے تھے اور مصر کے اطراف میں اپنی جاگیرات مین رہتے تھے حضرت موسیٰ نے فرعون کو اسلئے یہی جواب دیا کہ تائید آسمانی اور
معجزہ نبوی کو اگر تو سمجھتا ہی تو اپنے بڑے بڑے جادوگرون کو بلا کر مجھسے مقابلہ کرالے اور دیکھلے کہ تائید آسمانی کے مقابلہ مین جادو
کبھی سرسبز نہ ہوگا آخر فرعون نے اپنے جادوگر بلوالئے اور فرعون کی سالگرہ کا دن جو بڑے اسکے دربار کا دن تہا مقابلہ کا دن قرار پایا
اور جنگل مین ہزارہا آدمی جمع ہوئے اور فرعون کے جادوگر آخر مقابلہ کی تاب نہ لاسکے حضرت موسیٰ کی نبوت پر ایمان لے آئے
فرعون کے ایمان لانے کے لئے اگرچہ یہ معجزہ کافی تھا مگر اسکے سر پر ازلی کمبختی سوار تھی آخر ایمان نہ لایا اور پھر بھی معجزہ کو جادو بتلاتا
رہا اور خواری اور ذلت سے ہلاک ہوا یہ قصہ تفصیل سے سورہ اعراف مین گذرچکا ہی اور سورہ طٰہٰ اور سورہ شعرا اور سورہ قصص
مین پھر آویگا اس قصہ مین بھی آنحضرت کی یہ تسکین اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہی کہ اگرچہ قریش معجزہ اور قرآن کو جادو اور ای نبی
تمکو جادوگر بتلارہے ہین لیکن بالآخر فرعون کے جادوگرونکی طرح اکثر ان مین کے قائل ہوکر اسلام لاوینگے اور فرعون کی طرح
جو سرکشی پر اڑے رہین گے ہلاک کردئے جاوینگے اللہ کا وعدہ سچا ہی تیرہ برس کی آنحضرت کی کوشش مین جس مکہ مین سو کے
اندر مسلمانونکی تعداد تھی دس برس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت آگیا تو سارا مکہ مسلمانون سے بھرگیا اور آج تک یہ ہدایت
کا اثر باقی ہی کہ سوا مسلمان کلمہ گو کے اور کوئی مکہ مین نظر نہیں آتا اور مشرکین مکہ مین سے جو لوگ مرتے دم تک راہ راست پر نہیں
آئے اونکا انجام بدر کی لڑائی مین جو ہوا وہ کچھہ تو بدر کی لڑائی کے قصہ مین گذرچکا اور کچھہ آگے آتا ہی غرض ہر کام کا اللہ کی طرفسے
وقت مقرر ہی وقت کا منتظر رہنا چاہیے گھبرانا نہیں چاہیے تفسیر ابو الشیخ اور تفسیر ابن ابی حاتم میں لیث بن ابی سلیم سے روایت ہی
کہ آیۃ ان اللہ سیبطلہ اور آیۃ فوقع الحق اور آیۃ ولا یفلح الساحر حیث اتی پانی پر پڑھکر وہ پانی جادو کے اثر والے شخص کے سر پر
ڈالا جاوے تو فوراً فائدہ ہوتا ہی۔ صحیح بخاری مین ابو طلحہ کے واسطے سے اور صحیح مسلم مین بغیر واسطہ کے انس بن مالک کی روایتین
ایک جگہ گذرچکی ہین جس مین یہ ہی کہ بدر کی لڑائی مین مشرکین مکہ کے بڑے بڑے سردار جو مارے گئے تھے اونکی لاشونپر کھڑے
ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو سچا پالیا۔ مطلب یہ ہی کہ قرآن شریف میں
جس عذاب آخرت کا وعدہ تھا اور اسکو تم لوگ جادوگرونکی باتونکی طرح جانتے تھے ابتو تم لوگون نے اس وعدہ کا ظہور آنکھونسے
دیکھہ لیا اب بھی تمہاری آنکھونپر وہی پردہ پڑا ہوا ہی جو دنیا مین تھا سورہ والطور کی آیۃ افسحر ہذا ام انتم لا تبصرون کا مطلب
بھی یہی ہی جو انس بن مالک کی حدیث کا ہی فرق اتنا ہی کہ حدیث مین قرآن کو جادو کہنے والے مشرکین مکہ کو اللہ کے رسول نے عذاب
قبر جتلایا اور قائل کیا ہی سورہ والطور کی آیۃ میں اللہ کے فرشتے تمام آسمانی کتابونکو جادو بتلانے ولے مشرکونکو دوزخ کا عذاب
گھڑی گھڑی جتلادین گے اور قائل کرینگے حاصل کلام یہ ہی کہ والطور کی آیۃ اور انس بن مالک کی حدیث کو ان آیتون کی تفسیر مین
بڑا دخل ہی جس سے آسمانی کتابون معجزون کو جادو اور اللہ کے رسولون کو جادوگر کہنے والونکا انجام اچھی طرح سمجھہ مین آجاتا ہی
معجزہ اور جادو مین یہ فرق ہی کہ معجزہ سے جو چیز ظہور مین آتی ہی وہ اصلی ہوتی ہی اور جادو سے جو چیز ظہور مین آتی ہے وہ

اصلی نہیں ہوتی اسواسطے جادو کے اثر کے ہزار ہا سانپ حضرت موسٰے علیہ السلام کے ایک معجزہ کے سانپ کا مقابلہ نکر سکے جن لیث ابن ابی سلیم تابعی کا ذکر اوپر گذرا یہ ابن جریج کے مرتبہ کے صدوق تابعی ہیں اگرچہ آخر عمر میں انکا حافظہ بگڑ گیا تھا لیکن ابن معین نے ان کو قابل اعتبار ٹھہرایا ہے ۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ

پہر کسی نے نہ مانا موسیٰ کو مگر کتنے لڑکون نے اوسکی قوم سے ڈرتے ہوئے فرعون سے اور اونکے سردارونسے کہ اونکو

وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

بچلانہ دین اور فرعون چڑھ رہا ہے ملک مین اور اوسنے ہاتھ چھوڑ رکھا ہے

آنحضرت کو اسبات کا بھی رنج رہتا تھا کہ نبی ہونے کے بعد تیرہ برس آپ مکہ میں رہے اور صرف کچھ کم سو آدمی مسلمان ہوئے آپ چاہتے تھے کہ اسلام جلدی جلدی زور پکڑے اور جھٹاپٹ مسلمانوں کی ایک بڑی سی جماعت قائم ہوجاوے اللہ تعالیٰ نے اس قصہ سے آپکی تسکین فرمائی کہ یہ کچھ رنج کرنیکی بات نہیں ہے منکروں کے دل بڑی مشکل سے پہرتے ہیں موسٰے علیہ السلام کا ایسا بڑا معجزہ قبطیوں نے دیکھا کہ جادوگر سب ہار گئے مگر قبطیوں میں سے چند ہی آدمی مسلمان ہوئے اگرچہ بعضے مفسرین نے آیۃ کے یہ معنے کئے ہیں کہ بنی اسرائیل میں سے تھوڑے لوگ مسلمان ہوئے اور حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ان ہی معنوں کو ترجیح دی ہے لیکن حافظ ابن کثیر کے نزدیک صحیح معنے یہی ہیں کہ آیۃ میں اسکی قوم سے فرعون کی قوم قبطی لوگ مراد ہیں قوم موسٰے مراد نہیں ہے کیونکہ بنی اسرائیل تو سوا قارون اور چند لڑکون کے اور سب مسلمان ہوگئے تھے پہر یہ بات کیونکر صحیح ہوسکتی ہے کہ بنی اسرائیل میں سے چند ہی شخص ایمان لائے جسطرح اس آیۃ سے آگے کی آیۃ میں توکل کا ذکر ہے اسی طرح قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عبادت کے ساتھ توکل کا اکثر ذکر فرمایا ہے جیسے ان کنتم اٰمنتم باللہ فعلیہ توکلوا اور ھو الرحمٰن اٰمنا بہ وعلیہ توکلنا اور فاعبدہ وتوکل علیہ اور ایاک نعبد و ایاک نستعین ابن ماجہ میں عمرو بن العاص کی روایۃ سے جو حدیث ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر یون فرمائی ہے کہ آدمی کے دل مین طرح طرح کے خیال سمائے رہتے ہیں جو اللہ پر توکل کرے وہ سب خیالوں پر غالب آسکتا ہے اور جو توکل نکریگا معلوم نہین کونسا خیال اسکو ڈبو دیگا اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن آیۃ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ سے اس حدیث کی پوری تائید ہوتی ہے حاصل معنے حدیث کے یہ ہوئے کہ جب تک دل مین اللہ پر بھروسہ نہین دل گویا ڈانوان ڈول ہے اور ڈانواں ڈول حالت کے ایمان اور عبادت کا کیا ٹھکانا ہے کیونکہ ڈانوان ڈول حالت کے ایمان والا شخص اعتقادی منافق ہے ڈانوان ڈول حالت کی عبادت والا شخص عملی منافق ہے - اعتقادی منافق وہ ہے جس کا اعتقاد احکام شرع پر پورا نہ ہو اور عملی منافق وہ ہے جسکے عمل احکام شرع کے موافق نہ ہون غرض اس ڈانوان ڈول حالت کو رفع فرمانے کی غرض سے نصیحت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عبادت کیساتھ جگہ جگہ توکل کا ذکر فرمایا ہے کہ ایمان اور عبادت خالص ہو اسیواسطے اہل توکل کا درجہ بھی بڑا ہے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم مین حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایۃ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن صاحب توکل

منزل ۳

لوگ ستر ہزار میری امت مین سے بلاحساب جنت مین داخل ہون گے یہ درجہ جسکو اللہ دیوے اوسکو ملتا ہی چنانچہ جس روز آپنے یہ حدیث بلاحساب جنت مین داخل ہونیکی فرمائی اوس روز ایک صحابی عکاشہ بن محصن نے کہا کہ حضرت میرے واسطے دعا کیجے کہ اللہ مجھکو اونمین سے کر دیوے آپنے دعا فرمائی پہر ایک صحابی سعد بن عمارہ نے کہا حضرت میرے لئے بھی دعا کیجے آپنے فرمایا ابتو عکاشہ بازی لے جاچکا۔ توکل کے معنے کسی پر بہروسہ رکہنے کے ہیں عبادت کے وقت اللہ پر بہروسہ رکہنے کا یہ مطلب ہے کہ آدمی عبادت کے وقت اللہ کو حاضر ناظر جانکر اور اوس عبادت کے ثواب کا بہروسہ اللہ کی ذات پر رکہکر عبادت کرے عقبیٰ کے ثواب اور دنیا کے دکہاوے دونون کو دل مین رکہکر ڈانواں ڈول نہو کہ ایسی عبادت رائگان ہی چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی کہ آدمی عبادت کرتے وقت یہ خیال کرے کہ وہ اللہ کو دیکھہ رہا ہی اگر یہ مرتبہ میسر آدے تو یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ اوسکو دیکھہ رہا ہی تکلیف کے وقت اللہ پر بہروسہ رکھنے کا یہ مطلب ہی کہ اس دنیا عالم اسباب مین اگر کوئی تدبیر رفع تکلیف کی کرے بھی تو رفع تکلیف کا اصل بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھے جیسا کہ صحیح مسلم مین جابرؓ کی حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مرض کی دوا ہی مگر دوا میں شفا کی تاثیر کا دینا اللہ تعالےٰ کے اختیار مین ہی لمن المسرفین کے ترجمہ میں شاہ صاحب نے یہ جو لکھا ہی کہ اوسنے ہاتھہ چھوڑ رکہا ہی اسکا مطلب یہ ہی کہ فرعون لوگو نپر طرح طرح کی دست درازی کرتا تھا چنانچہ جب اوسکو رانی بی بی آسیہ کے اسلام کا حال معلوم ہو گیا تو اوسنے چار میخین زمین میں گاڑکر آسیہ کے ہاتھہ پاؤن اون میخون سے باندہ دئے اور طرح طرح سے مار پیٹ کی جسکا ذکر معتبر سند سے بیہقی اور مسند ابویعلیٰ مین ابوہریرہؓ کی روایت سے ہے۔

منزل ۳

وَقَالَ مُوسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝ فَقَالُوْا

اور کہا موسے نے اے قوم اگر تم یقین لائے ہو اللہ پر تو اوسی پر بہروسا کرو اگر ہو تم حکم بردار تب بولے

عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ہمنے اللہ پر بہروسا کیا اے رب ہمارے نہ آزما ہمپر زور اس ظالم قوم کا اور چہڑا ہمکو اپنے مہر کر کر اس منکر قوم سے

موسےٰ علیہ السلام نے اون لوگونسے جو ایمان لاچکے تھے یہ کہا کہ جب تم ایمان لاچکے اور مسلمان ہوگئے تو اب خدا ہی پر بہروسہ کرو اور فرعون اور اوسکے گروہ کا کوئی خوف نکرو اون لوگون نے کہا کہ ہاں ہمنے خدا پر بہروسہ کر لیا اور پھر خدا سے دعا کی کہ اے خدا ہمکو اس ظالم قوم کے فتنہ سے بچا ہوا اور انکو ہمپر فتحیاب نہ کیجیو نہین تو فرعون اور اوسکی ساری قوم یہی کہیں گے کہ ہم ہی حق پر ہین اور ایسی باتین دلمین سوچکر اور زبانسے کہکر یہ لوگ فتنہ مین پڑین گے مجاہد رحمہ اللہ کا یہی قول ہی کہ اون لوگون نے یہی دعا کی تہی کہ یا اللہ تو انکو ہمپر غلبہ ندے اور اپنی رحمت سے اس ظالم قوم کے ظلم سے بچا کیونکہ ہم تجہپر ایمان لاچکے ہیں اور تجہی پر بہروسہ کئے ہوئے بیٹھے ہیں جس طرح حکم برداری کیلئے توکل ضرور ہی اسی طرح توکل کے لئے صبر لازم ہی کیونکہ بے صبر آدمی حکم برداری کی تکلیفون پر قائم نہیں رہ سکتا اور نہ اون تکلیفون کے اجر کا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر رکھہ سکتا ہی اسی واسطے حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ایمان واسلام کے ساتھ صبر وتوکل دونون کا ذکر فرمایا اور یہی ترتیب قرآن شریف کی ہی چنانچہ اسکا ذکر اوپر

گذر چکا ہے ایمان اور اسلام کی تفسیر مین صحیح مسلم کی حضرت عمرؓ کی حدیث مشہور ہی کہ اللہ تعالی کی وحدانیت کا اُسکے فرشتون رسولون اور آسمانی کتابون کے موجود ہونے کا دلمین یقین رکہنا اسکو ایمان کہتے ہین اس دلی یقین کو ظاہر کرنے کے لئے زبان سے ان باتونکا اقرار کرنا اور ہاتھہ پیرون سے نماز روزہ حج زکوٰۃ ان ارکان اسلام کو بجالانا اسکو اسلام کہتے ہین ۔ نماز کے بجالانے مین مثلاً جاڑے کے موسم کا وضو روزہ مین مثلاً بھوک پیاس یہ تکلیف کی چیزین ہین ان تکلیفون پر صبر کرنا اور اس صبر کے اجر کا بھروسہ اللہ تعالی کی ذات پر رکہنا یہی صبر و توکل ہی جس کا ذکر اسلام کے ذکر کے ساتھہ آتا ہی اور اسی سبب سے صحیح روایتون مین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کو نصف ایمان فرمایا ہی ایمان و اسلام کی آیتون اور حدیثون مین قیامت کے یقین کا اسلئے ذکر آتا ہی کہ آدمی کو قیامت کے دن کی سزا و جزا کا جبتک پورا یقین نہو تو وہ عقبیٰ کی جزا کی امید پر کوئی نیک کام کر سکتا ہی نہ اُس دن کی سزا کے خوف سے بُرے کام کو چھوڑ سکتا ہے ۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ

اور حکم بہیجا ہمنے موسے کو اور اوسکے بہائی کو کہ ٹہیراؤ اپنی قوم کے واسطے مصر میں گہر اور بناؤ اپنے گہر

قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

قبلہ کی طرف اور قائم کرو نماز اور خوشخبری دے ایمان والون کو

جب فرعون اور اُسکے ہمراہیون پر عذاب آنیکا زمانہ قریب آیا تو اللہ تعالی نے حضرت موسےؑ اور اُنکے بھائی حضرت ہارون کو بذریعہ وحی کے یہ حکم دیا کہ تم اپنی قوم سمیت ان کفار سے علیحدہ ہو جاؤ اور الگ اپنا ایک محلہ بسالو اور گھرون کا رخ قبلہ کی طرف رکھو اس مین نماز پڑھا کرو تاکہ فرعون کے ظلم سے امن مین رہو نماز کا حکم اسواسطے ہوا تھا کہ کثرت سے نماز پڑھنے سے بلائین دفع ہوا کرتی ہین چنانچہ مسند امام احمد اور ابو داؤد مین حذیفہؓ کی ایک معتبر حدیث ہی کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر ایسا درپیش ہوتا جس سے آپ غمگین ہوا کرتے تو آپ نماز پڑھنے لگتے تھے اس آیۃ کے متعلق اس بات کا مفسرین میں اختلاف ہی کہ خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو گھر بنانیکا حکم دیا یا مسجد بنانیکا حضرت ابن عباسؓ کہتے ہین کہ مسجد کو فرمایا ہی اور مجاہد و قتادہؓ وغیرہ یہ کہتے ہین کہ گھر بنانیکا حکم ہوا کیونکہ لوگ پہلے عبادت خانہ مین جاکر عبادت کیا کرتے تھے جب اونکو خوف ہوا کہ فرعون کے زمرہ کے آدمی ہمین ایذا پہونچائینگے اور قتل کر ڈالینگے تو خدا کا یہ حکم ہوا کہ اپنا گھر قبلہ رخ بنالو وہین نماز پڑھا کرو اس معنے کو حافظ ابو جعفر ابن جریر نے ترجیح دی ہی قبلہ کے تعین مین بھی مفسرونکا اختلاف ہی بعضونکا قول یہ ہی کہ قبلہ بیت المقدس کو فرمایا جو یہود کا قبلہ ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ کعبہ مراد ہی کیونکہ حضرت آدمؑ کے بعد جتنے لوگ ہوئے سبکا قبلہ یہی کعبہ رہا ہی علاوہ اسکے سورہ بقر مین گذر چکا ہی کہ یہود کے قبلہ کا توراۃ مین اور نصاریٰ کے قبلہ کا انجیل مین ذکر نہیں ہی بلکہ دونون گروہ کا قبلہ انکے علما کا ٹھہرایا ہوا ہی اسلئے آسمانی حکم کا قبلہ بیت المقدس کو نہیں کہا جا سکتا پھر موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ مومنونکو اسکی خوشی سنا دو کہ آخرت میں تمہین اسکا اچھا اجر ملیگا کہ تم نے اللہ کے رسول کی نصیحت کو مان کر ہر طرح کی تکلیف پر صبر و توکل کا اقرار کیا اور ایمان و اسلام کے پابند ہوگئے ۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے معاذ بن جبلؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ اللہ کا حق بندونپر

منزل ۳

شرک سے بچنے کا ہی اور اس حق کے پورا ہو جانے کے بعد اللہ کا وعدہ مغفرت کا ہی یہ حدیث وبشر المومنین کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ حضرت موسیٰ کی نصیحت کے موافق بنی اسرائیل نے توحید کا اور شریعت موسوی کے احکام کی تعمیل کا اقرار جب کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق انکو نجات کی خوشخبری دی توراۃ کے نازل ہونے سے پہلے متفرق طور پر جو احکام نازل ہوئے تھے یہاں ان احکام کا ذکر ہی کیونکہ توراۃ فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد نازل ہوئی ہے۔

وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا

اور کہا موسیٰ نے اے رب ہمارے تو نے دی ہے فرعون کو اور اسکے سرداروں کو رونق اور مال دنیا کی زندگی میں اے رب اسواسطے کہ

عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ

بہکادیں تیری راہ سے اے رب مٹادے انکے مال اور سخت کر انکے دل کہ نہ ایمان لاویں جب تک دیکھیں دکھہ کی مار

فرعون کے ہلاک ہونے سے پہلے اسکی اور اسکے ساتھیوں کی سرکشی پر حضرت موسےٰ کو غصہ آیا اور حضرت موسےٰ نے خیال کیا کہ ان لوگوں کی سرکشی کا بڑا اسباب انکا مال و متاع ہی کہ مالداری اور عیش و آرام کے غرور میں یہ لوگ خود بھی نصیحت نہیں سنتے اور اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اوسوقت حضرت موسےٰ نے اس غصہ کے خیال میں دعا مانگی اور حضرت ہارون آمین کہتے گئے دعا کا حاصل یہ ہی کہ یا اللہ ان لوگوں کو تو نے مال و متاع جو دیا ہی وہ ان سے چھین لے کس لئے کہ انکا یہ مال انکے خود گمراہ ہونے اور اوروں کو گمراہ کرنے کا سبب ہے اور اس مال کے چھین لینے کے بعد انکو ایسا فاقہ مست بنادے کہ بغیر مال کے بھی انکا وہی غرور اور سرکشی باقی رہی اور اس غرور اور سرکشی کے سبب سے جھٹ پٹ انپر تیرا عذاب نازل ہو خدا کی پناہ نبی کی بددعا تھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی تمام خزانے اور کھیت پتھر ہو گئے چنانچہ عمر بن عبد العزیز نے اس زمانہ کا کچھ روپیہ اور غلہ بہم پہونچایا تھا بالکل پتھر کا تھا اس بددعا کے ایک چلہ کے بعد پھر فرعون ہلاک ہو گیا اس بددعا کے اثر میں اس طرح کی سخت وبا مصر میں پھیلی کہ قبطی بدحواس ہوگئے مصلحت الٰہی سے بنی اسرائیل کا محلہ جو الگ بس گیا تھا اوس محلہ کو اللہ تعالیٰ نے اس وبا سے محفوظ رکھا پہلے سے بنی اسرائیل کو تیار رہنے کا حکم تھا اسلئے سفر کا حکم ہوتے ہی رات کو مصر سے نکلے قلزم دریا تک پہونچے تھے کہ فرعون نے کئی لاکھ فوج سے پیچھا کیا آخر بنی اسرائیل کو تو قلزم نے اللہ کے حکم سے راستہ دیا اور فرعون مع اپنی فوج کے غرق ہو گیا زیادہ تفصیل اس قصہ کی سورہ شعراء میں آویگی عین عذاب کے وقت کا ایمان اور ایسے وقت کی توبہ قبول نہیں اسواسطے غوطہ کھانے کے بعد فرعون نے جو ایمان کا اقرار کیا وہ نامقبول ہوا بنی اسرائیل کے جی میں فرعون کی ہیبت بہت تھی کیونکہ مدت تک فرعون کے ہاتھ سے وہ طرح طرح کے عذاب پاتے رہے تھے اسواسطے ایکایک فرعون کے اس طرح کی بیکسی سے مرنے کا یقین بنی اسرائیل کو نہ آتا انکے یقین دلانے کے لئے اللہ کے حکم سے پانی نے فرعون کی لاش کو ایک کنارہ پر پھینک دیا پھر سبکو فرعون کی لاش دیکھکر اسکے مرنے کا یقین ہو گیا چنانچہ یہ ذکر آگے آتا ہی معتبر سند سے مسند امام احمد اور ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے جو روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ غوطے کھاتے کھاتے فرعون نے جو ایمان لانیکا اقرار

اس کا حال آگے کی آیۃ مین آتا ہی قتادہ کا قول ہی کہ حضرت موسیٰؑ کی بد دعا کا یہ اثر ہوا کہ فرعون کا سارا مال اور دولت کہانیکی چیزین تک تپہر ہو گئین تہین چنانچہ عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک تہیلی فرعون کے وقت کی تہی اونہون نے جب آیۃ کو سنا تو تہیلی منگا کر دیکہی تو اسمین سے کچھ انڈے اور چنے نکلے توڑ کر دیکہا گیا تو واقعی تپہر ہو گئے تہے صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہؓ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ دنیا مین جو کچھ ہونے والا تہا اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے وہ سب اللہ تعالی نے لوح محفوظ مین لکہہ لیا ہی صحیح بخاری و مسلم وغیرہ مین ابو ہریرہؓ سے روایۃ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے اثر مین جلدی کرنے سے منع فرمایا ہی آیۃ کے ٹکڑے فاستقیما ولا تتبعان سبیل الذین لا یعلمون کی یہ حدیثین گویا تفسیر ہین کیونکہ آیۃ اور حدیثون کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہی کہ انتظام الٰہی مین ہر کام کا وقت دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے مقرر ہو چکا ہی اسلئے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو یہ ہدایت فرمائی گئی ہی کہ وقت مقررہ کے آجانے سے تمہاری دعا قبول تو ہو گئی لیکن اُسکا ظہور اپنے وقت مقررہ پر ہوگا انجان آدمی کی طرح وقت مقررہ سے پہلے اس ظہور کی جلدی کرو نہ ظہور مین دیر ہونے کے سبب سے نبوت کے فرض منصب وعظ نصیحت مین کچھ خلل جائز رکہو کیونکہ دعا کے اثر مین جلدی کا کرنا انتظام الٰہی کے برخلاف اور مرضی الٰہی مین ایک طرح کی بیجا مداخلت ہی اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہی چنانچہ وقت مقررہ پر اس وعدہ اور دعا کے اثر کا جو ظہور ہوا اوسکا ذکر آگے آتا ہی۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓی اِذَآ

اور پار کیا ہمنے بنی اسرائیل کو دریاے پہر پیچہے پڑا انکے فرعون اور اوسکا لشکر شرارت سے اور زیادتی سے

اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

جب تک کہ پہنچا اسپر دباو کہا یقین جانا مین نے کہ کوئی معبود نہین مگر جسپر یقین لائے بنی اسرائیل اور مین ہون حکم بردارون مین

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ

اب یہ کہنے لگا اور تو بیحکم رہا پہلے اور رہا بگاڑ والون مین سو آج بچا دینگے ہم تجکو تیرے بدن سے تو ہووے

لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝

تو اپنے پچہلونکو نشانی اور البتہ بہت لوگ ہماری قدرتون پر دہیان نہین کرتے

ان آیتو مین فرعون اور اُسکے رفیقونکی دریا مین ڈوبنے کی کیفیت بیان کی گئی ہی جب بنی اسرائیل موسی علیہ السلام کے ساتہ مصر سے نکلے جنکی تعداد چہہ لاکہہ تہی تو فرعون کو یہ خبر معلوم ہوئی اور اوسنے شہرون مین آدمی بہیج اور لشکر اکٹہا کر کے بنی اسرائیل کا پیچہا کیا بنی اسرائیل بحر قلزم کے کنارہ پر پہونچ چکے تہے فرعون کو لشکر سمیت آتے ہوئے دیکہکر بہت ہی خوف کرنے لگے جب فرعون بالکل قریب آگیا تو بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا کہ ان لوگونکے ہاتہہ سے کیونکر رہائی ہوگی موسیٰؑ نے فرمایا مجہے اسی راہ سے جانے کی ہدایت ہوئی ہی خدا خود رستہ بتلا دیگا جب وقت بالکل تنگ ہو گیا اور فرعون اور اُس کے

منزل ۳

ع ۹
۱۴

لشکر نے آگھیرا تو خدا تعالی نے موسی علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ عصا اوٹھا کر دریا پر مارو عصا مارنا تھا کہ بارہ راستے دریا میں نمودار ہو گئے ہوا نے خدا کے حکم سے زمین کو خشک کر دیا رستوں کے درمیان مین پانی پہاڑ کی طرح سخت ہو گیا اور بڑے بڑے سوراخ اوس مین پڑ گئے تاکہ ادہر کے آدمی اودہر کے آدمی کو دیکھکر اطمینان رکھین اور یہ گمان نکرین کہ کوئی ہلاک ہوا غرض کہ موسی اور انکے سب ساتہ کا لشکر دریا سے پار ہو گئے فرعون جب دریا کے کنارہ آیا تو ہول کھانے لگا فوراً جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا وہ گھوڑی پر سوار ہو کر فرعون کے سامنے سے نکلے فرعون کا گھوڑا ابھی گھوڑی دیکھکر پیچھے ہولیا اور دونون دریا مین گھس گئے جب فرعون کا کچھ قابو نہ چلا تو کہنے لگا کہ بنی اسرائیل ہمسے زیادہ دریا پر حق نہین رکھتے ہین کیا مین دریا سے پار نہین ہو سکتا پھر تو سب کے سب لشکے پیچھے دریا مین اتر گئے اوسوقت خدا کا حکم ہوا کہ دریا کا پانی جون کا تون ہو جائے دریا کا پانی برابر ہو گیا اور سب کے سب تہ و بالا ہو کر ہلاک ہو گئے جب فرعون ڈوبنے لگا تو کہا کہ مین بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لایا اور مین بھی مسلمان ہون خدا نے فرمایا اب ایمان لایا پہلے سے نہیں اب بھلا کیا فائدہ ہو سکتا ہی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب فرعون ڈوب گیا تو بعض لوگونکو فرعون کی موت میں شک ہوا کہ وہ نہیں ڈوبا بچ گیا اسلئے اللہ پاک نے دریا کو حکم دیا کہ اسکی لاش دریا کے باہر ٹیلہ پر پھینکدے جب لوگون نے اسکی لاش دیکھی تو یقین ہوا جیسا کہ خود اللہ جل شانہ نے فرمایا الیوم ننجیک ببدنک کہ آج اگر ہم نجات دین گے تو بغیر روح کے تیرے بدن کو نجات دینگے تاکہ جو دیکھے وہ عبرت پکڑے اور غفلت مین نہ پڑا رہے صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی روایۃ اور صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبادہؓ بن الصامت کی روایۃ اوپر گذر چکی ہی کہ جب موت کے فرشتے نظر آنے لگتے ہیں تو ایسے مجبوری کے وقت کی فرمانبرداری داخل فرمانبرداری نہین ہی یہ حدیثین آلآن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہی کہ انتظام الٰہی کے موافق دنیا نیک و بد کے امتحان کیلئے پیدا ہوئی ہی مجبوری کی حالت مین یہ امتحان کا موقع باقی نہیں رہتا اسواسطے اللہ تعالی نے فرعون کی بیوقت کی فرمانبرداری کا یہ جواب دیا کہ ایسے وقت کی فرمانبرداری نامقبول ہی اس آخری وقت پر فرعون جیسے عمر بھر کے نافرمان شخص نے جو فرمانبرداری کا اقرار کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسکے اس اقرار کو بر خلاف انتظام الٰہی سمجھکر فرعون کے منہہ مین قلزم کی کیچڑ ٹھونس دی مسند امام احمد اور ترمذی کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی معتبر روایۃ اس باب مین اوپر گذر چکی ہی اور اس روایۃ پر امام فخر الدین رازی نے جو اعتراض کیا ہی اس کا جواب بھی اوپر گذر چکا ہی اس آیۃ سے بھی امام فخر الدین رازی کے اعتراض کا یہ جواب نکل سکتا ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو کچھ کیا وہ حکم الٰہی اور انتظام کے موافق تھا اسلئے اوسپر کوئی اعتراض کا محل نہیں ہی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایۃ پر یہ جو اعتراض ہی کہ اسکی سند مین ایک راوی علی بن زید کو یحیی بن معین وغیرہ نے ضعیف کہا ہی اس کا جواب بھی علما نے دیدیا ہی کہ ترمذی کی دوسری سند مین علی بن زید نہیں ہی بلکہ شعبہ کی عدی بن ثابت والی سند شرط بخاری کے موافق صحیح ہے۔

منزل ۳

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ فَمَا اخْتَلَفُوا

اور جگہ دی ہمنے بنی اسرائیل کو پوری جگہ دینی اور کھانے کو دین ستھری چیزین سو وہ پھوٹے نہین

حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

جبتک آپکی آنکو خبر اب تیرا رب اُنمین فیصلہ کریگا قیامت کے دن جبات مین وہ پھوٹ رہے تھے

فرعون کے غرق ہونیکے بعد تمام ملک مصر بنی اسرائیل کے قبضہ مین آگیا مگر بنی اسرائیل کو مصر مین رہنے کا اتفاق اس سبب سے کم ہوا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی رہنے کی جگہ ملک شام عمالقہ قوم کے قبضہ مین جو چلا گیا تہا بنی اسرائیل کو فرعون سے جب نجات مل چکی تو حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر ملک شام فتح کرین لیکن شام کے ملک کے قریب آنکر بنی اسرائیل نے عمالقہ کی قوت جو سنی تو عمالقہ کی لڑائی سے انکار کیا چالیس برس تک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک جنگل میں اس جرم کی سزا مین قید رکہا جس کا ذکر سورہ مائدہ مین آچکا پہلے حضرت ہارونؑ کا پہر حضرت موسیٰ کا اس جنگل مین انتقال ہوا جتنے بنی اسرائیل نے لڑائی سے انکار کیا تہا جب وہ اسی جنگل مین مر کہپ گئے اور اُنکی اولاد لڑنے کے قابل ہوئی اور قید کی میعاد جو اللہ تعالیٰ نے ٹہرائی تہی وہ گذر چکی تو حضرت یوشع کے ہاتھ پر ملک شام فتح ہوا اور تمام ملک شام بنی اسرائیل کے قبضہ مین مدت تک رہا جب بنی اسرائیل نے طرح طرح کی سرکشی شروع کی تو بخت نصر بابلی نے آنکر اُنکو خوب مارا اور ملک شام اُنسے چہین لیا اسکے بعد پہر دوبارہ ملک اُنکے ہاتھ آگیا پہر بادشاہان یونان نے جو بت پرست تھے ملک شام پر قبضہ کر لیا اسی زمانہ مین حضرت عیسےٰ پیدا اور نبی ہوئے یہود نے شاہان یونان کو حضرت عیسیٰ کی طرف سے بہکایا کہ یہ شخص شاہی رعیت کا مذہب خراب کرتا ہی اُسوقت کے یونان کے بادشاہ نے کچھہ فوج حضرت عیسیٰ کے پکڑنے اور شہید کرنے پر مامور کی اور یہود بہی اون حضرت عیسیٰ کے مخالف لوگونکی مدد کیلئے اُنکے ساتہ ہوئے حضرت عیسیٰ کو تو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اوٹہا لیا اور حواریون میں سے ایک شخص پر حضرت عیسیٰ کی شباہت ڈالدی ان مخالف لوگون نے اُسکو حضرت عیسیٰ تصور کر کے سولی پر چڑہا دیا اسکے بعد سو برس کے قریب تک حضرت عیسیٰ کا دین کسی قدر زمین پر قائم رہا مگر اس زمانہ کا دین اصلی دین عیسوی تہا نہ اُس زمانہ کے عیسائی گرجاؤن مین تصویرین بناتے تھے نہ صلیب کی پرستش کرتے تھے نہ حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے نہ تثلیث کے قائل تھے نہ مشرق کی طرف نماز پڑہتے تھے نہ شراب و سور کو حلال گنتے تھے اب یونان کا ایک بادشاہ جس کا نام قسطنطین تہا جسنے اپنے نام پر شہر قسطنطنیہ بسایا ہی عیسائی ہوا یہ شخص عیسائی ہونے سے پہلے بڑا دہریہ تہا مورخون نے لکھا ہی کہ یہ شخص حیلہ کے طور پر دین عیسائی بگاڑنے کی نیت سے ظاہر مین عیسائی ہوا تہا غرض اسنے عیسائی ہوتے ہی آسمانی کتابون کے عمل کا رواج کم کر دیا عقلی قانون کی کتابین بنوا کر اُنکو رواج دیا آج کی تاریخ تک جو جو خرابیان عیسائی مذہب مین نظر آتی ہین وہ اسی کی ہیں دنیا مین اوس تاریخ سے دین عیسائی کا زور تو ہوا مگر اوس غیر اصلی دین کا اصلی دین پر جو چند پادری اُس زمانہ مین تھے اُنکو بستیان چھوڑ کر جنگل مین رہنا پڑا ملک شام و روم رفتہ رفتہ سب عیسائیونکے قبضہ مین ہو گیا چنانچہ حضرت عمر کی خلافت تک بیت المقدس اور تمام ملک شام عیسائیون کے قبضہ مین تہا حضرت عمر کے زمانہ مین لڑائی ہو کر ملک شام مسلمانونکے قبضہ مین آیا غرض ایک مدت تک ملک شام بنی اسرائیل کے قبضہ مین جو رہا اُسکا ذکر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہی۔ سورہ بقر مین گذر چکا ہی کہ توراۃ مین نبی آخر الزمان کے اوصاف تفصیل سے موجود تھے اسلئے آپکے پیدا ہونے اور نبی ہونے سے پہلے یہود آپکو اسطرح پہچانتے

منزل

تھے جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے تھے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئے اور یہود نے قرآن کی وہ آیتین
بہی سنین جنمین توراۃ کی تصدیق موجود تھی تو یہ لوگ فقط اس دشمنی سے آپکی نبوت کے منکر ہو گئے کہ یہ نبی آخر الزمان بنی اسمعیل میں کیون
پیدا ہوئے ہماری قوم بنی اسرائیل مین کیون نہیں پیدا ہوئی اور اسی سبب سے ان مین پھوٹ پڑکر عبداللہ بن سلام اور انکے ساتھی توراۃ
راست پر آگئے اور باقی کے لوگ اپنے حال پر رہے اسی کا ذکر اللہ تعالی نے فما اختلفوا حتی جاءہم العلم سے اس آیۃ میں فرمایا ہی جسکا حاصل
یہ ہی کہ بخت نصر اور یونانی بادشاہون کے زمانہ کی شرارتون کے علاوہ ان لوگون نے یہ بھی ایک شرارت کی کہ جان بوجھکر نبی آخر الزمان
کی نبوت مین اختلاف ڈالدیا طبرانی کبیر اور اوسط مین حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کی صحیح حدیث ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو شخص علم دین کی کوئی بات لوگونسے چھپاویگا تو قیامت کے دن اُسکے منہہ مین آگ کی لگام دیجاویگی یہ حدیث آیۃ کے ٹکڑے ان ربک
یقضی بینہم یوم القیامۃ فیما کانوا فیہ یختلفون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ جن توراۃ کے علمانے جان بوجھکر نبی آخر الزمان
کے اوصاف کو چھپایا ہی قیامت کے دن اور عذاب کے علاوہ اُنکو یون بھی رسوا کیا جاویگا کہ اُنکے منہہ مین آگ کی لگام دیجاویگی
صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب
مین سے جو شخص شریعت موسوی اور عیسوی کا پورا پیرو رہا اور اب شریعت محمدی کی پیروی بھی اوس نے کی اوس کو قیامت
کے دن دوہرا اجر ملے گا۔ آیۃ میں جس پھوٹ اور قیامت کے دن اوس پھوٹ کے فیصلہ کا جو ذکر ہے اس حدیث سے اہل کتاب
کے اُس گروہ کے اُس دن کے فیصلہ کا حال اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہی جنہون نے پچھلی اور حال دونون شریعتون کی پیروی اختیار
کی ہے۔ عربی زبان مین کسی چیز کی جب تعریف کرنی منظور ہوتی ہے تو اُس چیز کے ساتھ صدق کا لفظ لگا دیتے ہین جیسے
قدم صدق مبوء صدق اس سے مطلب یہ ہوتا ہی کہ صدق دل سے یہ چیز اچھی شمار کی جاتی ہی سرزمین ملک شام ایک شاداب
جگہ ہی اسلیے اُسکو مبوء صدق اور وہان کے عمدہ میوون کو ستھری چیزین فرمایا۔

فَاِنْ كُنْتَ فِىْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ
سو اگر تو ہے شک مین اس چیز سے جو اتاری ہمنے تیری طرف تو پوچھ اونسے جو پڑھتے ہین کتاب تجسے آگے
لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بیشک آیا ہے تجکو حق تیرے رب سے سو مت ہو شبہ لانے والا اور مت ہو اُن مین جنہون نے جھٹلائین
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝
باتین اللہ کی پہر تو بھی ہو وے خراب جنپر ٹھیک آئی بات تیرے رب کی وہ نہ مانین گے
وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝
اگرچہ پہنچین اُنکو ساری نشانیان جب تک نہ دیکھین دکھہ کی مار

اوپر یہود کی پہوٹ کا حال تہا کہ اس پہوٹ مین بعضے اون مین سے راہ راست پر لگ گئے اور جان گئے کہ توراۃ مین جن نبی آخر الزمان

منزل ۳

اے رسول اللہ کے اگر تمہین اس مین کچہ شک ہو ان آیتوں مین فرمایا کہ اس ذکر کو پورا کرنے کے لئے
کے اوصاف ہین بلا شک یہ وہی نبی ہین
کہ آیا تمہارے اوصاف تفصیل سے توراۃ مین ہین یا نہیں تو تم اون لوگون سے دریافت کرلو جو اگلے رسولون کی کتابین دیکھے ہوئے
ہین کیونکہ جو اہل کتاب تم پر ایمان لاچکے ہین جیسے عبد اللہ بن سلام وہ اب کوئی بات چھپانے کے نہین حضرت عبد اللہ بن عباس
نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ نہ مین شک کرتا ہون اور نہ مجھے پوچھنے کی ضرورت ہے پھر اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اے
رسول اللہ کے جو لوگ خدا کی نشانیونکو جھٹلاتے ہین تم انسے الگ تھلگ رہو یہ لوگ کبھی ایمان نہیں لائین گے انپر خدا کی بات پوری
اتری جو خدا نے ابلیس سے کہی تھی کہ تجہ سے اور تیرے ساتھیونسے دوزخ کو بھر دونگا یہ اسوقت زبان سے ایمان کا لفظ نکالین گے
جب عذاب آتے ہوئے دیکھیں گے مگر اوسوقت کے ایمان سے انکو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ مین تین طرح کے لوگ تھے کچہ تو پکے مسلمان تھے اور کچہ پکے منکر اسلام اور کچہ لوگ شک کی حالت مین تھے اور عرب کے
بت پرست لوگونکو علماء یہود کے قول کا بڑا اعتبار تھا اسلئے اہل عرب مین جو بت پرست لوگ اسلام کی جانب سے شک کی حالت مین
تھے اللہ تعالی نے انکے راہ راست پر لانے کا یہ راستہ نکالا کہ بطور فرض اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر یہ فرمایا اے رسول اللہ کے
اگر تمہین اس مین کچہ شک ہو کہ آیا تمہارے اوصاف تفصیل سے توراۃ مین ہین یا نہیں تو تم اہل کتاب مین کے اون لوگون سے
اس حال کو دریافت کرلو جو راہ راست پر آچکے ہین مطلب اس فرضی خطاب سے یہی ہے کہ جس صاحب شک گروہ کا ذکر اوپر
گذرا اگر وہ چاہین تو اہل کتاب سے پوچہ کر اپنا شک رفع کرلین پھر فرمایا کہ علم الٰہی مین جو لوگ گمراہ ٹھہر چکے ہین وہ اس راستہ سے بھی
بے بہرہ رہین گے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ راستہ امت کے خاص گروہ کے لئے نکالا گیا ہے اور یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو
ازلی گمراہ نہیں ہین فقط اون ہی لوگون کو یہ راستہ مفید ہوگا الغرض یہ فرضی خطاب ایسا ہی ہے جیسا سورۃ الزمر مین لئن
اشرکت لیحبطن عملک مین ہے کہ ظاہر مین خطاب تو نبی کو ہے اور حقیقت مین مشرک لوگونکو شرک کی یہ مذمت جتلائی گئی ہے کہ اگر کوئی
نبی بھی شرک کرے تو اسکے سب عمل اکارت ہوجاوین پھر کسی دوسرے کی کیا اصل ہے صحیح بخاری و مسلم مین ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے
جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعضے لوگون کے دل مین شیطان یہ شک ڈالتا ہے کہ سب چیزین تو اللہ نے پیدا کین
پھر اللہ کو کسنے پیدا کیا ایسے شک کے وقت آدمی کو یہ کہدینا چاہیئے کہ مین اللہ کے خالق ہونے اور اسکے رسولون کے سچے ہونے پر
ایمان لایا صحیح مسلم مین عثمانؓ بن ابی العاص سے روایۃ ہے جس مین عثمان کہتے ہین شیطان اکثر طرح طرح کے شک میری نماز مین
ڈالدیا کرتا تھا مین نے اسکی شکایت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو آپنے فرمایا ایسے وقت پر تم اعوذ باللہ پڑھا کرو اور بائین
طرف تین دفعہ تھوک دیا کرو عثمان کہتے ہین جب سے مینے اللہ کے رسول کی نصیحت پر عمل کیا اوسوقت سے میری وہ شکایت جاتی رہی
صحیح مسلم مین عبد اللہؓ بن مسعود سے روایۃ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کے ساتہ ایک فرشتہ اور ایک شیطان
تعینات ہے فرشتہ نیک خیال آدمی کے دلمین ڈالتا رہتا ہے اور شیطان طرح طرح کے شک و شبہ آدمی کے دلمین ڈالتا رہتا ہے
صحابہ نے پوچھا کہ حضرت کیا آپکے ساتہ بھی شیطان تعینات ہے آپ نے فرمایا کہ ہان تعینات تو ہے لیکن اللہ تعالی کی یہ مدد ہے

منزل ۳

حق مین ہو کہ مین آسکے بدخیال اور شک وشبہ سے محفوظ ہون اوپر یہ جو گذرا کہ آیۃ مین شک کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو کی گئی ہو وہ فرضی طور پر ہے حقیقی طور پر نہیں ہو اسکی تائید ان صحیح حدیثون سے ہوتی ہو کیونکہ ان حدیثون کے موافق ہر طرحکا اعتقادی وعملی شک شیطان آدمی کے دل مین ڈالتا ہو جس سے اللہ کے رسول محفوظ ہین پھر آپکے دل مین کسی طرح کے شک کے پیدا ہونے کا کوئی موقع دنیا مین باقی نہین رہا۔ سورہ اعراف مین گذر چکا ہو کہ جب شیطان ملعون ٹھرایا جاکر آسمان سے اوتارا جانے لگا تو اوسنے بنی آدم کے بہکانے کی قسم کہائی اُسکے جواب مین فرمایا کہ جو کوئی تیرے بہکاوے مین آویگا وہ بھی تیرے ساتھ دوزخ مین جاویگا اسی کو یہان فرمایا کہ علم آلہی مین جو لوگ شیطان کے پیرو ٹھر چکے ہین وہ کسی نصیحت سے راہ راست پر نہ آوینگے اور آخر کو وعدہ آلہی کے موافق وہ دوزخ مین شیطان کے ساتھی ٹھرین گے۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا

سوکیون نہوئی کوئی بستی کہ یقین لاتی پھر کام آتا انکو یقین لانا مگر یونس کی قوم جب وہ یقین لائے کھولدیا ہمنے

عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝

انپر سے ذلت کا عذاب دنیا کے جیتے اور کام چلایا اونکا ایک وقت تک

اوپر ذکر تھا کہ یہ نافرمان لوگ جب تک آنکھون سے عذاب کو دیکھہ لیوین گے اُسوقت تک ایمان نہ لاوین گے اس آیۃ مین فرمایا کہ عذاب آتے ہوئے دیکھکر ایمان لانے سے کسی قوم کو کسی بستی مین عذاب سے رہائی نہیں ہوئی مگر یونس علیہ السلام کی قوم کو انکا پورا قصہ سورہ صافات مین آئیگا لیکن صحیح طور پر عبد اللہ بن مسعود کی روایۃ سے جو قصہ مسند امام احمد مصنف ابن ابی شیبہ مین ہو اسکا خلاصہ یہ ہو کہ یونس نے اپنی قوم کو ایمان لانے کو کہا اونھون نے انکار کیا اسلئے یونس علیہ السلام نے اُنسے کہا فلان روز تمپر عذاب آئیگا اور خود وہان سے نکلکر چلے گئے انکی قوم بغداد کی سرزمین شہر موصل کی ایک بستی نینوی میں رہتی تہی جب اُن لوگون نے دیکھا کہ کالے کالے ابر دہوئین کی طرح شہر کے چارون طرف چلے آرہے ہین تو یہ قوم توبے بنی کے ہو ہی چکی تھی یونس علیہ السلام چلے ہی گئے تھے یہ سب اکٹھے ہوکر میدان میں جمع ہوگئے بچون کو عورتون سے جدا کردیا اور اسی طرح چارپاؤن کے بچون سے چارپاؤن کو الگ الگ کردیا اور خدا سے عاجزی کرنے لگے اور خوب گڑگڑائے جس سے اللہ تعالی کو رحم آگیا اور اوسنے عذاب کو پھیر دیا حضرت عبد اللہ بن عباس کہتے ہین کہ اس قوم کے اور عذاب کے درمیان میں دو تہائی میل کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا بعضے مفسرون نے یہ بھی بیان کیا ہو کہ عاشوریکے دن جمعہ کے روز یہ عذاب آیا تھا عبد اللہ بن مسعود کی روایۃ مین یہ بھی ہو کہ یونس علیہ السلام کے زمانے مین جھوٹے شخص کی سزا قتل ٹھری ہوئی تہی اسلئے جب وقت مقررہ پر عذاب نہ آیا تو یونس علیہ السلام نے قتل کے اندیشہ سے بڑا سفر اختیار کیا اور ایک کشتی مین بیٹھے وہ کشتی نہ چلی حضرت یونس علیہ السلام نے اون کشتی والوں سے کہا کہ اس کشتی مین اپنے آقا سے بھاگا ہوا ایک غلام ہو جب تک اُسکو تم لوگ دریا مین نہ ڈالوگے اوسوقت تک یہ کشتی نہیں چلے گی اسپر اون لوگون نے قرعہ ڈالا اور تین دفعہ قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا آخر یونس علیہ السلام نے اپنے آپکو دریا مین ڈالدیا اور اونکو ایک مچھلی نگل گئی باقی قصہ

منزل ٣

کی روایتین سورہ والصافات مین اصل قصہ کی تفسیر مین آوین گین سورہ والصافات میں یہ بھی آویگا کہ مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد اس قوم کی ہدایت کیلئے حضرت یونس علیہ السلام پہر مامور ہوئے سورہ انبیا میں آویگا کہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کی برکت سے یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی مسند امام احمد ترمذی نسائی مستدرک حاکم مین سعد بن ابی وقاص سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یونس علیہ السلام کی اس دعا مین اسم اعظم ہے اسلئے اسکو پڑھکر جو دعا مانگی جاویگی وہ قبول ہوگی حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ○

اور اگر تیرا رب چاہتا یقین ہی لاتے جتنے لوگ زمین میں ہیں سارے تمام اب کیا تو زور کریگا لوگوں پر کہ ہوجاوین با ایمان

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ○

اور کسی جی کو نہین ملتا کہ یقین لاوے مگر اللہ کے حکم سے اور وہ ڈالتا ہے گندگی انپر جو نہیں بوجھے

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسبات کی حرص تہی کہ سارے لوگ مسلمان ہوجاوین اسپر اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ کیا تم زبردستی لوگوں کو مومن بنانا چاہتے ہو تمہین یہ نہیں معلوم کہ بغیر حکم خدا کے کوئی ایمان نہیں لا سکتا یہ بات غیر ممکن ہی کہ سب کے سب مومن ہوجاوین یہ خدا کی مشیت کے خلاف ہی اگر خدا چاہتا تو سارے جہان کو مومن بنا دیتا مگر اسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے جن لوگوں مین عقبیٰ کی بہبودی کے سمجھنے کا مادہ نہیں ہی خدا کی دلیلوں مین حجت نکالتے ہیں وہ کیونکر ایمان لا سکتے ہیں۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی یہ حدیث اوپر گذر چکی ہی کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ دنیا مین ہو رہا ہی اللہ تعالیٰ نے وہ سب لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی یہ حدیث ان دونوں آیتوں کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیتوں اور حدیث کو ملا کر یہ مطلب قرار پاتا ہی کہ اگر اللہ چاہتا تو مکہ کے یہ سارے مشرک بت پرست راہ راست پر آجاتے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ اس لئے منظور نہیں ہی کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے علم الٰہی کے موافق جہان اور سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا گیا ہی وہان یہ بھی لکھا گیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ان مشرکون مین سے کچھ لوگ قرآن کی نصیحت پر نہ دہیان کرین گے نہ راہ راست پر آوین گے بلکہ شرک کی حالت میں دنیا سے اوٹھ جاوینگے اور انکا ٹھکانا دوزخ ٹھہریگا اسواسطے کسی کو مجبور کرکے راہ راست پر لانے کا اللہ کا حکم نہیں ہی اور بغیر اللہ کے حکم کے نہ کوئی مجبور ہوسکتا ہی نہ راہ راست پر آسکتا ہی جس کے معنے اکثر مفسرین نے عذاب کے لئے ہین اور بعضوں نے شرک کی گندگی کے ترجمہ مین پچھلا قول لیا گیا ہی۔

قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ○

تو کہہ دیکھو تو کیا کچھ ہے آسمانوں مین اور زمین میں اور کچھ کام نہین آتین نشانیان اور ڈرانے والے ان لوگوں کو جو نہیں مانتے

فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ

سو اب کچھ راہ دیکھتے ہیں مگر انہی کے سے دن جو ہو چکے ہیں ان سے پہلے تو کہہ اب راہ دیکھو مین بھی تمہارے

ٱلْمُنتَظِرِينَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كَذَٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۝

ساتھ راہ دیکھتا ہون پھر ہم بچا دیتے ہین اپنے رسولونکو اور جو ایمان لائے اسی طرح ذمہ ہے ہمارا بچا دینگے ایمان والونکو

اوپر منکرین قیامت کی کم عقلی کا ذکر تھا ان آیتون میں اونکو عقل سے کام لینے پر آمادہ کیا اور فرمایا کہ اے رسول اللہ کے تم ان لوگون سے کہدو کہ زمین و آسمان مین کیا کچھہ نہیں ہے اگر تم لوگ غور اور فکر کرو تو بات بات سے سمجھہ لو کہ خدا کی خدائی مین تمہارے بتون کو کچھہ دخل نہیں چاند سورج دن کا ہونا رات کا ہونا اندھیری راتون مین ستارونکا نکلنا راتونکو سفر کرنیوالونکو کیسا مفید ہے کہ وہ ستارون کو دیکھکر سمت دریافت کر لیا کرتے ہین پھر بارش کا ہونا کھیتونکو سرسبز کرنا کیسا فائدہ مند ہے غرضکہ ہوشیار آدمی درختون کے پتہ تک سے خدا کی وحدانیت کا پتہ لگا لیتا ہے پھر فرمایا کہ یہ قدرت کی سب نشانیان اوسی کو بکار آمد ہین جو ایمان بھی لاوے اور جو ایمان لانے والے نہین ہین یہ نشانیان اونہین کیا فائدہ پہونچا ئینگی کیونکہ ان لوگونکو بھی اوسی روز بد کا انتظار ہے جیسے اگلے رسولونکی قوم کو تھا کہ اپنے رسول کو جھٹلاتے رہے اور آخر ایک روز اونپر عذاب آیا اور وہ اوس سے بچ نہ سکے اگر یہ بھی اسی کے منتظر ہین تو کہدو کہ کان اور آنکھین اوسی کی راہ اور آواز پر رکھو ہم بھی تمہارے ساتھہ بیٹھے انتظار کر رہے ہیں اور یہ یاد رکھو کہ خدا کا عذاب جب آتا ہے تو وہ اپنے رسول اور مومنونکو بچا لیتا ہے اور رسول کے جھٹلانے والونکو ہلاک کر دیتا ہے خدا نے اپنے ذمہ یہ بات ضروری ٹھہرائی ہے کہ وہ مومنونکو نجات دیگا اور پناہ مین رکھیگا اور نافرمان لوگونکو ایک دن عذاب مین گرفتار کریگا۔ صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے انس رض بن مالک کی یہ روایت سورہ انفال مین گذر چکی ہے کہ ابو جہل وغیرہ نے اپنی سرداری کے غرور مین یہ دعا مانگی تھی کہ یا اللہ اگر یہ قرآن اور دین اسلام سچ ہو اور ہم اسکو نہ مانتے ہون تو ہمپر پتھرونکا مینہہ برسے یا اور کوئی عذاب پھر آجاوے اسیطرح صحیح بخاری مین انس رض بن مالک کی حدیث ہے کہ بدر کی لڑائی مین جب ابو جہل سخت زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا تھا تو عبد اللہ رض بن مسعود نے غصہ سے اسکی ڈاڑھی پکڑ لی ان حدیثونکو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عذاب کے آنے سے پہلے جب مشرکین مکہ کو عذاب سے ڈرایا جاتا تھا تو سرکشی کر کے عذاب کے آنیکی خود دعا مانگتے تھے اور جب ان آیتون کے وعدہ کے موافق ہجرت کے بعد عذاب آگیا تو انکے بڑے بڑے سردارون کی ساری عزت اور سرکشی خاک مین مل گئی ابو جہل جیسے سرکش سردار کی ڈاڑھی پکڑی جاوے اور کوئی حمایت کو نہ کھڑا ہو اس سے زیادہ عزت اور سرکشی اور کیا خاک مین مل سکتی ہے ان حدیثون سے یہ تفسیر بھی ہو سکتی ہے کہ جس طرح آیتون مین ذکر تھا آخر وہی ہوا کہ مکہ کے سرکش ازلی گمراہ لوگ اپنی سرکشی کے سبب سے عقل کو کچھہ کام مین نہ لا سکے نہ قدرت الٰہی کی کسی نشانی سے کچھہ فائدہ اوٹھا سکے اور آیتون کے وعدہ کے موافق انکا جو کچھہ انجام ہوا وہ اونھون نے اور سب نے آنکھون سے دیکھہ لیا۔

منزل ۳

قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي شَكٍّ مِّن دِينِي فَلَآ أَعْبُدُ ٱلَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ

تو کہدے اے لوگو اگر تم شک میں ہو میرے دین سے تو مین نہین پوجتا جنکو تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے

اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝
لیکن مین پوجتا ہون اللہ کو جو تمکو کھینچ لیتا ہے اور مجکو حکم ہے کہ رہون ایمان والون مین

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝
اور یہ کہ سیدھا کر ہو نہہ اپنا دین پر حنیف ہوکر اور مت ہو شرک والون مین

ان آیتون مین یہ حکم ہی کہ ای رسول تم اپنے دین اور ان مشرکون کے دین مین فرق تبلادو کہ جو دین مین لیکر آیا ہون اگر تم اوس کو صحیح نہیں جانتے اور اس مین شک کرتے ہو تو سن لو کہ تم خدا کے سوا جنکی جنکی عبادت کرتے ہو ہم آنکی ہرگز عبادت نہین کرینگے ہم تو اوس خدا کی عبادت کرتے ہین جو بالکل اکیلا ہی اوسکا کوئی شریک نہین ہی اوسی کے قبضہ مین تمہاری جان ہی اوسنے پیدا کیا ہی اور وہی تمہین موت کا بھی مزا چکھائیگا اور پھر یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہاری جان پر جس کا پورا پورا اختیار ہی وہ آسانی سے تمپر عذاب کر سکتا ہی اور یہ تمہاری معبود جنکی تم عبادت کرتے ہو یہ کسی کو کوئی نفع اور نقصان نہیں پہونچا سکتے اور مجھے اللہ نے یہ حکم دیا ہی کہ مین ہمیشہ خالص اللہ کی عبادت کرون اور مشرکون کے زمرہ سے الگ رہون صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جب مشرکین مکہ نے بہت سرکشی اختیار کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگون کے حق مین یہ بددعا کی کہ ان پر ایسا قحط پڑے جیسا قحط یوسف علیہ السلام کے زمانہ مین پڑا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے مکہ مین اس طرح کا قحط پڑا کہ لوگ ہڈیان مردار جانورون کی کھال اور مردار جانور کھا کر زندگی بسر کرتے تھے اس قحط کے زمانہ مین ان مشرکون نے اپنے بتون سے مینھہ کے برسنے کی بہت کچھہ التجا کی مگر کچھہ نہوا آخر ابوسفیان نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی اور آپکی دعا سے اللہ تعالی نے مینھہ برسایا اس حدیث کو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ ایسے بڑے بڑے معجزے دیکھنے کے بعد اسلام کے حق ہونے مین مشرکین مکہ کی ایک شک کی حالت تھی اسپر فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان لوگونسے کہدو کہ مثلاً قحط کے وقت کے تجربہ کے بعد تم لوگونکو بت پرستی کے حق ہونے مین یہ شک کرنا چاہیے کہ بتونسے جب ایک قحط کی تکلیف بھی رفع نہو سکی تو پھر وہ اور کیا کر سکتے ہیں رہا اسلام اس کا حال تو تمکو معلوم ہو چکا کہ اس قحط کے وقت مذہب اسلام کے رسول نے تمہین کیا فائدہ پہونچایا اس فہمائش کے بعد بھی یہ لوگ نہ مانین تو اپنی توحید کا اور شرک سے بیزاری کا حال انکو جتلادو تاکہ قحط کے وقت کی مدد کی طرح آئندہ انکو تم سے پھر کسی مدد کی توقع نرہے حنیف کے معنے شرک سے بیزار۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝
اور مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا نہ برا پھر اگر تو نے یہ کیا تو تو بھی اسوقت ہی گنہگارون مین

اس آیہ مین اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے یہ فرمایا ہی کہ جسکے ہاتھہ مین کچھہ نفع و نقصان نہو اوسکو مدد کی غرض سے پکارنا اور اوسکی پرستش کرنا بیفائدہ اور بڑے ظلم اور ستم کی بات ہی کیونکہ جس اللہ نے پیدا کیا اور جس اللہ کی قدرت مین بندہ کا نیک و بد نفع و نقصان سب کچھہ ہی اوس پروردگار کو چھوڑ کر بے نفع و نقصان کی چیزونکو اپنا معبود

منزل ۳

بنانا اس سے بڑھکر دنیا مین کوئی ظلم اور ستم نہین ہی اس آیۃ کے مطلب مین بظاہر یہ خطاب تو اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہی اور در اصل مکہ کے بت پرست لوگون کو یہ مطلب سمجھایا ہی کہ اپنے پیدا کرنے والے معبود حقیقی کو چھوڑ کر جو لوگ بتون کی پرستش کرتے ہین وہ لوگ بڑے ظالم اور ستمگار ہیں آگے کی آیۃ مین اس مطلب کے ثابت کرنے کی دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالی کی طرف کی غیب کی تکلیف اور راحت کا بدلنا جبکہ دنیا میں ہر ایک کے اختیار سے باہر ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سوا اللہ تعالی کے کسی کو معبود بننے کا حق نہین ہی اور جو لوگ بغیر کسی حق اور استحقاق کے سوا اللہ تعالی کے اور چیزونکو معبود قرار دیتے ہیں وہ بڑے ظالم اور ستمگار ہین مسند امام احمد اور ترمذی مین حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث گویا ان آیتونکی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عباس کو نصیحت کرتے وقت یہ فرمایا کہ ہر طرح کی مدد کی خواہش تجھکو اللہ تعالی سے ہی کرنی چاہیئے کیونکہ تمام دنیا تجھکو ضرر پہونچانا چاہے یا نفع جب تک اللہ کی مرضی نہ ہو نہ کوئی تجھکو کچھ نفع پہونچا سکتا ہی نہ کچھ ضرر پہونچا سکتا ہی ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی۔

وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ

اور اگر پہنچا دے تجھکو اللہ کچھ تکلیف تو کوئی نہیں اوسکو کھولنے والا اسکے سوائے اور اگر چاہے تجھپر کچھ بھلائی تو کوئی پھیرنے والا

يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

پہنچا دے وہ جسپر چاہے اپنے بندون مین اور وہی ہے بخشنے والا مہربان

منزل ۳

اس آیۃ میں اللہ تعالی نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر بت پرستون کو یہ سمجھایا ہی کہ اگر تمپر کوئی آفت آجاوے تو خدا کے سوا کوئی اوسکو ٹال نہین سکتا اور اگر خدا تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو کسی کا مقدور نہیں کہ اوسے روک سکے خدا اپنے بندون مین سے جسپر چاہتا ہی فضل کرتا ہے وہ بڑا غفور الرحیم ہی عبد اللہ بن مسعود کی حدیث جو اوپر گذر چکی اوسکو اس آیتہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ مکہ کی قحط کیوقت جبتک اللہ کی مدد شامل حال نہوئی ان بت پرستونکے بتونسے کچھ نہ ہوسکا۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا

تو کہہ اے لوگو آ چکا حق تمکو تمہارے رب سے اب جو کوئی راہ پر آوے سو وہ راہ پاتا ہی اپنے بھلے کو اور جو کوئی بھولا پھرے سو وہ

يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝

بھولا پھریگا اپنی برے کو اور مین تمپر نہین ہون مختار اور تو چل اسی پر جو حکم پہنچے تیری طرف اور ثابت رہ جب تک فیصلہ کرے اللہ اور وہ سب سے

ع ۱۱ ۱۴

آنحضرت کو اس آیۃ مین حکم ہوا کہ آپ لوگونسے کہدین کہ جو دین اور کتاب میں لیکر آیا ہون وہ بالکل حق ہی اسمین کوئی شک اور شبہ نہین ہی جو اس سے ہدایت پاویگا وہ اپنے ہی جان کے لئے پائے گا اور اپنا آپ فائدہ اوٹھائیگا دوسرونکا اس میں کچھ حصہ نہیں اور جو اسکو نہ مانیگا اور گمراہ کا گمراہ ہی رہیگا اسکا وبال اوسی کی گردن پر ہوگا اور ونکو اوس سے کوئی علاقہ نہیں اور مین تم لوگونکا کوئی وکیل و مختار نہیں ہون کہ سبہی کو ایماندار بنا دون مجھے تو خدا نے راستہ بتانے کو بھیجا ہی جو خدا کا پیغام ہی وہ تمہین پہونچا دیتا ہون آگے آپ

تم جانو اور خدا جانے۔ اور پھر خاص حضرت کو خدا نے یہ حکم کیا کہ آپ تو وحی کے تابعدار بنے رہیں اور جب تک خدا ان لوگوں کا کوئی فیصلہ نہ کرے آپ صبر کئے رہیں وہ بڑے انصاف کے ساتھ انصاف کرنیوالا حاکم ہے امام سیوطی کا قول ہے کہ حضرت صبر کئے رہے پھر خدا کا حکم ہوا کہ ان مشرکوں سے جنگ کرو اگر ایمان لائیں تو خیر ورنہ قتل کر ڈالو۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے مغیرۃ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادنی ادنی اہل جنت کو اس قدر سامان دیا جاویگا جو دنیا کی پانچ بادشاہتوں کے برابر ہوگا اور اعلی درجہ کے اہل جنت کے سامان کا حال اللہ تعالی کو ہی خوب معلوم ہے نہ کسی نے وہ آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سے سنا نہ اسکا تصور کسی کے دل میں گذر سکتا ہے۔ یہ حدیث فمن اھتدی فانما یھتدی لنفسہ کی گویا تفسیر ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس رض بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن اور اسلام کے منکر لوگ دوزخ کے عذاب سے گھبرا کر تمام دنیا کے برابر سونے کو بدلہ میں دینا اور اوس عذاب سے نجات کا حاصل کرنا چاہیں گے تو ممکن نہیں یہ حدیث ومن ضل فانما یضل علیھا کی گویا تفسیر ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ رض بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ ابوجہل اور اسکے چند ساتھیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کی حالت میں دیکھکر آپکی پیٹھ پر نجاست کی بھری ہوئی اوجھڑی ڈالدی۔ عبداللہ رض بن مسعود اس روایت میں یہ بھی کہتے ہیں کہ ان اوجھڑی ڈالنے والوں میں سے اکثر لوگ بدر کی لڑائی میں شرک مارے گئے اور میں نے انکی لاشوں کو دیکھا یہ حدیث واصبر حتی یحکم اللہ وھو خیر الحاکمین کی گویا تفسیر ہے۔

سورۃ هود مکیة وهي مائة | بسم الله الرحمن الرحيم | ثلث وعشرون اية وعشر ركوعا

معتبر سند سے ترمذی اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روز کہا کہ حضرت آپ تو جلدی بڈھے ہو گئے آپ نے فرمایا مجھکو سورہ ہود اور سورہ واقعہ اور سورہ والمرسلات اور سورہ عم یتساءلون اور سورۃ اذا الشمس کورت نے بڈھا کر دیا حاصل یہ ہے کہ ان سورتوں میں حالات قیامت کا ذکر ہے اون حالات کے سننے سے آپکے دل پر ایسا اثر خوف کا ہوا جس خوف اور اندیشہ کے اثر نے آپکو ضعیف کر دیا کیونکہ آدمی ہر وقت کے اندیشہ سے جلدی ضعیف ہو جاتا ہے امت کے اون غافلوں کو اس حدیث کے مضمون پر ذرا غور کرنا چاہیے جو قیامت کے حساب کتاب سے بالکل غافل ہیں اور سوچنا چاہیے کہ قیامت ایسی ایک اندیشہ کی چیز ہے جس اندیشہ نے باوجود نبی ہونے کے نبی وقت کو بڈھا کر دیا اسی مضمون کی ایک حدیث صحیح سند سے عقبہ رض بن عامر کی روایت سے تفسیر ابن مردویہ اور طبرانی میں بھی ہے یہ سورۃ مکی ہے اگرچہ بعضے سلف نے اس میں کچھ آیتیں مدنی قرار دی ہیں لیکن اس تفسیر کے مقدمہ میں یہ گزر چکا ہے کہ جس سورۃ کی شروع کی آیتیں مکی ہوں وہ ساری سورۃ مکی کہلاتی ہے

الر قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ

کتاب ہے کہ جانچ لی ہیں باتیں اوسکی پھر کھولی گئی ہیں ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے کہ نہ پوجو مگر اللہ کو

اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا

میں تمکو اسی کی طرف سے ڈر سنانے والا اور خوشخبری پہونچاتا ہوں اور یہ کہ گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع لاؤ اوسکی طرف کہ برتاوا دے تمکو

حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ

ایک وعدے مقرر تک اور دیوے ہر زیادتی والے کو زیادتی اپنی اور اگر تم پھر جاؤگے تو ڈرتا ہوں

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

تمپر ایک بڑے دن کی مار سے اللہ کی طرف ہے تمکو پھر جانا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

الرا بھی حروف مقطعات میں سے ہی جسکے معنے سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں معلوم ہیں جیسے الم وغیرہ چنانچہ اسکی تفصیل سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران میں گذر چکی ہی ان آیتوں میں اللہ پاک نے قرآن مجید کی تعریف بیان فرمائی ہی کہ یہ کتاب ایسی ہی کہ اسکی کل آیتیں شروع سے آخر تک بالکل مضبوط ہیں جیسے ایک دیوار کی بنیاد کہ کبھی اس میں ردو بدل ہونیوالا نہیں ہی جیسے پہلی کتابیں توریت و انجیل وغیرہ کہ ایک کے بعد ایک منسوخ ہوتی گئیں پہلے یہ کتاب لوح محفوظ میں تھی پھر اللہ پاک نے اپنے سچے رسول پر تفصیل کے ساتھ اسکو نازل فرمایا اور حرام حلال کی تفصیل تبلادی جو قیامت تک قائم رہیگی فرمایا کہ تم لوگ سوائے خدا کے اور کسی کی بندگی نکرو صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس اور ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر جو مکہ میں ہی چڑھ گئے اور اپنے قبیلے قریش کے ہر رشتہ داروں میں سے پہلے نزدیک کے رشتہ والوں پھر دور کے رشتہ داروں کو پکارا جب سب جمع ہوگئے تو فرمایا اے قریش کے گروہ اگر میں تمکو اسبات کی خبر دوں کہ صبح کو ایک بہت بڑا لشکر جسمیں بے شمار سوار اور پیادہ ہونگے تمپر چڑھائی کریگا تو تم مجھے سچا جانوگے ان سب نے ایک زبان ہوکر کہا ہمنے تمہاری کوئی بات جھوٹی نہیں دیکھی آپنے فرمایا کہ میں تمہیں خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں اور اسکے جنت کی خوشی سناتا ہوں کہ جو باتیں گزر چکیں اور جو کچھ تم پہلے کر چکے ان سے استغفار کرو اور آیندہ کیلئے توبہ کرلو خدا اس کا نفع تمہیں دنیا میں بہت ہی اچھا دیگا تمہارے رزق بڑھائیگا عیش آرام میں رکھیگا اور آخرت میں ہر شخص کے عمل کیموافق دس گونہ فضل کریگا یہ حدیث نذیر و بشیر کی گویا تفسیر ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یوت کل ذی فضل فضلہ کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہی کہ جو شخص ایک برائی کرتا ہی اسکی ایک برائی لکھی جاتی ہی اور جو ایک نیکی کرتا ہی اسکی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اگر اسنے کوئی برائی کی اور دنیا میں کوئی سزا اسکی نہ ملی تو اسکی دس کی دس نیکیاں آخرت میں ملیں گی اور اگر دنیا میں کوئی سزا نہیں ہوئی تو ایک نیکی ان دس میں سے اس ایک برائی کا کفارہ بنجا ویگی اور نو نیکیاں باقی رہیں گی پھر فرمایا اے رسول اللہ کے ان لوگوں سے یہ بھی کہدو کہ اگر تم شرک سے توبہ اور استغفار نکروگے تو مجھے خوف ہی کہ قیامت کے دن تمپر عذاب ہو کیونکہ جب تم لوگ مرجاؤگے تو پھر ایکدن خدا تمہیں زندہ کریگا اور تمہارے اعمال کا پورا بدلہ دیگا وہ ہر شی پر پوری پوری قدرت رکھتا ہی چنانچہ تمکو اپنی قدرت کاملہ کے سبب سے اسنے تمکو نیست سے ہست کیا اب مرجانیکے بعد اگر تم ویسے ہی نیست ہوجاؤگے تو پھر دوبارہ تمہیں نیست سے ہست کرنا اور نیک و بد کی جزا و سزا کا کرنا اسکی قدرت سے کسیطرح باہر نہیں ہی بغیر کسی سند کے تم جو اسکے منکر ہو یہ تمہاری نادانی ہی کیونکہ جو کام ایک دفعہ ہو چکا پھر دوبارہ اسکے ہو جانیکا انکار کرنا کسی صاحب عقل کا کام نہیں ہی صحیح بخاری کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہی جسمیں اللہ تعالی نے فرمایا پہلی دفعہ کی پیدائش کو آنکھو سے دیکھکر انسان نے دوسری دفعہ کی پیدائش کا جو انکار کیا اور بلا سند انکار سے میرے کلام کو اسنے جھٹلایا یہ بات انسانکو مناسب نہ تھی یہ حدیث آخری آیت کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ اپنی پہلی پیدائش کو آنکھوں سے دیکھکر یہ منکرین حشر بغیر کسی سند کے حشر کا

منزل ۳

جو انکار کرنے ہیں یہ انکی شان سے بعید ہی

أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ

سنتاہے وہ دوہرے کرتے ہیں اپنے سینے کہ پردہ کریں اس سے سنتاہے جس وقت اوڑہتے ہیں اپنے کپڑے

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

وہ جانتاہے جو چھپاتے ہیں اور جو کھولتے ہیں وہ تو جاننے والاہے جیون کی بات

اس آیۃ کی شان نزول کئی طرح سے بیان کی گئی ہی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگ آسمان کی طرف منہہ کرنا اس حالتمین کہ انکے شرمگاہ کہلی ہون مکروہ جانتے تھے اسپر یہ آیۃ اتری ہی بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یون روایۃ کی ہی کہ مرد اپنی عورت سے صحبت کرتا تہا تو آسمان کو نہیں دیکھتا تہا اپنا منہہ ڈہانک لیتا تہا اسکے حق میں یہ آیۃ آئی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جب مشرک لوگ کوئی بری بات کرتے یا کوئی بدعمل کرتے تو کہڑے ہوکر کرتے اور یہ گمان کرتے تھے کہ ہم اسکو خدا سے پوشیدہ رکہتے ہیں اسپر اللہ نے فرمایا کہ جب یہ رات کو اندہیرے مین سو جاتے ہیں اور کپڑون مین لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اسوقت بھی خدا انکے ہر ایک چھپی اور کہلی باتونکو جانتا ہی بعضون نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ کافر جب مخالفت کی کوئی بات گہر مین بیٹھکر کہتے تھے اور اسکا جواب قرآن مین اترتا تہا تو یہ گمان کرتے تھے کہ دیوار کے پیچھے کوئی لگ کر سن جاتا ہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر کہدیتا ہی اس خیال سے وہ کپڑے اوڑہکر اور جہک کر کلام کیا کرتے تھے اسپر یہ آیۃ اتری اور فرمایا کہ خدا سے کوئی بات پوشیدہ نہین رہ سکتی وہ تو دل کے اندر کی باتونکو جانتا ہی۔ اوپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آیۃ مین ذکر نہیں ہی اسلیے پچھلے قول کو تو حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین ضعیف ٹہرایا ہی صحیح بخاری مسلم اور ترمذی مین عبداللہ بن مسعودؓ سے روایۃ ہی کہ کعبہ مین تین مشرکون نے آپسمین چپکے چپکے کچھہ باتین کین پہر ایک نے دوسرے سے کہا کیا اللہ نے ہماری یہ باتین سن لی ہونگی اُسنے کہا جو بات ہم پکار کر کرین وہ اللہ سنتا ہی اور جو چپکے سے کرین وہ نہین سنتا تیسرے نے کہا اگر اللہ سنتا ہی تو سب باتین سنتا ہی اوپر کسان سب قولون مین مجاہد کا قول اس صحیح حدیث کے موافق ہی کہ مشرکین مکہ انسان کے دیکہنے سننے کو دیکہکر یہ اعتقاد رکہتے کہ اللہ تعالی کا سننا دیکہنا ایسا ہی ہی کہ آڑ مین کی چیز کو نہ وہ دیکہتا ہی نہ چپکے چپکے سے باتین کرنیکو وہ سنتا ہی اسواسطے اللہ تعالے نے اوپر کی آیۃ مین ان لوگونکے حشر کے انکار کی نادانی کا مبہم طور پر ذکر فرماکر اس آیۃ مین انکی ایک کہلی کہلی نادانی کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ کسی کام کو آڑ مین کرنیسے پہلے انکے دل مین اسکے کرنیکا ارادہ جو ہوتا ہی اللہ تو اس تک کو جانتا ہی کیونکہ دل اور اوسکا ارادہ یہ سب اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزین ہین حاصل کلام یہ ہی کہ غائب کا قیاس حاضر پر بالکل غلط ہی جسطرح مثلاً مکہ مین منہہ برستا ہوا دیکہکر یہ قیاس کر لینا کہ اسوقت مدینہ مین بھی منہہ برس رہا ہوگا ایک غلط قیاس ہی اسیطرح دنیا کی بعض بعض باتونپر قیاس کرکے بغیر دیکہی بہاں لوگونکا حشر کا انکار یا اللہ کے دیکہنے سننے کا اپنے دیکہنے سننے پر قیاس ان لوگونکی نادانی کی باتین ہین مسند بزار طبرانی وغیرہ کے حوالہ سے انس بن مالکؓ کی ایک صحیح روایۃ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب لوگونکے نامہ اعمال کہولے جاوینگے تو اللہ تعالی بعضے عملونکو مقبول قرار دیویگا اور بعضونکو نامقبول یہ حالت دیکہکر فرشتے عرض کرینگے یا اللہ ان نامقبول عملونمین ظاہر تو کوئی خرابی نہین معلوم ہوتی اسکے جواب مین اللہ تعالے فرماویگا تمکو معلوم نہین یہ عمل خالص نیت سے نہین کیے گئے یہ حدیث انہ علیم بذات الصدور کی گویا تفسیر ہے

منزل ۳

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ۝

اور کوئی نہین پاؤن چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اسکی روزی اور جانتا ہی جہان ٹہیرتا ہی اور جہان سونپا جاتا ہی سب موجود

حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہی کہ اللہ کی جتنی مخلوق ہی خواہ خشکی کی رہنے والی خواہ دریا کی سبکو خدا روزی پہونچاتا ہی اور خدا ہر ایک مخلوق کے قرار کی جگہ جانتا ہی کہ کہان اسکی بود و باش ہی اور کس چیز سے اسکی پیدائش ہے اور کہان اور کس سرزمین مین اسکی موت ہی اور یہ سب باتین لوح محفوظ مین دنیا کی پیدائش کے پہلے سے موجود مین حاصل یہ ہے کہ جب اللہ پاک کا علم اتنا بڑا وسیع ہی کہ ہر ایک شخص اور ہر ایک جاندار کے رہنے کی جگہ کو جانتا ہی وہ جہان ہوتا ہی اوسکا رزق وہین پہونچا دیتا ہی اور اوسنے تمہارے دلکا حال پہلے ہی لوح محفوظ مین اپنے علم کے موافق لکھہ لیا ہی تمہارے دلونکی بات کو جانتا اوسکے نزدیک کتنی بڑی بات ہی یہ تمہارا ہر بات کو چھپانا کچھہ بھی فائدہ مند نہیں ہی اوسپر ظاہر اور پوشیدہ سب یکسان ہی جسطرح وہ کہلی ہوئی باتونکو جانتا ہی اسی طرح چھپی ہوئی باتونکو بھی جانتا ہی۔ انس رضہ بن مالک کی حدیث جو اوپر گذری وہی حدیث اس آیۃ کی بھی تفسیر ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث بھی گذر چکی ہی کہ دنیا مین جو کچھہ ہونیوالا تہا دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے وہ سب اللہ تعالی نے لوح محفوظ مین لکھہ لیا ہی یہ حدیث کل فی کتاب مبین کی گویا تفسیر ہے مستقرہا ومستودعہا کی تفسیر مین اگرچہ سلف کے کئی قول ہین مگر علی بن طلحہ کی سند سے صحیح قول حضرت عبد اللہ بن عباس رضہ کا یہی ہی کہ مستقرہا کی تفسیر بود و باش کی جگہ ہی اور مستودعہا کی تفسیر موت کی سرزمین۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ

اور وہی ہے جسنے بنائے آسمان اور زمین چھہ دن مین اور تہا تخت اوسکا پانی پر کہ تمکو آزماوے

اس آیۃ سے یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ پانی یا عرش یا اور کوئی شی سوائے ذات الٰہی کے قدیم ہی چنانچہ عمران بن حصین کی حدیث بخاری مین جو ہی اوس کا اور ترمذی مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ مین جو حدیثین ہین اونکا حاصل یہ ہی کہ پہلے پہل سوائے ذات باری کے پانی عرش کچھہ بھی نہین تہا پہلے سب سے اللہ تعالی نے پانی کو پیدا کیا پہر عرش معلی کو پیدا کیا جیساکہ مسند امام احمد و ترمذی مین ابو رزین رضہ عقیلی کی صحیح روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی عرش سے پہلے پیدا کیا گیا ہی اور پہر عرش۔ اسکے بعد قلم کو پیدا کیا اور لوح محفوظ کو پیدا کیا اور زمین آسمان کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھہ زمین و آسمان مین قیامت تک ہونے والا ہی اوسکو لکھا اور پہر سب کچھہ پیدا کیا۔ صحیح مسلم اور مسند امام احمد بن حنبل مین ابو زید رضہ انصاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اہتمام سے منبر پر چڑہ کر تمام دن صحابہ کو پیدائش عالم کا حال شروع سے لیکر قیامت کے قائم ہونے تک بڑی تفصیل سے اس طرح سمجھایا کہ صبح کی نماز پڑھہ کر بطور خطبہ کے عالم کی پیدائش کے حال کو ذکر فرمانا شروع کیا یہانتک کہ ظہر کی نماز کا وقت آگیا اور آپ نے منبر سے اوتر کر ظہر کی نماز پڑہی اور ظہر کی نماز کے بعد پہر منبر پر چڑہ کر بقیہ وہی حال فرمانا شروع کیا اور عصر کا وقت جب آیا تو منبر سے اوتر کر عصر کی نماز پڑہی اور پہر وہی حال فرمانا شروع کیا یہان تک کہ شام ہوگئی ابو زید کہتے ہین کہ آنحضرت نے تو اوس روز قیامت تک کا حال فرمایا تہا مگر ہم لوگون نے کچھہ یاد رکہا اور کچھہ بھول گئے اس سے معلوم

منزل ۳

ہوا کہ پیدائش عالم کے باب مین جو صحابہ کے آثار مین وہ اسرئیلیات سے نہیں بلکہ آنحضرت سے سنی ہوئی باتین ہیں لیکن سب سے پہلے عقل کے پیدا ہونے کے جس قدر آثار مین وہ سب ضعیف ہیں۔ اللہ تعالی نے الی اللہ مرجعکم فرما کر پہلے حشر کا ذکر فرمایا اور پھر بیچ مین اپنے علم کا اور پھر پیدائش عالم کا تاکہ منکرین حشر جان لیوین کہ جسنے اپنے علم سے بغیر نمونہ کے پہلے سب کچھ پیدا کیا ہی وہ اسی نمونہ کے موافق پھر دوبارہ سب کچھ پیدا کریگا اور سزا و جزا کا فیصلہ ہوگا تاکہ پہلی دفعہ کا پیدا کرنا بیفائدہ نرہے ایسی ظاہر بات کا انکار کسی صاحب عقل کا کام نہیں ہی چنانچہ اسی تنبیہ کیلئے قرآن شریف میں جگہ جگہ پیدائش عالم پر غور کرنیکی ہدایت منکرین حشر کو فرمائی گئی ہی۔

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ

کون تم مین اچھا کرتا ہے کام

آیۃ کے اوپر کے ٹکڑے مین اللہ تعالی نے عالم کی پیدائش کا ذکر فرما کر اس ٹکڑے مین اس پیدائش عالم کا اصلی سبب ظاہر فرمایا ہی کہ نیک و بد عمل کی اس آزمائش کے لیے تمکو پیدا کیا گیا ہی کہ کون دنیا میں جا کر نیک عمل کرتا ہی اور آخرت مین جزا کے قابل ٹھہرتا ہی اور کون بدعمل کر کے سزا کے قابل قرار پاتا ہی اگرچہ اللہ کا علم ازلی ہی اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اوسکو پہلے سے معلوم ہی چنانچہ دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ دنیا مین ہونے والا ہی وہ اوسنے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی مگر نیک و بد کام جب تک کسی سے دنیا مین ظاہر نہو جاوے فقط لوح محفوظ کے لکھے پر سزا و جزا کا مدار اللہ تعالی نے نہین رکھا ہی اور جانچ اچھے عمل کی ہی زیادتی عمل کی نہیں ہی اسواسطے کہ اچھا عمل وہی ہی جو شریعت کے قاعدہ سے صحیح ہو اور خالص ثواب کی نیت سے کیا جاوے جس عمل مین بدعت کا لگاؤ یا ریا کا لگاؤ ہی وہ عمل جزا کے قابل نہیں ہی اسلئے زیادتی عمل کا ذکر اللہ تعالی نے نہین فرمایا کیونکہ کسی شخص نے بغیر پابندی قاعدہ شریعت کے ایجاد طبع اور بدعت کے طور پر یا کسی شخص نے بغیر خالص ہونے نیت ثواب کے دکھاوے اور ریا کے طور پر تودے کے تودے عمل کے کئے تو وہ سب جزا کے حساب سے اکارت ہین چنانچہ صحیح بخاری و مسلم مین حضرت عائشہ کی حدیث بدعت کے طور کے عمل کے اکارت ہونے مین مشہور ہی کہ آنحضرت نے فرمایا دین میں جو شخص کوئی ایجاد نکالے وہ ایجاد مردود ہی جسکے معنے یہ ہیں کہ وہ ایجاد اعتقادی ہو یا فعلی قابل جزا کے نہیں ہی بلکہ ایک مردود چیز قابل سزا ہے چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ مین جو روایتیں ہی اوس کا حاصل یہی ہی کہ بدعتیوں کے اعمال کا عذاب بدعت کے ایجاد کرنے والے پر بھی ہوگا اور دکھاوے کے عمل کے اکارت ہونیکی بابت صحیح مسلم مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ مین جو حدیثین ہین انکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت نے ریاکاری کو شرک کے مشابہ فرمایا ہی اور یہ فرمایا ہی کہ قیامت کے دن خدا تعالی ریاکارون سے صاف فرما دیگا کہ مین اس شرکی عمل کے قبول کرنے سے بیزار ہون جن لوگون کے دکھانے کو تم نے یہ عمل کئے ہیں جاؤ ان سے ہی ان شرکی عملون کی جزا چاہو اب یہ تو ظاہر ہے کہ قیامت کے نفسا نفسی کے میدان مین کون کسی کو جزا دیتا ہی اور جزا تو درکنار بیہقی ترمذی ابن ماجہ طبرانی وغیرہ مین جو حدیثین ہیں انسے معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالی نے ریاکارون کے لئے سخت سخت عذاب لکھے ہیں۔ مستدرک حاکم مین روایۃ ہی جسمین معاذ بن جبل کو یمن بھیجتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہی کہ دین کے کامون کو ریاکاری اور بدعت کے میل سے پاک و صاف رکھو تاکہ تھوڑا سا عمل بھی

منزل ۳

نجات کے لئے کافی ہو جاتے یہ حدیث احسن عملا کی گویا تفسیر ہے۔ اس حدیث کی سند مین ایک راوی عبد اللہ بن زحر کو اگرچہ بعضے علما نے ضعیف کہا ہی لیکن ابوزرعہ اور نسائی نے اوسکو معتبر راوی قرار دیا ہی اور ضعفا مین نہین لکھا اسی واسطے حاکم نے اسکی اس روایۃ کو صحیح اور ترمذی نے اسکی چند روایتونکو معتبر کہا ہی۔ حاصل یہ ہی کہ یہ حدیث آیۃ کی تفسیر قرار پا سکتی ہی۔

وَلَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ

اور اگر تو کہے کہ تم اٹھو گے مرنے کے بعد تو البتہ کافر کہنے لگین یہ کچھ نہین مگر جادو ہے

مُبِينٌ ○ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَعْدُودَةٍ لَيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ ط

صریح اور اگر ہم دیر لگا دین انسے عذاب کو ایک مدت گنی ہوئی تک تو کہنے لگین کیا روک رہا ہے

أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ○

اسکو سنتا ہے جسدن آویگا اونپر نہ پھیرا جاویگا انسے اور الٹ پڑیگا انپر جسپر ٹھٹھے کرتے تھے

اوپر حشر کا ذکر فرما کر ان آیتون مین فرمایا اے رسول اللہ کے اگر تم ان مشرکون سے یہ بات کہو گے کہ مرنے کے بعد خدا پھر تمہین زندہ کریگا تو یہ لوگ اسکو جادو ٹھہرا لین گے باوجود اس بات کے کہ انہین خوب معلوم ہے کہ آسمان اور زمین چاند سورج سبکو خدا ہی نے پیدا کیا ہی لیکن یہ لوگ قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہین حالانکہ بغیر نمونہ کے پہلے پہل ہر چیز کا بنانا مشکل ہی دوبارہ اسکا بنانا کوئی مشکل نہین ہی اونکا یہ کہنا کہ یہ تو جادو کی باتین ہین محض کفر کی راہ سے ہی پھر فرمایا کہ باوجود کلام اللہ کے جھٹلانے کے ہم جوان لوگوں پر عذاب نہین بھیجتے ڈھیل دے رکھی ہی اسکو تعجب اور مسخرا پن سے وہ یون کہتے ہین کہ عذاب مین دیر کیون لگا رکھی ہے کیون نہین نازل ہو چکتا اسپر فرمایا کہ جس روز عذاب آ جائیگا تو کسی کے ٹالے بھی نہین ٹلنے کا ہی اور انکی یہ ہنسی اور مسخرا پن سب انپر الٹ آئین گے۔ عذاب کی جلدی جو مسخرا پن سے کرتے تھے اور حشر کو جھٹلاتے تھے یہ مشرکین مکہ مین کے وہ بڑے بڑے سردار تھے جنکا دین و دنیا کا جو کچھ انجام ہوا وہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک رض کی روایۃ سے گذر چکا کہ بدر کی لڑائی مین یہ لوگ مارے گئے اور تین دن تک بے گور و کفن انکی لاشین پڑی رہین اور پھر اون لاشون کو کھینچ کر ایک گڑھے مین ڈالدیا گیا یہ تو ان لوگونکی سرکشی کی سزا دنیا مین ہوئی انکا عذاب آخرت کا حال جتلانے کیلئے اللہ کے رسول نے ان کی لاشون پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے عذاب الہی کے وعدہ کو سچا پایا حاصل کلام یہ ہی کہ ان آیتون مین جو ارشاد تھا کہ اب تو یہ لوگ مسخرا پن سے عذاب کی جلدی کرتے ہین لیکن جب اپنے وقت پر عذاب آ جاویگا تو پھر ٹالے نہین ٹلے گا انس رض بن مالک کی اس روایت سے اوسکی تفسیر اچھی طرح سمجھ مین آ جاتی ہی حشر کی آیتونکو مشرکین مکہ جادو جو کہتے تھے اس سے اونکا یہ مطلب تھا کہ جسطرح جادو کی باتین خلاف عقل ہوتی ہین اوسی طرح کی یہ حشر کی باتین بھی ہین۔

وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ ○ وَلَئِنْ

اور اگر ہم چکھا دین آدمی کو اپنی طرف سے مہر پھر وہ چھین لین اس سے تو وہ ناامید ناشکر ہو اور اگر ہم

ع ۱/۲

منزل ۳

اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۙ

چکہا دین اُسکو آرام بعد تکلیف کے جو پہنچے اُسکو تو کہنے لگے گئین برائیان مجہسے تو وہ خوشیان کرتا بڑائیان کرتا

اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ

مگر جو لوگ ثابت ہین اور کرتے ہین نیکیان اونکو بخشش ہے اور ثواب بڑا

مطلب یہ ہی کہ ان لوگونکی ناشکری کچہہ قرآن کی نعمت کی ناقدری پر منحصر نہیں ہی بلکہ انکی ناشکری تو دنیا کی نعمتون مین بہی ہی چنانچہ ان مین سے کسی کو اللہ اپنی رحمت کا اگر نمونہ دکہاتا ہی اور اسکے رزق مین ترقی کر دیتا ہی تو یہ لوگ عیش وآرام مین پڑے رہتے ہین اور جب انکے سر سے ذرا بہی اس رحمت کا سایہ الگ کر لیا تو پہر اونکو آیندہ کی فلاحیت کی امید نہیں رہتی اور پہلے عیش وآرام انکے خیال سے بالکل جاتے رہتے ہین اور اگر اللہ تکلیف کے بعد کسی کو خوش حال کر دیتا ہی تو وہ بہت ہی خوش ہوتا ہی اور اپنی مال پر اس قدر اترانے لگتا ہی کہ جس کا کچہہ ٹہکانا نہین مگر جو لوگ سختی اور مصیبت کیوقت صبر کرتے ہین اور نیک عمل کیے جاتے ہین تو انکے لیے اس صبر کے بدلے مین مغفرت ہی اور نیک عمل کے عوض مین جنت معتبر سند سے ترمذی مین ابو سعید خدری رض سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو جو مصیبت پہونچتی ہی مثلاً کوئی تکلیف یا رنج فکر غم تو وہ اوسکے گناہ کا کفارہ ہوتا ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے صہیب رومی کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راحت کیوقت شکر اور تکلیف کیوقت صبر یہ ایماندار آدمی کا کام ہی ان حدیثونکو آیتون کے ساتہ ملانے سے یہ مطلب اچہی طرح سمجہہ مین آسکتا ہی کہ راحت کیوقت شکر اور تکلیف کیوقت صبر فرمانبردارونکی نشانی ہی اور راحت کیوقت ناشکری اور تکلیف کیوقت بے صبری نافرمانونکی نشانی ہی اور تکلیف کیوقت صبر کرنے سے آدمی کے گناہ معاف ہو جاتے ہین۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ ۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌ ۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ

سو کہین تو چہوڑ بیٹہے گا کوئی چیز جو وحی آئی تیری طرف اور خفا ہو گا اس سے تیرا جی اسپر کہ وہ کہتے ہین کیون نہ اترا

عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ؕ

اُسپر خزانہ یا آتا اسکے ساتہ فرشتہ تو تو ڈر سنانے والا ہے اور اللہ ہے ہر چیز پر ذمہ رکہنے والا

اس آیۃ کی شان نزول اور اس آیۃ کے معنے بیان کرنے سے پہلے ایک تمثیل بیان کی جاتی ہی اوس تمثیل کے سمجہہ لینے کے بعد اس آیۃ کا مطلب اور اس آیۃ کی شان نزول دونون خوب سمجہہ مین آجاوینگے وہ تمثیل یہ ہی کہ فرض کیا جاوے کہ ایک شخص زید اہل حرفہ ہی اور اوسنے بڑی محنت سے بہت دنون مین ایک کام سیکہا اور اب اوسکی عمر بہی اس قابل نہیں کہ وہ دوسرا کوئی کام سیکہ سکے اور خاندان اور برادری کے دستور اور عادت سے یہ ممکن ہی نہیں کہ زید دوسرا کام کر سکے ایسی حالت مین زید اپنا کام کرتے کرتے اپنے کام مین کچہہ دقتین پاکر اپنے کسی دوست سے اون دقتونکو بیان کرے اور زید کا دوست فہمائش کے طور پر زید سے یہ کہے کہ کیا تم ان دقتون کے سبب سے اپنے کام کو چہوڑ دوگے اس فہمائش سے

زید کے دوست کا یہ مطلب نہیں ہی کہ زید کا اپنے کام کو چھوڑ دینے کا ارادہ ہی کیونکہ یہ تو زید کے دوست کو خوب معلوم ہے کہ زید سے یہ کام چھوٹ نہین سکتا بلکہ زید کے دوست کی فہمائش کا مطلب یہہ ہی کہ یہ کام تو تم سے چھوٹنا ممکن نہیں ہے پہر جو دقتیں اس کام میں پیش آتی ہیں انکو جھیلو اور کام کرو اسیطرح تسکین کے طور پر اللہ تعالی نے اوسوقت یہ آیت نازل فرمائی ہی کہ جب کفار مکہ آنحضرت اور قرآن شریف کے حق مین طرح طرح کی باتین بناتے تھے کہ اس قرآن مین سے ہمارے بتوں کی مذمت کا ذکر نکال ڈالو کبھی اور کچھہ اسی قسم کی باتین کرتے تھے کہ قرآن خود محمد نے بنالیا ہی اللہ کا کلام ہوتا تو ہمارے روبرو آسمان سے فرشتہ اسکی تصدیق کو آتا کبھی کہتے تھے کہ محمد نبی ہوتے تو ایسے تنگ حال کیون رہتے انکے حکم مین ضرور دنیا بہر کا خزانہ ہوتا اب مطلب آیۃ کا یہہ ہی کہ نبی اللہ کے یہ تو ممکن نہین کہ ان کفار مکہ کی ایسی باتین بنانے پر تم انکی مخالف طبیعت آیتون کو انکو سنانا چھوڑ دو کیونکہ کل نبی اسبات سے معصوم پیدا کئے گئے ہین کہ وہ اللہ کا ہر طرح کا حکم صاف صاف بغیر اپنی کسی ذاتی تصرف کے امت کو پہونچا دیوین اسلئے جب تک اللہ تعالی تمکو قوت دیوے اور ان کافرونکو زیر کرے انکی باتونکا کچھہ خیال نہ کرو اور اپنا کام کئے جاؤ پہر آنحضرت کی اس تسکین کے بعد اللہ تعالی نے آگے کی آیتون مین کافرونکی اسبات کا جواب دیا ہی کہ محمد نے یہ قرآن خود بنالیا ہی حاصل اس جواب کا یہ ہی کہ اگر ایسا کلام انسان سے بنایا جانا ممکن ہی تو تمکو اجازت ہی کہ تم اکیلے یا اپنے جھوٹے معبودون سے مدد لیکر اسطرح کا کچھہ کلام بنا کر پیش کرو اور اگر تمہارے جھوٹے معبود تمکو اس کام مین کچھہ مدد نہ دین تو جان لو کہ یہ کلام اوسی سچے معبود کا ہی جو اپنی ذات اپنی صفات اپنے کلام مین سب سے نرالا ہی سوا اس کے بعضے مفسرین نے اس آیۃ کے معنے جو بیان کئے ہیں وہ نبی معصوم کی شان کے بالکل مخالف ہیں اسلئے صحیح معنے یہی ہیں جو بیان کئے گئے ہین کیونکہ یہ وہ معنے ہیں جو خود اللہ تعالی نے سورۃ الحجر کی آیۃ ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون مین فرمائے ہین جب قرآن کی تفسیر قرآن مین ہی تو اس سے بڑھکر اور کونسی تفسیر ہو سکتی ہی اس سورۃ الحجر کی آیۃ مین فقط اتنا ذکر ہے کہ مشرکین مکہ کی بیہودہ باتونکے سبب سے اللہ کے رسول رنجیدہ خاطر رہتے تھے بعضے مفسرونکے قول کے موافق اس رنجیدہ خاطری کیساتہ اگر اللہ کے رسول کا یہ ارادہ بھی ہوتا کہ بتونکی مذمت کی آیتونکو مشرکین مکہ سے چند روز پوشیدہ رکھا جاوے تو خفگی کے طور پر اس مکی سورۃ میں اسکا ذکر بھی ضرور ہوتا ترمذی ابو داؤد وغیرہ کے حوالہ سے ابو ہریرہ رض حضرت عبد اللہ رض بن عباس اور عبد اللہ رض بن عمرو بن العاص کی روایتین گذر چکی ہین جن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دین کی کسی بات کو جان بوجھکر پوشیدہ رکھے گا قیامت کے دن اسکے منہہ مین آگ کی لگام دیجاویگی اس معتبر حدیث سے بھی اوس تفسیر کی پوری تائید ہوتی ہی جو اوپر تمثیل دیکر بیان کی گئی کیونکہ اللہ کے رسول نے جس بات سے امت کے علما کو ڈرایا ہے یہ ممکن نہیں کہ اللہ کے رسول خود اپنے لئے اس باتکو روا رکھین کسلئے کہ انبیا کے دلمین اللہ کا خوف بہ نسبت امت کے بہت زیادہ ہوتا ہی چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت عائشہ رض کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ بہ نسبت تم لوگونکے مین اللہ سے زیادہ ڈرتا ہون واللہ علی کل شئی وکیل کا یہ مطلب ہی کہ اے رسول اللہ کے تمہارے ذمہ فقط اللہ کے حکم کا پہونچا دینا ہے پہر اوس حکم کے ماننے والونکی جزا اور نہ ماننے والونکی سزا یہ سب اللہ کے ذمہ ہے۔

منزل ۳

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ

کیا کہتے ہین باندہ لیا ہے اسکو تو کہو تم لے آؤ ایک دس سورتین ایسی باندہ کر اور پکارو جسکو پکار سکو

مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ

اللہ کے سوا اگر ہو تم سچے پہر اگر نہ ادا کرین تمہارا کہنا تو جان لو کہ اترا ہے اللہ کی

اللَّهِ وَأَنْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝

خبر سے اور کوئی حاکم نہین سوا اسکے پہر اب تم حکم مانتے ہو

اوپر گذرا کہ آنحضرت کو کفار جہٹلاتے تھے اور طعن کرتے تھے کہ اگر تم سچے ہو کہ تمہین خدا نے بہیجا ہی تو اوس سے کہو وہ آسمان سے تمکو خزانہ بہیجدے اور یہ بہی کہتے تھے کہ تمہارے ساتہ کوئی فرشتہ آسمان سے آنا چاہیے تہا جو تمہارے رسول ہونے کی تصدیق کرتا اسپر اللہ پاک نے اپنے رسول کی تسلی کی کہ تم ان مشرکونکی باتو پر نجاؤ تم سے پہلے بھی رسولونکو لوگون نے جہٹلایا ہی تم تو ڈرانے کے واسطے آئے ہوا سلیے تم اپنا کام کیے جاؤ خدا ہر شی کا نگہبان ہے جو کچھہ یہ لوگ بکتے ہیں سب وہ سنتا ہی وقت مقررہ پران لوگون کو اس جہٹلانے کی حقیقت معلوم ہوجاویگی اب ان آیتون مین فرمایا یہ لوگ یہی کہتے ہیں کہ محمد خود یہ قرآن بنا کر لائے ہین تو تم اُنسے کہو اسکی سی دس سورتین تم بہی بنا کر لاؤ تمہاری شاعری اور سب زبان دانی اور فصاحت وبلاغت دیکھی جائے اور اکیلے نہ بنا سکو تو جس سے جی چاہے مدد لو پہر اگر بنا کر نہ لائین تو تم لوگ جان لو کہ یہ عاجز ہوگئے اور ان لوگونکو یہ سمجھہ لینا چاہیئے کہ یہ قرآن خدا نے اپنے علم خاص سے اتارا ہی اور وہ ایسا ہی جس کا کوئی شریک نہیں اور جب قرآن کلام آلہی ٹہر جاوے تو ان لوگونکو اُسکی پابندی مین پہر کیا عذر ہی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰؓ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی مثال مینہہ کی اور اچھے بُرے لوگونکی مثال اچھی بُری زمین کی فرمائی ہی اس حدیث کو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ مشرکین مکہ مین سے جن لوگونکی قسمت مین ہدایت لکھی تہی اُنکے دلپر قرآن نے ایسا ہی اثر کیا جیسا اثر اچھی زمین مین مینہہ کے پانی کا ہوتا ہی اور جو لوگ علم آلہی مین ہدایت سے محروم قرار پاچکے تھے قرآن کی نصیحت اُنکے حق مین ایسی ہی رائگان گئی جس طرح بُری زمین مین مینہہ کا پانی رائگان جاتا ہے اور اس طرح کے لوگ قرآن کے کلام آلہی ہونے کے مرتے دم تک ایسے ہی منکر رہے جس طرح کے انکا کا ذکر ان آیتون مین ہے +-

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۝

جو کوئی ہو چاہتا دنیا کا جینا اور اسکی رونق بہردین ہم اُنکو اُنکے عمل اسی مین اور اُنکو اس مین نقصان نہین

انسؓ بن مالک اور حسن بصری کی روایۃ سے اگرچہ یہ آیۃ کافرونکی شان مین نازل ہوئی ہے لیکن مجاہد ابن جبر نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایۃ سے یہ کہا ہی کہ آیۃ کا حکم ریاکارون کو بھی شامل ہے اس صورت مین معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ کافر اور منافق یا مسلمان ریاکار جو کچھہ عمل نیک دنیا مین کرتے ہیں اوس کا بدلہ انکو یہین دنیا مین مل جاویگا اور آخرت مین اونکو بلا عمل جانا او

منزل ۳

اور عذاب بھگتنا پڑیگا۔ مجاہد نے تیس دفعہ سارا قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تفسیر سیکھنے کی غرض سے پڑھا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا جو مرتبہ تفسیر کے باب مین ہی وہ کئی جگہ اوپر بیان ہو چکا ہے اسواسطے مجاہد کا قول جو اس آیۃ کی تفسیر اور شان نزول مین ہی وہ زیادہ معتبر ہے بلکہ سفیان ثوری نے تو یہان تک کہا ہی کہ تفسیر کے باب مین جب مجاہد کا قول آجاوے تو دوسرے کسی کی روایۃ کی پھر ضرورت نہین اسواسطے امام بخاری نے بخاری کی کتاب التفسیر مین جس قدر مجاہد کے قول پر بھروسہ کیا ہے مجاہد کے سوا اور لوگونکی روایۃ پر نہین کیا غرض بعضے مفسرین نے مجاہد کے قول کو اپنی تفسیرون مین ضعیف قول کی طرح جو نقل کیا ہی یا مجاہد کے قول کو نقل کرکے اوسپر اعتراض جو کیا ہی وہ خود ایک ضعیف بات ہی۔ معتبر سند سے مسند امام احمد مین محمودؓ بن لبید سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان ریاکارون سے قیامت کے دن اللہ تعالی فرماویگا کہ جن لوگون کے دکہانے کے لئے تمنے دنیا مین نیک کام کئے تھے وہی تمکو ان کامون کا بدلہ دیوین گے مطلب ہی کہ بارگاہ الٰہی میں ایسے عمل بالکل بیکار ہین اس اس حدیث سے مجاہد کے روایۃ کی پوری تائید ہوتی ہے اسلئے کہ جن لوگونکا ذکر آیۃ مین ہی اون لوگونکی شان مین آگے اللہ تعالی نے یہ فرمایا ہی کہ ایسے لوگون کے نیک عمل بیکار ہین حدیث کا یہ مطلب ہی کہ ان لوگون مین ریاکار مسلمان بھی داخل ہین اور یہی مطلب مجاہد کی روایۃ کا ہی اب دونون آیتون اور حدیث کو ملاکر حاصل مطلب یہ ہوا کہ کافر اور منافق تو عقبے کے سزا و جزا کے منکر ہین اور مسلمان ریاکار اگرچہ عقبی کی سزا و جزا کے قائل ہین لیکن اونکے بعضے نیک عمل عقبیٰ کی جزا کے خیال سے نہیں بلکہ دنیا کے دکہاوے کے خیال سے ہوتے ہین اسلئے کافر اور منافقون کے سب نیک عمل اور ریاکار مسلمانون کے فقط دنیا کے دکہاوے کے عمل عقبی کی جزا کے حساب سے یہ سب بیکار ہین منافقون سے مقصود یہان اعتقادی منافق ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ظاہری مسلمان اور باطنی کافر تھے عملی منافق مثلاً نماز مین سستی کرنے والے یا لڑائی جھگڑے کے وقت گالی منہہ سے نکالنے والے آیتون کے حکم مین داخل نہین ہین۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

وہی ہین جنکو کچھ نہین پچھلے گہر مین سوا آگ کے اور مٹ گیا جو کیا تہا اسجگہ اور خراب ہوا جو کماتے تھے

اس سے اوپر کی آیۃ مین یہ ذکر ہو چکا ہی کہ جو لوگ فقط دنیا کی عزت اور زینت کیلئے عمل کرتے ہین اونکو اوسکا بدلہ دنیا ہی مین مل جاتا ہی اونہیں کی شان مین یہ آیت اوتری ہے جسمین فرمایا ہی کہ انکے عمل کا بدلہ دنیا مین ہی مل جاویگا باقی رہی آخرت تو وہان انکا کچھ حصہ نہین ہی آگ ہے تو دوزخ ہے اور جو کچھ اونہون نے دنیا مین کیا ہی وہ سب مٹ جائیگا اور جتنے عمل انکے ہین وہ سب بیکار ہین کیونکہ انکا ارادہ اس عمل سے طلب دنیا کا تہا آخرت کے واسطے اونہون نے کچھ نہیں کیا تہا جو وہان بھی جزا کے سزاوار ہوون۔ اعتقادی منافقون کے حال مین صحیح مسلم کے حوالہ سے ابن عمرؓ کی حدیث گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقونکا حال دو ریوڑون میں کی بہکی ہوئی بکری کا سا ہے کہ کبھی ادہر اور کبھی اودہر مطلب یہ ہی کہ مسلمانون مین یہ لوگ ظاہری مسلمان ہین اور کافرون مین پورے کافر یہ حدیث اور محمود بن لبید کی اوپر کی حدیث

منزل ۳

اس آیۃ کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل وہی ہی جو اوپر بیان کیا گیا کہ کافر اور منافقون کے عقبیٰ کے انکار اور ریاکار مسلمانون کے دنیا کے دکہاوے کے عمل عقبیٰ کی جزا کے حساب سے یہ سب بیکار ہیں۔

أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَ

بہلا ایک شخص جو ہے نظر آتی راہ پر اپنے رب کے اور پہنچتی ہے اسکو گواہی اس سے اور پہلے اس سے کتاب موسےٰ کی راہ ڈالتی اور

رَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ

مہربانی وہی لوگ مانتے ہیں اسکو گواہی اس سے اور جو کوئی منکر ہو اس سے سب فرقون مین سو آگ ہی وعدہ اسکا سو تو مت

فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

رہ شبہ مین اس سے یہ تحقیق ہے تیرے رب کی طرف سے پر بہت لوگ یقین نہین کرتے

اوپر کی آیۃ مین اللہ تعالیٰ نے کافرون اور منافقون اور ریاکارون کا ذکر فرمایا تہا اس آیۃ مین خالص مسلمانون کا ذکر فرمایا ہی حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ جن لوگون نے کفر و نفاق اور ریاکاری کے سبب دنیا کی بہبودی پر اپنا بہروسہ رکہکر کفر و نفاق کے سبب آخرت کا انکار کیا ہی یا ریاکاری کے سبب آخرت کے اجر کو کہو دیا ہی جن لوگونکا ذکر اس آیۃ مین ہی وہ لوگ ویسے نہین جو فطرت سلیمہ پر پیدا ہوکر اوس فطرت سلیمہ کے پیچہے پیچہے انبیا اور آسمانی کتابین اس فطرت سلیمہ کی صداقت کے طور پر جو کچہ آیا اسکو وہ پورا پورا مانتے ہیں یہ لوگ نہ کافرون اور منافقون کی طرح آخرت کے منکر ہیں نہ ریاکارون کی طرح انکے نیک عمل دنیا کے دکہاوے کیلئے ہیں بلکہ جو کچہ کرتے ہیں ثواب آخرت کی نیت سے خالص اللہ کے لئے کرتے ہیں اسلئے انکے نیک عملونکا پورا اجر عقبیٰ مین ملیگا۔ بعضے مفسرین کا قول ہی کہ اس آیۃ مین شاہد کا جو ذکر ہے اوس سے مراد حضرت علی ہیں مگر یہ قول درجہ صحت کو نہین پہونچا حافظ ابن کثیر نے اس قول کو ضعیف قرار دیا ہی فطرت سلیمہ سے مراد وہی پیدائش کے پہلے کی توحید ہے جسپر ہر ایک بچہ پیدا ہوتا ہی جس کا اقرار میثاق کے روز سب روحون سے لیا گیا ہی صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ کی روایۃ مین صحیح مسلم اور سنن مین اور صحابہ کی روایتون مین اسی فطرت سلیمہ کا ذکر ہے حاصل اون سب روایتونکا یہ ہی کہ جب تک بچہ بولنا سیکہتا ہی اوسوقت تک اسی میثاق والی توحید پر پیدا ہوکر قائم رہتا ہی پہر ہوشیار ہونے کے بعد جس طرح کے ماں باپ ہوتے ہیں اون مین مل جاتا ہی غرض بعضے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا مین شریعت کی نصیحت نیک صحبت سے انکی وہ میثاقی توحید اور مضبوط ہو جاتی ہے اور بعضے دنیا مین آنے کے بعد کفر و نفاق و ریاکاری کے سبب سے اوس میثاقی توحید کو برباد کر دیتے ہیں اس آیۃ مین اللہ تعالیٰ نے پہلے گروہ کی تعریف اور دوسرے گروہ کی مذمت فرمائی ہے پہلے گروہ کا ذکر اس آیۃ مین ہے اور دوسرے گروہ کا ذکر اوپر کی آیتون مین گزرا کہ وہ لوگ قرآن کو اللہ کا کلام نہین مانتے اور عقبیٰ کی سزا و جزا کا اونکے دلمین یقین نہین ہے فقط دنیا کی زندگی پر اونکا دار و مدار ہی۔ حاصل کلام یہ ہی کہ بینہ کے معنے یہان میثاقی اور پیدائشی توحید اور پیدائشی نور ایمان کے ہین اور ویتلوہ شاہد منہ کا مطلب یہ ہی کہ جس شخص کے دلمین میثاقی اور پیدائشی توحید اور پیدائشی نور ایمان ہے اوس نے

منزل ۳

اللہ کے رسولون اور آسمانی کتابونکی پوری تصدیق کی اور جس شخص کے دلمین میثاقی اور پیدائشی توحید اور پیدائشی نور ایمان نہین ہے وہ ان باتونکا منکر ہے۔ پیدائشی توحید کی روایتونکا ذکر تو اوپر گذر چکا ہے میثاقی توحید اہی میثاقی توحید کے باب مین صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ایک حدیث تو انس رضی بن مالک کی گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کم سے کم عذاب والے دوزخی سے قیامت کے دن اللہ تعالی پوچھے گا کہ اے شخص اگر تیرے پاس اس وقت تمام دنیا کی دولت ہو تو اوسکو بدلہ مین دیکر اس عذاب سے نجات حاصل کرنیکی آرزو کریگا وہ کہویگا کہ ہان اوسپر اللہ تعالی فرماویگا کہ جسوقت تو آدم کی پیٹھ مین نطفہ تہا اوسی وقت مینے تجہسے توحید کا عہد لیا تہا لیکن دنیا مین پیدا ہونے کے بعد اوس عہد پر تو قائم نہیں رہا پہر آج اس بدلہ دینے کی آرزو اور تمنا سے کیا ہو سکتا ہے دوسری حدیث ابی رضی بن کعب کی معتبر روایۃ سے مسند امام احمد مین ہے کہ عالم ارواح مین اللہ تعالی نے اپنے سب بندون سے توحید کا عہد لیا تہا اور پہر فرمایا کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد رسول اور آسمانی کتابین بہیجکر مین تمہین یہ عہد یاد دلاؤنگا پیدائشی نور ایمان سے مقصود وہی عالم ارواح کا نور ہے جسکا ذکر عبد اللہ رضی بن عمرو بن العاص کی روایۃ سے ترمذی مسند امام احمد اور مستدرک حاکم مین ہے کہ اللہ تعالی نے جب عالم ارواح مین سب مخلوق کو پیدا کیا تو ساری مخلوق جہالت اور خواہشات نفسانی کے اندہیرے مین تہی پہر اللہ تعالی نے انپر ایک نور چہڑکا اس نور کے چہڑکنے سے جو لوگ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد راہ راست پر آنیوالے تھے انکے دلمین وہ نور سما گیا اور جو لوگ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد گمراہ رہنے والے تھے وہ اوس نور سے محروم رہگئے ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے مسند امام احمد کے راوی بہی معتبر ہین اوپر یہ جو بیان کیا گیا کہ بینہ کے معنے پیدائشی توحید کے اور پیدائشی نور ایمان کے ہین اور رسولونکا آسمانی کتابونکا لیکر آنا اوس توحید اور نور ایمان کی تائید ہے ان حدیثونسے اوسکی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ جو مطلب اوپر کی تفسیر کا ہے وہی مطلب ان حدیثونکا ہے کہ عالم ارواح مین مخلوقات کو پیدا کرکے پہلے وہ نور چہڑکا اور پہر توحید کا عہد لیا اور یہ فرمایا کہ اسی کی یاد دہی کیلئے اللہ کے رسول آسمانی کتابین لیکر دنیا مین آوینگے اور پہر دنیا مین اوس عہد کے موافق ہر ایک کو فطرت اسلامی پر پیدا کیا اور کتابین دیکر رسول بہیجے توراۃ اور قرآن مین شرعی احکام بہت تفصیل سے ہین اسواسطے ان آیتون مین ان ہی دونون کتابونکا نام فرمایا اب آگے فرمایا کہ فرقہ اہل کتاب یا مشرکین مین سے جو شخص اس قرآن یا کسی اور کتاب آسمانی یا اللہ کے کسی رسول کا منکر ہوگا اوسکا ٹہکانا دوزخ ہے اور اپنے رسولون کو مخاطب کرکے یہ بہی فرمایا کہ اوپر کی وجوہات کے موافق اگرچہ اس قرآن کے کتاب آسمانی ہونے مین کسی کو شک وشبہ کرنے کا موقع نہین ہے لیکن ازلی گمراہی کے سبب سے بہت لوگ اسکے منکر ہین اب آگے اون بے انصاف لوگونکا ذکر فرمایا جو اللہ کی عبادت مین دوسرونکو شریک کرتے ہین اور اتنا انصاف نہین کرتے کہ جب اللہ نے انکو انکی ضرورت کی سب چیزونکو پیدا کیا تو پہر دوسرونکو اللہ کی تعظیم مین شریک ٹہرانے کا کیا حق ہے ان لوگونکے حق مین یہ بہی فرمایا کہ انہیں قیامت کے دن اللہ کے روبرو اپنے جرم کی جوابدہی کیلئے کہڑا ہونا پڑیگا اور اللہ کے فرشتے انکے اعمال کی گواہی ادا کرکے اللہ کی لعنت کے قابل انکو ٹہراوینگے جسکا

منزل ۳

مطلب آیت ہی کہ یہ لوگ اللہ کی رحمت سے دور رہنے کے لائق ہیں جس طرح لفظ صاحب کی جمع اصحاب ہے ویسے ہی شاہد کی جمع اشہاد گواہونکے معنے مین ہی مجاہد اور اکثر سلف کے قول کے موافق یہ فرشتون کی گواہی کا ذکر ہے صحیح بخاری ومسلم مین عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر اور منافقونکو رسوا کرنیکے لئے اللہ کے فرشتو زبان پر تقسیم اعمال نامہ کیوقت آخری آیۃ کا یہ ٹکڑا ہوگا ہولاء الذین کذبوا علی ربہم الا لعنۃ اللہ علی الظالمین اس حدیث سی مجاہد اور سلف کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ

اور کون ظالم اس سے جو باندھے اللہ پر جھوٹ وہ لوگ روبرو آوینگے اپنے رب کے اور کہین گے گواہی والے

هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝

یہی ہین جنھون نے جھوٹ کہا اپنے رب پر سن لو پھٹکار ہی اللہ کی بے انصاف لوگونپر

صحیحین اور مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ مین جو حضرت عبد اللہ بن عمر کی حدیث ہی اسمین اس آیۃ کی تفسیر اور شان نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح فرمائی ہی کہ میدان محشر مین نامہ اعمال بٹنے سے پہلے اللہ تعالےٰ بعضے مسلمان گنہگارونکو اپنی بہت ہی پاس بلا کر ایسے ہر ایک شخص کے گناہ اُسکو یاد دلاویگا جب وہ مسلمان گنہگار اپنی ہر ایک گناہ کا اقرار کریگا اور دلمین جان لیویگا کہ اب مین دوزخ کو بہیجا جاؤنگا اسوقت اللہ تعالی اپنی رحمت سے فرماویگا کہ دنیا مین مین نے تیرے یہ گناہ چھپائے اور لوگونسے تیری عیب کی شی کی آج بھی مین تیرے گناہ چھپاتا ہون یہ کہکر اُس شخص کا نامہ اعمال سیدھے ہاتھ مین دینے کا حکم فرماویگا اور یہ لوگ بعد حساب کتاب کے جنت مین چلے جاوینگے اور کافرون اور منافقون کو حساب سے پہلے ہی فرشتے اور بنیک اہل محشر پکار پکار کر کہوینگے انپر خدا کی لعنت ہے یہی لوگ ہین جو خدا اور رسول اور خدا کے حکمون اور آج کے دن کو جھٹلاتے تھے اسی میدان محشر کے فرشتونکی شہادت کا ذکر اللہ تعالی نے اس آیۃ مین فرمایا ہی چنانچہ اسکا ذکر اوپر بھی گذر چکا ہی غرض ان لوگونکا نامہ اعمال اُلٹے ہاتھ مین دیا جاویگا اور حساب کتاب کے بعد یہ لوگ دوزخ کو چلے جاوینگے۔

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝

جو روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور ڈہونڈتے ہین اسمین کجی اور وہی ہین آخرت سے منکر

أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ

وہ لوگ نہین تھکانے والے زمین مین بھاگ کر اور نہیں اُنکو اللہ کے سوا حمایتی دونا ہے

يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

اُنکے لئے عذاب نہ سکتے تھے سننا اور نہ تھے دیکھتے وہی ہیں جو

منزل ۳

وقف لازم

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝

ہار بیٹھے اپنی جان اور گم ہوگیا اُنسے جو جھوٹ باندہتے تھے آپ ہی ہوا کہ یہ لوگ آخرت مین یہی ہین سب سے خراب

یہ آیتین انہیں لوگونکی شان مین ہین جنکا ذکر اوپر کی آیۃ میں ہوچکا ہی کہ وہ خدا پر جھوٹ باندہتے ہین قیامت کے دن سارے جن وانس اور ملائکہ کے روبرو رسوا ہونگے اور ہر طرف سے یہی پکار ہوگی کہ یہ وہ ہی لوگ ہین جنہون نے خدا پر جھوٹ باندہا تہا یہ بڑے ظالم ہین لعنت ہو انپر اب فرمایا کہ آپ یہ لوگ گمراہ ہین لیکن۔ اور ونکو بہی دین حق مین داخل ہونے سے روکتے ہین اور یہ چاہتے ہین کہ ہماری طرح دوسرے بھی گمراہ ہوجائین یہ لوگ آخرت کے منکر ہیں کہتے ہین کہ مرنے کے بعد پہر کیسا جینا پہر فرمایا یہ لوگ دنیا مین خدا کو عاجز نہین کرسکتے اگر خدا انپر عذاب کا ارادہ کرے تو یہ لوگ کہیں بہاگ کر نہیں جاسکتے اور نہ اُسکی پکڑ سے بچ سکتے ہین کیونکہ خدا کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جو انکا حمایتی بنکر انکو عذاب سے بچاے خدا اُنسے ہر حال مین بدلہ لے سکتا ہی مگر اوس نے یہ بدلہ آخرت کے دن پر اُٹھا رکھا ہی صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین ابو موسے اشعری سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ ظالمون کو جبتک چاہتا ہی ڈہیل دیتا ہی اور جب پکڑ لیتا ہی تو پہر نہیں چھوڑتا پہر فرمایا کہ ان لوگون کے واسطے دگنا عذاب ہی کیونکہ کان آنکھ انکو اسی واسطے دئے تھے کہ دیکھکر اور سنکر سمجھین بوجھین اور قدرت کی نشانیونکو مانین مگر یہ تو اندہے اور بہرے بنگئے حق بات کی پیروی نہین کرتے اوسپر طرہ یہ کہ دوسرونکو بھی اپنے ساتہ گمراہ کرتے ہین راہ حق سے بہٹکاتے ہین ان لوگون نے اپنا بڑا نقصان کیا پہر فرمایا اس نقصان کے ذلت اسکے وہ جھوٹے معبود کچھہ کام نہ آئین گے سب لاپتہ ہونگے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

البتہ جو یقین لائے اور کین نیکیان اور عاجزی کی اپنے رب کی طرف وہ ہین جنت کے لوگ وہ اس مین رہا کرینگے

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

مثال دونون فرقون کی جیسے ایک اندھا اور بہرہ اور ایک دیکھتا اور سنتا کیا برابر ہے دونوںکا حال پہر کیا تم دہیان نہین کرتے

اوپر کی آیتون مین بدبختون کا حال بیان فرماکر اب ان آیتونمین نیک بخت اور سعادتمندون کا حال بیان فرمایا کہ جن لوگون نے اچھے اچھے عمل کئے اور ہر ایک حکم کو خدا کے بجالائے اور جن چیزونسے اونکو منع کیا تہا اونسے باز رہے اُنکے واسطے خدا نے جنت مقرر کی ہی جسمین طرح طرح کی نعمتین اور انواع واقسام کے کہانے اور ہر ایک طرح کے آرام وراحت کا سامان ہی وہ اُس مین رہینگے وہان پہر نہ موت آئے گی نہ نیند پسینے تک سے مشک کی خوشبو آئے گی۔ وہان نہ بوڑہے ہونگے نہ بیمار پہر اللہ نے ان کفار اور ان مومن بندون کے درمیان مین فرق بیان کیا کہ وہ کفار ایسے ہین جیسے اندہے اور بہرے کہ انکو بہلائی کا رستہ نہین سوجہتا اور نہ سچی سچی باتین سنتے ہین اور یہ مومن بندے ایسے ہین جیسے سنتے دیکھنے والا کہ ہر ایک بات کو سنتے اور دیکھتے ہین اور حق وناحق مین فرق کرتے ہیں اسلئے ان دونوں مین بہت بڑا فرق ہی کہ یہ فرق سمجھنے اور عبرت پکڑنے کے قابل ہی۔ ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوس کی ایک معتبر روایۃ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہی

جو موت سے پہلے موت کے بعد کا کچھہ سامان کر لیوے اور عقل سے بے بہرہ وہ شخص ہی جو عمر بہر اس سے غافل رہی اور پہر عقبیٰ
کی بہبودی کی توقع اللہ سے رکہے ان آیتون مین فرمانبردار نافرمان بردار گروہ کی یہ مثال جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ فرمان
بردار گروہ ایک ہوشیار آنکہہ کان سے کام لینے والے شخص کی مانند ہے اور نافرمان گروہ ایک بیوقوف آنکہہ کان سے بے خبر
شخص کی مانند ہے یہ حدیث گویا اس کی تفسیر ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَن لَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ

اور ہمنے بہیجا نوح کو اوسکی قوم کی طرف کہ مین تمکو ڈر سناتا ہون کہولکر کہ نہ پوجو سوائے اللہ کے

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ۝

مین ڈرتا ہون تمپر عذاب سے ایک دکہہ والے دنکے

مصنف ابن ابی شیبہ مستدرک حاکم تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ مین حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہی کہ چالیس برس کی عمر مین
حضرت نوح کو نبوت ہوئی اور طوفان سے پہلے ساڑہے نوسو برس اپنی قوم کو وہ نصیحت کرتے رہے اور ساٹھہ برس طوفان کے
بعد پہر زندہ رہی اس حساب سے حضرت نوح کی عمر ایک ہزار پچاس برس کے قریب ہوئی حاکم نے اس روایۃ کو صحیح کہا ہی صاحب
شریعت انبیا کی ابتدا حضرت نوح سے شروع ہی حضرت آدم سے لیکر حضرت نوح کی قوم کے پہلے تک کی لوگون مین بت پرستی
نہیں تہی شیطان کے بہکانے سے پہلے اس قوم نے بت پرستی دنیا مین شروع کی جسکی تفصیل صحیح بخاری کی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ
کی روایۃ سے سورہ نوح مین آویگی غرض حضرت نوح سے حضرت موسیٰ تک کے انبیا اور انکی قوم کا قصہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرماکر
آخر کو وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القرا فرمایا ہی جسکا مطلب ہی کہ عادت الٰہی یہ ہی کہ پہلے لوگون کی راہ پر لانے اور سمجہانے کو انبیا
بہیجے جاتے ہیں آسمان سے ہر طرح کی فہمائش کے احکام اوتارے جاتے ہیں قوم کے جاہل لوگ نبی وقت کو جھٹلائین یا کچھہ
تکلیف دین تو نبی کو صبر کرنے اور تکلیف سہنے کا حکم ہوتا ہے قحط بیماری جانی ومالی نقصان پہلے دنیا کے ان چھوٹے چھوٹے
خاص عذابون سے قوم کی تنبیہ کیجاتی اور سرکشی دور کی جاتی ہی اسپر اگر لوگ نہ مانین تو عام عذاب پہیل کر سب ہلاک ہوجاتے ہین
الغرض تاریخی پچہلے کسی حال سے آیندہ کا کوئی معاملہ ثابت کرنا یہ ایک بہت عمدہ طریقہ ہے مثلاً شاہجہان بادشاہ کے عہد مین
کسی شخص کا یہ کہنا کہ جس طرح اب وزیرون مین پھوٹ پڑگئی ہے اسی طرح کی پھوٹ اکبر بادشاہ کے عہد مین تاریخ کی کتابون سے
معلوم ہوتی ہی اور یہ بھی تاریخ کی کتابون سے معلوم ہوتا ہی کہ اوسوقت کی پھوٹ سے اکبر کی بادشاہت مین بڑی خرابی پہیلی تہی
اس مقولے سے اس کہنے والے کا یہ مطلب ہے کہ تاریخی تجربہ کے قرینہ سے اس زمانہ حال کی پھوٹ کا نتیجہ بہی آیندہ ملک کی خرابی کا
وہی ہوگا جو اکبر کے زمانہ مین ہوا اس تاریخی ثبوت کے ڈہنگ پر جگہ جگہ قرآن شریف مین پچہلے انبیا اور گذشتہ امتونکا ذکر فرمایا گیا ہی
ظاہر مین اون قصونکا مکرر ذکر کیا جانا خیال مین آتا ہی لیکن حقیقت مین اون سے ایک معاملہ گذشتہ کو معاملہ حال سے مطابقت دیکر
آیندہ کا نتیجہ لوگونکی سمجہہ مین آنا مقصود ہوتا ہی یہان آیندہ کا نتیجہ یہی مقصود ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تشفی اور تسلی دیگئی ہی کہ

منزل ۳

نبی برحق تم دل جمعی رکھو اگر یہ قریش باوجود فہمائش کے تمہاری نصیحت نہ مانین گے تو جس طرح حضرت نوح سے لیکر فرعون کی قوم تک انجام ہوا چندروز مین وہی انجام انکا ہوگا چنانچہ وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت به فوادک سے اس دلجمعی کیطرف اشارہ ہی اور قریش کو تنبیہ کی گئی ہی کہ اگر باوجود فہمائش کے تم اپنی سرکشی سے باز نہ آؤگے تو پچھلی قومونکی طرح ہلاک کردئے جاؤگے و کذالک اخذ ربک اذا اخذ القری وہی ظالمۃ سے اسی کی طرف اشارہ ہی۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کے حکم سے نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ نصیحت کی کہ اگر تم لوگ بت پرستی سے باز نہ آؤگے تو تمپر عذاب کے آجانیکا خوف ہی اسلئے تم لوگون کو چاہیے کہ بت پرستی کو چھوڑ دو اور جس اللہ نے تمکو پیدا کیا ہی خالص وسے اسی کی عبادت کرو نذیر مبین کا یہ مطلب ہی کہ بت پرستی اللہ کو بہت ناپسند ہی اسلئے صاف لفظون مین اسکے وبال سے تم لوگونکو ڈرادینا میرا کام ہی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ اور عبداللہؓ بن مسعود کی روایتین ایک جگہ گذر چکی ہیں جن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کو انجانی کے عذر کا رفع کردینا بہت پسند ہی اسیواسطے آسمانی کتابیں دیکر رسول بھیجے تاکہ لوگونکو اللہ تعالی کی مرضی اور نامرضی کی باتین معلوم ہوجاوین اور کسی کو ان باتون کی انجانی کا عذر باقی نرہے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایۃ بھی ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز روزہ حلال وحرام کے احکام ضرورت کے موافق ہر ایک صاحب شریعت نبی کے زمانہ مین بدلتے رہتے ہین اور اسی کو ہر ایک نبی کی شریعت کہتے ہیں مگر توحید جو اصل دین ہی اوس سے کوئی شریعت خالی نہین رہی ان حدیثونکو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ احکام دین کی انجانی کے سبب سے دنیا مین جب شرک پھیلا اوسکے رفع کرنے کے لئے اول صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لیکر خاتم الانبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ تعالی نے آسمانی کتابین دیکر رسول بھیجے اور ہر ایک شریعت مین توحید کی تاکید قائم رکھی اور ہر ایک نبی نے عمر بھر اس تاکید کو ہر طرح پورا کیا لیکن علم الہی مین جن لوگون کا شرک کی حالت مین مرنا ٹھہر چکا تھا انکے دلپر انبیا کی نصیحت کا پورا اثر نہوا کیونکہ بعضے نبی ایسے بھی گذرے ہیں جنکی تمام عمر کی کوشش مین فقط ایک ہی شخص راہ راست پر آیا چنانچہ صحیح مسلم کی انسؓ بن مالک کی روایۃ مین اس کا ذکر ہی کہ قیامت کے دن بعضے نبیون کے ساتھ فقط ایک شخص فرمانبردار ہوگا اور باقی امت نافرمان ہوگی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایۃ ایک جگہ گزر چکی ہی کہ بہ نسبت اور امتونکے امت محمدیہ کی تعداد قیامت کے دن زیادہ ہوگی اس حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ قرآن کا ایک ایسا معجزہ ہی کہ قیامت کے دن اسکے پیرو اور آسمانی کتابونکے پیروی کرنے والون سے زیادہ ہونگے۔

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ

پھر بولے سردار جو منکر تھے اسکی قوم کے ہم دیکھتے نہین تجکو مگر آدمی جیسے ہم اور دیکھتے نہین کوئی تابع ہوا تیرا مگر جو ہم

هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ۝

مین نیچ قوم ہین اوپر کی عقل سے اور ہم نہین دیکھتے تمکو اوپر اپنے بڑائی بلکہ ہمکو خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو

یہ جواب نوح علیہ السلام کی قوم نے اسوقت دیا کہ جب نوح علیہ السلام نے ان لوگون سے کہا کہ سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت

منزل ۳

نکو نہین تو تمپر ایک بہت بڑا عذاب نازل ہونے کا خوف ہو اسپر انکی قوم کے سرداروں نے کہا کہ جیسے ہم انسان ہین تم بھی انسان ہو پھر تمپر وحی آئی ہمپر نہ آئی یہ کیا بات ہی علاوہ اسکے جو لوگ تمہارے تابع ہوئے ہین وہ سب کے سب ذلیل ہین کوئی بھی اعلی ہین نہ ہم نہین اور یہ ایمان بھی لائے تو کچھ سوچ سمجھکر نہین لائے کیونکہ انکو عقل ہی کب ہی اسلئے فقط ان لوگونکے ایمان لانیسے کوئی فضیلت ہمکو نہین ہو سکتی تیسری بات یہ کہی کہ تمکو ہم اپنے سے بڑھکر نہین دیکھتے ہمسے زیادہ عزت دار نہین ہو نہ مال و دولت مین نہ جاہ و مرتبہ مین اسلئے ہم تمکو جھوٹا سمجھتے ہین۔ شیطان نے منکر قومون کے دلمین یہ وسوسہ قدیم سے ڈال رکھا ہی کہ اللہ کا رسول فرشتہ ہونا چاہیئے انسان تو سب ایکسے ہین پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ ایک انسان اللہ کا رسول ہو اور دوسرا نہو یہی شبہ قوم عاد اور ثمود کو بھی تھا کہ اللہ کا رسول انسان کیونکر ہو سکتا ہی چنانچہ ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کے قصہ مین اس کا ذکر گذر چکا ہی۔ مشرکین مکہ اس شبہ کے ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی صداقت ایک فرشتہ ہمارے روبرو بیان کرے سورہ انعام مین اسکا جواب اللہ تعالی نے جو دیا ہی وہ گذر چکا کہ فرشتہ کو اصلی صورت مین دیکھنا تو انسانی قوت سے باہر ہے پھر اگر انسان کی صورت مین فرشتہ آویگا تو ان لوگونکا یہی شبہ باقی رہیگا ان لوگونکا ایک یہ شبہ بھی قدیمی ہی کہ اگر انسان نبی ہو تو کوئی مالدار شخص ہونا چاہیئے تاکہ اسکی قدر و منزلت کے سبب سے لوگ اسکا کہنا مانین سورہ زخرف مین اللہ تعالی نے اسکا یہ جواب دیا ہی کہ جس طرح اللہ تعالی نے اپنی حکمت کے موافق کسی کو غریب کسی کو مالدار کیا ہی اسی طرح اپنی مصلحت کے موافق جسکو چاہا اپنا رسول بنایا اللہ تعالی کو اپنی مخلوق کا حال ان لوگونسے زیادہ معلوم ہے ان لوگونکو اس مین کچھ دخل نہین ہے معتبر سند سے تفسیر ابن ابی الدنیا وغیرہ مین عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ مالدار آدمی اللہ تعالی کے نزدیک کیسا ہی عزیز ہو لیکن دنیا کے عیش و آرام کے معاوضہ مین کچھ نہ کچھ اوسکا درجہ عقبی مین ضرور گھٹ جاویگا اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہی کہ اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی مین مالدار لوگون کو اس لئے نبی نہین ٹھہرایا کہ نبوت درجہ بڑھنے کی چیز ہے اور مالداری اوسکے برعکس ہی صحیح بخاری مین حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت سے ہرقل بادشاہ روم کا جو قصہ ہی اوس مین یہ ہی کہ ہرقل نے ابو سفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال پوچھتے پوچھتے یہ بھی پوچھا کہ ان نبی کے پیرو مالدار لوگ ہین یا غریب ابو سفیان نے جواب دیا کہ غریب اسپر ہرقل نے کہا کہ انبیا کے پیرو قدیم سے غریب ہوتے چلے آئے ہین ہرقل کے اس قول کا یہ مطلب ہی کہ مالدار لوگ اپنی مال و متاع کے غرور مین نبی کی نصیحت کم سنتے ہین اسلئے انبیا کے پیرو اکثر غریب ہوتے چلے آئے ہین نوح علیہ السلام کے پیرو غریب لوگ جو تھے اوس کا سبب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ مین آجاتا ہے

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

بولا اے قوم دیکھو تو اگر مین ہوا نظر آتی راہ پر اپنے رب کی اور اوسنے دی مجھکو مہر اپنے پاس سے

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ۝

پھر وہ تمہاری آنکھ سے چھپا رکھی کیا ہم لگادین تمکو اور تم اوس سے بیزار ہو

پھر نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے جواب مین کہا کہ جو دین مین خدا کی طرف سے لایا ہون اور جسبات کی تمہین ہدایت کرتا ہون

تمپر اسکا قبول کرنا واجب ہے اور جو تم نے جواب دئے ہیں کوئی بھی ٹھیک نہیں انسان ہونے میں بیشک ہم تم برابر ہیں مگر انسان ہونا نبوت کے مخالف نہیں اور نہ یہ ضرور ہے کہ سب کے سب جتنے انسان ہیں نبی ہوجائیں یہ تو خدا کا فضل ہے جسکو وہ پسند کرتا ہے رسول بناکر لوگونکی طرف بھیجتا ہے اگر تم میں اسکی قابلیت اور صلاحیت ہوتی تو ممکن تھا کہ تم بھی رسول بنا دئے جاتے اور رذیلوں کے ایمان لانے سے بھی میری نبوت پر کچھ الزام نہیں آتا کیونکہ تمہاری طرح یہ بھی بشر ہیں انکو بھی تمہاری طرح عقل و فہم ہے انکا تابع ہونا میرے لئے حجت ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ دیکھو تم ہی لوگون میں سے یہ ہیں جو مجپر ایمان لائے ہیں تم کیونکر انکے ایمان لانے سے مجپر الزام لگا سکتے ہو تمہاری تو بعینہ وہ مثال ہے کہ کوئی گروہ صحرا میں بھٹکتا پھرتا ہو اور اپنے راہ بر کا کہنا نہ مانتا ہو وہ گروہ راستہ پر نہیں آسکتا اسیطرح جب تم مجھے جھٹلاتے ہو اور دین حق کے قبول کرنے سے بیزار ہو تو میں زبردستی تمکو راستہ پر نہیں لاسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالی کے علم ازلی میں جو گمراہ ٹھہر چکا اوسکو زبردستی کون راہ راست پر لا سکتا ہے صحیح بخاری مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی روایت ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم الٰہی کے موافق جو شخص جنت میں جانیکے قابل ٹھہرا ہے وہ ویسے ہی عمل کرتا ہے اور ویسے ہی کامون کے کرنے میں اسکو آسانی نظر آتی ہے اور جو شخص دوزخ میں جانے کے قابل ٹھہرا ہے وہ ویسے ہی عمل کرتا ہے اور ویسے ہی کامون کے کرنے میں اسکو آسانی نظر آتی ہے نوح علیہ السلام کے جواب کا یہ مطلب اس حدیث سے خوب حل ہوجاتا ہے کہ علم الٰہی کے موافق نبوت معجزہ سب چیز کی صداقت جن لوگونکی نظر سے اسطرح چھپی ہوئی ہے کہ وہ ان حق باتونکے قبول کرنے سے بیزار ہیں اور یہی بیزاری انکو آسان اور حق باتونکی صداقت مشکل نظر آتی ہے تو ایسے لوگون کو دوزخ کے راستہ سے پھیر کر جنت کے راستہ پر زبردستی کوئی نہیں لاسکتا آگے جاکر نوح علیہ السلام نے ان لفظون میں جو جواب دیا ہے ولاینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم ان کان اللہ یرید ان یغویکم یہ دوسرا جواب گویا پہلے جواب کی تفسیر اور اس دوسرے جواب اور حضرت علیؓ کی حدیث کو ملا کر پہلے جواب کا مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ

اور اے قوم نہیں مانگتا میں تم سے اسپر مال میری مزدوری نہیں مگر اللہ پر

پھر نوح علیہ السلام نے اسبات کی تفصیل بیان کی کہ میں جو لوگونکو راہ حق تبلاتا ہوں اور خدا کا پیغام پہونچاتا ہوں اس سے میرا منشا یہ نہیں ہے کہ کوئی مجھے اسکی اجرت میں مال و دولت دے یہ نبوت کا دعوی ہرگز طلب دنیا کے لئے نہیں ہے جو تم کوئی تہمت مجپر دہر سکو گے یہ تو خالص خدا کے واسطے ہے اسکا اجر بھی خدا ہی دیگا۔ اللہ تعالی کی طرف سے انبیا پر یہ بات فرض ہے کہ وہ خالص نصیحت کے طور پر احکام الٰہی امت کے لوگونکو پہونچادیں اب انبیا اس نصیحت کے معاوضہ میں اگر امت کے لوگون سے کچھ اجرت اور مزدوری لیوین تو وہ خالص دلی نصیحت کا موقع باقی نہیں رہتا اسواسطے وعظ و نصیحت کے معاوضہ میں انبیا کو کسی اجرت یا مزدوری کا لینا جائز نہیں ہے یہی بات کہ امت کے علما انبیا کے وارث بنکر لوگونکو قرآن کے موافق کچھ وعظ و نصیحت کریں یا قرآن پڑہا دیں تو انکی اجرت کا کیا حکم ہے اس میں علما کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رح اور امام احمد رح کے نزدیک

قرآن کی تعلیم کے معاوضہ مین کسی اجرت کا لینا جائز نہیں ہی - ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ابی بن کعب اور عبادہ بن الصامت کے جو روایتیں ہین انکا حاصل یہ ہی کہ عبادہ بن الصامت اور ابی بن کعب نے کچھ لوگونکو قرآن کی سورتین سکہائین ان لوگون نے اپنے ان استادون کو کچھ تحفہ دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو جب اس تحفہ کا ذکر آیا تو آپنے فرمایا کہ یہ تحفہ قیامت کے دن تحفہ لینے والے کے حق مین دوزخ کی آگ بن جاویگا اس حدیث سے امام ابوحنیفہ رح کے اور امام احمد رح کے مذہب کی پوری تائید ہوتی ہی جو علما اس اجرت کے جائز ہونے کے قائل ہین اونھون نے اس قسم کی آیتون اور حدیثونکا طرح طرح سے جواب دیا ہی جسکی تفصیل حدیث کی شرح اور فقہ کی کتابونمین ہے -

وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّهُم مُّلَاقُوا رَبِّهِمْ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ۝

اور مین نہیں ہانکنے والا ایمان والونکو انکو ملنا ہے اپنے رب سے لیکن مین دیکھتا ہون تم لوگ جاہل ہو

وَيَا قَوْمِ مَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِن طَرَدتُّهُمْ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝

اور اے قوم کون چھڑاوے مجکو اللہ سے اگر انکو ہانکدون کیا تم دہیان نہیں کرتے

جس طرح نوح علیہ السلام کے قوم کے مالدار لوگون نے حضرت نوح علیہ السلام سے یہ جھگڑا کیا کہ اے نوح اگر تم ان کم عزت اور مفلس لوگونکو اپنی مجلس مین آنے سے روکدوگے تو ہم مالدار اور عزت دار لوگ کبھی کسی وقت تمہاری مجلس مین آکر کچھ تمہاری نصیحت سنینگے اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا جس جواب کا ذکر اس آیۃ مین ہی سورہ انعام مین گذر چکا ہی کہ قریش مین کے عزت دار اور مالدار لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی خواہش کی تہی اور یہ جھگڑا کیا تھا جسپر اللہ تعالی نے سورہ انعام کی چند آیتین نازل فرماکر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اون لوگونکی خواہش کو پورا کرنے سے منع فرمایا حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر قیامت تک آخر شیطان تو ایک ہی ہی جو ہر زمانہ کے لوگونکو بہکاتا ہی اسواسطے ہر ایک زمانہ کے لوگونکے دلون مین اوس ظالم نے ایکسا ہی طرح کے وسوسے ڈالے ہین اور ہر وقت کے منکر لوگون نے ہر زمانہ کے رسول سے ایکسا ہی طرح کے ملتے جلتے جھگڑے کئے ہین اور ایک مدت دراز سے اون جھگڑونکا رواج ہر زمانہ کے منکر لوگون مین چلا آیا ہی لیکن خواہ کسی قدر مدت دراز کا رواج ہو شریعت الٰہی مین بغیر حکم الٰہی اور سند شرعی کے کوئی رواج معتبر نہیں ہے اسلئے ہر زمانہ کی شریعت نے اس رواج کو نامعتبر ٹھہرایا اور توڑا یہ رواج تو اللہ کے رسولون سے جھگڑا کرنیکا ایک بد بات کا رواج تھا ظاہر ہی اگر کوئی بات نیک معلوم ہوتی ہو اور سند شرعی سے اوس بات کی تائید نہ ہوتی ہو تو اس طرح کی نیک بات کا رواج بھی شریعت مین جائز نہین ہے صحیحین کی حضرت انس رض کی حدیث اوپر گذر چکی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ بعضے صحابیون نے خلاف سنت ہمیشہ روزہ رکہنے کا اور بعضون نے ہمیشہ مجرد رہنے کا عہد کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابہ پر خفا ہوئے اور فرمایا کہ جو شخص میری سنت کے خلاف کوئی کام کریگا وہ میری پیروی کرنے والے گروہ سے خارج ہی - انہم ملاقوا ربہم ولکنی اراکم قوما تجہلون - اسکا مطلب یہ ہی کہ غریب دیندار لوگ ایک دن اللہ کے روبرو کہڑے ہونے کا اعتقاد رکہتے ہین اسلئے نیک عمل کرتے ہین تم لوگ جاہل ہو

منزل ۳

جو ایسے لوگونسے دوری ڈہونڈنے ہوآگے جو نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے مشرک لوگونکو جواب دیا ہی اوس کا حاصل یہ ہی کہ مین ان غریب دیندار لوگونکو بلا قصور اپنی مجلس کے آنے سے روک دون گا تو یہ بڑی ناانصافی ہے پہر تم ہی لوگ دہیان کرو کہ اگر اس ناانصافی کی پرسش اللہ کی طرف سے ہوگی تو مین کیا جواب دونگا۔ سورہ انعام مین اللہ تعالیٰ نے یہی ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمائی ہے کہ اگر تم ان مشرکون کے کہنے سے غریب دیندار لوگونکو اپنی مجلس کے آنے سے روک دوگے تو تم ناانصاف ٹہروگے اس سبب سے سورہ انعام کی آیتین نوح علیہ السلام کے اس جواب کی گویا تفسیر ہین۔

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○

اور مین نہین کہتا تم کو کہ میرے پاس ہین خزانے اللہ کے اور نہ مین خبر رکہون غیب کی اور نہ کہون کہ مین فرشتہ ہون اور نہ کہونگا جو تمہاری آنکہہ مین حقیر ہین نہ دیگا انکو اللہ بہلائی اللہ بہتر جاننے والا ہے اسکا جو انکے جی مین ہی یہ کہون تو مین بے انصاف ہون

اوپر کی آیۃ مین جو نوح علیہ السلام کی قوم نے یہ کہا تہا کہ اپنے اوپر ہم تمہاری کوئی فضیلت نہین دیکھتے اور تم ہمسے زیادہ عزت دار نہین ہو یہ اوسی کا جواب نوح علیہ السلام نے اونکو دیا کہ خدا کے خزانے میرے قبضہ مین نہین اور نہ مین غیب کی باتین جانتا ہون نہ کوئی فرشتہ ہون جو تم میری فضیلت سمجہو میری فضیلت تو خدا کی طرف سے یہ ہے کہ اوسنے مجہے معجزے عنایت کئے ہین اور جن لوگون نے میری پیروی اختیار کی ہی تم انکو ذلیل و خوار سمجہتے ہو اگر انکا باطن ویسا ہی ہی جیسا ظاہر ہے تو چاہے کوئی کتنا ہی انکو برا کہے حقیر سمجہے مگر خدا کے نزدیک انکا بڑا مرتبہ ہی خدا تو انکے دل کی باتونکو جانتا ہی آخرت مین اچہے سے اچہا انکو بدلہ دیگا اور جو لوگ انکو برا سمجہتے ہین وہ بڑا ظلم کرتے ہین بے سمجہے بوجہے ناحق انکی برائی اور مذمت کرتے ہین اور تمہارے کہنے سے اگر مین بہی انکے ساتہ برا برتاؤ کرون اور اپنے پاس سے انکو نکالدون تو مین بہی ظالم ٹہرونگا۔ ولا اقول لکم عندی خزائن اللہ کا تعلق دیا قوم لا اسئلکم علیہ مالا سے ہے مطلب یہ ہی کہ احکام آلہی کے پہونچا دینے پر نہ تو مین تم سے کچہہ مزدوری مانگتا ہون نہ مین تمکو یہ لالچ دیتا ہون کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہین تم میری پیروی کروگے تو مین تمکو بہت کچہہ دیکر نہال کردونگا۔ ولا اعلم الغیب اس کا مطلب یہ ہی کہ مین یہ بہی نہین کہتا کہ آیندہ کا تمہارا ہر طرح کا بہلا برا میرے ہاتہہ مین ہی کیونکہ آیندہ کی بہلائی برائی ایک غیب کی بات ہی جو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کو معلوم نہین اس مین تمہون سے بہلائی برائی کی امید کی نوح علیہ السلام نے گویا بیخ کاٹی ہے۔ ما نراک الا بشرا مثلنا جو قوم نوح نے کہا تہا اسکا جواب نوح علیہ السلام نے یہ دیا کہ مین بہی اپنے آپکو فرشتہ نہین کہتا باقی آیۃ کا مطلب و نہی غریب دینداروں کے حق مین یہ ہی کہ انکے دل کا حال تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہی لیکن ظاہر مین وہ دیندار ہین اسلئے انکے حق مین یہ غیب کی بات نہین کہہ سکتا ہون کہ ان لوگونکی دینداری اوپری ہی اسلئے بارگاہ آلہی سے ان لوگون کو کچہہ بہلائی نہین پہونچ سکتی کس لئے کہ اگر اٹکل سے مین ایسی بات کہونگا تو یہ میری بے انصافی ہی صحیح بخاری مین حضرت عمر سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا و لکل امرئ ما نوی مطلب یہ ہی کہ شرعی کامون مین دلکا ارادہ

منزل ۳

اور نیت اصل ہے اوپرے دلسے دنیا کے دکھاوے کیلئے جو کام کیا جاویگا وہ بیکار ہے اور جو خالص عقبیٰ کے ثواب کی نیت سے
کیا جاویگا وہ عقبیٰ کے اجر کے قابل ہے مگر یہ دلکے ارادے اور نیت کا حال سوا اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو معلوم نہیں چنانچہ طبرانی
اور مسند بزار کے حوالہ سے انس رض بن مالک کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت
کے دن جب سربہر لوگونکے اعمال نامے کہولے جاوین گے تو اللہ تعالیٰ اون مین سے بعضے عملونکو نا مقبول فرمائیگا اسپر فرشتے
عرض کرینگے یا اللہ ظاہری طور پر توان عملون مین کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ فرماوے گا انسان کے دل کا حال
سوائے میرے اور کسی کو معلوم نہین مجھکو خوب معلوم ہے کہ یہ عمل خالص نیت سے نہیں کئے گئے نوح علیہ السلام کے
جواب کے آخری ٹکڑے کی یہ حدیثیں گویا تفسیر ہیں ۔

قَالُوا يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ

بولے اے نوح تو ہم سے جھگڑا اور بہت جھگڑ چکا اب لے آ جو وعدہ دیتا ہے ہمکو اگر تو سچا ہے

قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُمْ بِهِ اللَّهُ إِنْ شَاءَ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ

بولا کہ لاویگا تو اوسکو اللہ ہی اگر چاہے گا اور تم نہ تھکا دوگے بھاگ کر اور نہ کام کریگی تم کو میری نصیحت جو مین چاہوں

أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ قف وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

تمکو نصیحت کرون اگر اللہ چاہتا ہوگا کہ تم کو بے راہ چلاوے وہی ہے رب تمہارا اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے

منزل ۳

جب نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے ہر ایک سوال کا پورا جواب پایا تو کہنے لگے کہ اے نوح ہم تم سے ہر طرح بحث کر کے تھک گئے
کوئی حجت ہماری پیش نہ چلی اب تو جس عذاب کا تم ہمکو خوف دلاتے ہو اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب نازل کرا دو اسکا جواب نوح نے دیا
کہ یہ میرے بس کا کام نہیں ہے خدا کے ہاتھ ہے اگر وہ عذاب جلدی بھیجنا چاہے گا تو کوئی اوسکو روک نہیں سکتا اور اگر اسکی
حکمت دیر کی مقتضی ہے تو دیر مین نازل ہوگا اگر تم چاہو کہ ہم بچ جائین سو یہ بچنا ہے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ تم یا اور کوئی
اوسکو عاجز کردے یا تم کہیں بھاگ کر چلے جاؤ اور بچ جاؤ اور میری نصیحت بھی تمکو کچھ فائدہ مند نہیں ہو سکتی مین ہزار
چاہوں کہ تم کسی طرح ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تمہاری گمراہی ٹھہر چکی ہو تو مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا وہ تمہارا رب ہے
اسی نے تمکو پیدا کیا وہی تمہین دنیا مین زندہ رکھتا ہے وہی تمہاری پرورش کرتا ہے اوسی کے ہاتھ مین ہدایت اور گمراہی ہے اسی
کی طرف تمہین پھر جانا ہے وہان تمہارے اعمال کا بہت اچھی طرح بدلا ملیگا سورہ انفال میں گذر چکا ہے کہ مشرکین مکہ جب
کسی حجت مین غالب نہ آسکے تو اونہون نے بھی عذاب کے آجانے کی خواہش کی تھی صحیح بخاری کے حوالہ سے انس رض بن مالک کی یہ حدیث
بھی گذر چکی ہے کہ ابو جہل نے یہ عذاب کی خواہش کی تھی اور سب مشرک اسکے ہم خیال تھے حاصل یہ ہے کہ قوم نوح اور قریش کی
عذاب کی خواہش کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ یہ آسمانی کتابون اور اللہ کے رسولون کے منکر لوگ عذاب الٰہی کے وعدہ کو سچا نہیں
سمجھتے تھے اسلئے جب یہ لوگ زبانی جھگڑون مین لاجواب ہو جاتے تھے تو بیدھڑک عذاب کی خواہش انکی زبان پر آجاتی تھی صحیح بخا

مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم الٰہی مین جو شخص دوزخی ٹھہر چکا ہے دنیا مین پیدا ہونے کے بعد وہ ویسے ہی کام کرتا ہی اور یہ بھی گذر چکا ہی کہ ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم ان کان اللہ یرید ان یغویکم کی حضرت علی کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے +

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَ اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۝

کیا کہتے ہیں بنا لایا قرآن کو تو کہہ اگر مین بنا لایا ہون تو مجھپر ہے میرا گناہ اور میرا ذمہ نہیں جو تم گناہ کرتے ہو

ع ۳ ۱۱

منزل

اس آیۃ مین اس بات کا اختلاف ہی کہ یہ آیت نوح علیہ السلام کی قوم کی شان مین ہی یا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار مکہ یہ کہتے تھے بعضے مفسرین نے یہ کہا ہی کہ جو کچھ نوح علیہ السلام کی قوم حضرت نوح پر اعتراض کیا کرتی تھی وہی اعتراض کفار مکہ بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے تھے مگر یہ قول صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ نوح علیہ السلام کو کوئی کتاب نہیں ملی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا تو کفار مکہ کہنے لگے کہ یہ قرآن انہون نے آپنے جی سے گھڑ لیا ہے خدا نے نہین اتارا ہے اس کا جواب اللہ جل شانہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ اونسے کہو کہ یہ قرآن اگر ہم خود بنا کر کہتے ہین تو اسکا جرم ہمپر ہے اور تم جھٹلاتے ہو تو اس سے بھی مین بری ہون اور بعضے مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ اس آیۃ کو بھی حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ سے تعلق ہے جب آنکی قوم ہر ایک بات مین ہار گئی اور کوئی حجت نہ چلی تو کہنے لگے تمپر وحی وغیرہ کچھ بھی نہین آئی ہے تم جھوٹ کہتے ہو کیونکہ تمہارے پاس سند تو ہے نہیں جس سے تم خدا کے رسول سمجھے جاؤ تو یہ جواب اللہ کیطرف سے نوح علیہ السلام کو بتلایا گیا کہ کہدو اگر مین جھوٹ کہتا ہونگا تو اوسکا گناہ مجھپر ہے اور تم جو مجھپر تہمت جھوٹ کی دہرتے ہو مین اس سے بالکل الگ ہون حاصل کلام جب نوحؑ کی قوم ایمان نہین لائی تو اونکو حکم ہوا کہ انکے واسطے بد دعا کرو حضرت نوح نے بد دعا کی کہ اے رب زمین پر کسی کافر کا گہر بسنے والا نہ چھوڑ تو یہ آگے کا حکم آیا تفسیر مقاتل مین اسی کو ترجیح دی ہی کہ حضرت نوح کے قصہ مین یہ آیۃ قریش کی شان مین ہی معتبر سند سے مستدرک حاکم مین حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ولید بن مغیرہ جو مشرکین مکہ مین بڑا لسان اور شاعر تھا قرآن کی آیتین سنکر اوسنے یہ کہا کہ یہ کلام آدمی اور جنات کے کلام سے انوکھا ایک کلام ہے مگر پھر ابو جہل کے بہکانے سے ولید یہ کہنے لگا کہ قرآن مین یہ انوکھی تاثیر جادو کے سبب سے ہے اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہے کہ جب تم مین کا ولید بن مغیرہ جیسا شخص قرآن کو آدمی کے کلام سے انوکھا بتلاتا ہی تو معہذا ان پڑھ آدمی پر قرآن کے بنانے کا جھوٹا الزام جو لگاتے ہو ایک دن اس جھوٹے الزام کے وبال مین پکڑے جاؤگے اور سوقت تمکو کھل جاویگا کہ مین اس جھوٹے الزام سے بری تہا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث گذر چکی ہی کہ ان جھوٹا الزام لگانے والون مین کے اکثر آدمی بدر کی لڑائی مین مارے گئے اور اللہ کے رسول نے اونکی لاشون پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تم لوگون نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو سچا پالیا سا اوپر یہ جو کہا تھا کہ ایکدن یہ لوگ جھوٹے الزام مین پکڑے جاوینگے اور سوقت ان لوگونکو معلوم ہو جاویگا کہ یہ لوگ جھوٹے تھے اور اللہ کے رسول انکے جھوٹے الزام سے بالکل بری تھے اسکی صداقت اس

حدیث سے اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہی

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ

اور حکم ہوا طرف نوح کے اب ایمان نہ لاویگا تیری قوم مین مگر جو ایمان لاچکا سو غمگین ہنوان کاموں پر جو کر رہے ہین

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝

اور بنا کشتی رو برو ہماری اور ہمارے حکم سے اور نہ بول مجھسے ظالمونکے واسطے یہ البتہ غرق ہون گے

جب قوم نوح نے عذاب کی جلدی کی اور حضرت نوح کو بہت ستانا شروع کیا تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے نوح اب تمہاری قوم مین سے کوئی ایمان نہیں لائیگا جنے ایمان لاچکے وہ لاچکے آیندہ اب کسی سے ایمان لانیکی امید نہین تم انکی کسی بات کا غم نکرو جو یہ کر رہے ہین تم ایک کشتی طیار کرو ہم وحی کے ذریعہ سے کشتی کے بنانے کا ڈہنگ تمہین بتاتے ہیں اور ان ظالمون کے باب مین سفارش کے طور پر بارگاہ الہی مین کچھہ کہو یہ سب ڈوبنے والے ہیں قتادہ کا قول ہی کہ حضرت نوح کی کشتی تین سو گز لمبی تھی ابن عباس فرماتی ہین بارہ سو گز لمبی اور چھہ سو گز چوڑی تہی کسی نے یہ بھی کہا ہی کہ دو ہزار گز لمبی اور سو گز چوڑی تہی مگر سبکا اسباتمین اتفاق ہی کہ بلندی مین وہ کشتی تیس گز تہی اس کشتی مین تین درجے تہی ہر درجہ دس گز کا تہا نیچے کا درجہ چارپایا گائے بیل بہینس وغیرہ کی قسم مین سے جانوروں واسطے اور بیچ کا درجہ آدمیونکے لئے اور اوپر کا درجہ پرندونکے لئے بنایا تہا کشتی کی چوڑائی میں ایک دروازہ بھی تھا اور ایک سرپوش تہا کشتی کے اوپر ڈہانپنے کو تاکہ کثرت سے مینہہ جو برس رہا تہا اوسکے صدمہ سے کشتی والے محفوظ رہیں حافظ ابو جعفر ابن جریر عبد اللہ بن عباس سے روایۃ کرتے ہین کہ عیسے علیہ السلام کے حوارین مین سے ایک شخص نے حضرت عیسے سے کہا کہ کبھی ایسے شخص کو آپ زندہ کرین جسنے حضرت نوح کی کشتی اپنی آنکھون سے دیکھی ہو وہ ہمسے اوسکا حال بیان کرے حضرت عیسے اون لوگونکو اپنے ساتھہ لئے ہوئے ایک ٹیلہ پر پہونچے اور تھوڑی سی مٹی اوٹھاکر اپنے ساتھیوں سے پوچھا تم لوگ جانتے ہو یہ کون شخص ہی لوگون نے کہا خدا اور خدا کا رسول جانتے ہین کیا خبر حضرت عیسے نے کہا یہ حضرت نوح کے بیٹے حام کی پنڈلی کی مٹی ہی اور عصا سے ٹیلہ کو مار کر کہا خدا کے حکم سے کہڑا ہوجا جسوقت وہ اوٹھا تو اوسکے سر کے بال بالکل سفید تھے حضرت عیسے نے پوچھا کیا تو اسی عمر مین ہلاک ہوا تھا اوسنے کہا کہ نہین جب مین مرا تھا جوان تہا اسوقت مین نے یہ گمان کیا کہ قیامت آگئی اسلئے اس خوف سے مین بوڑھا ہوگیا پھر اوس سے کشتی کا حال پوچھا گیا تو بیان کیا وہ کشتی بارہ سو گز کی لمبی اور چھہ سو گز کی چوڑی تہی اوس مین تین طبقے تھے نیچے چارپائے بیچ مین آدمی اوپر پرندے جب چارپایون کی لید کی کثرت ہوئی تو خدا نے وحی بھیجی کہ اے نوح ہاتھی کی دم دباؤ اسکی دم دبانے سے ایک جوڑا سور کا پیدا ہوگیا جسنے لید وغیرہ کا صفایا کیا جب چوہے بہت ہوگئے اور کشتی کی لکڑی اور رسیاں کترنے لگے تو اللہ کا حکم ہوا کہ شیر کی دونون آنکھون کے درمیان مین ہاتھہ مارو اس سے ایک جوڑا بلی کا پیدا ہوا جسنے چوہون کو کہانا شروع کردیا پھر حضرت عیسے نے پوچھا نوح کس طرح سمجھے کہ سارا شہر ڈوب گیا اسنے کہا کہ ایک کوّے کو بہیجا تہا کہ خبر لائے مگر وہ ایک مردار پر جہک پڑا اسکے لئے حضرت نوح نے بد دعا کی تہی اسی لیئے وہ گہر دار

منزل ۳

مین رہنا پسند نہیں کرتا خوف زدہ ہوکر آدمیوں سے بھاگتا ہی پھر کبوتر کو بھیجا وہ جاکر چونچ مین ایک پتہ زیتون کا اور تھوڑی سی
مٹی پنجے مین دبا کر لایا اس سے سمجھا کہ سب ہلاک ہو گئے اپنے کبوتر کیواسطے دعا کی تھی وہ گھرون مین رہتا ہے اور آدمیوں سے نہیں
بھاگتا پھر حواریین نے کہا یا حضرت اس شخص کو ہمارے گھر لے چلئے وہان چلکے یہ سارا اور باقی کا حال بیان کریگا حضرت
عیسے نے کہا جس کا رزق اب دنیا مین نہیں ہے وہ کیونکر تمہارے ساتھ چل سکتا ہی پھر حضرت عیسے نے کہا خدا کے حکم
سے پھر ویسا ہی ہو جا جیسا تھا وہ خاک کا ٹیلہ ہو گیا۔ حافظ ابن کثیر نے عبد اللہ بن عباس کی اس روایتہ کو غریب قرار دیا ہی
کوئی اکیلا مقبول راوی کسی حدیث کی سند مین ہو تو اوس حدیث کو غریب کہتے ہیں اور اگر ایسے اکیلے مقبول راوی کی روایتہ
کسی ثقہ راوی کے مخالف بھی ہو تو اسکو شاذ کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس کی اس حدیث
کے راوی حافظ ابن کثیر کے نزدیک مقبول تو ہین مگر اس روایتہ مین اکیلے ہیں اور انکی روایتہ کسی ثقہ راوی کے مخالف نہین
ہے اس لئے غریب ہی شاذ نہین ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث گذر چکی ہی جس مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مین جو کچھ ہونے والا تھا اللہ تعالی نے وہ سب لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی صحیح
بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی کی حدیث بھی گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم آلہی کے
موافق جو لوگ دنیا مین پیدا ہونے اور مرنے کے بعد دوزخی ٹھہر سکے ہیں وہ دنیا مین کام بھی ویسے ہی کرتے ہین ان حدیثون
کو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ قوم نوح مین سے جس قدر آدمیونکا راہ راست پر آنا لوح محفوظ مین
لکھا گیا تھا جب اون آدمیونکی گنتی پوری ہو گئی تو اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کو حکم بھیجا کہ اب اس قوم مین سے اور کوئی
نیا شخص راہ راست پر نہ آویگا اور نوح علیہ السلام کو یہ بھی جتلا دیا کہ ان لوگون کے بے ڈھنگے کاموں سے کچھ غمگین نہ ہونا چاہیے
یہ لوگ علم آلہی مین دنیا اور عقبی کے عذاب کے قابل ٹھہر چکے ہیں اسلئے مرتے دم تک ایسے بے ڈھنگے کام کرینگے۔

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ
اور وہ کشتی بناتا تھا اور جب گزرتے اوسپر سردار اسکی قوم کے ہنسی کرتے اس سے بولا اگر تم ہنستے ہو ہم سے تو ہم ہنستے ہین
مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ
تم سے جیسے تم ہنستے ہو اب آگے جان لوگے کہ کسپر آتا ہے عذاب کہ رسوا کرے اسکو اور اترتا ہے اسپر عذاب ہمیشہ کا

جب حضرت نوح کشتی بنا رہے تھے تو لوگ آتے جاتے کشتی بناتے دیکھکر مسخراپن کرتے تھے کبھی کہتے تھے نبی بنکر اب کیا بڑھئی
بنگئے کبھی کہتے تھے کہ کہین پانی کا تو پتہ بھی نہیں ہے یہ خشکی مین کس طرح کشتی چلاؤگے اور اس بات کو بھی ہنسی سمجھتے تھے جو
حضرت نوح اونسے کہتے تھے کہ عنقریب تم لوگ ڈوبنے والے ہو وہ کہتے تھے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ کوئی خشکی مین ڈوبیگا
حضرت نوح بھی اونپر ہنستے تھے کہ یہ لوگ مجھپر ہنس رہے ہیں مگر عنقریب ڈوبکر ہلاک ہونے والے ہیں مفسرین نے یہان
یہ بیان کیا ہی کہ وہ کشتی سال کی لکڑی کی تھی حضرت عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں دو سو برس مین بنی تھی۔ توریت مین

منزل ۳

مذکور ہی کہ صنوبر کی لکڑی کی تھی مگر اس باب مین کوئی صحیح روایۃ نہیں ہی پھر نوح علیہ السلام نے کہا کہ اب قریب مین تم لوگ جان لیوگے کہ کون عذاب آنے سے رسوا ہوتا ہی اور کسپر ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب ہوگا مطلب یہ ہی کہ تم لوگ دنیا مین تو ڈوب کر ہلاک ہوگے اور آخرت مین ہمیشہ کیلئے دوزخ کا عذاب بھگتوگے حضرت عائشہ فرماتی ہین نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ہزار برس تک یعنی اور ساڑھے نو سو برس وہ اپنی قوم کو خدا کی طرف بلاتے رہے اونکے آخر زمانہ مین ایک بہت بڑا درخت ہوا اور ہر طرف اسکی شاخین پھیل گئین تو نوح علیہ السلام نے اسکو کاٹکر کشتی کا سامان شروع کیا اونکی قوم دیکھکر ہنستی تھی کہ خشکی مین کیونکر کشتی چلے گی وہ کہتے تھے اب معلوم ہو جائے گا جب کشتی تیار ہو چکی تو اکبارگی زمین ابل پڑی اور ہر کوچہ و بازار مین پانی ہی پانی نظر آنے لگا جب ڈوبنے لگے تو ایک عورت کو بہت خوف ہوا اوس کا ایک ننہا سا بچہ تھا وہ اوسے بہت چاہتی تھی وہ اوسے لیکر پہاڑ پر چڑھ گئی جب وہان بھی پانی آگیا تو بالکل اوپر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئی جب پانی اوسکے گلے تک پہونچا تو اوسنے اپنے دونون ہاتھون پر بچے کو اوپر اوٹھالیا مگر کچھ بس نہ چل سکا پانی اوسکو بہا کیے گیا اگر اللہ پاک کسی پر رحم کرتا تو اوسوقت اوسی عورت پر رحم کرتا یہ روایۃ مستدرک حاکم وغیرہ مین ہے اور ذہبی نے اسکو ضعیف قرار دیا ہی لیکن یہ روایت تفسیر ابن ابی حاتم مین بھی ہی اور ابن ابی حاتم نے صحت روایۃ کی پابندی ابن جریر اور حاکم سے زیادہ کی ہی اس لیئے اس روایۃ کو بالکل ضعیف نہین کہا جا سکتا صحیح سند سے ترمذی طبرانی اور مستدرک حاکم مین ابی بکرہ رض کی حدیث ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا وہ آدمی ہے جس کی عمر بڑی ہو اور اوس کے عمل نیک ہون اور برا وہ آدمی ہے جس کی عمر بڑی ہو اور اوس کے عمل بد ہون مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جزا و سزا نیک و بد عملون کے موافق ہوگی اسلیے جس نیک عمل والے آدمی نے بڑی عمر پاکر نیک عمل بڑہائے اوسکی جزا بڑھ گئی اور وہ اچھا رہا اور جس بدعمل والے آدمی نے بڑی عمر پاکر بد عمال بڑہائے ویسے اوسکی سزا ہوگی اس لیئے وہ برا رہا اس حدیث سے آیتونکی یہ تفسیر ٹھہری کہ کشتی کی تیاری کے سبب سے طوفان کے آنے مین جس قدر دیر ہوئی یہ زمانہ بھی قوم نوح کے حق مین ایک عذاب کا زمانہ تھا کیونکہ اس قدر عمر کے حصہ مین اونھون نے اللہ کے نبی نوح علیہ السلام سے مسخراپن کرکے اپنی بداعمالی اور اوسکی سزا کو اور بڑہالیا فسوف تعلمون سے آخر آیۃ تک اس مطلب کو بیان فرمایا گیا ہی کہ تم لوگ ہنستے کیا خاک ہو تمہارے رونے کے دن تو آگے آتے ہین ابن ماجہ مستدرک حاکم اور مسند ابی یعلی کے حوالہ سے انس رض بن مالک اور عبد اللہ بن قیس کی روایتین گذر چکی ہین کہ دوزخی لوگ دوزخ مین یہان تک روئین گے کہ آنکے آنسوؤن مین کشتی چلائی جاوے تو چل نکلے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے یہی ان لوگونکے رونیکے دن تھے جو آگے آئے

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ

یہانتک کہ جب پہنچا حکم ہمارا اور جوش مارا تنور نے کہا ہمنے لادے اسمین ہر قسم سے جوڑا دوہرا اور اپنے گھر کے لوگ

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝

مگر جسپر پہلے پڑ چکی بات اور جو ایمان لایا ہو اور ایمان نہیں لائے تھے ساتھ اسکے مگر تھوڑے

منزل ۳

جب نوح علیہ السلام کشتی بنانے سے فارغ ہو گئے اور تنور ابل پڑا تو اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ جو جو جانور انسان کی زندگی مین فائدہ دینے والے ہین یا جنکا باقی رکھنا دنیا مین منظور تھا انکا ایک ایک جوڑا لیلو اور بعضون نے درختون کو بھی لکھا ہی کہ انکے لینے کا بھی حکم ہوا تھا اور بعضون کا قول ہی کہ جب کشتی مین گدہا چڑہنے لگا تو شیطان نے اسکی دم پکڑ لی وہ چڑہ نہ سکا کئی دفعہ کوشش کی اوٹھا بیٹھا آخر حضرت نوحؑ نے گدہے سے کہا کہ شیطان کشتی کے اندر آجا اسلئے گدہا معہ ابلیس کے کشتی مین داخل ہو گیا بعضون نے یہ بھی بیان کیا ہی کہ کشتی والون نے یہ کہا کہ یہان شیر بھی ہے چارپائے کیونکر امن سے رہین گے اسواسطے خدا نے شیر کو بخار مین مبتلا کر دیا اور پہلے دنیا مین تپ اسی سے شروع ہوئی اس سے پہلے بخار کا نام و نشان بھی نہ تھا پھر لوگون نے کہا کہ چوہے کھانے پینے کی چیزونکا نقصان کر دین گے خدا کا حکم ہوا شیر کو چھینک آئی اور ایک بلی پیدا ہوئی جسکو دیکھکر چوہے دبک گئے تنور کی تفسیر مین بہت اختلاف ہی لیکن حافظ ابو جعفر ابن جریر نے تنور کے مشہور معنے کو ترجیح دی ہی یہ تنور نوح علیہ السلام کے گھر مین تھا اور اس مین سے پانی کا ابلنا طوفان کی نشانی ٹھہرا تھا حاصل یہ ہی کہ زمین و آسمان ہر جگہ سے پانی نکلا امام رازی کہتے ہین کہ یہ جو روایۃ مشہور ہے کہ ابلیس بھی کشتی مین داخل ہو گیا تھا کچھ سمجھ مین نہین آتی اسلئے کہ اسکا جسم ناری یا ہوائی ہے پانی سے اسکو بھاگنے کی ضرورت نہین ہی اور آیت سے بھی اس کے بارہ مین کچھ معلوم نہین ہوتا اور نہ کسی صحیح حدیث مین اس کا ذکر ہے پھر فرمایا کہ اپنے رشتہ دارون زن و فرزند کو بھی ساتھ لیلو مگر ان مین سے اپنی بیوی کنعان کی مان اور کنعان کو اور کنعان کی بیوی کو ساتھ نہ لینا کیونکہ یہ لوگ ایمان نہیں لائے تھے اپنی قوم کے دین پر تھے اسواسطے ان کے حق مین حکم تھا کہ یہ ڈوب جاوینگے پھر فرمایا کہ جو لوگ ایمان لے آئے ہین تمہاری قوم مین سے انکو بھی اپنے ساتھ لیلو اور یہ لوگ جو ایمان لائے تھے بہت ہی کم لوگ تھے قتادہ کہتے ہین کہ یہ آٹھ آدمی تھے حضرت عبد اللہ بن عباس کہتے ہین کہ اسی آدمی تھے اور یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہی کیونکہ جب یہ لوگ کشتی سے اترے تھے تو ایک بستی بسائی جسکا نام قریۃ الثمانین رکھا گیا یہ بستی اب تک موصل کے اطراف مین موجود ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مجھکو امید ہی کہ اور انبیا سے میرے پیرو زیادہ ہونگے۔ اس حدیث کو وما آمن معہ الا قلیل کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ تمام امتون مین سے تھوڑے لوگونکا ایمان لانا کچھ نوح علیہ السلام پر منحصر نہین ہی بلکہ قیامت کے دن خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور سب انبیا کے پیرو تھوڑے ہونگے لیکن امت محمدیہ کو چاہیے کہ وہ ریاکاری اور بدعت مین گرفتار ہو کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امید مین خلل نہ ڈالین کیونکہ مسند امام احمد وغیرہ کے حوالہ سے محمود بن لبید کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے دکھاوے کے عمل کو چھوٹا شرک فرمایا ہی جس کا مطلب یہ ہی کہ پورے مشرک لوگ ظاہر مین سوا اللہ کے بتونکی پرستش کرتے ہین اور ریاکار لوگ اگرچہ بظاہر اللہ کی عبادت کرتے ہین لیکن انکی نیت مین دنیا کے دکھاوے کا میل ہوتا ہی اور یہی چھوٹا شرک ہی صحیح

بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت عائشہ کی حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
بغیر سند شرعی کے جو عمل دین میں نکالا جاویگا وہ بدعت ہی اور ایسا بدعت کا عمل نا مقبول ہی ان حدیثوں سے معلوم
ہوگیا کہ دین کے جس کام میں دنیا کے دکھاوے یا بدعت کا دخل ہوگا اوس عمل سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی
میں ضرور خلل پڑیگا جس خلل سے اللہ کے رسول کی اوس امید میں بھی ضرور خلل پڑجاویگا جس امید کا ذکر اوپر گذرا۔

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ
اور بولا سوار ہو اسمین اللہ کے نام سے اسکا بہنا اور ٹھہرنا تحقیق میرا رب ہے بخشنے والا مہربان　اور وہ لے بہتی ہی انکو
فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَب مَّعَنَا وَلَا تَكُن مَّعَ
لہروں میں جیسے پہاڑ　اور پکارا نوح نے اپنے بیٹے کو اور وہ ہو رہا تھا کنارے اے بیٹے سوار ہو ساتھ ہمارے اور مت رہ ساتھ
الْكَافِرِينَ ۝ قَالَ سَآوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ ۚ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ
منکروں کے　کہا میں لگ رہونگا کسی پہاڑ کو کہ بچا لے گا مجکو　پانی سے　بولا کوئی بچانیوالا نہیں آج کے دن اللہ
اللَّهِ إِلَّا مَن رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ۝
کے حکم سے مگر جسپر وہ مہر کرے اور بیچ آپڑی دونوں میں موج پھر ہوگیا ڈوبنے والونمیں

منزل ۳

پھر نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بسم اللہ کشتی میں سوار ہو جاؤ خدا کے نام کی برکت سے یہ کشتی پانی پر
چلے گی اور اسکے نام سے ٹھہریگی میرا رب بڑا غفور الرحیم ہے ہمپر رحم کیا کہ بخشش کی اور کافرونکو ہلاک کیا۔ تفسیر ضحاک
میں ہی کہ نوح علیہ السلام جب چاہتے تھے کہ کشتی چلے تو بسم اللہ کہتے تھے کشتی چلنے لگتی تھی اور جب چاہتے تھے کہ تھم جاے
بسم اللہ کہدیتے تھے تھم جاتی تھی اسی واسطے ہر کام کے شروع میں بسم اللہ کا کہنا مستحب ہے ناقابل اعتراض سند سے مسند
ابی یعلی اور طبرانی میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت جب کشتی میں
سوار ہونے کیوقت بسم اللہ الملک وما قدروا اللہ حق قدرہ اور بسم اللہ مجریہا ومرسہا ان ربی لغفور الرحیم کہیں گے تو ڈوبنے سے محفوظ
رہیں گے آگے پانی میں اوس کشتی کے بہنے کی کیفیت بیان فرمائی کہ اس طرح بہتی پھرتی تھی جیسے پہاڑ بلکہ اونچے سے اونچے
پہاڑ سے تیس چالیس گز بلندی پر تیرتی تھی پھر نوح علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بیٹے یام کو جس کا دوسرا نام کنعان بھی تھا
اور وہ کنارے پر کھڑا تھا آواز دی کہ بیٹا تو بھی ایمان لاکر کشتی میں میرے پاس چلا آ اور کافرونکا ساتھ نہ دے نہیں تو بھی ڈوب
جائیگا اوسنے نہ مانا اور جواب دیا کہ میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤنگا وہاں پانی سے پناہ ملجاویگی اور ڈوبنے سے بچ جاؤنگا وہ
یہی سمجھ رہا تھا کہ پانی کیا پہاڑ سے بھی اوپر آجاویگا اور بعضوں نے کہا ہی اوسنے ایک ناؤ کانچ کی بنا رکھی تھی کہ جب سیلاب
آئے گا تو میں اسپر سوار ہونگا مگر یہ روایت درجہ صحت کو نہیں پہونچی قرآن مجید میں تو فقط یہی مذکور ہے کہ اوسنے پہاڑ پر پناہ
لینے کو کہا پھر نوح علیہ السلام نے اوسکو جواب دیا کہ پہاڑ کی کیا ہستی ہے آج کوئی کسی کو خدا کے عذاب سے پناہ نہیں دیسکتا

ہان جسپر خدا رحم کریگا وہ بیشک نہین ڈوبے گا جیسے اس کشتی والے بچ گئے پہر نوح اور اونکے بیٹے کے درمیان مین ایک ایسی موج آئی کہ اونکے بیٹے کو بہا کرلے گئی اور وہ ڈوب گیا۔ سورہ زخرف مین اللہ تعالی نے خشکی کی ہر طرح کی سواری اور کشتی کا ذکر فرما کر سواری کیوقت سبحان الذی سخر لنا ہذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون کے پڑہنے کی ہدایت فرمائی ہی معتبر سند سے ترمذی ابوداؤد نسائی مین حضرت علیؓ سے جو روایت ہی اوس مین خشکی کی سواری کیوقت کا یہ ذکر بہی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسوقت سورہ زخرف کی یہ آیتہ پڑہا کرتے تھے سورہ زخرف کی اس آیتہ کا حاصل مطلب یہ ہی کہ یہ اللہ ہی کی قدرت ہی کہ اوسنے ان سواریون کو ہمارے قبضہ مین کر دیا ورنہ یہ بات ہماری طاقت سے باہر تھی اور جس طرح اب ہم ان سواریون پر چڑہے پہرتے ہین اسی طرح ایک دن چار آدمیونکے کندہے پر ہمارا جنازہ جاویگا۔ بعضے سلف کا قول ہے کہ خشکی کی سواری اور کشتی کی سواری دونون سواریون کے وقت سورہ زخرف کی یہ آیتہ پڑہنی چاہیے اور سورہ زخرف کی آیتون سے اس قول کی تائید بھی ہوتی ہی کیونکہ اون آیتون مین دونون سواریون کا ذکر ہے فقط اتنی بات ہی کہ دریائی سفر کا موقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین زیادہ پیش نہیں آیا اس لئے اسباب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عملی روایتہ نہین ہی بعضے سلف کا یہ قول ہی کہ کشتی کی سواری کیوقت سورہ ہود کی آیتہ اور خشکی کی سواری کیوقت سورہ زخرف کی آیتہ پڑہی جاوے لیکن بہتر یہ ہی کہ کشتی کی سواری کے وقت دونون آیتونکو پڑہا جاوے تاکہ سورہ زخرف کی آیتون اور حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث دونو پر عمل ہو جاوے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہی کہ علم آلہی کے موافق جو لوگ دوزخ کے قابل ٹہر چکے ہین وہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ویسے ہی کام کرتے ہین اور وہی کام اونکو اچھے نظر آتے ہیں اس حدیث کو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جب طوفان کا پانی کثرت سے پہیل چکا تہا اور موجین آرہی تھین اسی خوف کے وقت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو وہ نیک صلاح دی جسکا ذکر ان آیتونمین ہے لیکن علم آلہی کے موافق کنعان کے حق مین جو کچھ ٹہر چکا تہا آخر کنعان کی نظر مین وہی کفر کی حالت کا مرنا اچھا معلوم ہوا اسی طرح کا قصہ ابو طالب کا صحیح بخاری مسلم وغیرہ مین ہی کہ ابو طالب کے آخری وقت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو اسلام قبول کر لینے کی نیک صلاح دی مگر ابو طالب نے وہ صلاح نہیں مانی

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ

اور حکم آیا اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان تہم جا اور سکھا دیا پانی اور ہو چکا کام اور کشتی ٹہری

عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا کہ دور ہون قوم بے انصاف کو

حاصل مطلب یہ ہی کہ جب سب کفار ڈوب گئے بلکہ کوئی جاندار سوائے ان کشتی والون کے نہ بچا تو اللہ تعالی نے آسمان کو یہ حکم دیا کہ اب پانی نہ برسا تہم جا اور زمین کو یہ حکم دیا کہ تو نے جتنا پانی اگلا ہے نگل جا خدا کا حکم پورا ہو چکا سب کفار

ہلاک ہو گئے مینہ تھم گیا اور پانی سوکھ چلا تو کشتی اپنے سواروں کو لئے ہوئے جودی پہاڑ پر آ لگی اور فرمایا کہ ساری قوم ظالم لوگوں کی خدا کی رحمت سے دور ہو گئی جس کا مطلب یہ ہے کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے طوفان نوحؑ میں کوئی شخص ان کشتی والوں کے سوا زندہ نہ بچا ساری دنیا ہلاک ہو گئی بعض لوگوں کا گمان ہے کہ بعض بعض شہر طوفان سے بچ گئے تھے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ کی حدیث جو اوپر گذر چکی ہے کہ اگر اللہ پاک کسی پر رحم کرتا تو اس وقت اپنی بچے کی ماں پر رحم کرتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا ہلاک ہوئی علاوہ اسکے سارے اہل کتاب کیا یہود اور کیا نصاریٰ سب کا اتفاق اس بات پر ہے کہ نوحؑ آدم ثانی ہیں اور طوفان کے بعد جتنے بنی آدم ہیں سب نوحؑ کی اولاد میں ہیں قرآن مجید کا بھی یہی فیصلہ ہے وجعلنا ذریتہم الباقین جس کا مطلب یہ ہے کہ طوفان کے بعد اولاد نوح ہی سے دنیا آباد ہوئی پھر یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ طوفان کی آفت سے کچھ لیسے شہر بچ گئے جن میں اولاد نوح کے علاوہ اور لوگ آباد تھے جب نوح علیہ السلام کشتی سے اوترے تو تھوڑے دنوں میں اور سب کشتی والوں کا انتقال ہو گیا فقط نوحؑ کے تینوں بیٹے باقی رہے جن سے نوح علیہ السلام کی نسل بڑھی اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کی ذریات کو دنیا میں ہمنے باقی رکھا جودی پہاڑ کے متعلق بھی مفسروں کا اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ شہر موصل میں ایک پہاڑ ہے کوئی کہتا ہے ملک شام میں ہے کسی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اسی طور کا نام جودی بھی ہے جسپر حضرت موسیٰؑ کو نبوت ملی ہے مجاہد کہتے ہیں یہ پہاڑ ایک جزیرہ میں ہے سارے پہاڑ ڈوب گئے تھے مگر جودی بہ سبب اپنی خاکساری کے ڈوبنے سے محفوظ رہا اسپر کشتی آکر ٹھہری قتادہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک مہینہ تک وہ کشتی اوپر رہی پھر نیچے اوتار دی گئی اور بہت دنوں تک بطور نشانی کے وہ کشتی باقی رہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے پہلے لوگوں نے دیکھی ہے تفسیر ضحاک میں اسی کو ترجیح دی گئی ہے کہ جودی پہاڑ موصل کے پاس ہے سورہ لقمان میں آویگا کہ شرک سے بڑھکر کوئی بے انصافی اور ظلم نہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا اسلئے انسان پر فقط اللہ تعالیٰ کی تعظیم واجب ہے برخلاف اسکے جن لوگوں نے بغیر کسی استحقاق کے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عبادت میں غیروں کو شریک کیا تو ان لوگوں سے بڑھکر کوئی ظالم اور نا انصاف نہیں حاصل کلام یہ ہے کہ اسی مطلب کے ادا فرمانے کیلئے قرآن شریف میں مشرک لوگوں کو ظالم فرمایا گیا ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک وقت مقررہ تک ظالم لوگوں کو اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے پھر جب ان لوگوں کو پکڑتا ہے تو بالکل اونہیں برباد کر دیتا ہے یہ حدیث وقیل بعدا للقوم الظالمین کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وقت مقررہ آنے سے پہلے یہ لوگ عذاب کی جلدی کرتے رہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل رہی جب وقت مقررہ پر گرفت ہو گئی تو سوا ان لوگوں کے جو شرک کے ظلم سے بچے ہوئے تھے اور ساری قوم غارت ہو گئی بلکہ قوم نوح کے علاوہ قوم عاد سے لیکر فرعون تک جو قومیں طرح طرح کے عذابوں سے غارت ہوئیں اون سبکی حالت کی بھی یہ حدیث گویا تفسیر ہے

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ۝

اور پکارا نوح نے اپنے رب کو بولا اے رب میرا بیٹا ہے میرے گھر والون مین اور تیرا وعدہ سچ ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے

قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ

فرمایا اے نوح وہ نہین تیرے گھر والون مین اسکے کام ہین ناکارے سو مت پوچھ مجھسے جو تجکو معلوم نہین

اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ

مین نصیحت کرتا ہون تجھکو کہ نہ ہو جاوے نو جاہلون مین بولا اے رب مین پناہ لیتا ہون تیری اس سے کہ پوچھون تجسے جو معلوم نہو مجکو

عِلْمٌ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ

اور اگر تو نبخشے مجکو اور رحم نکرے تو مین ہون خرابی والون مین

جب نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا کہ اے رب یہ کنعان میرا بیٹا ہی میرے اہل مین سے ہے اور تو نے وعدہ کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ کشتی مین اپنی اہل کو بھی ساتھ لے لو اور تیرا وعدہ سچا ہوا کرتا ہی پھر یہ کیونکر ڈوب گیا تو تو بڑا انصاف والا ہی حکم ہوا کہ اسلئے تو اون لوگون کے لئے وعدہ کیا تھا جو ایمان لاوین یہ لڑکا تو اونہین لوگون مین تھا جنکے حق مین کہا گیا تھا کہ یہ ایمان نہین لاوین گے اور آخر کو ڈوب جاوینگے تمہین مناسب نہین ہی کہ جس بات کو نہ جانتے ہو اوسکا سوال کرو مطلب ہی کہ اللہ کی مرضی کے خلاف تمہین سوال نہین کرنا چاہیئے کیونکہ خلاف مرضی سوال کرنا جاہلونکا کام ہی پھر حضرت نوح نے بہت جلد خدا سے پناہ چاہی کہ مین ایسی بات پوچھون جس کا علم مجھے نہ ہو اگر تو اس قصور کو جو لاعلمی مین مجھسے ہوا ہے نہ بخشے گا تو مین اپنے عمل مین بہت گھاٹے مین رہونگا حضرت عبد اللہ[رض] بن عباس نے انہ عمل غیر صالح کے ایک اور معنے بھی بیان کئے ہین کہ یہ نوح علیہ السلام کی طرف خدا کا اشارہ تھا کہ یہ سوال کرنا تمہارا ایسا عمل ہے جو قبول کرنے کے لائق نہین ہے خدا کے یہان اہل سے مراد قرابت دین ہی قرابت نسب نہین بیٹا تمہارا اگرچہ تمہارا نطفہ ہی مگر جب خدا کے دین پر نہیں ہے تو قرابت کا اوس سے کیا لگاؤ باقی رہا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ[رض] کی حدیث گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو عذاب الٰہی سے بچنے کی کوشش کرنیکی نصیحت فرمائی ہے اور یہ فرمایا ہی کہ خلاف مرضی آلہی مین تم لوگونکی قیامت کے دن کچھ مدد نہیں کرسکتا مشرک قرابت دارون کے حق مین مغفرت کی دعا کی ممانعت کی روایتین سورۂ توبہ مین گذر چکی ہین صحیح بخاری کے حوالہ سے ابو ہریرہ[رض] کی حدیث گذر چکی ہی کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کی نجات کی کوشش کرین گے مگر کارگر نہ ہوگی ان روایتون کو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مشرک قرابت دارونکی نجات کی کوشش انتظام آلہی کے برخلاف ہے نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کنعان کے شرک کا تفصیلا حال معلوم نہ تھا کیونکہ وہ نوح علیہ السلام کے روبرو کچھ منافقون کی سی باتین کرتا تھا اسلئے نوح علیہ السلام نے اسکی نجات کی درخواست اللہ تعالی کی درگاہ مین کی اور اللہ تعالی نے نصیحت کے طور پر اوس درخواست کا یہ جواب دیا کہ

منزل ٣

نوح تمکو کنعان کے عملون کا حال معلوم نہین ہے وہ در پردہ مشرک تھا اسواسطے نہ اوسکی نجات ممکن ہی نہ تمکو نا معلوم معاملہ مین اللہ تعالی سے درخواست مناسب ہے اسپر نوح علیہ السلام نے اپنی حالت لاعلمی کی خطا کی معافی چاہی اور اللہ تعالی نے اون کی وہ خطا معاف کردی۔

قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ

حکم ہوا اے نوح اتر سلامتی کے ساتہ ہماری طرفسے اور برکتون کے ساتہ تجہپر اور کتنے فرقونپر تیرے ساتہ والون مین اور کتنی فرقونکو

ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

پہر پہنچے گی انکو ہماری طرف سے دکہہ کی مار

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا ہے کہ کشتی مین اسی آدمی تھے چالیس مرد اور چالیس عورتین وہ کشتی مین ایک سو پچاس دن رہی کشتی کا منہ مکہ کی طرف تھا چالیس روز وہ کشتی مکہ کے گرد پہرا کی پہر اوسکا منہ اللہ تعالی نے جودی کی طرف پہیر دیا وہان اکر ٹہیری نوح علیہ السلام نے ایک کوے کو بہیجا کہ خبر لاوہ ایک مردے پر اکر بیٹھہ رہا جب دیر ہوئی تو ایک کبوتر کو بہیجا وہ اکر زیتون کا پتا لیگیا اوسکے پنجے کیچڑ مین بہر رہے تھے اسلئے حضرت نوحؑ نے جان لیا کہ پانی خشک ہوگیا اور پہاڑ سے نیچے اوترے اور ایک گانون بسایا جسکا نام ثمانین رکہا ایک روز صبح کو جب لوگ سوتے ہوئے اوٹھے سبہون کی باتین بدل گئین کوئی کسی کی بات نہین سمجہتا تہا عربی زبان انمین بہت بہلی معلوم ہوتی تہی حضرت نوحؑ ایک کی بات کا ترجمہ کرکے دوسرے کو بتلاتے تھے قتادہ کہتے ہین کہ دسوین تاریخ محرم کو عاشورے کے دن یہ لوگ جودی سے نیچے اوترے تھے اور اوس دن اونہون نے روزہ رکہا تہا معتبر سند سے مسند امام احمد مین ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر یہودیونکی طرف ہوا وہ دن عاشورہ کا تہا وہ سب روزہ سے تھے آپنے پوچھا یہ کیسا روزہ ہی ان لوگون نے کہا کہ آج ہی کا دن ہی کہ موسی علیہ السلام مع بنی اسرائیل کے دریا سے پار ہوئے تھے اور فرعون ڈوبا تہا اور آج ہی کے دن نوح علیہ السلام کشتی سے زمین پر اترے تھے موسےؑ اور نوحؑ نے اسکے شکریہ مین روزہ رکہا تہا آپنے فرمایا ہم زیادہ اس روزہ کے حقدار ہین اور آپنے روزہ کی نیت کرلی کیونکہ ابتک کچہہ کہایا پیا نہ تہا اور صحابہ سے بہی یہ فرمایا کہ جسنے کچہہ کھایا پیا نہ ہو وہ روزہ رکہہ لے غرضکہ جب حضرت نوحؑ پہاڑ سے نیچے اوترنے لگے تو یہ گمان کیا کہ ساری دنیا تو غرق ہوگئی کوئی چیز کہانے پینے کی کیونکر ملیگی اوسپر یہ حکم ہوا کہ اے نوح سلامتی اور برکتون کے ساتہ اوترو مطلب یہ ہی کہ جن چیزون پر انسان کی سلامتی موقوف ہی وہ سب تمہارے لئے موجود ہین اور تمہاری نسل مین بہی برکت ہوگی مگر علم الہی کے موافق تمہاری اولاد الاولاد مین دو فرقے ہون گے ایک تو راہ راست پر آنیوالا فرقہ ہوگا جو دنیا اور عقبی کے عذاب سے محفوظ رہیگا اور دوسرا نافرمان لوگونکا فرقہ ہوگا جو دنیا کی چند روزہ راحت اوٹھا کر پہر عقبی اور دنیا کے طرح طرح کے عذابون مین پکڑا جاویگا۔ قوم عاد سے لیکر قریش تک نوح علیہ السلام کی اولاد الاولاد کی جو حالت دنیا مین پیدا ہونے کے بعد گذری ان قومون کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم ازلی کے موافق مبہم طور پر وہ سب حالت اللہ تعالی نے اس حکم مین نوح علیہ السلام

منزل ۳

کو جھٹلا دی سا ری قسم کی آیندہ کی سچی پیشین گوئیون سے قرآن شریف کا کلام آلہی ہونا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا برحق رسول ہونا ثابت ہوتا ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مان کے پیٹ مین جب بچہ کا پتلہ تیار ہوجاتا ہی تو اللہ تعالی اپنے علم ازلی کے موافق رحم پر تعینات والے فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ اس بچہ کا رزق اسکی عمر اسکے اعمال اسکی نیکی بدی کا حال لکھ لیا جاوے وہ فرشتہ ایک کاغذ پر یہ سب باتین لکھہ لیتا ہی پھر اوس پتلے مین روح پھونکی جاتی ہے اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہے کہ جودی پہاڑ سے اوترتے وقت نوح علیہ السلام کے دل مین یہ خیال جو گذرا تھا کہ ساری دنیا کی چیزین تو غرق ہوگیئن اب پہاڑ سے اترنے کے بعد کھانے پینے کی چیزین ان باقی کے لوگونکو کیونکر ملین گین نوح علیہ السلام کے اس خیال کا جواب اللہ تعالی نے دیا ہے آیۃ اور حدیث کو ملاکر اوسکا حاصل یہ ہی کہ انسان کے جسم مین روح کے پھونکے جانے سے پہلے جن باتون کا انتظام علم آلہی کے موافق لکھا جاچکا ہی انسان کا رزق بھی اوس مین داخل ہی اس کا کچھہ اندیشہ نکرنا چاہیئے رزق کے ساتھہ انتظام آلہی مین اور باتین جو لکھی گئی تھین جواب کے پورے ہو جانے کے لئے اونکا تذکرہ بھی جواب مین اللہ تعالی نے کر دیا تھا اس لئے اوس پورے جواب کو اس آیۃ مین دوہرایا ٭

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ

یہ بعضی خبرین ہین غیب کی کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف نہ انکو جانتا تھا تو اور نہ تیری قوم اس سے پہلے سو تو

فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ۠ ۝

ٹھیرا رہ البتہ آخر بھلا ہے ڈر والون کا

منزل ۳

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کا قصہ اللہ تعالی نے اوپر تفصیل سے ذکر فرماکر اس آیۃ مین مشرکین مکہ اور اوس زمانہ کے ہند اور چین اور فارس اور مصر کے مشرکون کے قائل کرنے کو یہ فرمایا ہے کہ یہ قصہ اور اس طرح کے زمانہ گذشتہ کے اور قصے غیب کی خبرین ہین جنکو اللہ تعالی نے وحی کے ذریعہ سے جتلایا ہی جسکو اللہ تعالی جتلاتا ہے اسی کو صحیح طور پر یہ قصے معلوم ہوتے ہیں دوسرے کو ان قصون کا حال کیا معلوم ہو سکتا ہے مشرکین مکہ تو ان پڑھ لوگ ہین اس طرح کی غیب کی خبرون کا ان لوگونکا انکار کرنا تو محض سرکشی کے سبب سے ہے کچھہ دنون انکی سرکشی پر اے اللہ کے رسول تمکو صبر کرنا چاہیئے انجام کار یہی ہوگا کہ اللہ کے رسول تمکو اور تمہارے ساتھہ جو اللہ سے ڈرنے والے پرہیزگار لوگ ہیں انکو غلبہ ہوگا اور اللہ کی وحی اور غیب کی خبرون کے جھٹلانے والے یہ سرکش لوگ اخیر کو ذلیل ہونگے رہے ہند اور فارس اور چین اور مصر کے اوس زمانہ کے وہ مشرک لوگ جنھون نے یا تو اپنی کتابون مین طوفان نوح کا انکار لکھا ہے یا یہ لکھا ہے کہ شہر بابل اور اسکے اطراف مین یہ طوفان آیا تھا تمام دنیا مین نہین آیا یہ لوگ بھی عرب کے اوس زمانہ کے ان پڑھ لوگونکی طرح اس قصہ کے حال سے بیخبر اور جاہل ہین کیونکہ نہ اونکی اتنی عمر ہے کہ انھون نے اس قصہ کو اپنی آنکھہ سے دیکھا ہو نہ انکے پاس اوس زمانہ کی کوئی

تاریخ کی صحیح کتاب ہے یہان لوگون نے اپنی اٹکل کو ایک غیب کی بات مین جو لگایا ہے اسکا کیا اعتبار ہے جس غیب دان کے حکم سے وہ طوفان دنیا مین آیا تہا صحیح قصہ اس طوفان کا وہی ہی جو اس غیب دان نے وحی کے ذریعہ سے اپنے رسول کو بتلایا ہے۔ سورہ انعام مین گذر چکا ہے کہ ہجرت سے پہلے مسلمانون مین سے اگر کوئی شخص مشرکین مکہ کی بتون کی کچھ مذمت کرتا تہا تو یہ مشرک لوگ اپنے بتونکی حمایت مین اللہ تعالیٰ کی مذمت کرنیکو مستعد ہوجاتے تھے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود کی یہ حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اسلام کا غلبہ اور بت پرستون کی ذلت جتانے کیلئے فتح مکہ کے وقت انہی بتون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی لکڑی مار مار کر گرا دیا اور کوئی مشرک ان بتون کی کچھ حمایت نکر سکا سورہ انعام کی آیۃ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ اور عبد اللہ بن مسعود کی حدیث گویا اس آیۃ کی تفسیر ہے جس سے مشرکون کی حد سے زیادہ سرکشی پر صبر کا حکم اور اس صبر کے اجر مین آخر اسلام کا جو کچھ غلبہ ہوا وہ حالت دونون باتین اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہین اور اس طرح کی سچی پیشین گوئی سے قرآن کا کلام الٰہی ہونا اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا رسول ہونا اچھی طرح آدمی کے ذہن نشین ہوسکتا ہے۔

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ۝

اور عاد کی طرف بہیجا انکا بہائی ہود بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی تمہارا حاکم نہین سوائے اسکے تم سب جھوٹ کہتے ہو

يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا

اے قوم مین تم سے نہیں مانگتا اسپر مزدوری میری مزدوری اسی پر جسنے مجکو پیدا کیا پہر کیا تم نہین بوجہتے اور اے قوم گناہ بخشواؤ

رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۝

اپنے رب سے پہر رجوع لاؤ اسکی طرف چھوڑے تمپر آسمان کی دہارین اور زیادہ دے تمکو زور پر زور اور نہ پہرے جاؤ گنہگار ہوکر

ان آیتون مین اللہ پاک نے حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا حضرت ہود کو قوم عاد کا بہائی فرمایا صرف بسبب قومیت اور قرابت کے عاد دو ہوئے ہین ایک حضرت نوحؑ کے بیٹے سام کی اولاد مین جنکی طرف یہی حضرت ہود علیہ السلام پیغمبر بناکر بہیجے گئے دوسرے عاد شداد اور لقمان اور انکی قوم جنکا ذکر ارم ذات العماد مین ہے عاد ایک شخص کا نام تھا اوسی کے نام پر ایک قبیلہ مشہور ہوگیا حضرت ہود علیہ السلام نوح علیہ السلام سے آٹھ سو برس کے بعد دنیا مین آئے انکی عمر چار سو چونسٹھ برس کی ہوئی قوم عاد ملک شام اور ملک یمن کے بیچ مین ایک ریگستان مین رہتی تھی اور بتون کی پرستش کرتی تہی اس قوم کی سرکشی کے سبب سے تین برس تک مینہہ نہیں برسا تہا جسکے سبب سے اونکی کہیتیون کو سخت نقصان پہونچا اور کال پڑ گیا اور تیس برس تک اونکی عورتین بانجھہ رہین کسی کے یہان بچہ نہ ہوا حضرت ہودؑ نے اونکو خدا کی طرف بلایا کہ اے قوم میری تم اوس خدا کی عبادت کرو جسکا کوئی شریک نہین ہی تم جن بتونکو پوجتے ہو اور اونکو اپنا شفیع سمجھتے ہو تم اس خیال مین جھوٹے ہو کوئی سند تمہارے پاس اسکی نہین ہے کہ سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی معبود ہے یا کسی اور کے

اختیار مین تمہارا نفع نقصان ہی کیا تمہین اتنی سمجہ نہیں کہ یہ بت نہ تمہارا قحط دفع کر سکتے ہیں نہ تمہاری عورتون کو اچھا کر سکتے ہین مین جو نصیحت کرتا ہون اور حق کی طرف بلاتا ہون اسکا کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا ہون یہ محض اللہ کے لئے ہی وہی اجر دیگا جسنے مجھے پیدا کیا ہی تمہین غور کرنا چاہیے کہ ایک شخص بلا اجرت اور مفت مین تمہاری دنیا اور آخرت کو درست کرتا ہی اور تم اوسکا کہنا نہین مانتے اپنے سرکش سردارونکے کہنے پر چلتے ہو ای قوم تمکو یہی ضروری ہے کہ جو کچہہ تم سے گناہ ہو چکے ہین اسکے لئے خدا سے استغفار کرو اور آیندہ کے لئے توبہ کر لو کہ اب گناہ کے پاس بھی نجائینگے اگر ایسا کروگے تو اللہ تعالی آسمان سے موسلا دہار مینہہ برسائیگا تمہاری ساری کہیتیان ہری بہری ہو جائینگی تمہارے رزق مین ترقی ہو جائیگی اور تمہاری قوتین بھی بڑہ جائینگین اور نسل بھی بڑہے گی اور اگر میری نصیحت سے منہہ موڑوگے تو مجرم ٹھہروگے ابوداؤد و نسائی ابن ماجہ بیہقی اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمیشہ استغفار کیا کرتا ہی ہر ایک غم سے آزاد ہو جاتا ہی اور ہر سختی سے اوسکو نجات ملتی ہے اور جہان سے گمان بہی نہین ہوتا وہان سے اوسکو روزی ملتی ہے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی یہ لوگ بت پرست تھے اسلئے یہان استغفار سے مقصود شرک سے باز آنا ہی

قَالُوا يٰهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

بولے اے ہود تو ہم پاس کچہہ سند سے نہین آیا اور ہم نہین چھوڑنے والے اپنے ٹہاکرونکو تیرے کہنے سے اور ہم نہین تجکو ماننے والے

یہ ہود علیہ السلام کی قوم عاد کا جواب ہی جب ہود نے اونکو نصیحت کی کہ تم بتونکا پوجنا چھوڑدو اور خدا سے استغفار کرو اور آیندہ کیواسطے توبہ کر لو خدا تمہارے رزق مین اور اولاد مین ترقی کریگا تو اون لوگون نے یہ جواب دیا کہ تم کوئی سند لیکر خدا کی طرف سے نہین آئے ہو جو خواہ مخواہ ہم تم پر ایمان لے آئیں اور صرف تمہارے کہنے سے اپنے ان معبودون کو چھوڑدین اور صاف انکار کر دیا کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائینگے ہود علیہ السلام کو بھی خدا کی طرف سے عجیب و غریب معجزے ملے تھے قوم عاد نے یہان پر فقط مخالفت کی راہ سے یہ بات کہی تہی کہ تم کوئی سند لیکر نہین آئے ہو صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی کی حدیث گذر چکی ہو کہ علم الہی میں جو شخص دوزخی ٹھہر چکا ہے وہ دنیا مین آنکر ویسے ہی کام کرتا ہی قوم ہود کے اس سرکشی کے جواب کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ یہ لوگ علم الہی مین دوزخی ٹھہر چکے تھے اسلئے اونکو یہ سرکشی کا جواب اچھا معلوم ہوا۔

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّىْ بَرِيْۗءٌ

ہم تو یہی کہتے ہین کہ تجکو جہپٹ لیا ہی کسی ہمارے ٹہاکر نے بری طرح بولا مین گواہ کرتا ہون اللہ کو اور تم گواہ رہو کہ مین بیزار ہون

مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝ اِنِّىْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ

جنکو تم شریک کرتے ہو اسکے سوائے سو بدی کرو میرے حق مین سب ملکر پہر مجکو فرصت ندو مینے بہروسا کیا اللہ پر جو رب ہی میرا اور تمہارا

منزل ۳

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ

کوئی نہیں پاؤن دھرنے والا مگر اسکے ہاتھ مین ہے چوٹی اسکی بیشک میرا رب ہی سیدھی راہ پر پھر اگر تم پھر جاؤ گے تو مین

اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ

پہنچا چکا جو میرے ہاتھ بھیجا تھا تمکو اور قائم مقام تمہارے کریگا میرا رب کوئی اور لوگ اور نہ بگاڑ سکوگے اسکا کچھ تحقیق

رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ

میرا رب ہے ہر چیز پر نگہبان اور جب پہنچا ہمارا حکم بچادیا ہمنے ہود کو اور جو یقین لائے تھے اسکے ساتھ اپنی مہر سے

مِّنَّا وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا

اور بچادیا ہمنے انکو ایک گاڑھی مار سے اور یہ تھے عاد منکر ہوئے اپنے رب کی باتون سے اور نہ مانا اوسکے

رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ

رسولونکو اور مانا حکم اونکا جو سرکش تھے مخالف اور پیچھے پائی اس دنیا مین پھٹکار اور قیامت

الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۝

کے دن سن لو عاد منکر ہوئے اپنے رب سے سن لو پھٹکار ہے عاد کو جو قوم تھی ہود کی

ع ۵ منزل ۳

حضرت ہود کی بددعا سے قوم عاد مین تین برس متواتر قحط رہا جب قحط سے قوم عاد کے لوگ بہت بری حالت مین ہوگئے تو حضرت ہود کو اونپر ترس آیا اس لئے حضرت ہود نے اونکو وہ نصیحت کی جس کا اس رکوع کے شروع مین ذکر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اے قوم عاد اللہ سے اپنے شرک اور بت پرستی کی توبہ استغفار کرو تاکہ اللہ تمپر رحم کرے اور مینہہ برسادے اور تمہاری یہ قحط کی حالت رفع ہو مگر شیطان کسی کے دل پر قابو پالیتا ہے تو وہ حق بات کے ماننے کی جگہ حق بات کا اولٹا جواب دیتا ہے اسلئے انہون نے یہ الٹا جواب دیا کہ اے ہود تمہارے کہنے سے ہم اپنے معبودونکو ہرگز نہین چھوڑینگے اور تم جو ایسی باتین کرتے ہو اسکا سبب یہ ہے کہ تم اکثر ہمارے معبودونکو برا کہتے رہتے ہو اوسکے برے اثر سے تم مجنون اور دیوانے ہوگئے ہو آخر لاچار ہوکر حضرت ہود نے یہ جواب دیا کہ مین تو تمکو جو نصیحت کرنی تھی وہ کرچکا تم نہین مانتے تو اللہ تعالیٰ تمکو ہلاک کرکے تمہاری جگہ دوسری قوم زمین پر آباد کریگا آخر وہی ہوا کہ سخت آندھی سے یہ لوگ غارت ہوگئے اور قوم ثمود اونکی جگہ آباد ہوئی دوسرا جواب ہود علیہ السلام نے قوم کے لوگونکو یہ دیا کہ اے قوم مین اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہون اور تم لوگ بھی اسکے گواہ رہو کہ مین تمہاری ان شرک کی باتونسے بیزار ہون کہ تمہارے بتونکو یہ قدرت ہے جو انہون نے تمکو دیوانہ بنادیا تمہارے بتونکو کچھ اختیار ہوتا تو وہ تمہارا قحط دفع کردیتے یا تمہاری عورتونکو اچھا کرتے اگر تمہارا یہی غلط خیال ہے کہ ان بتونکو کچھ اختیار ہے تو تم اور تمہارے بت ملکر جھٹ پٹ مجھکو کچھ صدمہ پہونچا دو میرا بھروسہ تو اوس ذات پاک پر ہے جسکا اختیار ہر ایک پر چلتا ہے اور مین یہ خوب جانتا ہون کہ مین سیدھے راستہ پر ہون اور

اللہ تعالیٰ کا انتظام بھی سیدھا ہے وہ کسی بے گناہ کو کسی آفت مین نہین پہنچنے دیتا اور مجھے جو نصیحت کرنی تھی وہ مین تمہین کر چکا تم نہیں مانتے تو اللہ تعالیٰ تمہین غارت کر کے تمہاری جگہ دوسری قوم زمین پر آباد کریگا اور جب اللہ تم کو ہلاک کرنا چاہے گا تو تم اوسکا کچھ بگاڑ نہ سکو گے اور اللہ ایسا صاحب قدرت ہی کہ سب چیزین اوسکی نگہبانی مین ہین تم مجھکو کچھ نقصان پہونچانا چاہو گے تو مجھکو اللہ کی نگہبانی کافی ہی نبی کی بددعا سے قوم عاد پر جو دنیا مین سخت آندھی کا عذاب آیا اور عقبیٰ مین وہ لوگ سخت عذاب مین گرفتار ہوئے اب آگے اللہ تعالیٰ نے اوس کا ذکر فرمایا کہ اوس عذاب سے ہود اور اونکے ساتھ کے ایماندار لوگ تو بچ گئے اور ساری قوم ہلاک ہو گئی عاد کی ہلاکت کے قصہ کا حاصل یہی ہی کہ سات رات اور آٹھ دن سخت آندھی ان لوگو پر مسلط رہی پہلے پہل آندھی کو دیکھکر یہ لوگ اپنے گھرون مین گھس گئے اور گھرون کے دروازے بند کر لئے آندھی نے اونکے گھرون کے دروازے توڑ ڈالے اور اون لوگو نکو پٹخ پٹخ کر ہلاک کر دیا یہ تو دنیا کے عذاب کا حال ہوا عقبیٰ کا ان لوگو نکی یہ حال فرمایا کہ اللہ کی رحمت سے دور رہین گے جس کا مطلب یہ ہی کہ ہمیشہ غذاب مین گرفتار رہین گے - اب آگے مشرکین مکہ کو تنبیہ فرمائی کہ ملک شام کے سفر مین قوم ہود کی اوجڑی ہوئی بستی دیکھکر عبرت پکڑو اور سمجھو کہ قوم کے سرکش سردارون کا کہنا مانکر اللہ کے احکام اور اللہ کے رسولون کو جھٹلانے والونکا یہ انجام ہونا ہی کہ دنیا اور عقبیٰ مین ایسے لوگ اللہ کی رحمت سے دور جا پڑتے ہین - اخذ بناصیتہا عرب کا ایک محاورہ ہی جو فرمانبرداری کے معنے مین بولا جاتا ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰؓ اشعری کی حدیث گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ قوم ہود جیسے ظالم بے انصاف لوگونکو جب تک چاہتا ہے مہلت دیتا ہے اور پھر پکڑتا ہے تو بالکل ہلاک کر دیتا ہے یہ حدیث قوم ہود کی مہلت اور ہلاکت کی گویا تفسیر ہے -

---

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ط هُوَ أَنشَأَكُم

اور ثمود کی طرف بھیجا انکا بھائی صالح بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی حاکم نہین تمہارا اسکے سوا اوسی نے بنایا تمکو

مِّنَ ٱلْأَرْضِ وَٱسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَٱسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّى قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ○

زمین سے اور بسایا تمکو اس مین سو گناہ بخشواؤ اس سے اور اوسکی طرف آؤ تحقیق میرا رب نزدیک ہی قبول کرنیوالا

ملک شام اور مدینہ کے مابین میں حجر نام کا جو ایک شہر ہے وہان قوم صالح کے یہ لوگ رہتے تھے حضرت ہود کے اور حضرت صالح کے درمیان مین سو برس کا فاصلہ ہے حضرت صالح کی عمر دو سو اسی برس کی ہوئی ہی حضرت ہود کی امت کو عاد اولیٰ اور حضرت صالح کی امت کو عاد ثانی کہتے ہین تین سو سے ہزار برس تک کی عمر کے لوگ اس قوم مین گذرے ہین سورہ اعراف مین انکی قوم کا قصہ گذر چکا ہی صحیح بخاری مسند امام احمد اور مستدرک حاکم وغیرہ کی روایتین اوپر گذر چکی ہین کہ تبوک کے جاتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا گذر جب اس ثمود کی اُجڑی ہوئی بستی پر سے ہوا تو آپ نے صحابہ کو حضرت صالح کے معجزے کی اونٹنی کی پیدائش اور پھرنے چلنے کی جگہ تبلائی اور فرمایا انبیا سے معجزہ کا چاہنا اچھا نہین

قوم صالح نے حضرت صالح سے معجزہ چاہا اور پھر اوس معجزہ کی اونٹنی کی قدر نکی آخر ساری قوم ہلاک ہو گئی اور جس کنوین سے وہ اونٹنی پانی پیا کرتی تھی اوس کنوین کے سوا اور کنوین کے پانی کے استعمال کو آپ نے منع کیا اور فرمایا کہ جب تک اس بستی سے گذر نہ ہو جاوے خدا سے ڈرنا اور رونا چاہیے خدا کا عذاب آتے ہوئے کچھ دیر نہین لگتی اونٹنی کے کنوین کے سوا اور کنوین کے پانی سے جس قدر صحابہ نے آٹا گوندہ لیا تھا وہ گوندہا ہوا آٹا آپنے پھکوا دیا ابن ابی عاصم ایک صحابی نے پوچھا کہ حضرت مین اپنا یہ گوندہا ہوا آٹا اپنے اونٹ کو کہلا دون تو آپنے اجازت دی مگر کسی آدمی کو وہ آٹا استعمال نہین کرنے دیا تاکر ایسے اللہ کے غصہ کی جگہ صحابہ کا نڈر پنا اللہ تعالی کو ناپسند نہ معلوم ہو ہو انشاکم من الارض الخ کا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو زمین کی مٹی سے پیدا کیا اون ہی آدم کی اولاد میں تم ہو حضرت صالح نے اپنی قوم کو یہ اللہ تعالی کی ایک قدرت جتلائی کہ اللہ تعالی نے ایک مٹی کے پتلے مین وہ تاثیر رکہی ہی کہ اوس سے سلسلہ بہ سلسلہ سب بنی آدم پیدا ہوتے ہیں پہر ایسے صاحب قدرت کی تعظیم کو چھوڑ کر تم پتھر کی مورتون کو کیون پوجتے ہو جن مین کسی طرح کی کوئی قدرت نہین ہو واستعمرکم فیہا - اس کا مطلب یہ ہے کہ جس زمین سے سلسلہ بہ سلسلہ اللہ تعالی نے تمکو پیدا کیا اوسی زمین مین پہر تمکو آباد کیا کہ اوس مین مکان بناتے ہو باغ لگاتے ہو کہیتی کرتے ہو غرض یہ سب انتظام اسی لیے ہے کہ تم بت پرستی چھوڑ کر خالص دل سے اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت اور پچھلے شرک سے توبہ استغفار کرو اور یہ جانو کہ اللہ تعالے شرک سے بچنے والے بندونکی ہر طرح کی خبر گیری سے کچھ دور نہین ہی بلکہ اونکی ہر طرح کی التجا قبول کرنے کو موجود ہے سورہ بقر کی آیۃ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب کو اور استغفار کے باب مین حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث جو اوپر گذری کہ استغفار سے رزق بڑہ جاتا ہی اور ہر طرح کی سختی آسان ہو جاتی ہی اس حدیث کو اس آیۃ کے آخری ٹکڑے کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جو کوئی اللہ تعالی کی خالص دل سے عبادت کریگا اللہ اوس سے قریب ہے اوس کی ہر طرح کی خواہش کا جواب دینے اور اوسکی توبہ استغفار کے سبب سے اوسکے رنج و غم اور تنگدستی کے رفع کرنے کو موجود ہے -

قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِیْ

بولے اے صالح تجہپر ہمکو امید تہی اس سے پہلے کیا تو ہمکو منع کرتا ہے کہ پوجین جنکو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے اور ہمکو

شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ

شبہ ہے اس مین جس طرف کہ تو بلاتا ہے ایسا کہ دل نہیں ٹہیرتا بولا اے قوم بہلا دیکہو تو اگر مجکو سوجھ لگگئی اپنے رب کی اور

اٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ ۝

اسنے مجکو دی مہر اپنی طرف سے پہر کون میری مدد کرے اللہ کے سامنے اگر اوسکی بیحکمی کرون سو تم کچھ نہیں بڑہاتے میرا سوا نقصان کے

یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا جواب ہی جب حضرت صالح نے اونکو خدا کا پیغام پہونچایا کہ تم خالص خدا ہی کی عبادت کرو اور بتونکی پوجا سے باز آؤ تو یہ جواب اون لوگون نے دیا کہ ہم لوگونکو تجہسے بڑی بڑی امیدین تہین ہم سمجھتے تہے

تو بڑا ہونہار لڑکا ہی باپ دادا کے دین کو ترقی دیگا اور تجسے ہر ایک بات میں ہمکو مدد ملیگی افسوس ہماری ساری امیدین خاک مین ملگئین تو ہملوگونکو باپ دادا کے قدیم راہ ورسم سے روکنے لگا ہمارے باپ دادا جن معبودونکی عبادت کرتے تھے اونکو کیونکر ہم چھوڑ سکتے ہیں ہمین تو تیری طرف سے شبہ سا ہوگیا ہی اور جس بات کی تو ہمین نصیحت کرتا ہی اور جسکی طرف تو بلاتا ہی اوسپر ہم لوگونکا اطمینان نہیں ہی پھر صالح علیہ السلام نے انکو جواب دیا کہ اچھا تم بتلا دو کہ خدا نے تو مجھے طرح طرح کے معجزے اور نشانیان دیکر اور رسول بنا کر تمہارے پاس بھیجا اگر مین تم لوگونکا لحاظ اور پاس کر کے خدا کا پیغام پہونچانے سے کسی طرح دریغ کرون اور تمہین اوسکی طرف بلانے مین سستی کرون تو پھر کون میری مدد کریگا اور کون خدا کے قہار کے عذاب سے نجات دیگا اسلئے مین تمہارا ساتھ نہین دیسکتا کیونکہ تم سے گھاٹے اور نقصان کے سوا اور کچھ بھی نہین حاصل ہوگا قوم ہود کے جواب کی تفسیر مین صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث جو گذری وہی حدیث اس جواب کی بھی گویا تفسیر ہے

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ

اور اے قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمکو نشانی سو چھوڑ دو اسکو کہاتی پھرے اللہ کی زمین مین اور نہ چھیڑو اسکو بری طرح تو پکڑیگا تمکو

عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۝ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۝

عذاب قریب کا — پھر اوسکے پاؤن کاٹے تب کہا برت لو اپنے گھرون مین تین دن یہ وعدہ ہی جھوٹا نہ ہوگا

فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِىِٕذٍ ۭ اِنَّ

پھر جب پہنچا حکم ہمارا بچا دیا ہمنے صالح کو اور جو یقین لائے اسکے ساتھ اپنی مہر کر کر اور اس دن کی رسوائی سے تحقیق

رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ

تیرا رب وہی ہے زور آور زبردست اور پکڑا ان ظالمون کو چنگھاڑ نے پھر صبحکو اپنے گھرون مین اوندھے پڑے ہے جیسے

لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝

کبھی رہی تھے اسمین سن لو ثمود منکر ہوئے اپنے رب سے سن لو پھٹکار ہی ثمود کو

قوم ثمود نے حضرت صالحؑ سے معجزہ طلب کیا حضرت صالحؑ نے خدا سے دعا کی اللہ نے قبول کی اور پتھر کے اندر سے ایک اونٹنی پیدا کردی اونٹنی نے اوسی وقت ایک بچہ دیا وہ بچہ بھی اوسی وقت مان کے برابر ہوگیا صالح علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ یہ خدا کی اونٹنی ہے اسے چھوڑ دو جہان اسکا جی چاہے گا چرے گی تم لوگ اسے نہ ستانا اور نہ بری طرح چھیڑنا اگر ستاؤ گے تو یاد رکھو بہت جلد عذاب مین گرفتار ہوجاؤگے مگر یہ قوم کب ماننے والی تھی ایک شخص قدار نامی نے اوسکی کونچین کاٹ ڈالین صالح علیہ السلام نے انسے کہا کہ تم نے میری بات نمانی آخر اونٹنی کو ستایا اب تم لوگ دنیا مین اور تین روز کھا پی لو اور اپنے اپنے گھرون مین عیش و آرام کر لو آج کے چوتھے دن تمپر عذاب آویگا اور اسکو ذرا بھی جھوٹ نہ سمجھو خدا کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوا کرتا جس روز ان لوگون نے اونٹنی کی کونچین کاٹین وہ بدھ کا دن تھا اتوار کی رات کو وہ سب سوتے تھے کہ یکبیک آسمان سے اس زور کی آواز آئی کہ ان بدبختون کے کلیجے پارہ پارہ ہوگئے اور جس طرح پڑے سوتے تھے ویسے کے ویسے مر کر رہگئے اور بالکل پیوند زمین ہوگئے گویا یہ شہر انسے بسا ہی نتھا اور اللہ پاک نے صالح علیہ السلام اور

منزل ۳

ربع

مومنین کو اپنی رحمت سے اس عذاب سے بچا لیا اور ان لوگوں کی طرح رسوائی سے الگ سار کہا پھر جتلانے فرمایا کہ دیکھو قوم ثمود نے توحید کا انکار کیا اور کافر کے کافر ہی رہے اسی واسطے خدا کی رحمت سے دور پڑ گئے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری رضی کی حدیث جو گذر چکی ہے کہ ایسے نافرمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے مہلت دیتا ہے اور پھر جب پکڑ لیتا ہے تو بالکل ہلاک کر دیتا ہے ثمود کی مہلت اور ہلاکت کی بھی یہ حدیث گویا تفسیر ہے ✦

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ ۖ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ

اور آچکے ہیں ہمارے بھیجے ابراہیم پاس خوشخبری لیکر بولے سلام وہ بولا سلام ہے پھر دیر نہ کی کہ لے آیا ایک بچھڑا

حَنِيذٍ ۝ فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۚ قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا

تلا ہوا پھر جب دیکھا انکے ہاتھ نہیں آتے کھانے پر اوپری سمجھا اور دل میں اونسے ڈرا وہ بولے مت ڈر ہم

أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ

بھیجے آئے ہیں طرف قوم لوط کے اور اوسکی عورت کھڑی تھی تب وہ ہنس پڑی پھر ہمنے خوشخبری دی اسکو اسحق کے پیچھے

يَعْقُوبَ ۝ قَالَتْ يَا وَيْلَتَىٰ أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۝

یعقوب کی بولی اے خرابی کیا میں جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ خاوند میرا ہے بوڑھا یہ تو ایک عجیب چیز ہے

قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۖ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۚ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۝

وہ بولے کیا تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے اللہ کی مہر ہے اور برکتیں تم پر اے گھر والو یہ وہ ہے سراہا بڑائیوں والا

منزل ۳

یہ ابراہیم علیہ السلام کا قصہ تمہید کے طور پر لوط علیہ السلام کے قصے سے پہلے ذکر کیا گیا ہے ابراہیم علیہ السلام کے ایک بھائی تھے جنکا نام ہاران تھا اونہیں کے بیٹے حضرت لوط علیہ السلام تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہی سب سے پہلے ایمان لائے تھے نوح علیہ السلام سے دو ہزار چھ سو بیالیس برس کے بعد یہ بھیجے گئے تھے انکی عمر ایک سو پچھتر برس کی ہوئی ہے ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسحق علیہ السلام کی عمر ایک سو اسی برس کی ہوئی اور ابراہیم کے پوتے یعقوب بن اسحق کی عمر ایک سو پینتالیس سال کی ہوئی ابراہیم علیہ السلام فلسطین ایک ملک ہے وہاں رہتے تھے اور لوط علیہ السلام ملک شام کے ایک گاؤں میں رہتے تھے فرشتوں کو خدا نے حکم دیا کہ لوط کی قوم پر عذاب لیکر جاؤ صحیح قول کے مطابق تین فرشتے تھے جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ یہ تینوں خوبصورت خوبصورت لڑکوں کی صورت بنکر پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خوشی سنانے کو آئے اور آتے ہی سلام کیا ابراہیم علیہ السلام نے بھی سلام کا جواب دیا مگر ابراہیم علیہ السلام نے انکو پہچانا نہیں مہمان سمجھا اور اپنی عادت کے موافق کہ جب کوئی مہمان آجاتا تو خاطر تواضع کرتے تھے انکے کھانے پینے کا بھی انتظام کرنے لگے اور ایک بچھڑا گائے ذبح کر کے اوسکے کباب لگائے حنیذ کے معنے مفسرین نے یہ لکھے ہیں کہ گرم پتھر پر گوشت کے کباب لگانا جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مہمانوں کے آگے کھانا رکھا تو اونکے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھے کیونکہ فرشتوں کی غذا خدا کی تسبیح ہے دنیا کی

کہانے پینے سے اونکو کچھ رغبت نہیں اور نہ دنیا کا کہانا پینا آنکے لئے مقرر کیا گیا ہے جب ان مہمانون کے ہاتھ کہانیکی طرف نہین بڑہے تو ابراہیم علیہ السلام دلمین بہت ڈرے کہ یہ کیسے مہمان ہین جو کہانا نہیں کہاتے اور اونکی قوم مین یہ دستور بہی تہا کہ جب کوئی مہمان آئے اور کہانا نہ کہائے تو ڈرتے تہے کہ خدا خیر کرے یہ کسی برے ارادے سے آیا ہی کیونکہ اوس زمانہ کے لوگ جس کا نمک کہا لیتے تہے اوسکے ساتہ پہر کچہہ دغا نہیں کرتے تہے اور جسکے ساتہ دغا کا ارادہ ہوتا تہا اسکا نمک نہیں کہاتے تہے اسلئے اوس کے گہر کے کہانے سے بچتے تہے غرض جب ابراہیم علیہ السلام کے دلمین خوف ہوا تو قیاس سے یا خدا کے حکم سے اون فرشتون نے سمجہہ لیا اور کہا کہ اے ابراہیم تم ڈرو نہین ہم خدا کے بہیجے ہوئے ہین لوطکی قوم پر عذاب لیکر بہیجے گئے ہین ابراہیم علیہ السلام کی ایک کنیز تہین ہاجرہ نام جنسے اسمعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تہے اور انکی بیوی جنکا نام سارہ تہا جو حضرت ابراہیم کے چچا ہارون کی بیٹی تہین انکے کوئی اولاد نہین ہوئی تہی یہ پردے کی آڑ مین کہڑی تہین کہ مہمانونکی تواضع جو مجہسے متعلق ہوگی وہ مین بہی کرونگی جب اونہون نے یہ سنا کہ یہ فرشتے ہین اور لوط کی قوم پر عذاب لیکر چلے ہین تو ہنسین اب مفسرین نے کئی سبب انکی ہنسی کے بیان کئے ہین قتادہ کہتے ہین کہ یہ اس بات پر ہنسی تہین کہ جس قوم پر یہ عذاب لیکر جارہے ہین او نہیں ابتک اسکی خبر بہی نہیں ہے کسی نے کہا ہی کہ انکے اور ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو پر ہنس پڑین کسی نے کہا ہے کہ اپنے شوہر کے خوف پر ہنسی تہین کہ یہ مہمان تو صرف تین ہی شخص ہین ابراہیم علیہ السلام کے ساتہ تو بہت سے آدمی ہین کوئی کہتا ہے کہ ٹہر یا ہے ہین اولاد کی بشارت سنکر تعجب سے ہنس دین غرضکہ انکو بشارت دی گئی کہ تمہارے بطن سے حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہونگے اور آنکے بعد یعقوب علیہ السلام تمہارے پوتے پیدا ہونگے یہ سنکر انکو بہت تعجب ہوا اور کہا یہ تو بڑی خرابی کی بات ہی مین بوڑہی ہوگئی میری عمر قریب نوے کے یا نو برس کی ہوگئی اور میرے شوہر بالکل بوڑہے سو برس کی عمر کے ہین اس عمر مین لڑکا ہونا بہت ہی اچنبہ کی بات ہی اون فرشتون نے جواب دیا کیا تم خدا کی باتون سے تعجب کرتی ہو خدا کے کارخانہ مین سب کچھ ہی اسکی قدرت تو اس سے بہی زیادہ ہی یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں اے گہر والو خدا کی رحمت تمپر ہے اور برکت بہی ہی کہ اسحٰق کے بعد تم اپنے پوتے اسحٰق کے بیٹے کو بہی دیکہو گی وہ خدا بڑا تعریف اور بزرگی کے قابل ہی تفسیر ابن منذر وغیرہ مین عمرو بن دینار اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جب فرشتون نے کہانے کی طرف ہاتہ نہین بڑہایا تو ابراہیم نے پوچہا کیا بات ہی اونہون نے جواب دیا کہ ہم کہانا بلا قیمت نہین کہاتے ہین جسکا جواب ابراہیم نے یہ دیا کہ اس کہانے کی بہی قیمت ہی اور آنکے پوچہنے پر بتلایا کہ اسکی قیمت یہ ہی کہ کہانے سے پہلے بسم اللہ کی جائے اور کہانے کے بعد خدا کا شکر اس جواب کو سنکر جبرئیل نے میکائیل کی طرف دیکہکر کہا کیون نہو ایسے شخص کو خدا کا خلیل بنایا جانا بالکل برحق ہی یہ روایت تفسیر ابن ابی حاتم مین بہی تفسیر سدی کے حوالہ سے ہے ان اسمٰعیل بن عبدالرحمن سدی کو امام احمد نے ثقہ کہا ہی ان اسمٰعیل سدی کی تفسیر اسباط بن نصر ہمدانی نے جمع کی ہی اور انکو ابن معین نے ثقہ کہا ہی غرض یہ روایت معتبر ہے صحیح بخاری و مسلم مین ابی شریح خزاعی سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایماندار شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنے مہمانکی خاطر تواضع کرے اور یہ بہی فرمایا کہ دعوت کی حد تین دن تک ہی جن مین ایک رات دن کے کہانے مین زیادہ خاطر داری

منزل ۳

کی جاوے ان ابی شریح کا مشہور نام خویلد بن عمرو ہے مدنی صحابی ہیں ۶۸ھ میں انہوں نے وفات پائی اوپر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا جو تذکرہ تھا یہ حدیث اوسکی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم تھا اور ملت ابراہیمی میں مہمان کی خاطر داری کا مسئلہ تھا اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرع محمدی میں اس مسئلہ کو ایمان کی نشانی قرار دیا +

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۝ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ

پھر جب گیا ابراہیم سے ڈر اور آئی اسکو خوشخبری جھگڑنے لگا ہمسے قوم لوط کے حق میں البتہ ابراہیم تحمل والا

أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ۝ يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ۝

نرم دل رجوع رہنے والا اے ابراہیم چھوڑ یہ خیال وہ تو آچکا حکم تیرے رب کا اور انپر آتا ہی عذاب جو پھیرا نہیں جاتا

حضرت ابراہیم کو جب خوشی سنائی گئی اور انکا خوف بھی جاتا رہا تو یہ سنکر کہ یہ فرشتے لوطؑ کی قوم کو ہلاک کرنیکو جا رہے ہیں انکا دل بہت کڑہنے لگا اور فرشتوں سے جھگڑنے لگے کہ جس گانوں میں تین سو مسلمان ہونگے اسکو ہلاک کردگے فرشتوں نے کہا نہیں تب ابراہیم نے کہا چالیس تو ہونگے چالیس نہیں تیس سہی تیس بھی نہوں دس تو ہونگے دس بھی نہیں سہی ایک تو ہوگا فرشتوں نے کہا ایک بھی نہیں تب ابراہیم علیہ السلام نے کہا اوس گانوں میں لوطؑ بھی تو ہیں فرشتوں نے جواب دیا ہمیں سب کچھہ معلوم ہے جو جو وہاں ہیں لوطؑ اور انکے گھر والے سوائے انکی بیوی کے سب بچ جائینگے اور انکی بیوی اور سارا گاوں ہلاک ہوجائیگا مفسرین نے یہی معنے یجادلنا کے بیان کئے ہیں کہ اللہ نے فرمایا میرے رسولوں سے جھگڑا کیا اسکا سبب یہ تھا کہ ابراہیم بہت نرم دل تھے چاہتے تھے کہ کچھہ دنوں اور عذاب تھم جائے شاید یہ لوگ ایمان لے آئیں مگر خدا نے فرمایا کہ تم بردبار اور نرم دل ہو اور خدا کی مرضی پر قائم رہنے والے ہو یہ باتیں صرف تمہارے نرم دل ہونیکی وجہ سے ہیں تم ان خیال سے باز و خدا کا حکم جاری ہوچکا انپر ضرور عذاب آئیگا جو کسی طرح رک نہیں سکتا ۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گذر چکی ہی کہ قوم لوط جیسے سرکش لوگوں کو اللہ تعالیٰ جبتک چاہتا ہی مہلت دیتا ہے اور پھر مہلت کے بعد جب عذاب آجاتا ہی تو کسی کے ٹالے سے نہیں ٹلتا آخری آیۃ میں ابراہیم علیہ السلام کی سفارش کے نامنظور ہونے کا جو ذکر ہے یہ حدیث گویا اوس کی تفسیر ہے +۔

منزل ۳

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ۝ وَجَاءَهُ

اور پہنچے ہمارے بھیجے لوط پاس خفا ہوا انکے آنے سے اور رک گیا جی میں اور بولا آج دن بڑا ہے سخت ہی اور آئی

قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِن قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۚ قَالَ يَا قَوْمِ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ

اُس پاس قوم اُسکی دوڑتے بے اختیار اور آگے سے کر رہے تھے برے کام بولا اے قوم یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں

أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي ۖ أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ۝ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ۝

یہ پاک ہین تمکو انسے سو ڈرو تم اللہ سے اور مت رسوا کرو مجکو میرے مہمانون مین کیا تم مین ایک مرد بھی نہین نیک راہ بولے تو تو جان چکا ہے

ہمکو تیری بیٹیونسے دعوے نہین اور تجکو تو معلوم ہے جو ہم چاہتے ہین

خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہوکر لوط علیہ السلام کے پاس پہونچے بعضے مفسرین نے یہ بیان کیا ہی کہ حضرت لوطؑ کی صاحبزادی شہر کے دروازہ پر پانی بھر رہی تھین فرشتون نے اکر انسے پوچھا ای لڑکی اس بستی مین کوئی جگہ ٹھرنے کی بھی ہی اونہون نے کہا تم یہین ٹھرو مین ابھی اتی ہون اور دوڑکر اپنے باپ کے پاس آئین اور کہا کہ شہر کے دروازہ پر دو تین لڑکے خوبصورت خوبصورت کھڑے ہین تمہاری قوم کو اگر معلوم ہوجائیگا تو وہ انہین پکڑ لین گے کیونکہ انکی قوم نے انسے کہہ رکھا تہا تم کسی کو اپنا مہمان نہ بنایا کرو جو آدمی شہر مین آئے گا اوسکو ہم اپنے گھر لیجاکر مہمان بنائین گے پھر حضرت لوطؑ اپنی لڑکی کے ساتھ گئے اور اونکو اپنے گھر مین لے آئے اسبات کی خبر سوائے لوط علیہ السلام کے گھر کے لوگونکے اور کسی کو نہوئی مگر لوط علیہ السلام انکے آنے سے دل ہی دل مین بہت کڑہے اور بہت پریشان ہوئے کیونکہ وہ اپنی قوم کی عادت سے واقف تھے سمجھے کہ آج کا روز بہت سخت ہوگا قوم سے انکی خاطر لڑنا جھگڑنا پڑیگا جب گھر مین وہ فرشتے اچکے تو انکی بیوی نے اپنی قوم کو خبر دی کہ ہمارے گھر مین جوان جوان اور حسین حسین تین لڑکے مہمان آئے ہین اونکی قوم یہ خبر سنتے ہی دوڑ پڑی کیونکہ انکو برے کامونکی چاٹ لگی ہوئی تہی لوط علیہ السلام نے اونسے کہا بھائیو یہ میری لڑکیان حاضر ہین اور بھی بہتیری عورتین ہین تم اونسے نکاح کر لو یہ تمہارے واسطے حلال اور پاک ہین اور خدا سے ڈرو اور میرے مہمانون کے خیال سے درگذرو اور مجھے رسوا نکرو کیا تم مین ایک شخص بھی نیک اور خدا سے ڈرنے والا نہیں ہے اونکی قوم نے جوابدیا اے لوط تمہین پہلے سے معلوم ہی کہ ہم کو تمہاری لڑکیون سے کوئی سروکار نہیں ہم لوگ جس بات کے خواہان ہین تم خوب جانتے ہو۔ یہ لوگ خوبصورت لڑکونسے جو بدفعلی کیا کرتے تھے ان لفظون مین وہی خواہش انھون نے ظاہر کی۔ مسند عبد الرزاق اور تفسیر ابن جریر مین قتادہ کا قول ہے کہ لوط علیہ السلام نے قوم کے لوگون کے آنے کی خبر سنکر اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا تہا جب قوم کے لوگون نے دروازہ توڑ کر لوط علیہ السلام کے گھر کے اندر گھسنے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی اصلی صورت مین آکر ایک پر مارا جس سے یہ سب قوم کے لوگ اندہے ہوگئے اور لوط علیہ السلام کے گھر کا دروازہ انکو نظر نہ آیا آخر عمر مین ان عبد الرزاق کی آنکھین جاتی رہی تھین نابینا ہوجانے کے بعد کی انکی زبانی روایتون کے صحیح ہونے مین بعضے علما کو کلام ہے لیکن انکی کتابو نکو امام بخاری نے صحیح قرار دیا ہی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم الٰہی مین جو شخص دوزخی ٹھر چکا ہی دنیا میں پیدا ہونیکے بعد ویسے ہی کام بھی وہ کرتا ہی اس حدیث کو ان آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ یہ لوگ جب تک آنکھون کے جاتے رہنے سے اپاہج نہ ہوگئے اوسوقت تک اپنے بدارادہ

منزل ۳

پر جو رہی مسند امام احمد ترمذی اور ابن ماجہ میں جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خوف ہے کہ میری امت میں بھی قوم لوط کا فعل بد پھیلے گا اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ نکلتا ہے کیونکہ جو پیشین گوئی آپ نے فرمائی تھی اوسکا ظہور کہیں کہیں اس امت میں موجود ہے حاکم نے جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ کی اس حدیث کو صحیح کہا ہے

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ۝

کہنے لگا کہیں مجکو تمہارے سامنے زور ہوتا یا جا بیٹھتا کسی محکم آسرے میں

جب لوط کی قوم نہیں مانی اور مہمانوں کے لینے میں ضد کی تو لوط علیہ السلام نے کہا کاش مجھ میں ذاتی قوت ہوتی یا ہیان میرا کنبہ ہوتا یا اور کوئی دوست احباب حامی مددگار وقت پر ساتھ دینے والے ہوتے تو میں اونسے کہکر تمہیں یہاں سے نکلوا دیتا اصل میں اس قوم میں لوط علیہ السلام کے کنبہ رشتہ کا کوئی نتھا پہلے یہ عراق میں رہتے تھے جب ابراہیم کے ساتھ ہجرت کرکے شام کی طرف آئے تو انہیں یہ حکم ہوا کہ تم سدوم گاؤں میں لوگوں کی ہدایت کو جاؤ معتبر سند سے مسند امام احمد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت لوط کے بعد پھر جو نبی ہوا وہ اہل ثروت ہوا مختصر طور پر یہ روایت صحیح بخاری میں بھی ہے رکن شدید کے معنے بعضے سلف نے یہی بیان کئے ہیں جو بیان کئے گئے اور بعضے سلف نے رکن شدید کے معنے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک کی طرف لوط علیہ السلام نے جب رجوع کیا تو فرشتوں نے یہ کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں اس قوم پر عذاب لیکر آئے ہیں یہ لوگ ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تم خاطر جمع رکھو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث جو اوپر گذری کہ حضرت لوط کے بعد جو نبی ہوا وہ کنبے قبیلہ والا ہوا اس حدیث سے رکن شدید کے کنبے قبیلہ کے معنے کی بڑی تائید ہوتی ہے

قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ

مہمان بولے اے لوط ہم بھیجے ہیں تیرے رب کی ہرگز نہ پہنچ سکیں گے تجھ تک سو لے نکل اپنے گھر کو کچھ رات سے اور مڑکر نہ دیکھے تم میں کوئی

اِلَّا امْرَاَتَكَ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ۝

مگر تیری عورت یونہیں ہے کہ اسپر پڑنا ہے جو انپر پڑیگا انکے وعدہ کا وقت ہے صبح کیا صبح نہیں نزدیک

اس سورۃ میں اور سورہ شعرا میں سورہ نحل اور سورہ والصافات چند سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ ذکر فرمایا ہے حاصل اس قصہ کا یہی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک عراق سے ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت لوط علیہ السلام نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت فرمائی حضرت لوط حضرت ابراہیم کے بھتیجے ہیں ہجرت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تو فلسطین کی نواح میں رہتے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام سدوم بستی کے لوگوں کی ہدایت کے لئے نبی ہوئے تھے حضرت لوط علیہ السلام نے مدت تک ان لوگوں کو ہدایت کی مگر وہ راہ راست پر نہ آئے جب اس قوم کی ہلاکت کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل علیہ السلام زمین پر آئے اور پہلے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحق کے پیدا ہونیکی خوشخبری سنائی اور پھر حضرت لوط کی امت کی بستی مین خوبصورت لڑکونکی صورت مین آئے اور مہمان بنکر حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مین اترے حضرت لوط کی بی بی نے قوم کے لوگون کو ان مہمانو کی خبر کردی قوم کے لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پر حملہ کرکے چڑھ آئے حضرت لوط علیہ السلام قوم کے لوگون کے حملے سے بہت پریشان ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی دور ہونیکی غرض سے ان فرشتون نے حضرت لوط علیہ السلام کو جتلایا کہ ہم اللہ کے فرشتے ہیں اور پتھر ونکا مینہ برساکر اور بستی الٹ کر اس قوم کو ہلاک اور بستی کو نیست و نابود کردیا اب اوس بستی کی جگہ بودار پانی کا ایک چشمہ ہی جو پانی کسی کام مین نہین آسکتا صحیح بخاری نسائی وغیرہ مین حضرت عائشہ کی حدیث ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جب قوم کے لوگونکے ہاتھ سے اللہ کے رسول بہت پریشان ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالی غیب سے اپنے رسولونکی مدد فرماتا ہی اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لوط علیہ السلام جب قوم کے لوگون کے ہاتھ سے بہت پریشان ہوئے تو ایک مدد تو غیب سے یہ ہوئی کہ وہ لوگ اندھے ہوگئے دوسری مدد یہ ہوئی کہ اللہ کے حکم سے فرشتون نے لوط علیہ السلام کی دلجمعی کردی کہ صبح کو اس قوم پر عذاب آویگا بعضے سلف کا قول ہی کہ لوط علیہ السلام اپنی قوم کی سرکشی سے بہت تنگ آگئے تھے کہ انھون نے رات کو ہی عذاب کے آجانے کی تمنا ظاہر کی اوس کا جواب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ دیا کہ عذاب کے آنیکا مقرر وقت صبح ہے اور صبح بھی نزدیک ہے کچھ دور نہین ہے۔

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ ۵ مَّنضُودٍ ۝

ترجمہ پھر جب پہنچا حکم ہمارا کرڈالی ہمنے وہ بستی اوپر نیچے اور برسائین اوپر پتھریان کھنگر کی

مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ ۖ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ ۝

نشان بنائین تیرے رب کے پاس اور نہین وہ بستی ان ظالمونسے کچھ دور

المنزل ٣

جب لوط علیہ السلام کو حکم ہوگیا کہ آپ معہ اہل و عیال کے فقط اپنی بیوی کو چھوڑکر اس گانون سے چلے جائین اب یہان عذاب آویگا اور کوئی تم مین سے پیچھے مڑکر نہ دیکھے غرضکہ حضرت لوط خدا کے حکم سے باہر چلے گئے اور خدا کا عذاب آیا جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پر زمین کے اندر ڈالکر اس زمین کا طبقہ اوٹھالیا اور آسمان کی طرف لے گئے مفسرین نے بیان کیا ہے کہ آسمان والون نے اسوقت مرغون کے بولنے اور کتون کے بھونکنے کی آواز سنی پھر جبرئیل نے اوس طبقہ کو اوٹھا کر زمین کی طرف پھینکدیا یہ لوگ وندھے آکر زمین پر پڑے یہی معنے ہین جعلنا عالیہا سافلہا کے مطلب یہ ہی کہ خدا نے اس گانون کی زمین ہی کو الٹ دیا پھر پتھر کی کنکریون کی بھرمار اوپر سے ہوئی۔ سنگ فارسی مین پتھر کو کہتے ہیں اور گل مٹی کو حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ ان دونون لفظون کو ملاکر سجیل بنا ہی مطلب یہ ہی کہ وہ پتھر مٹی کے ملے ہوئے کھنگر تھے۔ منضود کا مطلب یہ ہی کہ کنکریان اس طرح پھینکی گئین کہ ایک ذرا بھی مہلت نہ دی گئی پے در پے آتی تھین مسومہ کے یہ معنے بیان کیئے گئے ہین کہ ان کنکریون پر لوگون کے نام کی مہرین لگی ہوئی تھین جسکے نام کی کنکری ہوتی اوسی پر

پڑتی تہی مجاہدؒ کا قول ہے کہ یہ عذاب ان لوگو پر صبح کے وقت نازل ہوا تھا۔ پھر خدا نے فرمایا کہ یہ بات ظالمون سے کچھ بعید نہیں ہے وہ لوگ اپنے ظلم کے سبب سے اسی لائق تھے کہ وہان کی زمین ہی تلے اوپر کر دی جائے بعضون نے یہ بھی بیان کیا ہو کہ یہ کفار مکہ کی طرف خطاب ہو کہ یہ لوگ بھی ظلم پر کمر باندہے ہوئے ہین انسے اور اوس گانؤن سے کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہو ملک شام مکہ سے قریب ہی ہو انکے ظلم کا بھی یہی نتیجہ ہوگا کہ انکی طرح انپر بھی کوئی عذاب نازل ہو بعض مفسرین کا یہ بھی بیان ہی کہ چار گانؤ تھے انمین سدوم زیادہ بڑا تہا ایک لاکھ کی بستی تہی تین لاکھ باقی کی بستیون مین تھے سب کے سب ہلاک ہوئے ایک بھی نہیں بچا صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰؓ اشعری کی حدیث گذر چکی ہے کہ ایسے سرکش لوگو نکو اللہ تعالیٰ جب پکڑتا ہی تو بالکل ہلاک کر دیتا ہی یہ حدیث اس ہلاکت کی گویا تفسیر ہے۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ۚ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا

اور مدین کی طرف بہیجا انکے بہائی شعیب کو بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا حاکم اسکے سوا اور نہ گہٹاؤ

الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۝

ماپ اور تول مین دیکھتا ہون تمکو آسودہ اور ڈرتا ہون تمپر آفت سے ایک گہیر لانے والے دن کے

ابراہیم علیہ السلام کی ایک بیوی اور تہین جنکا نام قنطورا تہا یہ یقطان کنعانیہ کی بیٹی تہیں انسے آٹھ بچے پیدا ہوئے تھے جن مین سے ایک کا نام مدین تہا اس مدین بن ابراہیمؑ نے ملک حجاز اور ملک شام کے درمیان مین ایک گانؤن بسایا جسکا نام مدین مشہور ہو گیا۔ یہ گانؤن مدین بحر قلزم کے کنارے تبوک کے سامنے چھ منزل پر واقع ہے مدین بن ابراہیمؑ کی یہین بود و باش رہی انکی نسل سے جو پیدا ہوتے گئے یہیں بستے گئے رفتہ رفتہ ایک بہت بڑا قبیلہ ہو گیا تبوک سے اسکی آبادی زیادہ ہو گئی مدین بن ابراہیمؑ کے ایک بیٹے کی اولاد مین حضرت شعیبؑ کے باپ پیدا ہوئے اسلئے اللہ پاک نے حضرت شعیب کو قبیلہ مدین کا بھائی فرمایا مدین والے بہت خوش حال تھے انمین ایک عادت علاوہ بت پرستی کے اور بھی تہی کہ جب کوئی سودا خریدتے تھے تو بڑہتی لیتے تھے اور جب بیچتے تھے تو کم دیتے تھے دو قسم کے پیمانے اور بٹے بنا رکھے تھے بیچنے کا اور خرید کا اور اللہ جل شانہ نے انہین لوگون مین حضرت شعیب کو پیدا کیا اور نبی بنا کر حکم دیا کہ انکو خدا کی طرف بلاؤ شعیب علیہ السلام نے انکو ہدایت کی کہ تم خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرو اور ناپ تول مین کمی بیشی نکیا کرو پورا پورا تول کر لو اور پورا تول کر دو اللہ پاک نے تمہین آسودہ حال بنایا ہی اگر ایسا نکروگے تو خوف ہی کہ یہ نعمت تم سے چہن جائے اور سختی و تنگی کا سامنا ہو اور تمپر ایسا عذاب آئے کہ تم اوس سے بچ نہ سکو معتبر سند سے نسائی اور ابن ماجہ مین حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہو جسکا حاصل یہ ہی کہ مدینہ مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو مدینہ کے لوگونکی عادت آپ نے کم تولنے اور کم ناپنے کی پائی لیکن پھر آپکی نصیحت سے اکثر لوگون نے وہ عادت چھوڑ دی اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ قوم شعیب کیطرح عرب مین بھی کم تولنے اور کم ناپنے کی عادت تہی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے لوگونکی وہ عادت باقی نہیں رہی۔

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝

اور اے قوم پورا کرو ناپ اور تول کو انصاف سے اور نہ گھٹا دو لوگونکو انکی چیزین اور نہ مچاؤ زمین مین خرابی

جمہور مفسرین کا قول ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب الایکہ ایک ہی امت کا نام ہی اور اسی ایک امت کے حضرت شعیب علیہ السلام نبی تھے لیکن فقط قتادہ اور عکرمہ کا یہ قول ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب الایکہ جدا جدا دو امتین ہین اور حضرت شعیب علیہ السلام دو امتون کے نبی ہوئے ہین جمہور مفسرین نے اس قول پر طرح طرح سے اعتراض کیا ہی اس سورۃ اور سورہ شعرا کے قصہ کو ملا کر دیکھا جاتا ہی تو کم تولنے اور قزاقی کی اصحاب مدین اور اصحاب الایکہ کی ایک سی ہی بد عادتین اللہ تعالی نے دونون سورتون مین ذکر فرمائی ہین جس سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے کہ دونون سورتون مین ایک ہی امت کا ذکر ہے یہ قصہ سورہ قصص مین آویگا کہ فرعون اور فرعون کی قوم کے خوف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین کو چلے گئے اور مدین مین ایک بزرگ کی لڑکی سے حضرت موسےٰ علیہ السلام کا نکاح ہوا اس قصہ مین مشہور قول تو یہی ہے کہ وہ بزرگ یہی حضرت شعیب علیہ السلام تھے لیکن اس مشہور قول پر حافظ ابن کثیر اور اور مفسرین نے یہ اعتراض کیا ہی کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی امت کو یہ نصیحت کی ہے کہ تم لوگون کے زمانہ سے تھوڑے ہی زمانہ آگے قوم لوط کے لوگ عذاب الٰہی مین گرفتار ہو چکے ہین سرکشی کروگے تو تم لوگ بھی عذاب الٰہی مین گرفتار ہو جاؤ گے اور یہ تو صحیح تاریخ کی کتابون سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت لوط اور حضرت موسےٰ کے زمانہ مین چار سو برس سے زیادہ کا فاصلہ ہی پھر حضرت موسےٰ کے زمانہ تک حضرت شعیب کیونکر زندہ رہ سکتے ہین اس کا جواب بعضے مفسرین نے یہ دیا ہی کہ حضرت شعیب کی عمر بڑی ہوئی ہے لیکن یہ جواب کسی سند کا محتاج ہی اسواسطے حافظ ابن کثیر نے یہی بات صحیح قرار دی ہی کہ وہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام نہین تھے بلکہ حضرت شعیب کے بھتیجے تھے جنکا نام شہرون تھا اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کے قصے کی بعض حدیثون مین جو حضرت شعیب علیہ السلام کا نام اور ذکر آیا ہی اون حدیثون کی سند صحیح نہین ہے۔ تفسیر ابن حاتم تفسیر ابن جریر اور ابن عساکر مین حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہی کہ قوم شعیب کے لوگ مدین کے راستہ پر بیٹھ جاتے تھے اور مدین کے آنیوالے مسافرونکو حضرت شعیب کی باتین نہ سننے کی طرح طرح سے پٹی پڑھاتے تھے اور مسافرونکا مال بھی اکثر لوٹ لیتے تھے اسی کو ولا تعثوا فی الارض مفسدین فرمایا۔ غرض درختون کے پوجنے کے سوا راستہ پر بیٹھ کر مسافرونکے بہکانے اور لوٹنے اور کم تولنے اور ناپنے کی بری عادتین ان لوگونمین تھیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ علم الٰہی مین دوزخ کے قابل قرار پا چکے اونکو ویسے ہی کام دنیا مین اچھے معلوم ہوتے ہین یہ حدیث ان لوگونکی حالت کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ شعیب علیہ السلام نے اگرچہ ان لوگونکو راہ راست پر لانیکی بہت کوشش کی مگر یہ لوگ علم الٰہی مین دوزخ کے قابل قرار پا چکے تھے اسلئے شعیب علیہ السلام کی وہ سب کوشش رائگان گئی اور یہ لوگ مرتے دم تک راہ راست پر نہ آئے۔

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝

جو بچ رہے اللہ کا دیا وہ بہتر ہے تمکو اگر ہو تم یقین رکھتے اور مین نہین ہون تمپر نگاہبان

منزل ٣

جب شعیب علیہ السلام قوم مدین کو خالص خدا ہی کی عبادت کرنے اور ناپ تول مین پورا پورا لینے دینے کو کہہ چکے تو پھر فرمایا کہ پورا پورا ناپنے اور تولنے کے بعد جو خدا کا دیا ہوا تمکو بچ رہے وہ تمہارے لئے بالکل پاک اور حلال ہی اور مین تمہارا نگہبان نہین ہون کہ تمہین گناہ مین نہ پڑنے دون یا میرے ہاتھ مین تمہارا حساب کتاب نہین ہی جس کا بدلہ تمہین مین دون مین تو خدا کی طرف سے صرف تمہاری جس نصیحت کو بھیجا گیا ہون اوس نصیحت کا مطلب مینے تمہین سمجھا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے بقیۃ اللہ کی تفسیر مین یہ بیان کیا ہی کہ خدا کا رزق تمہارے لئے بہتر ہی اگر تم ایماندار ہو اور مجاہد نے کہا ہی کہ اگر تم لوگ ایمان والے ہو تو خدا کی عبادت تمہارے لئے کافی ہی۔ معتبر سند سے ابن ماجہ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم مین جابر بن عبداللہ سے روایتین ہین جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا رزق اللہ تعالی کی طرف سے مقرر ہے اسلئے رزق کی تنگی سے آدمی کو گھبرانا نہین چاہیے بلکہ حلال کمائی کی جستجو اور حرام کمائی سے بچنے کی کوشش مین ہمیشہ لگے رہنا چاہیے ان آیتون مین شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو حلال کمائی کی جو نصیحت کی ہے یہ حدیث گویا اوسکی تفسیر ہے۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا

بولے اے شعیب تیری نماز پڑھنے نے تجکو یہ سکھایا کہ ہم چھوڑ دین جنکو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے یا چھوڑ دین کرنا اپنے مالو مین

مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝

جو چاہیں تو ہی بڑا باوقار ہے نیک چال والا

خازن مین عبداللہ بن عباس کا اور ابن عساکر مین احنف بن قیس کا قول ہی کہ شعیب علیہ السلام پہلے رسولون مین سے زیادہ نماز پڑھا کرتے تھے اسی واسطے انکی قوم نے کہا معلوم ہوتا ہی کہ تمہاری نماز نے یہ باتین سکھلائی ہین جو تم ہمکو بتون کی عبادت اور پورا ناپنے تولنے کی تاکید کرتے ہو۔ یہ احنف بن قیس ثقہ تابعی ہین اور سب حدیث کی کتابون مین انکی روایتین ہین بعضے سلف نے لکھا ہے کہ شعیب علیہ السلام کی قوم نے نماز کا طعنہ اسلیئے دیا کہ نماز دین کے کل رکنون سے زیادہ مرتبہ کہتی ہی اسلیئے نماز سے مقصود گویا دین ہی بہرحال شعیب علیہ السلام کی قوم نے اونکو یہ جواب دیا کہ یہ سب تمہاری نماز کا اثر ہے جو تم ہم لوگونکو ہر بات سے منع کرنے ہو ایسا کب ممکن ہے کہ ہم ان بتونکو چھوڑ دین جنکی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے اور اپنے مال کے بھی ہم مختار ہین جس طرح چاہیں گے اولٹ پھیر کرین گے تم کون منع کرنے والے پھر بطور طعن کے یہ بات کہی کہ تم بڑے بردبار اور نیک بخت ہو کہ ہماری عادتون کو برا جانتے ہو حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہین کہ ان لوگون نے اگرچہ شعیب علیہ السلام کو حلیم و رشید کہا مگر اس سے مراد انکی یہ تھی کہ تم بڑے بیوقوف ہو کیونکہ ایسا اکثر ہوتا ہی کہ کسی کو کہا جائے آپ بڑے عقلمند ہین مگر اوس سے یہ مراد لیجائے کہ آپ نرے بیوقوف ہین بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہی کہ فی الحقیقت شعیب علیہ السلام اون لوگون کے نزدیک بردبار اور نیک بخت تھے جب ہی اون لوگون نے کہا مگر مطلب ان لوگونکا یہ تھا کہ تم اس صفت کے آدمی ہو کر باپ دادا کے قدیم دین و آئین سے ہمکو پھیرتے ہو۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی کی یہ حدیث جو اوپر گذری کہ جو لوگ علم الٰہی مین دوزخ کے قابل ٹھہر چکے ہین وہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد ویسے

ہی کام کرتے ہیں اس حدیث سے ان لوگون کے اس سرکشی کے جواب کا سبب اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِيْدُ

بولا اے قوم دیکھو تو اگر مجکو سوجھ ہوئی اپنے رب کی طرف سے اور اوسنے روزی دی مجکو نیک روزی اور مین نہین

اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ

چاہتا کہ پیچھے آپ کرون جو کام تم سے چھڑاؤن مین تو چاہتا ہون یہی سنوارنا جہانتک ہوسکے اور بن آتا ہے

اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝

اللہ سے اوسی پر مینے بہروسا کیا ہے اور اوسی کی طرف رجوع ہون

یہ جواب ہی شعیب علیہ السلام کا جو اونھون نے اپنی قوم کو دیا تہا کہ ای قوم خدا نے مجہے یہ ظاہر ظاہر معجزے دیئے اور نبوت دی اور مجھے دنیا مین پاک اور حلال روزی دے رکہی ہے مین جن باتونسے تمہین روکتا ہون چہپ چہپا کر مین بہی اونکو نہین کرونگا یہ ہرگز نہین ہوسکتا کہ تمہین تو کسی کام سے مین منع کرون اور مین آپ اوس کام کو کرون میرا ارادہ تو اصلاح کا ہے مین تو یہ چاہتا ہون کہ جہانتک ہو تمہاری آخرت اور دنیا دونون درست ہوجاوین اور مین تا بمقدور تمہارے معاملات درست کرنا چاہتا ہون اور میرا ہدایت کرنا اور راہ حق بتانا خدا کی مدد سے ہے اور اوسی پر میرا بھروسہ بہی ہے اور مین اوسکی طرف پہر کر جانیوالا بہی ہون صحیح بخاری و مسلم مین اسامہؓ بن زید سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں بعضے لوگو نپر سخت عذاب دیکہکر اور دوزخی اونسے پوچہین گے کہ تم تو ہمکو ناجائز باتونسے روکا کرتے تہے پہر تم اس طرح کے سخت عذاب مین کیونکر گرفتار ہوگئے وہ لوگ جواب دیوین گے کہ جن باتون سے ہم اورونکو روکا کرتے تہے ہم خود اون باتونمین درپردہ گرفتار تہے اسلئے یہ عذاب آج ہمکو بھگتنا پڑا یہ حدیث وما ارید ان اخالفکم الی ما انہاکم عنہ کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی دوسرے کو بری بات سے روکنا اور خود آپ اوس مین گرفتار رہنا بڑے وبال کی بات تہی اسلئے شعیب علیہ السلام نے اپنی نصیحت مین قوم کے لوگونکو یہ بھی جتلا دیا کہ جن باتونسے مین تمہین روکتا ہون مین بہی اون باتونکو کبہی ہرگز نہیں کرنے کا۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ

اور اے قوم نہ کمائیو میری ضد کر کر یہ کہ پڑے تمپر جیسا کچہ پڑا قوم نوح پر یا قوم ہود پر یا قوم صالح پر

وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝

اور قوم لوط تو تم سے دور نہین اور گناہ بخشواؤ اپنے رب سے اور اوسکی طرف رجوع لاؤ البتہ میرا رب مہربان ہے

پہر حضرت شعیب نے اپنی قوم سے کہا کہ میری ضد مین اگر کبہی تم اپنی بات پر نہ اڑے رہنا میرے کہنے پر عمل کرو نہیں تو جس طرح نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا اور ہلاک ہوگئے اسی طرح تمپر بہی عذاب آجائیگا اور پہر کچہ نہ بن آئیگا ابہی کچہ زیادہ دن نہیں ہوئے کہ لوط علیہ السلام کی قوم ہلاک ہوچکی ہے کل کی بات ہے وہ سرزمین بہی کچہ زیادہ دور

منزل ۳

بھی نہیں قریب ہی ہی تمکو واجب ہی توبہ استغفار کرو خدا مہربان ہی اپنے بندونسے اوسکو محبت ہی وہ تمہاری توبہ قبول کریگا اور گناہ بخش دیگا صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہوں کے معاف کرنے کی صفت اللہ تعالی کو ایسی پیاری ہی کہ اگر دنیا مین کے حال کے لوگ گناہ نکرتے تو اللہ تعالی اور گنہ گار مخلوقات پیدا کرتا اور اونکو توبہ کی توفیق دیکر اونکے گناہ معاف کرتا یہ حدیث آخری آیۃ کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ توبہ کرنے والے شخص کی توبہ قبول کرنیکی صفت اللہ کو پیاری ہی اور توبہ کرنے والونسے اوسکو ایکطرح کی محبت ہے۔

قَالُوا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرٰىكَ فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ

بولے اے شعیب ہم نہین بوجھتے بہت باتین جو تو کہتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں تو ہم مین کمزور ہی اور اگر نہ ہوتے تیرے

لَرَجَمْنٰكَ وَمَا أَنتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ أَرَهْطِي أَعَزُّ عَلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَاتَّخَذْتُمُوهُ

بھائی بند تو تجکو ہم سنگسار کرتے اور کچھ تو ہمپر سردار نہین بولا اے قوم کیا میرے بھائی بندونکا دباؤ تمپر زیادہ ہی اللہ سے اور اسکو ڈال رکھا تمنے

وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا إِنَّ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝

پیٹھ پیچھے فراموش تحقیق میرے رب کے قابو میں ہی جو کرتے ہو

جب شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو سمجھاتے ہی گئے تو اونکی قوم کے لوگون نے کہا کہ شعیب تم جسقدر ہم لوگون کو سمجھاتے ہو ہماری سمجھ مین ایک نہین آتا اور تم ہم لوگونسے بہت کمزور ہو ہمیں تمہارے بھائی بندون کا خیال ہی نہین تو مارے پتھرون کے تمکو سنگسار کردیتے تم ان باتونسے اب ہمکو اچھے نہین لگتے بعضے مفسروں نے بیان کیا ہی کہ ضعیف کے معنے یہان نابینا کے ہین کیونکہ شعیب علیہ السلام خدا کی محبت مین اتنا روئے تھے کہ انکی آنکھین جاتی رہی تھین پھر شعیب علیہ السلام نے کہا کہ تمہین میرے بھائی بندونکا خیال ہے کیا خدا سے بھی زیادہ تمہیں عزیز ہین انکی عزت کا خیال کر کے مجھے چھوڑتے ہو اور خدا کو تمنے پس پشت ڈال رکھا جسکی عزت کے سامنے کسی کی بھی عزت نہین خیر جو کچھ تم کرتے ہو اور جتنے عمل تمہارے ہین سب کو خدا کا علم گھیرے ہوئے ہے وہ ذرہ ذرہ جانتا ہی تمہین اسکا بدلہ دیگا۔ ترمذی نسائی ابن ماجہ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کثرت گناہون کے سبب سے آدمی کے دل پر ایک زنگ لگ جاتا ہے جس سے نیک بات اسکے دل پر اثر نہین کرتی۔ قوم شعیب نے شعیب علیہ السلام سے یہ جو کہا کہ تمہاری نصیحت ہماری سمجھ مین نہین آتی یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ شرک اور کثرت گناہونسے ان لوگونکے دلپر زنگ چھا گیا تھا جس سے شعیب علیہ السلام کی نصیحت کا نہ اونکے دلپر کچھ اثر ہوتا تھا نہ وہ نصیحت اونکی سمجھ مین آتی تھی۔

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَ

اور اے قوم کام کئے جاؤ اپنی جگہ مین بھی کام کرتا ہون آگے معلوم کروگے کسپر آتا ہے عذاب کہ اسکو رسوا کرے اور

مَنْ هُوَ كَاذِبٌ وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ ۝

کون ہی جھوٹا اور تاکتے رہو مین بھی تمہارے ساتھ ہون تاکتا

پہلے حضرت شعیب علیہ السلام نے صحاب مدین کو شرک اور کم تولنے کی عادت سے توبہ استغفار کر نیکی نصیحت کی اور یہ کہا کہ مجھکو ڈر ہے کہ اگر تم میرا کہنا نہ مانوگے تو قوم نوح اور قوم ہود اور قوم صالح اور قوم لوط کی طرح تم ہلاک ہو جاؤگے جب ان لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کا کہنا نہ مانا تو آخر درجہ انہوں نے یہ فرمایا کہ خیر جو تمہارا جی چاہے وہ کرو اب تمکو معلوم ہو جاویگا کہ تمہاری کیا رسوائی ہونے والی ہے آخر وہی ہوا کہ تھوڑے دنوں میں عذاب آیا آگ برسی اور سب ہلاک ہوگئے آخری نصیحت حضرت شعیب نے جو اپنی امت کو کی تہی جب بلوہ کے لوگ حضرت عثمان کے گھر پر چڑھ آئے اور حضرت عثمان کے شہید کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عثمان نے بہی یہی نصیحت کی تہی کہ دیکھو مجھکو شہید نکرو مجھکو خوف ہے کہ قوم نوح اور قوم ہود اور قوم صالح اور قوم شعیب کا سا وبال تمپر نہ آوے آخر وہی ہوا کہ اوس روز سے مسلمان طرح طرح کے وبال میں گرفتار ہیں آنحضرت کے زمانہ سے لیکر حضرت عثمان کے زمانہ تک جو اقبال مندی اور خوشحالی تہی وہ بات باقی نہیں ہی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم الٰہی میں جو لوگ دوزخ کے قابل ٹھہر چکے ہیں دنیا میں پیدا ہونے کے بعد وہ لوگ کام بھی ویسے ہی کرتے ہیں اس حدیث کو آیتہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شعیب علیہ السلام جب نصیحت کرتے کرتے تہک گئے اور اونکی قوم کے لوگ راہ راست پر نہ آئے تو اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ لوگ علم الٰہی میں دوزخ کے قابل ٹھہر چکے ہیں انکے دلپر نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوگا اسیلئے اللہ کے نبی نے اون لوگوں سے کہدیا کہ اب تم لوگونکا جو جی چاہے سو کرو یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی طبیب کسی بیمار کی زندگی سے مایوس ہوکر کہدیتا ہے کہ جو تیرا جی چاہے وہ کہا پرہیز کی اب ضرورت نہیں ہے اس آیتہ میں عذاب کے آجانے کی پیشین گوئی جو اللہ کے رسول شعیب علیہ السلام نے کی تہی اُسکے ظہور کا حال اگلے کی آیتہ میں آتا ہے۔

وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِينَ

اور جب پہنچا ہمارا حکم بچا دیا ہمنے شعیب کو اور جو یقین لائے تھے اُسکے ساتہ اپنی مہر سے اور پکڑا اون

ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿۹۴﴾ كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۗ أَلَا بُعْدًا

ظالمونکو چنگھاڑنے پہر صبح کو رہگئے اپنے گہرون میں اوندہے پڑے جیسے کبھی نہ بسے تھے ان میں سن لو پہٹکار ہے

لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ ﴿۹۵﴾

مدین کو جیسے پہٹکار پائی ثمود نے

جب شعیب علیہ السلام اپنی قوم سے نا امید ہوگئے اور جان لیا کہ اب یہ ایمان نہیں لاینگے تو فرمایا کہ دیکھو کون عذاب سے رسوا ہوکر ہلاک ہوتا ہے اوسوقت خدا کا عذاب آیا اللہ پاک نے اپنے رسول شعیب کو اور جو انپر ایمان لائے تھے اونکو اپنی رحمت سے بچا لیا اور قوم شعیب کو جنہوں نے ظلم کیا تہا اور حضرت شعیب کو جہٹلایا اور ایمان نہیں لائے یہ سب حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ایک سخت چیخ سے اس طرح ہلاک ہوگئے یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ اس گانون میں کوئی بستا بھی تہا یا نہیں جس طرح قوم ثمود چنگھاڑ سے ہلاک ہوئی اسی طرح یہ قوم بھی ہلاک ہوئی اسلیئے یہان ثمود کا نام لیا قوم لوط کا نام نہیں لیا

منزل ۳

ع ۸/۱۲

تفسیر ابن حاتم میں محمد بن کعب قرظی اور حسن بصری سے روایتیں ہیں کہ قوم شعیب پر تین طرح کا عذاب ایک ساتھ آیا پہلے بستی میں ایک طرح کی سخت گرمی پھیل گئی اور اس گرمی کے وقت آسمان پر ایک ابر آیا جسکے نیچے ٹھنڈی ہوا بھی تھی جب یہ سب لوگ گرمی سے بچنے کے لئے اوس ابر کے نیچے ٹھنڈی ہوا کی لالچ سے چلے گئے تو آسمان سے ایک سخت آواز آئی جس سے زمین ہل کر زلزلہ پیدا ہو گیا اور اس ابر میں سے آگ کے انگارے برسے۔ یہ محمد بن کعب حسن بصری کے رتبہ کے ثقہ تابعی ہیں اور حدیث کی سب کتابوں میں انسے روایتیں ہیں سورہ اعراف میں اس قوم کا عذاب زلزلہ کا ہے اور اس سورۃ میں سخت آواز کا اور سورہ شعرا میں سائبان کی طرح کے ابر کا جس سے محمد بن کعب اور حسن بصری کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسےٰ اشعری کی حدیث گذر چکی ہے کہ ایسے نافرمان لوگونکو وقت مقررہ تک اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے اور وقت مقررہ کے آجانے پر عذاب آجاتا ہے۔ یہ حدیث ثمل اور قوموں کی حالت کے اس قوم کی حالت کی بھی گویا تفسیر ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ

اور بھیج چکے ہیں ہم موسےٰ کو اپنی نشانیوں سے اور واضح سند سے فرعون اور اسکے سرداروں پاس پھر چلے

فِرْعَوْنَ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ ۝ یَقْدُمُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ

کہنے میں فرعون کے اور نہیں بات فرعون کی کچھ نیک چال رکھتی آگے ہوگا اپنی قوم کے قیامت کے دن پھر پہنچا دیگا انکو آگ پر

وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝ وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝

اور برا گھاٹ ہے جسپر پہنچے اور پیچھے سے ملی اس جہان میں لعنت اور دن قیامت کے برا انعام ہے جو ملا

منزل ۳

اوپر کے قصوں کے بعد ان آیتوں میں فرمایا کہ ہمنے موسےٰ کو طرح طرح کے معجزے اور نشانیاں دیکر فرعون بادشاہ مصر اور اوسکے وزیروں اور سرداروں کے پاس بھیجا بعضے مفسرین نے آیات سے مراد توریت اور سلطان مبین سے مراد معجزے لیے ہیں مگر یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ فرعون کی ہلاکت کے بعد توریت نازل ہوئی ہے اسلئے بعض مفسرین نے دونوں کے معنے معجزے کے جو بیان کئے ہیں وہ قول صحیح ہے بہرحال کوئی بھی انمیں سے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا فرعون کے ساتھ فرعون ہی کے دین آئین پر قائم رہے اللہ پاک نے فرمایا فرعون کا طریقہ کوئی نیک انجام نہ تھا بالکل گمراہی کا طریقہ تھا اسلئے جسطرح وہ لوگ دنیا میں فرعون کے تابعدار رہے اوسی طرح قیامت کے دن بھی یہ لوگ فرعون کے پیرو رہیں گے اور فرعون کے پیچھے پیچھے دوزخ میں پہنچ جائیں گے قتادہ نے ورد المورود کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ یہ لوگ جس گھاٹ پر جائیں گے وہ بہت ہی برا گھاٹ ہوگا کیونکہ انسان گھاٹ پر اسلئے جاتا ہے کہ پیاس بجھے دوزخ کا گھاٹ ایسا ہوگا کہ وہاں اور بھی تشنگی غالب ہوگی پھر فرمایا کہ انپر دنیا میں بہت لعنت ملامت ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے لوگ انکے بعد ہونگے اور انکا قصہ سنیں گے انپر لعنت کریں گے اور آخرت میں بھی اہل محشر انپر لعنت بھیجیں گے۔ رفد المرفود کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رض نے یہ کہا ہے کہ مراد اس سے دنیا اور آخرت کی لعنت ہے صحیح مسلم میں سمرہ رض بن جندب سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن

دوزخیون پراونکی بداعمالی کے موافق عذاب ہوگا مثلاً کسی دوزخی کو تو دوزخ کی آگ ٹخنون تک جلا دیگی اور کسی کو گھٹنون تک اور کسی کو کمر تک اور کسی کو اس سے بڑہکر فرعون اور اوسکے ساتھیون کی بداعمالی اور مشرکون سے بڑہی ہوئی ہے کیونکہ اور مشرک خدا کو خدا جانکر اوسکی عبادت مین دوسرونکو شریک کرتے ہین اور فرعون خود اپنے آپکو خدا کہتا تھا اور اوسکے ساتھی اوسکا کہنا مانتے تھے اسیلئے سورہ غافر مین آویگا کہ فرعون اور اوسکے ساتھیونکا عذاب قیامت کے دن بہت سخت ہوگا صحیح بخاری ومسلم مین عبداللہ بن عمر سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے ہر روز صبح وشام دوزخ کا ٹھکانا قابل دوزخ اور جنت کا ٹھکانا قابل جنت روحونکو دکہایا جاکریہ کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تمہین اس ٹھکانے مین جانا اور رہنا ہوگا حاصل کلام یہ ہے کہ قیامت کے دن تو فرعون اور اوسکے ساتھیوںپر جو سخت عذاب ہوگا اب قیامت سے پہلے ہر روز صبح شام اونکو وہ عذاب کا ٹھکانا دکہایا جاتا ہے جس سے ہر روز اونکے حق مین گویا روز قیامت کا سامنا ہے اسی واسطے فرمایا کہ فرعون کا کہنا ماننے سے ان لوگونکو جوانعام ملا وہ برا انعام ہے مدد کے طور پر ایک شخص دوسرے شخص کو کوئی چیز دیوے تو اوسکو رفد کہتے ہین اسی واسطے شاہ صاحب نے رفد کا مرادی ترجمہ انعام کیا ہے۔ یقدم قومہ کا یہ مطلب ہے کہ جسطرح دنیا مین ڈوبنے کے وقت فرعون اپنے ساتھیون کے آگے تہا اور سب لشکر اوسکے پیچھے تہا دوزخ مین جانے وقت بھی ان لوگون کا یہی حال ہوگا۔

ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْقُرَىٰ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ ۖ مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ ۝ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ

یہ تہوڑے احوال ہین بستیون کے کہ ہم سناتے ہین تجکو کوئی ان مین قائم ہے اور کوئی کٹ گیا اور ہمنے اونپر ظلم نہ کیا

وَلَٰكِنْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ۖ فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ

لیکن ظلم کرگئے اپنی جان پر پہر کچہ کام نہ آئے اونکے ٹہاکر جنکو پکارتے تھے سوائے اللہ کے

شَيْءٍ لَمَّا جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ ۝

کسی چیز مین جب پہنچا حکم تیرے رب کا اور کچہ نہ بڑہایا اونکے حق مین سوائے ہلاک کرنا

اوپر چند قصے بیان فرماکر اب نتیجہ کے طور پر فرمایا اے رسول اللہ کے یہ پہلی امتون کی خبرین ہین جسکا مطلب یہ ہے کہ ان لوگون نے اپنے رسولون کے ساتھ جیسا کیا ویسا پایا یہ گاؤن اور شہر جنپر عذاب آتا گیا بعض تو ایسے ہین کہ بالکل نیست ونابود نہیں ہوے ویران کردئے گئے اور بعضونکا طبقہ ہی الٹ دیا گیا پہر فرمایا کہ انپر اللہ کا ظلم نہین تھا آپ ان لوگون نے اپنے اوپر ظلم کیا رسولونکو جھٹلاتے رہے اور راہ حق پر نہ آئے بتونکی پرستش کرتے رہے اور جب عذاب آیا تو اونکے وہ جھوٹے معبود کچہ نکر سکے اگر کچہ کام بھی آئے تو یہی کہ انکو ہلاک ہی کرکے چھوڑا صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مین جو کچہ ہونے والا تھا اللہ تعالیٰ نے دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے وہ سب لوح محفوظ مین لکھہ لیا ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہین حاصل کلام یہ ہے کہ اگرچہ ہر ایک انیک و بد کا حال اللہ تعالیٰ

منزل ۳

کو نیک و بد کے پیدا ہونے سے پہلے معلوم تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ انصاف کیا کہ سزا و جزا کا فیصلہ اپنے علم پر نہیں رکھا بلکہ
اس علم کے ظہور پر رکھا جس کا مطلب یہ ہی کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد جیسا کوئی کریگا مرنے کے بعد ویسا بدلہ پاویگا اس تفسیر
سے وما ظلمناہم ولکن ظلموا انفسہم کا مطلب اچھی طرح سے سمجھ میں آسکتا ہے اور یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہی کہ تجربہ سے کسی کام کا
نتیجہ پہلے سے جان لینا اور بات ہی اور کسی کام پر کسی کو مجبور کرنا اور بات ہی اسلئے جو لوگ تقدیر کے لکھے پر اپنے آپ کو مجبور
قرار دیتے ہین وہ بڑی غلطی پر ہین اسی طرح جو لوگ یہ شبہ دل مین لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سبکو نیک کیون نہیں بنایا
وہ بھی غلطی پر ہین کیونکہ دنیا نیک و بد کے امتحان کیلئے پیدا کی گئی ہی زبردستی سب کو نیک بنانے مین یہ امتحان بھلا
کس طرح پورا ہو سکتا تھا۔

وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ۝

اور ایسے ہی ہے پکڑ تیرے رب کی جب پکڑتا ہی بستیون کو اور وہ ظلم کر رہتے ہیں بیشک اُسکی پکڑ دکھ دینےوالی ہی زور کی

اللہ پاک نے اس آیۃ مین اپنے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ تیرے خدا کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب کسی ظالم
کو پکڑ لیتا ہی تو پھر نہین چھوڑتا جیسے یہ گاؤن جن مین ظالم بستے تھے جنکا ذکر ہو چکا ہی کہ آخر برباد ہی کر دئے گئے اُسکی پکڑ بہت
دردناک ہی اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ حکم اونہیں گانون اور بستیون کیلئے تھا اور ون کیواسطے نہین ہی بلکہ ہر ایک ظالم
کا یہی نتیجہ ہوگا ابو موسیٰ اشعری کی حدیث صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے گذر چکی ہی کہ اللہ پاک ظالم کو مہلت دیتا ہی اور جب پکڑ
لیتا ہی تو پھر نہین چھوڑتا یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ۝

اس بات مین نشانی ہی اُسکو جو ڈرتا ہی آخرت کے عذاب سے وہ دن ہی جسمین جمع ہونگے سب لوگ اور وہ دن ہی دیکھنے کا

انبیائے سابق اور اونکی امتون کے ذکر کے دو فائدہ تو اوپر مذکور ہو چکے یہ تیسرا فائدہ ہی جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہی حاصل اس
فائدہ کا یہ ہی کہ کافر اور منافق کے دل تو ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ اُنکے دل پر کسی نصیحت کا اثر نہین ہی ہان جو لوگ اللہ اور رسول
اور قیامت کے قائم ہونے پر ایمان لا چکے ہیں ان پچھلے قصون سے انکو ایک بڑی عبرت ہونی چاہیئے کسواسطے کہ پچھلی امتون
کا دنیا کا عذاب سنکر پورا یقین ہوتا ہی کہ اللہ کے وعدہ کا ظہور جس طرح دنیا مین ہو چکا اوسی طرح آخرت کے عذاب کا اُسکا
وعدہ سچا ہی اور ضرور ایک مقرر دن پر اُسکا ظہور ہونے والا ہی اوس وعدہ کے دن کے لئے کچھ نیکی کرنی چاہیئے تاکہ اُس
روز چھٹکارہ ہو کیونکہ جسطرح اوس دن کے آنے کا وعدہ حق ہی اوسی طرح اوس دن کا یہ وعدہ بھی حق ہی کہ جس کا نیکی کا پلہ اُس دن
بھاری ہوگا اُسی کا چھٹکارہ ہوگا پھر اس چھٹکارہ کی صورت بدون نیکی کے کرنے اور بدی سے بچنے کے کیونکر ممکن ہی تفسیر ابن
جریر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جب بدی کا بدلہ ایک اور نیکی کا بدلہ دس ہے تو ایسے شخص
کے حال پر بڑا افسوس ہی جو دنیا سے ایسی حالت مین جاوے کہ اُسکی اکائیاں دہائیون پر غالب ہون ترمذی مسند امام

منزل ۳

احمد بن حنبل وغیرہ مین ابوہریرہؓ ابی بکرہؓ جابرؓ بن عبداللہ اور عبداللہ بن بسر سے صحیح روایتین ہین جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ دنیا مین اچھا آدمی وہی ہے کہ جسکی عمر بڑی ہو اور اُسکے عمل نیک ہون اور بُرا آدمی وہ ہی کہ جسکی عمر بڑی ہو اور کام
بُرے اور بد ہون معتبر سند سے مسند امام احمد مین ابوہریرہؓ کی دوسری روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت طلحہ کے گہر مین
تین مہاجر صحابہ رہتے تھے دو نون اُنمین سے شہید ہو گئے اور ایک اون دونون شہیدون کے بہت روز کے بعد اپنی موت سے
مرے طلحہ کہتے ہین کہ پھر مینے خواب مین دیکھا کہ تیسرا شخص جو اپنی موت سے مرا تھا جنت مین اون دونون شہیدونکے آگے ہی اس
خواب سے مجھکو بڑا تعجب ہوا مین نے اپنا یہ خواب آنحضرت سے تعجب کے ساتھ بیان کیا آپنے فرمایا کچھ تعجب کی بات نہین ہی نیک
عمل ہو کر کوئی شخص بڑی عمر پاوے تو بہت بڑے اجر اور درجہ کی چیز ہی حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس آیۃ مین مسلمانون کے حق مین
یہ ایک پیشین گوئی فرمائی ہی کہ مسلمانونکو نصیحت زیادہ کارگر ہوتی ہی جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہین وہ ذرا اپنی حالت پر
غور کرین کہ اونکی حالت پر کہان تک اسکی پیشین گوئی صادق آتی ہے اور جن لوگونکو اللہ تعالی نے عمر دی ہی وہ اُسکو ایک دولت
سمجھکر اوس دولت سے یہ تجارت کرین کہ اوس دولت سے نیک عمل کی دولت کمائین - ذلک کا اشارہ قیامت کے دن کیطرف
ہی آیۃ کے اس ٹکڑے کا حاصل مطلب یہ ہی کہ میدان محشر مین آدم علیہ السلام سے قیامت تک جتنے بنی آدم پیدا ہوئے ہین وہ سب
حساب وکتاب کیلئے جمع کئے جاوینگے چنانچہ صحیح بخاری ومسلم کی ابوہریرہؓ کی روایۃ مین اس کا ذکر تفصیل سے ہے اسی طرح
طرح کے انتظام کے لئے وہان فرشتے بھی حاضر ہونگے مثلاً ستر ہزار نکیلین لگا کر ہزارہا فرشتے دوزخ کو میدان محشر مین لاوینگے
جس کا ذکر صحیح مسلم اور ترمذی مین عبداللہ بن مسعودؓ کی روایۃ سے ہے اور اسی طرح کے بہت سے انتظام ہین جو اوس دن فرشتون
کے ذمہ ہونگے سو انسان جنات اور فرشتون سبکے جمع ہو جانے سے وہ ایک عجب دن ہوگا اسلئے شاہ صاحب نے مراد بھی ترجمہ
دن ہے دیکھنے کا فرمایا ہے -

وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ۝ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ۝

اور اُسکو ہم دیر جو کرتے ہین سو ایک وعدہ کی گنتی کو جسدن وہ آویگا بولیگا کوئی جاندار مگر اُسکے حکم سے سو اُنمین کوئی بدبخت ہی اور کوئی نیک بخت

اس سے پہلے کی آیۃ مین یہ بیان ہو چکا ہی کہ قیامت کے دن اول سے آخر تک سب لوگ جمع ہونگے اسلئے فرمایا کہ قیامت کے آنے
مین دیر اسلئے ہو رہی ہی کہ خدا نے یہ بات اس لئے ٹھرائی ہی کہ جبتک دنیا کے تمام پیدا ہونے والے لوگ پیدا نہ ہولین گے اور اونکے
پیدا ہونے کے لئے جو مدت مقرر ہی وہ پوری نہ ہو جاویگی اوس وقت تک قیامت نہ آویگی اور اس مدت کی خبر خدا ہی کو ہے سوائے
اُسکے اور کوئی نہین جانتا جب یہ مدت دنیا کی ختم ہو جاویگی تو وہ قیامت کا دن قائم ہوگا اور ہر شخص کو اوسکے عمل کے موافق
جزا سزا ملیگی پھر اسکے بعد فرمایا کہ جب وہ دن آئیگا تو کسی کی کیا مجال ہی جو بغیر حکم خدا کے ایک بات بھی زبان سے نکال سکے اللہ
پاک کا جسکو حکم ہوگا وہ شفاعت کے لئے کھڑا ہوگا پھر فرمایا کہ قیامت کے دن جتنے لوگ ہونگے اون مین سے بعضے بدبخت
ہونگے جنکا ٹھکانہ دوزخ ہی اور بعضے نیک بخت ہونگے جنکے لئے جنت بنائی گئی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہین جب یہ

منزل ۳

آیۃ اوتری فمنہم شقی وسعید تو مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرض کیا کہ جب یہ بات مقرر ہو چکی کہ بعض آدمی بدبخت ہیں اور بعض نیک بخت تو پھر عمل کی کیا ضرورت ہی جیسا کچھ تقدیر مین لکھا جا چکا وہ ہو کے رہے گا آپ نے فرمایا جسکے واسطے جس بات کو قلم جاری ہو چکا ہی وہی بات اوسپر آسان بھی ہوتی ہی جو شخص جس کام کیلئے پیدا ہوا ہے وہی کام وہ آسانی سے کرتا ہی اسلئے نکو چاہیے کہ عمل کئے جاؤ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہی منذری نے اس حدیث کی سند پر اگرچہ یہ اعتراض کیا ہی کہ مسلم بن یسار راوی کو حضرت عمر سے ملنے کا موقع نہیں ملا اسلئے اس حدیث کی سند پوری نہیں ہی لیکن مسند امام احمد مستدرک حاکم اور امام مالک کی سند مین مسلم بن یسار نہیں ہی اسلئے یہ حدیث معتبر ہے بعضے مفسرین نے یہان یہ بات بیان کی ہی کہ جتنے لوگ قیامت مین ہونگے انکی دو ہی قسمین اللہ پاک نے بیان فرمائی ہین نیک بخت اہل جنت کو اور بدبخت اہل دوزخ کو مگر ان دو کے علاوہ ایک قسم اور بھی ہی یہ وہ لوگ ہین جنکے نیک عمل اور برے عمل دونوں برابر ہین یا وہ لوگ جنکے نہ نیک عمل ہین نہ برے عمل ہین جیسے دیوانے اور بچے تو یہ لوگ خدا کی مشیت میں ہین انکے حق مین وہ جو چاہے گا حکم دیگا۔ لیکن اصل بات یہ ہی کہ جن لوگوں کے نیک عمل اور بد عمل برابر ہین وہ لوگ اور دیوانے لوگ اور بچے صحیح حدیثوں کے موافق جنت مین جاوینگے اس لئے پہلی دو قسموں میں یہ لوگ بھی داخل ہیں۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

سو وہ لوگ جو بدبخت ہیں سو آگ میں ہیں انکو وہان چلانا ہی اور دھاڑنا رہا کرین اسمین جب تک رہے آسمان

وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝

اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب بیشک تیرا رب کر ڈالتا ہے جو چاہے

منزل ۳

اللہ تعالی نے اس آیت مین بدبختوں کا حال بیان فرمایا کہ جن لوگوں نے دین حق کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کجروی سے باز نہین آئے اور بدبخت کے بدبخت ہی رہے انکے واسطے دوزخ مین جگہ ہی وہان یہ لوگ خوب روئینگے چیخین گے چلائین گے تاریخ مفسرین نے الا ماشاء ایک کی تفسیر مین دو مطلب بیان کئے ہین ایک یہ کہ آگ مین یہ لوگ اوتنے دنوں تک رہیں گے جتنے دنون دنیا کے آسمان و زمین مین رہ چکے ہیں اور اگر خدا چاہیگا تو زیادہ دنوں تک رکھے گا اوسکی مرضی پر موقوف ہی اور دوسرا مطلب بیان کیا ہی کہ بدبخت ہمیشہ ہمیشہ دوزخ مین رہین گے مگر خدا جسکو چاہے گا ہمیشہ ہمیشہ نہین رکھے گا یہ بھی اوسکی مرضی پر موقوف ہی کیسلئے کہ آسمان و زمین آخرت مین بھی ہونگے اسی کو فرمایا کہ جبتک آسمان و زمین رہین گے اوس وقت تک یہ لوگ دوزخ مین رہین گے کیونکہ اللہ پاک جو ارادہ کرتا ہی وہ کرتا ہی اوسکے ارادہ کو کوئی روکنے والا نہین ہی۔ صحیح بخاری و مسلم مین انس بن مالک سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کلمہ گو گنہگار کے دل مین رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہی وہ بھی میری شفاعت کے قابل ہوگا اور دوزخ سے نکلکر جنت مین جاویگا صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے خالص دلسے ایک دفعہ بھی کلمہ پڑھا وہ بھی قیامت کے دن میری شفاعت

سکے قایل ہیں اسکے سوا اور بھی صحیح حدیثین ہین جن مین کلمہ گو گنہ گارون کا دوزخ سے نکلکر جنت مین جانیکا ذکر ہے ان صحیح حدیثونکی بنا پر حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین الا ما شاء ربک کی صحیح تفسیر یہی قرار دی ہی کہ اس آیۃ اور آگے کی آیۃ مین الا ما شاء ربک فرما کر اللہ تعالی نے دونون جگہ کلمہ گو گنہ گارون کو دوزخ اور جنت مین ہمیشہ رہنے کی حالت سے مستثنے فرمایا ہی کیونکہ یہ لوگ دوزخ مین تو ہمیشہ یون نرہے کہ آخر کو دوزخ سے نکلکر جنت مین چلے گئے اور جنت مین ہمیشہ یون نرہے کہ ان لوگونکو کچھ مدت دوزخ مین گذری اس صحیح تفسیر سے وہ اختلاف اوٹھہ جاتا ہی جس کا ذکر بعضے مفسرین نے اپنی تفسیرین کیا ہی اس صحیح تفسیر سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعضے سلف سے یہ جو روایتین ہین کہ دوزخیون کے دوزخ مین جانے کے بعد ایک زمانہ ایسا آویگا کہ جہنم خالی پڑا رہیگا ان روایتونکا یہ مطلب ہے کہ دوزخ کا پہلا طبقہ جسکا نام جہنم ہے اوس مین کلمہ گو گنہگار ڈالے جاوینگے اور جب شفاعت کے ذریعہ سے یہ لوگ دوزخ کے اوس طبقہ مین سے نکلکر جنت مین چلے جاوین گے تو دوزخ کا یہ طبقہ خالی پڑا رہے گا یہ مطلب ان روایتونکا نہین ہی کہ کسی زمانہ مین مشرک دوزخ سے نکل جاوینگے اور سارا دوزخ خالی پڑا رہے گا کیونکہ یہ مطلب قرآن حدیث اور مذہب اہل سنت کے برخلاف ہی معتزلے فرقے کا یہ مذہب ہے کہ جو کلمہ گو گنہ گار بغیر توبہ کے مرجاویگا وہ ہمیشہ دوزخ مین رہیگا اسواسطے اپنے مذہب کی تائید کے خیال سے صاحب کشاف نے ان صحیح حدیثون کے برخلاف جو کچھ اپنی تفسیر مین لکھا ہی اہل سنت اسکے قائل نہیں ہیں بلکہ اکثر سلف ان ہی صحیح حدیثون کو دونون آیتونکی تفسیر ٹہراتے ہین۔ صحیح بخاری و مسلم مین انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی شفاعت کے ذکر مین ایک بڑی حدیث ہی جس مین اللہ تعالی نے اپنے جاہ و جلال کی قسم کہا کر فرمایا ہی کہ کوئی کلمہ گو گنہگار دوزخ مین باقی نرہے گا اس سے اہل سنت کے مذہب کی پوری تائید ہوتی ہے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ

اور وہ جو نیک بخت ہیں سو جنت مین ہیں رہا کرین اسمین جب تک رہے آسمان و زمین مگر جو چاہی تیرا رب بخشش ہی بے انتہا

جس طرح وہان اوپر بدبختونکا حال بیان کیا یہان نیک بختونکا حال بیان فرمایا کہ جو لوگ نیک بخت ہیں رسولونکی پیروی کی دین حق کو قبول کیا انکے واسطے جنت ہے جبتک آسمان و زمین وہان کے رہین گے یہ لوگ جنت مین رہین گے بلکہ اس سے بھی زیادہ جس کا مطلب یہ ہی کہ ہمیشہ ہمیشہ جنت ہی مین رہین گے پہر وہان سے نکلنا کیسا بلکہ اونپر ایسی بخشش ہوگی جسکی کوئی انتہا ہی نہین صحیح بخاری و مسلم مین عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عمر سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کل مخلوقات کا حساب و کتاب ہوجائے گا اور جنتی جنت مین اور دوزخی دوزخ مین چلے جاوین گے تو موت بلائی جائیگی وہ ایک بہیڑ کی صورت مین آئیگی اوسکو ذبح کرکے کہا جائیگا کہ اے جنت والو اب موت نہیں ہی اب تم ہمیشہ جنت مین رہو اور اے دوزخ والو اب موت نہین ہی تم ہمیشہ دوزخ مین رہو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عمر کی اس حدیث کا مطلب یہ ہی کہ اوپر کی حدیثون کے موافق جب تمام کلمہ گو دوزخ سے نکل کر جنت مین جاچکین گے اوسوقت موت کو ذبح کیا جاویگا کیونکہ صحیح بخاری و مسلم مین ابو سعید رضی اللہ عنہ خدری کی شفاعت کے باب مین جو ایک بڑی حدیث ہی اوس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ سب شفاعتون

منزل ۳

کے ختم ہو جانے کے بعد جن دوزخیوں کو اللہ تعالیٰ اپنی لپ بھر کر دوزخ سے نکالے گا وہ مر کر کوئلہ ہو جاوینگے اور نہر حیات میں ڈالنے سے
زندہ ہو جاوینگے اور پھر جنت میں داخل کئے جاوینگے چنانچہ صحیح مسلم کی ابو سعید خدری رضی کی حدیث میں ان لوگوں کے مر جانے کا صاف ذکر
آیا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر کی حدیثوں میں اور عبد اللہ بن عمر کی حدیث میں کچھ مخالفت نہیں ہے اوپر کی حدیثیں شفاعت کے وقت
کی ہیں اور عبد اللہ بن عمر کی حدیث میں موت کے ذبح کئے جانے اور دوزخیوں کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا ذکر ہے وہ سب شفاعتوں
کے ختم ہو جانے کے بعد کا ہے۔ غرض عبد اللہ بن عمر کی اس حدیث سے معتزلی فرقہ کا یہ مطلب کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ گنہگار کلمہ گو
ابھی دوزخ میں ہی ہونگے اور اوس حالت میں موت کو ذبح کیا جا کر دوزخیوں کو ہمیشہ کیلئے دوزخ میں رہنے کا حکم ہو جاویگا کیونکہ
یہ مطلب انس بن مالک کی اوپر کی صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث کے برخلاف ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے جاہ و جلال کی قسم
کھا کر فرمایا ہے کہ کوئی گنہگار کلمہ گو ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا۔

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هَٰؤُلَاءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُم مِّن قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ

سو تو نہ رہ دھوکے میں ان چیزوں سے جنکو پوجتے ہیں یہ لوگ کچھ نہیں پوجتے مگر ویسا ہی جیسا پوجتے تھے انکے باپ دادا اس سے پہلے اور ہم

نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ ﴿۱۰۹﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

انکو انکا حصہ یعنے عذاب بے کم گھٹایا اور ہمنے دی ہے موسیٰ کو کتاب پھر اسمیں پھوٹ پڑگئی اور اگر نہ ہوتا ایک لفظ کہ آگے نکل چکا

مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ

تیرے رب سے تو فیصلہ ہو جاتا انمیں اور انکو اسمیں شبہ ہے کہ جی نہیں ٹھہرتا اور جتنے لوگ ہیں جب وقت آیا پورا دیگا رب

منزل ۳

أَعْمَالَهُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۱۱۱﴾

تیرا انکو انکے کئے اسکو سب خبر ہے جو وہ کر رہے ہیں

اللہ پاک نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ یہ کفار مکہ جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں اسکے شرک ہونے
میں تم کچھ شک نکرو مشرکین مکہ بت پرستی کو ملت ابراہیمی بتلاتے تھے جس سے ناواقف مسلمانوں کو دھوکا ہوتا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ
نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر اون ناواقف مسلمانوں کو جتلا دیا کہ بت پرستی کے شرک ہونے کی ان مشرکوں کے پاس کوئی سند
نہیں ہے یہ فقط اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے ہیں ہم اسکا بدلہ پورا پورا انکو دینگے پھر فرمایا کہ اسی طرح ہمنے موسیٰ علیہ السلام
پر کتاب اوتاری تھی لوگوں نے اوس میں اختلاف کیا بعضے ایمان لائے اور بعضے نہیں لائے پھر بھی جو قرآن اوتارا گیا تو بعضے ایمان
لے آئے اور بعضے ایمان نہیں لاتے ہیں یہ اختلاف پہلے سے ہوتا آیا ہے اسکا کچھ غم نہیں کرنا چاہیے پھر فرمایا کہ اگر ایک خاص
مدت تک دنیا کا قائم رکھنا اللہ کو منظور نہوتا اور اللہ کی رحمت اسکے غصہ پر غالب نہوتی تو ابھی اسکا فیصلہ ہو جاتا پھر فرمایا
جو لوگ خدا کی کتاب کی طرف سے اپنے جی میں شک کرتے ہیں انکو انکے اعمال کی جزا سزا اچھی طرح پوری دیجاویگی خدا کو انکے ہر ایک
عمل کی خبر ہے۔ اوپر ایک جگہ یہ گذر چکا ہے کہ عمرو بن لحی کے زمانہ سے مکہ میں بت پرستی پھیلی اور پھر مشرکین مکہ اور انکے بڑے چلے آتے

ہین اور نادانی سے اسکو ملتہ ابراہیمی جانتے ہین اگر یہ لوگ اپنی نادانی کو چھوڑ دین تو ملتہ ابراہیمی کا زمانہ تو بہت دور ہی عمرو بن لحی کے زمانہ سے پہلے بھی مکہ مین بت پرستی کے جاری ہونیکی کوئی سند انکے پاس نہین ہی پہر فرمایا کہ جب یہ لوگ بغیر کسی سند کے اپنی نادانی پر اڑے ہوئے ہیں اور باوجود فہمائش کے باز نہین آتے تو ایک دن اپنے کئے کی پوری سزا بھگتین گے حضرت عبداللہ بن عباس کے صحیح قول کے موافق نصیب کے معنے یہان جزا و سزا کے ہین جسکا مطلب یہ ہی کہ انہین سے جو لوگ راہ راست پر آگئے وہ پوری جزا پاوین گے اور جو اسی شرک کے حال پر رہے وہ پوری سزا پاوین گے اللہ سچا ہی اللہ کا وعدہ سچا ہی اس کی سورۃ مین جو پیشین گوئی فرمائی گئی تہی اوسکے ظہور کا نمونہ بدر کی لڑائی کے وقت یہ معلوم ہوگیا کہ اس لڑائی کے وقت تک اہل مکہ مین سے جو لوگ راہ راست پر آنکر اس لڑائی مین شریک ہوئے وہ قطعی جنتی ٹہرے چنانچہ مسند امام احمد مین جابرؓ بن عبداللہ سے صحیح روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل بدر مین سے کوئی شخص ہرگز دوزخ مین نہ جاویگا اور اس لڑائی کیوقت تک انہین سے جو لوگ مشرک ہی اور اس لڑائی مین مارے گئے انکا انجام صحیح بخاری و مسلم کی انسؓ بن مالک کی روایۃ سے ایک جگہ گذر چکا ہی کہ مرتے ہی وہ لوگ سخت عذاب مین گرفتار ہوگئے اور اللہ کے رسول نے اونکی لاشون پر کہڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ کے وعدہ کو سچا پا لیا صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہی کہ قرآن شریف کی کسی آیۃ کے مطلب پر دو صحابیونکا جھگڑا سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگونکو معلوم نہین کہ تم سے پہلے لوگ کتاب آسمانی کے مطلب مین اختلاف ڈالکر برباد ہوگئے۔ یہود کے اختلاف اور پہوٹ کا جو ان آیتون مین ذکر ہے یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہود نے توراۃ کے لفظون اور معنون میں یہانتک اختلاف ڈالا کہ اس اختلاف نے انکی عقبیٰ کو برباد کر دیا یہود کی موجودہ حالت سے اس حدیث کے مضمون کی پوری صداقت ہوتی ہی کہ انکے اختلاف اور پہوٹ کے سبب سے ایک توراۃ کے تین نسخے عبرانی یونانی سامری بنگئے ہین اور ہر ایک فرقہ اپنی نسخہ کو صحیح کہتا ہی اسی واسطے فرمایا کہ ان لوگون نے کلام الٰہی کو ایسی شک کی حالت مین ڈال رکہا ہے جسکے سبب سے ایک فرقہ دوسرے کو جہٹلاتا ہی اور یہ بہی فرمایا کہ سب فرقون کے عملون اور حق و ناحق کا حال اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہی وقت مقررہ آنے پر ان عملون کی سزا و جزا کا پورا فیصلہ ہو جاویگا طبرانی اور مسند بزار کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ قیامت کے دن سر مہر لوگون کے اعمال نامے اللہ تعالیٰ کے روبرو جب پیش ہونگے تو بہت سے عمل ظاہر حالت سے فرشتونکو اچھے معلوم ہونگے مگر اللہ تعالیٰ ان عملونکو نامقبول ٹہراویگا یہ حدیث انہ بما یعملون خبیر کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ جن عملونکا حال اعمال نامے لکھنے والے فرشتونکو بھی معلوم نہیں اوس غیب ان کو وہ حال بھی خوب معلوم ہی وان کلا لما لیوفینھم ربک اعمالھم آیۃ کے اس ٹکڑے کو اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر فرمایا ہی جسکی اصلی عبارت یون ہے وان کلھم لما بعثوا لیوفینھم ربک اعمالھم۔ اسواسطے شاہ صاحب نے کلھم کا ترجمہ جتنے لوگ اور لما بعثوا کا ترجمہ جب وقت آیا فرمایا ہے

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَلَا تَرْكَنُوْٓا

سو تو سیدھا چلا جا جیسا تجکو حکم ہوا اور جنّے توبہ کی تیرے ساتھ اور حد سے نہ بڑہو وہ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو اور مت جھکو

منزل ۳

إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ○

انکی طرف جو ظالم ہین پہر تم کو لگیگی آگ اور کوئی نہین تمہارا اللہ کے سوائے مددگار پہر کہین مدد نہ پاؤگے

اگرچہ ان آیتون مین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب ٹہرایا ہی لیکن اس حکم مین آپکی کل امت اول سے آخر تک سب شامل ہی حکم یہ ہی کہ جو کچہہ اللہ کا حکم ہوا ہی اوسپر قائم رہو یہ آیت جب اتری تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ مستعد ہو جاؤ مستعد ہو جاؤ اور پہر آپکو کسی نے ہنستے ہوئے نہین دیکہا یہی وہ آیہ ہی جس سے شرع کے کل احکام نکلتے ہین کیونکہ حاصل معنے آیۃ کے یہ ہین کہ جس طرح پر حکم ہوا ہی اوسپر جمے رہو کسی طرح کی کمی بیشی نہ ہونے پائے اور جن باتونسے منع کیا گیا ہی اونسے بچتے رہو اور جن کامون کا حکم کیا گیا ہی اونپر مستعدی سے عمل کرتے رہو ذرا بہی فرق نہ ہونے پائے یہی وہ حکم ہی جس سے کوئی حکم الٰہی سخت نہین ہی کیونکہ بالکل حکم کے مطابق کرنا سوائے معصوم ذات انبیا علیہم السلام کے دوسرے سے دشوار ہی اسی بناپر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجہے سورہ ہود نے بوڑہا کر دیا اس حکم کے بعد اللہ جل شانہ نے حد سے بڑہنے کو منع فرمایا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کا جس امر کا حکم ہوا ہی اوسکو بڑہا کر کرنا جیسے روزہ رکہنے کا حکم سارے دن کا ہی اس مین یون حد سے بڑہ جاوے کہ رات کو بہی روزہ رکہا جائے یا افطار کے وقت سے دیر کرکے روزہ افطار کیا جائے تو یہ طغیان ہو جائیگا پہر طغیان کرنے والون کے لئے یہ حکم ہوا ہی کہ اللہ تمہارے عملونکو دیکہہ رہا ہی وہ اوس کا ویسا ہی بدلہ دیگا۔ پہر یہ حکم ہوا کہ ظالم اور مشرک لوگونسے میل جول نرکہو اگر ایسا کروگے تو تمہین دوزخ کی آگ جلائیگی ظلموا کی تفسیر مین بہی اختلاف ہی بعضے کہتے ہیں کہ حضرت کے زمانہ کے جو مشرک تہے اونہیں کے ساتہ میل جول نرکہنے کا حکم ہوا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ ہر ظالم اس مین داخل ہے خواہ مسلمان ہو خواہ کافر و مشرک کسی سے بہی میل نکرو اگر تم ظالمون کا ساتہ دوگے تو اللہ کی مدد تم مین سے اوٹہہ جاویگی کیونکہ اللہ ظالم کو دوست نہیں رکہتا اور جب اللہ کی مدد اوٹہہ گئی تو پہر کوئی کسی کی مدد نہین کرسکتا۔ حاصل کلام یہ ہی کہ اوپر مشرکون اور یہود کا ذکر فرما کر ان آیتون میں مسلمانونکو شریعت الٰہی کے سیدہے راستہ پر قائم اور ثابت قدم رہنے اور مشرکون اور یہود کی عادتون سے بچنے کا حکم فرمایا ہی جس سے مقصود یہ ہی کہ ہر مسلمان وحدانیت کا اقرار کرکے پہر اوسپر ثابت قدم رہی کوئی بات ظاہری شرک یا ریاکاری کی ایسی نکرے جس سے اوس اقرار مین فرق آجائے اور اس اقرار کو سچا کرنے کے لئے نیک عملون مین حتی المقدور لگا رہی کیونکہ شریعت مین نیک عمل آدمی کے نیک ہونیکی نشانی قرار دیگئی ہین چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ علم الٰہی میں جو شخص نیک ٹہر چکا ہی وہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد ویسا ہی کام بہی کرتا ہی صحیح بخاری و مسلم مین ابو سعید خدریؓ کی بڑی حدیث ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگونکو خالص دلسے وحدانیت الٰہی کا اقرار ہی اور اس اقرار کو سچا کرنے کے لئے ان لوگون نے کچہہ نیک عمل نہیں کئے تو ایسے لوگ دوزخ سے یون نکلین گے کہ سب شفاعتون کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے لوگونکو دوزخ سے نکال کر جنت مین داخل کریگا پہر ایماندار شخص کو دوزخ سے بچنے کے لئے نیک عمل مین لگے رہنے کی جسقدر ضرورت ہی وہ اس حدیث سے اچہی طرح سمجہہ مین آسکتی ہی صحیح مسلم مین سفیانؓ بن عبداللہ ثقفی سے روایۃ ہی جس مین سفیان کہتے ہین مینے آنحضرت

منزل ۳

صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضرت مجھکو دین مین کوئی ایسی بات بتا دیجئے کہ پھر مجکو کچھ پوچھنے کی ضرورت باقی نہ رہے آپنے فرمایا دین
مین خالص دل سے جن باتون کے ماننے کا حکم ہی اون باتونکو مانکر پھر اوسپر قائم اور ثابت قدم رہو معتبر سند سے مستدرک حاکم
مین حضرت ابوبکر صدیق کا قول ہی کہ دین پر ثابت قدم رہنے کا یہ مطلب ہی کہ دائرہ اسلام مین داخل ہوتے وقت آدمی نے جن باتونکا
عہد کیا مرتے دم تک آدمی اوسپر قائم رہا ہی یہ حدیث اور حضرت ابوبکر صدیق کا قول ان دونون آیتونکی تفسیر ہے جس سے دینداری
کی باتونپر چلنے اور بیدینی کی باتون سے بچنے کا مطلب اچھی طرح سمجھ مین آجاتا ہی اور یہ بھی سمجھ مین آجاتا ہی کہ دین اور دین پر قائم رہنا کیا ہے

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ

اور کہڑی کر نماز دونو سرے دن کی اور کچھ ٹکڑون مین رات کے البتہ نیکیان دور کرتی ہین برائیونکو یہ یادگاری ہی یاد رکہنے والونکو

صحیحین ترمذی مسند امام احمد وغیرہ مین جو شان نزول اس آیۃ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود عبد اللہ بن عباس اور ابی الیسر کی
روایۃ سے بیان کی گئی ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ ابی الیسر کے پاس ایک عورت کہجورین خریدنے آئی تھی ابوالیسر بیان کرتے ہین
کہ مین نے اوس عورت سے کہا کہ بہ نسبت میری دکان کے میرے گہر مین عمدہ کہجورین ہین یہ سنکر جب وہ عورت میرے ساتھ
میرے گہر مین آئی تو مین نے اوس سے مباشرت تو نہیں کی لیکن سوا مباشرت کے اور سب بے شرمی کی باتین کی پھر مجھکو ندامت
ہوئی پہلے مین نے حضرت عمر سے اسکا ذکر کیا حضرت عمر نے فرمایا تیرا برا ہو شاید وہ عورت کسی غازی کی تھی جو لڑائی پر گیا
ہوا ہی مینے کہا کہ ہان پھر مین نے ابوبکر صدیق سے اسکا ذکر کیا اور پھر مینے خود آنحضرت سے اسکا ذکر کیا آنحضرت نے تھوڑی
دیر یہ قصہ سنکر سکوت کیا اتنے مین حضرت جبرئیل یہ آیۃ لائے اسکے بعد مینے آنحضرت سے پوچھا یہ حکم میرے لئے کیا خاص ہی
اسپر حضرت عمر نے میرے سینہ پر ایک تہپڑ مارا اور کہا کہ نہین سب مسلمانون کے لئے یہ حکم عام ہی اور آنحضرت نے فرمایا
کہ عمر نے سچ کہا ہی صحیح مسلم مین ابوہریرہ سے روایۃ ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک نماز سے دوسری
نماز تک کے اور ایک جمعہ اور رمضان سے دوسرے جمعہ اور رمضان تک کے صغیرہ گناہ نماز اور روزہ سے معاف
ہو جاتے ہین حاصل یہ ہی کہ شرک اور کبیرہ گناہ تو بدون توبہ کے معاف نہین ہوتا صغیرہ گناہ نماز اور روزہ سے معاف
ہو جاتا ہی یہ تو اوپر بیان ہو چکا ہی کہ مشرک بدون توبہ کے مرجاوے تو اوسکی بخشش نہیں ہی اور کبیرہ گناہ والا شخص
بدون توبہ کے مرجاوے تو اوسکی بخشش اللہ کی مرضی پر ہے وہ چاہے بلا سزا کے اوسکو جنت مین داخل کرے چاہے
پہلے سزا دیکر داخل کرے غرض جہانتک ہو سکے کبیرہ گناہ سے بچنا چاہیئے اور شامت نفس سے کبیرہ گناہ ہو جاوے تو فوراً
توبہ کرنی چاہیئے شرائط توبہ کے اوپر بیان ہو چکے ہیں حاصل اونکا یہی ہی کہ گناہ سے دلمین شرمندہ ہونا چاہیئے اور آیندہ
کیلئے گناہ سے باز رہنے کا پورا قصد اور ارادہ دلمین توبہ کیوقت رکہنا چاہیئے۔ آیۃ کے ٹکڑے واقم الصلوۃ طرفی النہار وزلفا
من اللیل سے پانچون وقت کی نمازین نکلتی ہین اور ان نمازونسے گناہونکے دور ہوجانے اور جاتے رہنے کا یہ مطلب ہے
کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک کے صغیرہ گناہ بغیر توبہ کے فقط نماز کی برکت سے معاف ہو جاتے ہین چنانچہ اسی مضمون

منزل ۳

کی ابوہریرہؓ کی حدیث صحیح مسلم کے حوالہ سے ابھی اوپر گذر چکی ہی وہی حدیث آیۃ کے ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے ذلک کا اشارہ اون باتوں کی طرف ہی جن کا ذکر اوپر کی آیتوں مین گذرا مثلاً مشرکین مکہ اور یہود کی بیڈھنگی باتونسے بچکر دین پر پورے طور سے قائم رہنا مطلب یہ ہی کہ وہ باتین تو سب لوگونکی عقبیٰ کی بہبودی کی ہین مگر یہ قرآن کی نصیحت اونہی لوگون کے دلپر اثر کرتی ہی جو عقبیٰ کی جزا و سزا کے قائل ہین اور حساب کتاب کیلئے اللہ کے روبرو حاضر ہونا اونکو یاد ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگونکی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہی اس حدیث کو ذلک ذکریٰ للذاکرین کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جسطرح اچھی زمین مین مینہ کے پانی سے اچھا نتیجہ نکلتا ہی اسی طرح قرآن کی نصیحت اونہی لوگون کے دلپر اثر کرتی ہی جو علم الٰہی مین نیک ٹھہر چکے ہیں اور جسطرح بری زمین مین مینہ کا پانی رائگان جاتا ہی اسی طرح ازلی بدلوگون کے حق مین قرآن کی نصیحت رائگان ہے۔

واصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

اور ٹھیرا رہ البتہ اللہ ضائع نہین کرتا ثواب نیکی والون کا

اس سے پہلے کی آیۃ مین اللہ پاک کا یہ حکم ہوا تھا کہ دین پر قائم رہو اور دن کے شروع ہوتے اور ختم ہوتے اور کچھ رات گئے نماز پڑھا کرو جنکی تفصیل اچھی طرح سے کی جا چکی ہی اسکے بعد اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اب ان سب باتوں پر صبر کرو خدا نیک کام کرنیوالونکا اجر ضائع نہین کرتا ہی۔ شریعت مین جن باتونکی مناہی ہی اونسے بچنے کیلئے جی کو روکنا اور مناہی کی پابندی پر صبر کرنا درکار ہی اسیطرح شریعت مین جن باتونکے بجالانے کا حکم ہی اوس حکم کی تعمیل مین کوئی تکلیف پیش آوے تو اوس تکلیف پر صبر ضرور ہی اس مناسبت سے شریعت پر قائم رہنے کے حکم کے بعد صبر کا حکم فرمایا۔ احسان کے معنے حسن نیت سے نیک عمل کرنے کے ہیں چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی وہ حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مسائل ضروری دین کی چند باتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی ہیں اور آپنے اون باتون کے جواب مین احسان کے یہ معنے بتلائے ہیں کہ یا تو آدمی اس نیت سے عبادت کرے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہی اگر یہ مرتبہ آدمی کو نصیب ہو تو یہ نیت ضرور ہے کہ اللہ اوسکو دیکھ رہا ہی اس سے معلوم ہوا کہ دین پر قائم رہنے کا اور نمازون سے گناہونکے معاف ہونے کا جو اوپر ذکر ہے اسکے لئے احسان کی شرط ضرور ہی کیونکہ دین کے جس عمل مین یہ شرط نہ پائی جاویگی وہ عمل ضائع اور رائگان جانے کے قابل ہے اسی لیے طبرانی اس باب مین مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ آدمی کے جو عمل خالص نیت سے نہ ہونگے کہ وہ قیامت کے دن نامۂ اعمال سے نکالدئے جاوینگے اور اونکا کچھ ثواب نہ ملیگا طبرانی کبیر کے حوالہ سے حضرت عبد اللہؓ بن عباس کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ قیامت کے دن جب ہر طرح کی تکلیف پر صبر کرنے والون کو بے انتہا اجر ملیگا تو بے صبر لوگ یہ تمنا کرینگے کہ دنیا مین کوئی قینچی سے اونکی بوٹیاں کاٹتا اور وہ اس تکلیف پر صبر کرتے تو کیا اچھا ہوتا یہ حدیث ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین کی گویا تفسیر ہے اس حدیث کی سند مین ایک راوی مجاعۃ بن الزبیر ہے جسکو بعضے علما نے ضعیف کہا ہے

منزل ۳

لیکن امام احمد نے اسکو معتبر قرار دیا ہی۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا

سو کیون نہوئے اون سنگتون مین تم سے پہلے کوئی لوگ جنمین اثر رہا ہو کہ منع کرتے بگاڑ کرنے سے ملک مین مگر تھوڑے

مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ

جو ہمنے بچا لئے اونمین سے اور چلے وہ لوگ جو ظالم تھے وہی راہ جسمین عیش پایا اور تھے گنہگار۔ اور تیرا رب ایسا

لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۝

نہیں کہ ہلاک کرے بستیونکو زبردستی سے اور لوگ وہان کے نیک ہون۔

مطلب یہ ہی کہ پچھلی قومین جتنی گذری ہیں اور جنکا قصہ تمہین بتلایا گیا اون مین ایسے لوگ بھی تھے جو سمجھدار تھے اور اونہون نے رسول کی پیروی اختیار کی تہی دنیا مین ظلم اور فساد سے الگ الگ رہے تھے اور ہمنے اون لوگونکو نجات دیدی مگر یہ لوگ بہت کم تھے مفسرین نے فساد کے معنے شرک کے لکھے ہین مطلب یہ ہی کہ ان لوگون نے خالص خدا ہی کی عبادت کی تہون سے کوئی غرض نہیں رکھی اور جو لوگ دنیا کے مال و دولت پر غرور کرکے شرک سے باز نہین آئے اور اونہون نے دین حق کی پیروی نہین کی وہی لوگ ہلاک ہوئے پہر فرمایا کہ خدا ناحق کسی پر ظلم نہین کرتا اگر یہ لوگ ہر شخص کے حق کا خیال رکھتے اور ظلم پر کمر نہ باندہتے شرک نکرتے تو کبھی ہلاک نہوتے یہ خود اونہیں کے ظلم کا نتیجہ تہا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر رضی کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین اللہ تعالی نے فرمایا کہ مینے اپنی ذات پر ظلم حرام ٹھرایا ہی یہ حدیث وما کان ربک لیہلک القری بظلم واہلہا مصلحون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پچھلی قومین اپنے شرک اور طرح طرح کے ظلم کے سبب سے ہلاک ہوئیں بے قصور ظلم کے طور پر اللہ تعالی نے اونکو ہلاک نہیں کیا کیونکہ ظلم اللہ تعالی نے اپنی ذات پر حرام ٹھرالیا ہی۔

منزل ۳

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ

اور اگر چاہتا تیرا رب کر ڈالتا لوگون کو ایک راہ پر اور ہمیشہ رہتے ہیں اختلاف مین - مگر جنپر رحم کیا تیرے رب نے

مطلب یہ ہے کہ اللہ مین یہ بھی قدرت ہے کہ سارے جہان کو ایک ہی دین پر رکھتا سب کے سب دیندار ہوتے مگر خدا کی مرضی نہوئی کیونکہ دنیا کو اوسنے نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کیا ہی زبردستی دیندار بنانے کے لئے نہین پیدا کیا اسلئے لوگ الگ الگ فرقے ہوگئے پہر فرمایا کہ یہ لوگ ہمیشہ مختلف رہین گے کوئی نصاری کوئی یہود کوئی مجوس کوئی مشرک اسی طرح اپنی اپنی عقل کے موافق الگ الگ مذہب قائم کرینگے ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ مین ابوہریرہ رضی کی ایک حدیث ہی جس کا مطلب یہ ہی کہ یہود اکہتر فرقے ہوگئے اور نصاری بہتر فرقے ہوئے اور امت محمدیہ تہتر فرقے ہونگے ان تہتر فرقو نمین سے بہتر فرقے دوزخ مین جائین گے اور ایک فرقہ جنت مین جائے گا حاکم کی معاویہ کی حدیث مین یہ ایک بات زیادہ ہی کہ لوگون نے پوچھا یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ کونسا فرقہ ہی جو جنتی ہی فرمایا وہ لوگ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلین گے۔ ابوہریرہ رضی کی حدیث کو ترمذی نے صحیح کہا ہی اور حاکم

کی روایۃ بھی معتبر ہے ۔ اس امت کے بے راہ فرقے وہی سلف کے برخلاف لوگ ہیں جیسے قدریہ جبریہ معتزلہ وغیرہ وغیرہ کہ یہ
سب فرقے اپنے عقیدہ اور عمل میں سلف کے برخلاف ہیں اور آپس میں بھی انمیں اختلاف ہے ایک فرقہ دوسرے کو حق پر نہیں جانتا
الا من رحم ربک سے اہل سنت کا فرقہ مقصود ہے جو اپنے عقیدہ اور عمل میں سلف کا پیرو ہے اس فرقہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلنے والے لوگ ہیں حدیث کی کتابوں میں اللہ کے رسول اور آپکے صحابہ
کی حالت جو تفصیل سے لکھی ہے اس حالت کو امت کے موجودہ فرقوں کی حالت سے ملایا جاوے تو خود یہ حالت حدیث کی
پیشین گوئی کی صداقت اور یہ حدیث آیۃ کی تفسیر ہو سکتی ہے ۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص رض کی حدیث
ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار
برس پہلے اللہ تعالی نے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد جس کسی کا جیسا حال علم
الٰہی میں ٹھہرا ہے لوح محفوظ میں لکھا گیا اب آیۃ اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ سارے جہان کو ایک ہی حالت
پر مجبور کر کے پیدا کر دینا اللہ کی قدرت سے باہر نہیں تھا کیونکہ کوئی چیز اسکی قدرت سے باہر نہیں ہے لیکن دنیا نیک و
بد کی جانچ کے لیے پیدا کی گئی ہے مجبوری کی حالت میں یہ جانچ باقی نہیں رہ سکتی تھی اسلیے دنیا میں پیدا ہونے کے بعد جس
کسی کا جیسا حال علم الٰہی میں ٹھہرا وہی حال لوح محفوظ میں لکھا گیا اور اوسی کے موافق مخلوقات کو پیدا کیا گیا جسکا ذکر آگے آتا ہے

وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝ وَكُلًّا نَّقُصُّ

منزل ۳

اور اسی واسطے انکو پیدا کیا ہے اور پورا ہوا لفظ تیرے رب کا کہ البتہ بھرونگا دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے اور سب بیان کرتے

عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ

ہم تیرے پاس رسولوں کے احوال سے جس سے تسلی دیں تیرے دلکو اور آئی تجکو اس سورت میں تحقیق بات اور نصیحت اور سمجھوتی

لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنَّا عَامِلُونَ ۝ وَانْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ۝

ایمان والونکو اور کہدے انکو جو یقین نہیں کرتے کام کیے جاؤ اپنی جگہ ہم بھی کام کرتے ہیں اور راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہیں

وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

اور اللہ کے پاس ہے چھپی بات آسمانوں کی اور زمین کی اور اسی کی طرف رجوع ہے سارا کام سو اسکی بندگی کر اور اسی پر بھروسہ رکھ اور تیرا رب بیخبر نہیں

اگرچہ مفسرین نے اس آیۃ کے معنے کئی طرح بیان کیے ہیں مگر آیۃ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کو اور صحیح حدیثوں کو اس
آیۃ کی تفسیر قرار دیا جاوے تو صحیح معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ اللہ تعالی نے تمام مخلوقات کو فطرت اسلامی پر پیدا کیا ہے تاکہ فطرتی اسلام
کے موافق وہ دنیا میں شرعی اسلام حاصل کریں اور قیامت میں اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں لیکن علم ازلی الٰہی کے
دنیا کے پیدا ہونیکا یہ نتیجہ معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا کے پیدا کیے جانے کی صورت میں بہت سے جنات اور انسان دنیا میں آکر فطرتی
اسلام کو رائگان کر دیویں گے اور شرعی اسلام کے مخالف کام کرینگے اور قیامت کے دن اللہ تعالی اس طرح کے جنات

وانسان سے دوزخ بھر لیگا اور اگرچہ یہ بات اللہ تعالی کی قدرت سے باہر نہیں ہی کہ اللہ چاہتا تو فطرتی اسلام کی طرح سب مخلوقات
کو یکسان اسلام شرعی کا پابند کر دیتا مگر یہ اسلام کی صورت ایک مجبوری کی صورت ہی اور مجبوری کا اسلام اللہ کی درگاہ
مین قبول نہیں ہی کیونکہ لیبلوکم ایکم احسن عملا کے موافق کوئی موقع نیک و بد کے امتحان کا مجبوری کے اسلام مین باقی نہین
رہتا اسیلئے اللہ تعالی کے علم ازلی کے موافق دنیا مین مختلف مذہب کے لوگ نظر آتے ہین اور ہمیشہ نظر آوینگے صحیحین کی حضرت
ابو ہریرہ رض کی حدیث مشہور ہی کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہی پھر بڑا ہو کر ماں باپ کی صحبت مین کوئی
یہودی بنجاتا ہی کوئی نصرانی کوئی مجوسی مسند امام احمد مین حضرت جابر رض کی حدیث ہی کہ جبتک بچہ کی زبان کھلے اور وہ بولنا
سیکھے اوسوقت تک فطرتی اسلام کی حالت باقی رہتی ہی مسند امام احمد نسائی اور مستدرک حاکم مین حضرت اسود رض بن سریع
سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ خیبر کی لڑائی مین بعضے صحابہ نے کچھ مشرکون کے بچونکو قتل کر ڈالا اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت
خفا ہوئے اور فرمایا کہ ہر بچہ زبان کے کھلنے تک فطرت اسلام پر ہوتا ہی ان حدیثون سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ ہر بچہ فطرت
اسلام پر پیدا ہوتا ہی اور جبتک بولنا سیکھے اوسوقت تک اوسی حالت پر رہتا ہی لیکن عقبی کی نجات کا مدار اللہ تعالی نے فطرتی
اسلام پر نہیں رکھا ہی کیونکہ فطرتی اسلام ایسا ہی ہی جیسا کہ حالت مجبوری کا شرعی اسلام اور ابھی اوپر بیان ہو چکا ہی کہ حالت
مجبوری کا اسلام درگاہ الٰہی مین مقبول نہین ہی واسطے شرعی اختیاری اسلام سے جو انسان اور جنات علم ازلی الٰہی مین
بے بہرہ اور منکر معلوم ہوئے اونکو اللہ تعالی نے لوح محفوظ مین کمبخت ازلی لکھ لیا ہی اور ایسے ہی جنات اور انسانون سے قیامت
کے دن دوزخ کے بھرنے کا ذکر اس آیت مین ہی بچہ کے بولنا سیکھنے تک پیدائش اسلام پر رہنے کی جابر رض بن عبد اللہ اور اسود رض بن سریع
کی روایتین جو اوپر گذرین اس مضمون کی ابو ہریرہ رض کی روایت صحیح مسلم مین بھی ہی جس سے جابر رض بن عبد اللہ اور اسود رض بن سریع کی
روایتونکی پوری تائید ہو جاتی ہی ۔ اب آگے فرمایا اے رسول اللہ کے پچھلے رسولونکے قصے تمہاری ہی تسکین کے لئے سنائے گئے
ہین تاکہ معلوم ہو جاوے کہ ہمیشہ سے اللہ کے رسولون اور اونکے پیرو لوگونکا انجام اچھا رہا ہی اور اونکے مخالف لوگ کسطرح طرح کے عذابون
سے ہلاک ہوتے رہے ہین اگر یہ مشرکین مکہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو یہی انجام انکا ہو گا پھر فرمایا قرآن کی اس سورۃ اور اور
سورتون مین سچی باتین اور نصیحتین جو نازل ہوئی ہین وہ اونہی لوگونکے حق مین فائدہ مند ہین جو علم الٰہی مین فرمانبردار ٹھہر چکے ہین
اور جو لوگ علم الٰہی مین نافرمان ٹھہر چکے ہین اونکو ان نصیحتونسے کچھ فائدہ نہین پہونچ سکتا پھر فرمایا ان نافرمان لوگونسے کہدیا جاوے
کہ تم اپنا کام کئے جاؤ اور ہم اپنا کام کئے جاتے ہین اور یہ بھی کہدیا جاوے کہ تم اپنے انجام کا انتظار کرو اور ہم اپنے انجام کا انتظار کرتے
ہین اور یہ بھی ان لوگونکو جتلا دیا جاوے کہ آسمان و زمین مین کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہین ہی ایک دن اوسی غیب دان کے روبرو
سب مخلوق کے نیک و بد سارے کام حساب کتاب اور جزا و سزا کیلئے پیش ہونگے آخر کو فرمایا اے رسول صلعم اللہ کے تم اللہ کی عبادت
مین لگے رہو اور اللہ پر تم اپنا بھروسہ رکھو وہ ان اہل مکہ کے کامونسے خوب واقف ہی کہ کتنے انمین سے راہ راست پر آنے والے ہین اور
کتنے اس حالت شرک پر مرنے والے ہین اللہ سچا ہی اور اللہ کا وعدہ سچا ہی بدر کی لڑائی سے لیکر فتح مکہ تک اس وعدہ کا پورا

منزل۳

ظہور ہوگیا کہ اسی سورہ بنی اسرائیل میں آیۃ جاء الحق وزہق الباطل جو نازل ہوئی تہی فتح مکہ کے وقت کعبہ میں کے بتوں کو لکڑی مار مار کر گراتے وقت اللہ کے رسول نے اس آیۃ کو پڑھا جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے وعدہ کے موافق توحید مکہ میں بلکہ تمام ملک عرب میں پہیلی اور کفر وشرک بہاگا صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعودؓ اور صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ کی روایتوں میں یہ بتوں کے گرنے کا ذکر تفصیل سے ہے۔

سورۃ یوسف مکیۃ وہی مائۃ واحد عشرۃ آیۃ واثنا عشر رکوعا

یہ سورہ مکی ہے کل آیتیں اسکی ایک سو گیارہ ہیں حضرت ابن عباسؓ اور قتادہ کے قول کے موافق چار آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں بعضے مفسر اس بات کے بہی قائل ہیں کہ اسکی کل آیتیں مکہ میں اتری ہیں اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ مکہ ومدینہ کے درمیان میں ہجرت کے وقت نازل ہوئی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ

یہ آیتیں ہیں واضح کتاب کی ہمنے اسکو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا شاید تم بوجہو ہم بیان کرتے ہیں

عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝

تیرے پاس بہتر بیان اسواسطے کہ بہیجا ہمنے تیری طرف یہ قرآن اور تو تہا اس سے پہلے البتہ بے خبروں میں

الرٰ حروف مقطعات میں سے ہے جنکا ذکر اول سورہ بقرہ میں گذرچکا ہے اسکے بعد اللہ پاک نے قرآن پاک کی تعریف بیان فرمائی کہ یہ آیتیں واضح اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں جنکو اللہ تعالی نے زبان عربی میں نازل فرمایا ہے تاکہ تم لوگ عرب کے باشندے اسکو اچہی طرح سمجہو پہر اللہ پاک نے اس قصہ یوسف علیہ السلام کو احسن القصص فرمایا کیونکہ اس قصہ میں عبرت اور حکمت اور عجیب وغریب فائدے ہیں جو دین ودنیا میں انسان کے کارآمد ہیں مثلاً عورتوں کا مکر وفریب اور دشمن کی ایذارسانی پر صبر اور خوش سلوبی سے اس سے درگذر کرنا پہر اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ ہمنے بذریعہ وحی کے اس قصہ کو تمپر نازل کیا ہے اگرچہ تم پہلے اس قصہ سے بالکل ناواقف تہے نہ تونے اس قصہ کو کسی سے سنا اور نہ کبہی دل میں اس کا خطرہ گذرا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس سورہ کی شان نزول میں یوں فرماتے ہیں کہ یہود نے مشرکین مکہ کی معرفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسبات کی خواہش ظاہر کی تہی کہ آپ یعقوب علیہ السلام اور انکی اولاد اور حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ قصہ بیان کریں کہ یعقوب علیہ السلام تو ملک شام میں رہتے تہے پہر انکی اولاد مصر میں کیونکر آگئی اس خواہش سے یہود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو آزمانا منظور تہا یہود کی اس آزمائش پر بطور معجزہ کے یہ سورۃ نازل ہوئی معتبر سند سے دلائل النبوۃ بیہقی اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ولید بن مغیرہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور قرآن شریف کی کچہہ آیتیں سنکر اس کا دل بیقابو ہوگیا مگر پہر ابوجہل کے بہکانے سے وہ قرآن کو انسان کا کلام کہنے لگا یہ ولید بن مغیرہ وہی ہے جسکو عرب کے بڑے بڑے شاعروں کے اور جنات کے بہت سے اشعار یاد تہے اور مکہ کے فصیح لوگوں میں اس کا شمار تہا۔ ولید بن مغیرہ کے حال کی زیادہ تفصیل سورہ

منزل ۳

مذہب مین آویگی معتبر سند سے مستدرک حاکم مین رفاعہؓ بن رافع سے روایۃ ہی جسمین رفاعہؓ کہتے ہین کہ اسلام لانے سے پہلے مین حج کے ارادہ سے مکہ گیا اور آنحضرتؐ کی نصیحت سنکر اسلام لانے پر مجبور ہوگیا اگرچہ لوگون نے مجھکو دیوانہ بتلایا مگر مین نے اُنکے کہنے کا کچھ خیال نکیا اسلام لانیکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو سورہ یوسف یاد کرائی۔ یہ رفاعہؓ انصاری بدری صحابا مین سے ہین۔ ان حدیثون کو آیتونکی تفسیر مین ایک تو یہ دخل ہی کہ قرآن کی آیتونکو واضح جو فرمایا ہی اوسکی تفسیر ولید بن مغیرہ جیسے آدمی کے حال سے اچھی طرح ہوسکتی ہی کہ قرآن کی واضح نصیحت نے اُسکے دلکو بے قابو کردیا یہی حال رفاعہؓ کے دل کا ہوا کہ قرآن کی نصیحت نے اُنکے دلکو فوراً اسلام کی طرف مائل کردیا رفاعہؓ کی حدیث کو دوسرا دخل اس سورۃ کی تفسیر مین یہ بھی ہی کہ اس حدیث سے اس ساری سورۃ کا مکی ہونا ثابت ہوتا ہی۔

اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ۝

جسوقت کہا یوسف نے اپنے باپ کو اے باپ مینے دیکھے گیارہ تارے اور سورج اور چاند دیکھے میرے تئین سجدے کرتے

اللہ پاک نے سورہ یوسف کو احسن القصص فرماکر حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا شروع کیا کہ ایک رات حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب مین دیکھا گیارہ ستارے آسمان سے زمین پر اوترے اور اُنکے ساتھ چاند و سورج بھی تھے اور ان سب ستارون نے آنکر یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا صبح اوٹھکر اس خواب کو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا اس خواب کی تعبیر چالیس برس کے بعد پوری ہوئی جب حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر ہوگئے تھے اور اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا اور بھائیون نے سامنے کھڑے ہوکر سجدہ کیا اوسوقت حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے خواب کی تعبیر حضرت یعقوب علیہ السلام کو یون یاد دلائی یا ابت ہذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلہا ربی حقا جسکا مطلب یہ ہی کہ اے میرے باپ یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جسکو اللہ تعالی نے سچ کردکھایا۔ جسوقت حضرت یوسفؑ نے خواب دیکھا تھا تو انکی عمر سولہ سترہ برس کی تھی اور بعضون نے کہا ہی کہ بارہ برس کی عمر مین یہ خواب دیکھا تھا اور بعضے یہ بھی کہتے ہین کہ اُسوقت اُنکی عمر سات برس کی تھی غرضکہ یوسف علیہ السلام روئے زمین پر ایکسو بیس برس تک زندہ رہی اور آپ اولوالعزم پیغمبرون مین شمار کئے جاتے ہین بخاری نے حضرت ابن عمرؓ سے ایک حدیث نقل کی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحق بن ابراہیم علاوہ نبوت کے نسب کے سبب سے حضرت یوسف علیہ السلام کو جو بزرگی ہی اوسکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہین کہ پیغمبرونکا خواب حق ہوتا ہی اس خواب مین گیارہ تارے حضرت یوسف کے گیارہ بھائی تھے اور چاند و سورج یوسف علیہ السلام کے مان باپ تھے تفسیر سدی مین ہے کہ یہان حضرت یوسف کی مان سے مقصود حضرت یوسف کی خالہ راحیل ہین کیونکہ حضرت یوسف کی سگی مان کا انتقال اس خواب سے پہلے ہوچکا تھا۔ طبرانی کی عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کی روایتون مین یعقوب بن اسحاق ذبیح اللہ جو آیا ہی ان روایتون کی سند ضعیف ہے تفسیر ابن جریر مین صحیح سند سے قتادہ کا قول ہی کہ پہلی شریعتون مین بجائے سلام کے سجدہ جائز تھا پھر منسوخ ہوگیا معتبر سند سے مستدرک حاکم اور تفسیر ابن جریر مین سلمانؓ فارسی سے روایۃ ہی کہ یوسف علیہ السلام کے خواب اور اوسکی تعبیر مین

چالیس برس کا فاصلہ ہی اسی بنا پر بعضے سلف کا قول ہی کہ خواب کی تعبیر کی آخری مدت چالیس برس تک ہی۔

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًاؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ

کہا اے بیٹے مت بیان کر خواب اپنا اپنے بھائیوں پاس پھر وہ بناوینگے تیرے واسطے کچھ فریب البتہ شیطان ہی انسان کا صریح دشمن

اس آیۃ میں اللہ پاک نے اس بات کی خبر دی کہ جب یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام اس خواب کی تعبیر کو سمجھ گئے کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالی ایسا مرتبہ عطا کریگا کہ انکے بھائی انکے آگے سجدے میں گر جانے پر مجبور ہونگے اسلیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو منع فرمایا کہ بیٹا اس خواب کا اپنے بھائیوں سے ہرگز ذکر نکرنا کیونکہ شیطان انسان کا دشمن ہی اور دلمیں حضرت یعقوب نے یہ اندیشہ کیا کہ ایسا نہو جو یوسف کے بھائی بھی اس خواب کی تعبیر سمجھ لیں اور یوسف کے جاہ و مرتبہ پر حسد کرنے لگیں اور کسی مکرو فریب سے یوسف کی ہلاکت کی تدبیر سوچیں صحیح بخاری میں ابو سعید خدری سے اور صحیح مسلم میں جابر بن عبد اللہ سے جو روایتیں ہیں اون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نیک خواب دیکھے وہ بیان کرے اور اگر برا خواب دیکھے تو اوسی وقت کروٹ بدل لے اور اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دے اور خدا کے ساتھ پناہ پکڑے اور کسی سے اوس کا ذکر نکرے اس طرح کرنے سے اوس خواب کا ضرر اسکو نہیں پہونچے گا۔ معتبر سند سے ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں ابی رزین عقیلی سے روایت ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبتک کسی خواب کی تعبیر بیان نہیں کی جاتی تو وہ خواب ایسا اودھر رہتا ہی جس طرح پردار جانور کے پنجہ میں کوئی چیز اودھر رہتی ہی اور جب اسکی تعبیر بیان کر دی گئی تو جس طرح پردار جانور کے پنجہ میں سے کوئی چیز چھوٹ کر گر پڑتی ہی اسی طرح جو تعبیر بیان کی گئی ہی اسکا ظہور ہو جاویگا۔ ابی رزین کا نام لقیط بن صبرہ ہی یہ مشہور صحابی میں ہیں حدیث کی سب کتابوں میں انسے روایتیں ہیں آیۃ اور حدیثوں کے ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ یوسف علیہ السلام کا وہ خواب اچھا تھا برا نہیں تھا اسواسطے یعقوب علیہ السلام نے اوس خواب کی تعبیر کو ادھر نہیں رکھا بلکہ یوسف علیہ السلام کو تعبیر کے طور پر یہ سمجھا دیا کہ یہ خواب ایسا اچھا ہی کہ اگر تمہارے بھائی اس خواب کو سنیں گے تو وہ اس خیال سے تمہارے دشمن بنجاوینگے کہ اونھوں نے یہ خواب کیوں نہیں دیکھا اسلیے اس خواب کو اپنے بھائیوں سے بیان نکرنا اور یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کے اچھے ہونے کی تفصیل کے طور پر یوسف علیہ السلام کو آگے یہ بھی سمجھا دیا کہ اللہ تعالی نے جسطرح یہ اچھا خواب تمکو دکھایا ہی اسی طرح تم جوان ہو کر اپنے دادا اسحاق اور بڑے دادا ابراہیم کے مانند نبی ہو گے اگرچہ یعقوب علیہ السلام بھی نبی تھے مگر آگے کی آیۃ میں اونھوں نے عاجزی کے طور پر اپنا نام نہیں لیا۔

وَكَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَیُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَیُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَعَلٰۤى

اور اسی طرح نوازیگا تجکو تیرا رب اور سکھاویگا کل بٹھانی باتوں کی اور پورا کریگا اپنا انعام تجہپر اور

آلِ یَعْقُوبَ کَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓی اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبَّكَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ

یعقوب کے گہر پر جیسا پورا کیا ہی تیرے دو باپ دادو نپر پہلے سے ابراہیم اور اسحق پر البتہ تیرا رب خبردار ہے حکمتون والا

ع ۱

حضرت یعقوب کے اس قول سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت یعقوب کو وحی الہامی طور پر یہ بات معلوم تہی کہ حضرت یوسف جوان
ہونگے اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق کی طرح نبی ہونگے لیکن جب حضرت یوسف کے بہائیون نے حضرت یوسف کو اپنی
ساتہ جنگل مین لیجانیکی اجازت حضرت یعقوب سے چاہی جسکا ذکر آگے کی آیۃ مین ہی تو حضرت یعقوب نے یہ فرمایا کہ مجھے ڈر ہی
کہ یوسف کو کہین بھیڑیا نہ کہا جائے حضرت یعقوب کے ان دونون قولون کو ملا کر مفسرین کو بڑا خلجان پیدا ہوا ہی کہ جب حضرت
یعقوب کو حضرت یوسف کا جوان ہونا اور انکا نبی ہونا معلوم ہوچکا تہا تو پہر حضرت یعقوب کو یہ خوف کیونکر ہوا کہ حضرت
یوسف کو چہوٹی سی عمر مین بھیڑیا کہا جاویگا جواب اس خلجان کا یہ ہی کہ انبیا کو وحی الہامی کے ذریعہ سے جو کچہہ معلوم ہوتا ہی اسکے
ظہور سے پہلے اونکو اسکے منسوخ ہوجانے کا بہی اندیشہ رہتا ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علامات قیامت مثلاً سورج
کا مغرب کی طرف سے نکلنا اور دجال اور حضرت عیسے کا آنا یہ سب کچہہ وحی الہامی کے ذریعہ سے معلوم تہا لیکن سورج گہن کے
روز آپ گہبرا کر نکلے اور آپنے فرمایا آج مجھکو قیامت کے قائم ہوجانیکا خوف تہا چنانچہ صحیح بخاری مین ابو موسے اشعری سے جو روایۃ
ہی اسمین اسکا ذکر تفصیل سے ہی حاصل کلام یہہ ہی کہ اوپر تفصیل سے بیان ہوچکا ہی کہ لوح محفوظ مین جو کچہہ قیامت تک کا حال
لکہا ہی اب بہی اوسکا ردو بدل اور منسوخ کردینا اللہ تعالی کے اختیار مین ہی اسواسطے انبیا کو وحی الہامی کے ذریعہ سے جو معلوم
ہوتا ہی اوسکا منسوخ ہوجانا اور بجائے اسکے اسباب موجودہ کے موافق کسی دوسری صورت کے پیش آجانیکا اندیشہ
انبیا کے دلسے ہرگز رفع نہین ہوسکتا قرآن اور حدیث کے مضامین پر جو شخص اچھی طرح غور کریگا اسکو اس بات کی پوری تصدیق
ہوسکتی ہی مثلاً لوگونکی سرکشی کے اسباب پر خیال کرکے سورج گرہن سے آنحضرت کا یہ تصور فرمانا کہ وقت مقررہ منسوخ
ہوکر ابہی قیامت کے قائم ہوجانے کا حکم اللہ کی طرف سے ہوگیا ہو تو تعجب نہین ہی حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ
یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کا خواب سنکر یہ بہی کہا کہ یوسف جس طرح اللہ تعالی نے یہ اچھا خواب دکہایا
ہی اسی طرح اللہ تعالی تمکو نبوت کیلئے پسند اور منتخب کریگا اور اب تو تم اپنا خواب مجھہ سے تعبیر کے لئے بیان کرتے ہو
آگے اللہ تعالی تمکو خواب کی تعبیر کا ایسا علم عنایت فرماویگا کہ لوگ تم سے اپنے خوابون کی تعبیر پوچھا کرینگے غرض
جس طرح اللہ تعالی نے اپنی طرح طرح کی نعمتین تمہارے بزرگونکو عنایت فرمائین اوسی طرح تمکو اور اولاد یعقوب کو وہ طرح
طرح کی نعمتین عنایت فرماویگا کیونکہ اللہ تعالی کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں اوسکو اپنی سب مخلوقات کا حال خوب معلوم
ہی وہ آدمی کو جس قابل دیکہتا ہی ویساہی اوس سے برتاؤ کرتا ہی اور اسکی حکمت ایسی بڑی ہی کہ اوسکا کوئی کام حکمت سے خالی
نہین حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد حضرت عیسے علیہ السلام تک جتنے نبی ہوئے وہ سب اولاد یعقوب مین داخل ہین
صحیح بخاری مسلم ترمذی اور نسائی مین حضرت موسے علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے قصے کی ابی بن کعب کی جو روایت ہی

منزل ۳

اون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ آجکل دنیا مین سب سے بڑا عالم کون ہی حضرت موسیٰ نے اپنا نام لیا اللہ تعالی کو حضرت موسیٰ کی یہ بات پسند نہ آئی اسلئے اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کی ملاقات کو بہیجا جب موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کشتی مین بیٹھے تو ایک چڑیا کشتی کے کنارے پر آن بیٹھی اور اوسنے دریا مین سے ایک قطرہ پانی کا پیا پہر خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ جو نسبت اس ایک قطرہ پانی کو دریا سے ہے وہی نسبت میرے اور تمہارے علم کو اللہ تعالی کے علم اور حکمت سے ہی۔ آیۃ مین اللہ تعالی کے علم اور اوسکی حکمت کا جو ذکر ہے یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے۔

لَقَدۡ كَانَ فِیۡ یُوۡسُفَ وَاِخۡوَتِهٖۤ اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیۡنَ ○ اِذۡ قَالُوۡا لَیُوۡسُفُ وَاَخُوۡهُ اَحَبُّ اِلٰۤی اَبِیۡنَا مِنَّا وَنَحۡنُ
البتہ ہین یوسف کے مذکور مین اور اُسکے بہائیونکے نشانیان پوچہنے والونکو جب کہنے لگے البتہ یوسف اور اُسکا بہائی زیادہ پیارا ہی ہمارے باپ کو ہمسے
عُصۡبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِ ۚ ○ اقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ اَوِ اطۡرَحُوۡهُ اَرۡضًا یَّخۡلُ لَكُمۡ وَجۡهُ اَبِیۡكُمۡ وَتَكُوۡنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ
کہ لوگ ہین البتہ ہمارا باپ خطا مین ہی صریح — مار ڈالو یوسف کو یا پہینک دو کسی ملک مین کہ اکیلی رہے تمپر توجہ تمہارے باپ کی اور رہو اوسکے پیچھے
قَوۡمًا صٰلِحِیۡنَ ○ قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ لَا تَقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ وَاَلۡقُوۡهُ فِیۡ غَیٰبَتِ الۡجُبِّ یَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّیَّارَةِ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ
نیک لوگ — بولا ایک بولنے والا انمین مت مار ڈالو یوسف کو اور پہینکدو اُسکو گمنام کنوئین مین کہ اٹھا لیجاوے اُسکو کوئی مسافر اگر تمکو کرنا ہی

منزل ۳

یوسف علیہ السلام بارہ بہائی تھے۔ روبیل شمعون لاوی یہودا زبولون یسجران ان چہون کی مان لیا بنت لیان حضرت یعقوب علیہ السلام کے مامون کی بیٹی تہین اور دو کنیزین اُنکی زلفہ و بلہہ تہین جن سے چار بیٹے تھے دان۔ نفتونا جاد اوشیر۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی بیوی لیا کے انتقال کے بعد اپنی سالی سے نکاح کیا انکا نام راحیل بنت لیان تہا انسے دو بیٹے حضرت یوسفؑ اور بنیامین پیدا ہوئے۔ غرضکہ حضرت یوسف و بنیامین ایک مان باپ سے سگے بہائی تھے اور باقی انکے سوتیلے بہائی تھے حضرت یوسف کی والدہ راحیل بنیامین اپنے چہوٹے بچے کے پیدا ہونے کے بعد چالیس دن کے اندر فوت ہوگئین اسلئے حضرت یعقوب علیہ السلام ان دونون بچون کو بہ نسبت اپنے اور بیٹون کے زیادہ پیار کرتے تھے کیونکہ یہ بہت ہی چہوٹے چہوٹے بن مان کے بچے تھے۔ بہر حال اللہ جل شانہ نے اس آیۃ مین ذکر فرمایا کہ جو لوگ حضرت یوسفؑ کا قصہ دریافت کرتے ہین اُنکے لئے بڑی عبرت اور نشانیان اس مین ہین اصل مین قریش نے یہود سے یہ بات دریافت کی تہی کہ تم ہمین کوئی ایسی بات تبلا دو جو ہم حضرت محمد صلعم سے پوچہین دیکہین صیح تبلاتے ہین یا نہیں یہود نے قریش کو یہ سکہلایا کہ تم اونسے یہ بات پوچہو کہ ابراہیم علیہ السلام کا اصلی وطن تو شام تہا پہر اونکی اولاد بنی اسرائیل مصر مین کیونکر پہیل گئی جو حضرت موسیٰ اور فرعون کا جہگڑا در پیش ہوا اسی کو اللہ پاک نے فرمایا کہ ان سوال کرنے والون کے لئے حضرت یوسفؑ اور اُنکے بہائیونکے قصہ مین بڑی بڑی عبرت کی باتین ہین جس شخص کی بہبودی بہائیون نے قبول نکی اور حسد کیا آخر اونہین کے محتاج ہو کر رہے اونہین حضرت یوسفؑ کو

سجدہ کرنے بن آیا علاوہ اسکے حضرت یوسف کا خواب دیکھنا اور اسکی تعبیر غرضکہ آخر قصہ تک طرح طرح کی نشانیاں بیش
آتی گئیں۔ پھر فرمایا کہ یوسف کے سوتیلے بھائی آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے باپ بھی کیا کم سمجھ آدمی ہیں کہ یوسف اور
بنیامین جو بہت چھوٹے بچے ہیں اور اپنی کم سنی کی وجہ سے کسی مصرف کی دو انہیں اونہیں ایسا پیار کرتے ہیں اور ہم
جو بڑے بڑے ہیں اور اونکے بازو کی قوت ہیں اور ہر ایک کام میں انکا ہاتھ بٹانے والے ہیں انکی نظروں میں ویسے
محبوب نہیں پھر ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ ہمیں اب یہ کرنا چاہیے کہ یوسف کو یا تو قتل کر ڈالو یا کسی ایسی جگہ میں لیجا کر
پھینکدو کہ نہ تو وہ خود وہاں سے آسکے اور نہ باپ وہاں تک پہونچ سکیں اور نہ کوئی خیر خبر یہاں کی وہاں وہاں کی
یہاں آنے جانے جب یوسف باپ کی نظروں سے علیحدہ ہو جائے گا اور کوئی حال اس کا انکو معلوم نہ ہوگا یا وہ
اس سرزمین پر نہیں ہوگا تو باپ کی محبت ہماری طرف ضرور رہے گی اس مشورہ کے وقت یوسف کے بھائیوں
نے یہ بات بھی سوچ لی کہ یہ کام جس کا ہم ارادہ کر رہے ہیں واقع میں ہے تو برا اور اس میں گناہ عظیم بھی ہے مگر آخر کرنا کیا ہے
جب تک یوسف باپ سے جدا نہ ہوگا باپ کی محبت ہم پر زیادہ نہ ہوگی اب تو یوسف کے دفعیہ کے لئے جو تدبیریں
بن پڑیں کر گزرو بعد کو دیکھا جائے گا توبہ استغفار کر کے نیک لوگوں میں داخل ہو جائیں گے غرضکہ گناہ کے پہلے توبہ
کی بھی ٹھہرائی اس صلاح کو یوسف کے دسوں سوتیلے بھائیوں نے نہیں پسند کیا بلکہ روبیل جو سب میں بڑا تھا
اسنے یہ رائے دی کہ یہ دونوں باتیں سخت تر ہیں اور انکا ہونا دشوار ہے یوسف پھر بھی بھائی ہے اس کا قتل کرنا کوئی
آسان بات نہیں اول تو ہاتھ اوٹھنا مشکل دوسرے کوئی دیکھ دکھائے اور اگر کسی جگہ لیجا کر پھینک آئیں تو یہ بھی ناممکن
نہ باپ اتنے دور دراز سفر کی اجازت دیں گے اور نہ ہم میں اتنی قدرت وطاقت کہ اس بعید مسافت کو طے کر سکیں
اس سے بہتر یہ ہے کہ یوسف کو کسی کنوئیں میں پھینک دو اس صورت میں یہ بات ہوگی کہ ہلاک نہیں ہوگا تو جو کوئی
قافلہ اس کنوئیں پر گزرے گا اور پانی بھرتے وقت اسکو نکالے گا وہ اپنے ہمراہ اپنے ملک میں اسے لیجائے گا
تمہارا مطلب حاصل ہو جائے گا یوسف باپ کی نظروں سے علیحدہ ہو جائے گا پھر یہ کہا کہ ان کنتم فاعلین اگر کرو
تو یہ کرو مطلب اسکا یہ ہے کہ پہلے تو ایسا کرنا ہی نہیں چاہیے اور اگر ایسا ہی کچھ دل میں سما گیا ہے تو یہ تدبیر مناسب ہے
نہ ہم ہی کو اس میں دقت ہے اور نہ یوسف پر اس میں کچھ زیادہ سختی ہے جب آپس میں یہ بات پکی ہوگئی اور دسوں بھائیوں
کی رائے اس پر جم گئی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اور انھوں نے یہ کہا جسکی خبر اللہ پاک نے آگے
کی آیت میں دی۔ کسی شخص کو اچھی حالت میں دیکھ کر اگر آدمی اپنے لئے اس حالت کی آرزو کرے تو اسکو حسد کہتے
ہیں اب حسد کی شریعت میں دو حالتیں رکھی گئی ہیں ایک تو یہ کہ دوسرے شخص کی اچھی حالت کے جاتے رہنے
کی آرزو کر کے اپنا بھلا چاہے یہ گناہ ہے چنانچہ صحیح بخاری مسلم اور موطا امام مالک میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جسمیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے حسد سے منع فرمایا ہے دوسری حالت یہ ہے کہ کسی کا برا نہ چاہے فقط اپنے

بھلے کی تمنا کرے اسکو غبطہ کہتے ہیں صحیح بخاری و مسلم میں عبد اللہ بن مسعود سے جو روایۃ ہے اُس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد کی اِس حالت کو جائز رکھا ہے یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام پر جو پیار اور محبت کی نظر تھی اُسکے مٹادینے اور کھو دینے کی نیت سے یوسف علیہ السلام کو باپ کی نظر سے دور کر کے اپنے حق میں بخل لکم وجہ ابیکم کی تدبیر جو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے نکالی تھی یہ صورت حسد کی تھی غبطہ کی نہیں تھی اسیواسطے جو علما یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جو کچھ کیا وہ نبوت سے پہلے کیا

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

بولے اے باپ کیا ہے کہ تو اعتبار نہیں کرتا ہمارا یوسف پر اور ہم تو اُسکے خیر خواہ ہیں بھیج اسکو ہمارے ساتھ کل کہ کچھ چرے اور کھیلے اور ہم تو اُسکے نگہبان

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا یہ قول روبیل کے اوسی صلاح کی بنا پر تھا جس کا ذکر اوپر گذرا لیکن بات بنانے کے طور پر باپ سے یہ بات کہی کہ آپ ہمپر اعتبار کیوں نہیں کرتے اور ہمیں یوسف کا خیر خواہ جان کر یوسف کو ہمارے ساتھ کیوں نہیں بھیجتے۔ یہ لوگ بکریاں چرانے جنگل میں جایا کرتے تھے اس لئے کہا کہ کل یوسف کو ہمارے ساتھ بھیجئے یہ وہاں جاکر کھیلے کودیگا اسکے ہاتھ پاؤں کھلیں گے اور ہم اسکے محافظ ہیں کسی قسم کا نقصان اسے نہیں پہونچے گا۔ صحیح بخاری مسلم ترمذی اور ابوداؤد میں عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ آدمی کو جنت کا راستہ بتلاتا ہے اور جھوٹ دوزخ کا اسکے علاوہ سچ کی تعریف اور جھوٹ کی مذمت میں اور بہت سی صحیح حدیثیں ہیں روبیل کی صلاح کے موافق یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دل میں تو یوسف کی بدخواہی تھی لیکن بات بنانے کے طور پر انھوں نے باپ کے روبرو اپنے آپکو یوسف کا خیر خواہ جو ظاہر کیا یہ جھوٹ میں داخل ہے جو علما یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت کے قائل ہیں وہ یہاں بھی وہی بات کہتے ہیں جو حسد کے بیان میں گذری

منزل ۳

قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ قَالُوْا

بولا مجکو غم پکڑتا ہے اس سے کہ لیجاؤ اسکو اور ڈرتا ہوں کہ کھاجائے اسکو بھیڑیا اور تم اُس سے بیخبر رہو بولے اگر

لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝

کھاگیا اُسکو بھیڑیا اور ہم یہ جماعت ہیں قوت ور تو ہم نے سب کچھ گنوایا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ جواب دیا کہ اگر تم اسکو اپنے ساتھ لیجاؤ گے تو میرا جی گھبرائے گا تمہارے واپس آنے تک میں اس کے بغیر کیونکر رہ سکتا ہوں میرے دلکو جب تک کس طرح چین آئے گا اصل میں یعقوب کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ نہایت ہی محبت تھی گھڑی بھر کی جدائی اُنکی اُنپر شاق گزرتی تھی کیونکہ آپ پیغمبر تھے اور یوسف علیہ السلام میں بھی نبوت کی بو پاتے تھے اسکے علاوہ حسن بھی اللہ پاک نے یوسف علیہ السلام کو ایسا ہی دے رکھا تھا جو کسی مخلوق کو خدا نے نہیں دیا چنانچہ صحیح مسلم میں انس بن مالک کی روایۃ سے جو معراج کی حدیث ہے اُس میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوسف علیہ السلام کے حسن کی تعریف فرمائی ہی ناقابل اعتراض سند سے ابوسعید خدری
کی بیہقی میں اور ابوہریرہؓ سے طبرانی میں جو روایتیں ہیں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور لوگوں کے حسن کو
تاسے خیال کرنا چاہیئے اور یوسف علیہ السلام کے حسن کو چاند بعضے سلف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تشبیہ سے
مستثنے کیا ہی اس کے بعد یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ تم تو اپنی تیراندازی اور دوادوش میں رہوگے اور بچہ تنہا رہجائیگا
اور کوئی بھیڑیا اسکو اٹھا کر لے گیا اور کھا گیا اور تم بے خبر کے بے خبر ہی رہے تو پھر کیا ہوگا اسلیئے میں تو اسکو تمہارے ساتھ
نہیں بھیجتا باپ کی یہ بات سنکر بیٹوں نے جوابدیا کہ واہ یہ بھی آپ نے خوب فرمایا کہیں ایسا ہوسکتا ہی کہ ہم یوسف سے
غافل رہیں علاوہ اسکے بھیڑیئے کی کیا ہستی ہی اگر ایسا ہی بھیڑیا لیجایا کرے تو ہم تو روز آئے دن خسارہ اور گھاٹے میں
رہیں ہماری بکریاں ہر روز ایک ایک کرکے بھیڑیا لیجائے ۔ حاصل کلام یہ ہی کہ باپ کے منہ سے جو کلمہ نکلا تھا اسی کو
ان لوگوں نے آخر کار اپنا عذر ٹھہرایا اور یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالکر آئے تو یہی حیلہ کیا کہ اسکو بھیڑیا کھا گیا اسی
واسطے حدیث شریف میں آیا ہی کہ کسی کو ایسی بات کی تلقین نہ کیجائے جسکو وہ بہانہ مقرر کرکے جھوٹ بولے جسطرح
یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یہ بات نہیں جانتے تھے کہ انسان کو بھیڑیا کھاجایا کرتا ہی جب باپ نے انکے سامنے یہ بات
کہی کہ مجکو ڈر ہی کہ یوسفؑ کو کبھی بھیڑیا نہ کھائے اور تم اوس سے غافل رہو اسی کو ان لوگوں نے سیکھ کر باپ کے سامنے
جھوٹ بنایا اور کہا کہ اسکو تو بھیڑیا کھا گیا ۔ یہ حدیث تفسیر ابوالشیخ اور تفسیر ابن مردویہ میں عبداللہ بن عمرؓ اور تفسیر
ابن ابی حاتم میں ابومجلز کی روایۃ سے ہی یہ ایک جگہ گذر چکا ہی کہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں صحت روایۃ کی زیادہ
پابندی کی ہی اسلیئے اس روایۃ کو بے اصل نہیں کہا جاسکتا ان ابومجلز کا نام لاحق بن حمید ہی یہ ثقہ تابعی ہیں انکی
ملاقات عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عباس اور انس ابن مالک سے ہوئی ہی صحاح کی سب کتابوں میں ان لاحق بن
حمید ابومجلز سے روایتیں ہیں اسلیئے مرسل طور پر یہ صحیح روایۃ ہی ۔ عبداللہ بن عمر کی اوپر کی مرفوع حدیث کو اس
مرسل روایۃ سے ملایا جاوے تو یہ حدیث معتبر ٹھہرتی ہی ۔ تابعی اگر آنحضرت سے روایۃ کرے تو اس کو مرسل کہتے
ہیں اور صحابی کی روایۃ کو مرفوع ۔

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○

پھر جب لیکر چلے اسکو اور متفق ہوئے کہ ڈالیں اسکو گمنام کنوئیں میں اور ہمنے اشارت کی اسکو کہ تو جتاویگا انکو انکا یہ کام اور وہ نہ جانیں گے

اس آیۃ میں اللہ پاک نے اس بات کی خبر دی کہ آخر کار یوسف کے دسوں سوتیلے بھائی ضد کرکے حضرت
یوسف علیہ السلام کو باپ کے پاس سے لیکر چلے اور جب کچھ دور پہونچ گئے تو اپنی عداوت انپر ظاہر کرنے لگے
اور طرح طرح کی تکلیف اور ایذا یوسف علیہ السلام کو پہونچانے لگے جب ایک بھائی انکو مارتا تھا تو یہ دوسرے
بھائی سے فریاد کرتے تھے وہ بھی مارنے لگتا تھا ۔ راستہ بھر یہی حالت رہی آخر یہودا سے نرہا گیا اسنے کہا کہ کیا تم

منزل ۳

لوگوں نے اِس بات کا عہد نہیں کیا ہی کہ یوسفؑ کو قتل نہیں کرینگے اور نہ ماریں گے نہ اور کسی طرح کی تکلیف دیں گے
تم میں آپسمیں تو یہ بات طے ہوئی ہی کہ اسکو کنوئیں میں ڈالیں گے اب یہ کیا حرکت ہی جب یہودا نے یہ بات کہی تو
یوسف کے بھائی اوس ایذا رسانی سے باز آئے اور اسی پر متفق ہوئے کہ چلکر اسکو کنوئیں کی تہ میں ڈالدیں غیابت
الجب کے معنے کنوئیں کی تہ کے ہیں۔ بہر حال کنوئیں کے پاس پہونچکر یوسف علیہ السلام کا کرتہ ان لوگوں نے اوتار لیا
اور مشکیں باندہیں تاکہ کنوئیں کی منڈیر وغیرہ پکڑ کر نہ بچ رہے یوسف علیہ السلام نے نہایت عاجزی سے اون سے
کہا کہ میرے ہاتھ تو کھولدو کنوئیں کے اندر خدا جانے کون کون جانور ہونگے اور مجھے ایذا پہونچائیں گے کاٹ کھائیں
گے میرے ہاتھ قابو میں رہیں گے تو میں اون جانوروں کو دفع کر سکوں گا اور میرا کرتہ بھی دیدو تاکہ میرا ستر تو ڈھکا
رہے مگر افسوس کہ یوسف علیہ السلام کے ان سخت دل بھائیوں نے ایک نہ سنی اور انکو کنوئیں میں لٹکا ہی دیا
جب آدھی دور تک کنوئیں میں پہونچے تو رسی کاٹ دی اور کہا کہ اوسی شمس و قمر اور ستاروں کو پکارو جنہیں خواب
میں دیکھا تھا وہی تمہیں کپڑا بھی دیں گے اور تمہیں اس آفت سے بچائیں گے یوسف علیہ السلام جب کنوئیں میں
گرے تو بالکل تہ میں نہیں پہونچے کنوئیں کے بیچ میں ایک پتھر تھا اسپر کھڑے ہو گئے اللہ پاک نے اِنکی تسکین کے
لئے ایک فرشتہ بھیجدیا۔ بعضے مفسرین کا قول ہی کہ یوسف علیہ السلام کے گلے میں ایک تعویذ تھا فرشتے نے وہ
کھولا یہ تعویذ درصل تعویذ نہ تھا بلکہ اس میں وہی کرتہ لپٹا ہوا تھا جو جبرئیل علیہ السلام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے واسطے لیکر آئے تھے اور جب نمرود نے آپکو برہنہ کر کے آگ میں ڈلوایا تھا تو یہی کرتہ جبرئیل علیہ السلام ابراہیم
علیہ السلام کو پہنا گئے تھے یہ کرتہ نسلاً بعد نسل پہلے اسحٰق علیہ السلام کے ورثہ میں آیا پھر حضرت یعقوب علیہ السلام
کو ملا حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام میں نبوت کی بو پاتے تھے اِس لئے اِس کرتہ کا وارث
انہیں کو جانکر تعویذ کی طرح لپیٹ کر اِنکے گلے میں باندھ دیا تھا یہ کرتہ اس جگہ کام آیا فرشتے نے کھول کر انہیں
پہنا دیا پھر اللہ پاک نے اِس بات کا ذکر فرمایا کہ ہم نے یوسف علیہ السلام پر اوس وقت یہ وحی بھیجی کہ تم اپنا دل اس بات
سے خوش رکھو تم انہیں انکے کردار بد کسی وقت جتلاؤ گے اور انہیں اس بات کی مطلق خبر تک نہ ہوگی بلکہ تمہیں یہ
پہچانیں گے بھی نہیں اور خدا تمہیں اِن لوگوں پر فتحیاب کریگا اور عالی رتبہ بنائے گا تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں
حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہی کہ جب یوسف علیہ السلام عزیز مصر ہو گئے تھے تو قحط کے زمانے میں یوسف
علیہ السلام کے بھائی اِنکے پاس پہونچے اور یوسف کو نہیں پہچانا لیکن یوسف علیہ السلام نے انہیں شناخت کر لیا
تھا اور غلہ ناپنے کا پیمانہ جو یوسفؑ کے ہاتھ میں تھا اسکو یوسف علیہ السلام نے ٹھونکا اور کہا کہ یہ جام تو اس

پیمانہ کو ٹٹولنگا اور کہا کہ یہ پیمانہ خبر دیتا ہو کہ تم نے باپ کے پاس جاکر کہا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا اور تم اسکے کرتے پر کسی جانور کا خون لگا کر لیے گئے تھے تاکہ باپ تمہارے قول کی تصدیق کریں غرض کہ یوسف علیہ السلام سے اس بات کو سنکر یوسف علیہ السلام کے بھائی ایک دوسرے سے آپسمیں کہنے لگے کہ یہ جام تو ہمارے حالات کی خبر دیتا ہی صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایۃ ہی جس میں وہ قصہ ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود اور اسکی قوم کے بتوں کو توڑ ڈالا تھا اور جب نمرود کے روبرو اسکی دریافت شروع ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر تمہارے یہ بت بولتے ہیں تو اس بڑے بت سے پوچھو اسی نے ان سب چھوٹے بتوں کو توڑا ہی اور خود ثابت ہی زیادہ تفصیل اس قصے کی سورۃ الانبیاء میں آویگی مگر یہاں حاصل اسی قدر ہی کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے باب میں ان نمرودی لوگوں کو قائل کیا تھا اسی طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پیمانہ کے بولنے کی حالت سے قائل کیا حاصل کلام یہ ہی کہ بعضی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ظاہری حال میں وہ جھوٹی نظر آتی ہیں لیکن حقیقت میں ان باتوں کو ذریعہ ٹھہرا کر ایک سچی بات کو نئے ڈھنگ سے ظاہر کیا جاتا ہی جس طرح یہاں یوسف علیہ السلام نے پیمانہ کے بولنے کو ذریعہ ٹھہرا کر ایک سچی بات اپنے بھائیوں کو جتلائی اور پیمانہ کے بولنے کا یہ مطلب ٹھہرا کہ اگر پیمانہ بولتا تو یہی سچی بات بولتا

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ

اور آئے اپنے باپ پاس اندھیرا پڑے روتے کہنے لگے اے باپ ہم لگے دوڑنے آگے نکلنے کو اور چھوڑا یوسف کو اپنے اسباب پاس پھر اسکو کھا گیا

الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ

بھیڑیا اور تو باور نکریگا ہمارا کہنا اگرچہ ہم سچے ہوں اور لائے اسکے کرتے پر لوہو لگا جھوٹ بولا

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝

کوئی نہیں بلکہ بنادی ہی تم کو تمہارے جیوں نے ایک بات اب صبر ہی بن آوے اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بات پر جو بتاتے ہو

ان آیتوں میں اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈال کر گھر کو واپس آئے اور رات کے وقت اندھیرا ہو جانے پر باپ کے پاس روتے ہوئے آئے تاکہ اندھیرے میں ہماری صورتوں اور بشرے سے جھوٹ نہ ظاہر ہو اور گریہ وزاری سے زیادہ تصدیق ہمارے قول کی ہوگی باپ کے پاس پہونچکر رو کر بیان کیا کہ ہم تو تیراندازی اور دوڑ دوش میں تھے اور یوسفؑ کو اپنے سامان کے پاس بٹھا دیا تھا ہمارا دور ہونا تھا کہ بھیڑیا آکر یوسف کو کھا گیا اور اسکے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ آپ ہماری بات کو ہرگز یقین نکریں گے چاہے سچ ہی کہتے ہوں کیونکہ باپ نے پہلے کہدیا تھا کہ مجھے خوف ہے

میں رنگ کر لائے تھے وہ پیش کیا تاکہ باپ کو ہماری بات کا یقین کامل ہو جائے مگر انہا نہ سمجھے کہ باپ ہمارے خدا کے رسول ہیں کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں کیا وہ اتنا نہ سمجھیں گے کہ بھیڑیا اگر کھا گیا تو کرتہ ثابت چھوڑ گیا کہیں سے پھٹا بھی نہیں بہرحال باپ نے کرتہ دیکھتے ہی معلوم کر لیا کہ بیٹوں نے فریب کیا اور حسد کے مارے یوسفؑ کو مجھ سے علیحدہ کیا اس لئے یہ فرمایا کہ یہ سب محض جھوٹ ہی تمہارے دل نے یہ افترا پردازی کی ہو اب سوائے صبر کے کرنا کیا ہو اور یہی مناسب ہے کہ کوئی شکوہ و شکایت نہ ہو اور اس مصیبت پر خدا ہی سے مدد طلب کی جائے نستبق کے معنے تیر اندازی میں دوڑنے کے بھی ہیں اور آگے نکلنے کے لئے دو آدمی جو دوڑتے ہیں وہ معنے بھی ہیں۔ شریعت محمدی میں ملتہ ابراہیمی کی اکثر باتوں کی پیروی ہی اسلئے شریعت محمدی میں بھی یہ دونوں باتیں موجود ہیں چنانچہ مسند امام احمد اور صحیح بخاری میں سلمہؓ بن الاکوع سے روایتہ ہی جس میں عرب کے بعضے لوگوں کو تیر اندازی کرتے ہوئے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اولاد اسمٰعیل تیر اندازی کی ضرور مشاقی کرو تمہارے باپ اسمٰعیل بھی تیر انداز تھے صحیح مسلم میں عقبہؓ بن عامر سے روایتہ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ما استطعتم من قوۃ کی تفسیر تیر اندازی فرمائی ہی آگے نکلنے کے لئے دوڑنے کی ابوداؤد و نسائی ابن ماجہ اور مسند امام احمد میں حضرت عائشہؓ سے روایتہ ہی جس میں حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ وہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملکر دو دفعہ دوڑے پہلی دفعہ حضرت عائشہ آگے نکل گئیں اور دوسری دفعہ آنحضرت آگے نکل گئے۔ لغت میں ایمان کے معنے کسی بات کی صداقت کے ہیں اور شریعت میں احکام الٰہی کی صداقت کے ہیں۔ وما انت بمومن لنا میں پہلے معنے لئے گئے ہیں حضرت عائشہؓ کی حدیث جو اوپر گزری اسکی سند میں اگرچہ بعضے علما نے کلام کیا ہی لیکن اوس حدیث کے چند طریقے ہیں جسکے سبب سے ایک سند کو دوسری سند سے تقویت ہو جاتی ہی اسی واسطے ابوداؤد اور منذری دونوں نے اس حدیث کی سند پر کچھ اعتراض نہیں کیا۔ صحیح بخاری و مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایتہ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصیبتہ کے پیش آتے ہی شروع شروع میں آدمی صبر کرے تو اوس صبر کا بڑا اجر ہی ورنہ رفتہ رفتہ تو مصیبتہ کا صدمہ کم ہو جانے سے خود آدمی کو صبر آجاتا ہی اس حدیث کو دوسری آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یوسف علیہ السلام کا حال سنتے ہی شروع صدمہ کے وقت فصبر جمیل فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے مدد چاہی اس لئے وقت مقررہ آنے تک اگرچہ چالیس برس کی دیر لگی مگر پھر اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کے صبر کا اجر یہیں دنیا میں انکو دکھا دیا کہ انکے بیٹے کو عزیز مصر کر کے اون سے ملایا۔

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ

اور آیا ایک قافلہ پھر بھیجا اپنا پنہارا اسنے لٹکایا اپنا ڈول بولا کیا خوشی کی بات ہے یہ ہی ایک لڑکا اور چھپا لیا اس کو

بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝

پونجی سمجھ کر اور اللہ خوب جانتا ہی جو کچھ وہ کرتے ہیں

ع ۳

جب یوسف علیہ السلام کو تین شبانہ روز کنوئیں میں گزرے تو ایک قافلہ جو مدین سے مصر کو جا رہا تھا راہ بھول کر ادھر آنکلا اور اپنا ڈیرہ خیمہ وہاں نصب کیا اور پانی لانے کے واسطے پانی بھرنے والے کو بھیجا جب اسنے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو یوسف علیہ السلام نے ڈول کو پکڑ لیا جب وہ پرآئے تو پنہیارہ انکے حسن وجمال کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا کیونکہ ان کا حسن بے مثال تھا کسی بشر کی مجال نہیں جو انکے حسن کی صفت میں زبان کھول سکے وہ پانی والا خوشی میں کر چیخ اٹھا کہ یہ نہایت ہی خوش نصیبی ہی اور بڑی ہی خوشی کی بات ہی کہ یہ لڑکا ہاتھ آیا۔ تفسیر سدی میں یا بشریٰ ہذا غلام کی تفسیر میں یہ بات بیان کی ہی کہ اوس قافلہ میں بشریٰ ایک شخص کا نام تھا اوسی کو پانی والے نے پکار کر کہا یا بشریٰ یہ لڑکا مجھے پانی بھرتے میں ملا پھر اہل قافلہ نے یوسف علیہ السلام کو چھپایا اور یہ بات نہیں ظاہر کی کہ یہ لڑکا ہمیں اس طرح کنوئیں میں سے ملا ہی بلکہ یہ کہا کہ اسکو ایک شخص ہمارے ہاتھ بہت ہی کم داموں پر بیچ گیا ہی تاکہ ہم لے مصر میں لیجا کر فروخت کریں پھر اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ کو ہر ایک بات کی خبر ہی یہ لوگ جو کچھ کھلم کھلا کرتے ہیں اسکو بھی وہ جانتا ہی اور جو بات یہ لوگ چھپا کر کرتے ہیں اسکی بھی اسکو خبر ہے اور دوسری تفسیر واسروہ بضاعۃ واللہ علیم بما یعملون کی یہ بھی ہی کہ یوسف علیہ السلام کا سوتیلا بھائی یہودا روز کنوئیں پر آتا تھا اور کچھ کھانے پینے کی چیز انکے واسطے لیکر آتا تھا جس روز وہاں قافلہ آیا اور پانی والے نے یوسفؑ کو کنوئیں میں سے نکالا اسنے اور بھائیوں کو جا کر اس کی خبر کی اور دسوں ملکر وہاں پہونچکر کہنے لگے کہ یہ ہمارا غلام ہی بھاگ کر آیا ہی اور اس بات کو پوشیدہ رکھا کہ یہ ہمارا بھائی ہی اور ہم نے کنوئیں میں اسکو ڈالا ہی اور یوسف علیہ السلام بھی یہ مصلحت وقت سونچکر خاموش رہے کہ اگر ظاہر کر دوں کہ میں انکا بھائی ہوں تو یہ قافلہ کے لوگ مجھے بھائیوں کے حوالہ کر دینگے اور بھائی مجھے لیجا کر قتل کر ڈالیں گے اس لئے انھوں نے کچھ تھوڑے درہموں پر اپنا فروخت ہو جانا پسند کر لیا۔ اسی کو اللہ پاک نے بیان کیا کہ یوسف کے بھائی جو جو حرکات اور جو جو فعل کر رہے ہیں باپ سے اگرچہ پوشیدہ کر رہے ہیں مگر اللہ جو غیب کا جاننے والا ہی وہ خوب جانتا ہی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ دنیا میں جو کچھ ہونے والا تھا اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہی یہ حدیث واللہ علیم بما یعملون کی گویا تفسیر ہے۔

منزل ۳

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۝

اور بیچ آئے اسکو ناقص مول کو گنتی کی گنین یا دلیاں اور ہو رہے تھے اس سے بیزار

ع ۱۲/۱۴

علمائے مفسرین نے پہلے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے جو کچھ خطائیں ہوئی ہیں ادنکو گنایا ہی کہ قطع رحم نبی باپ کی نافرمانی معصوم کو غلام بنا کر بیچنا وغیرہ اور پھر اوس میں بڑی بحث کی ہی کہ حضرت یوسف کے بھائی تو نبی تھے اونسے اس طرح کی خطائیں کیونکر ہوئیں پھر بعضے مفسروں نے یہ جواب دیا ہی کہ جس وقت یہ خطائیں

اُنسے ہوئیں اُسوقت وہ نبی نہیں تھے اِسکے بعد انکو نبوت ہوئی ہی لیکن صحیح قول یہ ہی کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت
پر کوئی صریح دلیل شرعی قائم نہیں ہوئی ہی انبیا کے ذکر کے ساتھ قرآن شریف میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے
حق میں اسباط کا لفظ جو آیا ہی اوس سے مفسرین نے انکی نبوت نکالی ہی لیکن جس طرح عرب کی قوم کی شاخوں کو عام طور
پر قبائل کہتے ہیں اسی طرح سے حضرت یعقوب کی اولاد کی شاخوں کو عام طور پر اسباط کہتے ہیں کسی خاص شاخ کو ہی
لفظ سے مراد لینا دلیل خاص کا محتاج ہی۔ اگرچہ شرا کا لفظ خرید اور فروخت دونوں معنوں میں آتا ہی۔ لیکن یہ لفظ یہاں
فروخت کے معنے میں اِس سبب سے ہی کہ آگے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا ذکر ہی کہ وہ اپنے بھائی یوسف سے بیزار
تھے تو اب شرا کے معنے فروخت کے لئے جاکر یہی مطلب صحیح قرار پاتا ہی کہ اُس بیزاری کے سبب سے یوسف کے بھائیوں
نے اپنے بھائی یوسف کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا حاصل کلام یہ ہی کہ جب اوپر کی آیۃ میں یہ گزر چکا ہی کہ قافلہ کے لوگوں نے
یوسف کو پونجی سمجھ کر اپنے ساتھیوں سے چھپا لیا تھا تو اِن لوگوں کے حق میں کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ یوسف
کی خریداری سے بیزار تھے اسی لئے جن مفسرین نے یہاں شرا کے معنے خرید کے لئے ہیں حافظ ابو جعفر ابن جریر نے
اُنپر اپنی تفسیر میں طرح طرح سے اعتراض کیا ہی مسند امام احمد ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ صحیح ابن حبان وغیرہ میں انس رض
بن مالک ابو ہریرہ رض ابو سعید خدری سے جو صحیح روایتیں ہیں اُن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کا نرخ
اور قیمت اللہ تعالی کے اختیار میں ہی اس میں کسی کا کچھ اختیار نہیں چلتا آیۃ اور ان صحیح روایتوں کے ملانے سے یہ
مطلب قرار پایا کہ باوجود خوبصورتی کے یہاں ایک دفعہ یوسف علیہ السلام کی فروخت کا کم قیمتی پر ہونا اور دوسری
دفعہ مصر میں اچھی قیمت پر ہونا یہ سب کچھ اللہ تعالی کے حکم اور اُسی کی مصلحت کے موافق تھا اور ہر ایک وقت پر اُسنے
ظاہری اسباب کھڑے کر دئے تھے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جس شخص کے ہاتھ یوسف علیہ السلام کو بیچا
مفسرین نے اُسکا نام مالک ابن دعر لکھا ہی سیر چلنے پھرنے کو کہتے ہیں قافلہ کے لوگ مسافر ہوتے ہیں اسلئے قافلہ کو سیارہ کہتے ہیں

منزل ۳

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَکْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤی اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ

اور کہا جس شخص نے خرید کیا اُسکو مصر سے اپنی عورت کو آبرو سے رکھ اُسکو شاید ہمارے کام آوے یا ہم کرلیں اُسکو بیٹا

وَکَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۫ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤی اَمْرِهٖ

اور اسی طرح جگہ دی ہمنے یوسف کو اُس ملک میں اور اسواسطے کہ اُسکو سکھاویں کچھ کل ٹھانی باتوں کی اور اللہ جیت رہتا ہی اپنا کام

وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُکْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○

ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور جب پہنچا قوت کو دیا ہم نے اُسکو حکم اور علم اور ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ہم نیکی والوں کو

اِن آیتوں میں اللہ پاک نے اپنے الطاف اور مہربانیوں کا حال یوسف علیہ السلام پر بیان کیا کہ جب وہ قافلہ جس میں
یوسف علیہ السلام تھے مصر میں پہونچا تو مالک بن دعر نے یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کے ہاتھ فروخت کیا عزیز

لقب تھا وہاں کے وزیر کا جسکے ہاتھ میں سلطنت کے کل امور ملکی اور مالی اور فوجی کے اختیارات تھے مصر کے
بادشاہ کا نام ولید بن ریان تھا اور عزیز مصر کا نام قطفیر تھا عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کے ہم وزن سونا اور چاندی
اور مشک اور ریشمی کپڑے دیکر یوسف علیہ السلام کو خرید کیا تھا جس کا وزن چار سو رطل تھا ایک رطل نوے مثقال
کا ہوتا ہی اور مثقال ساڑھے چار ماشے کا اس حساب سے کل چیزوں کا وزن چار من آٹھ سیر چھ ماشہ ہوتا ہے
عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو گھر میں لا کر اپنی بیوی کے سپرد کیا جس کا مشہور نام زلیخا تھا۔ اور بیوی سے کہا کہ دیکھو
اس لڑکے کو نہایت آرام اور راحت سے رکھو اور اسکے رہنے سہنے کے واسطے جگہ درست کر دو اس لڑکے سے بہت بڑا
فائدہ ہوگا اگر ہم اسکو فروخت بھی کر دینگے تو نفع کثیر ہاتھ آئے گا یا ہم اسکو بیٹا بنائیں گے تاکہ میرے حین حیات میں
اور میرے بعد امور مملکت میں میرا قائم مقام ہو عزیز مصر لاولد تھا اسلئے اوس نے یوسف علیہ السلام کو بیٹا بنانے
کا ارادہ ظاہر کیا۔ پھر اللہ پاک نے اس بات کا ذکر فرمایا کہ ہمنے یوسف علیہ السلام کو فقط یہی منزلت نہیں دی کہ وہ عزیز
مصر کے گھر میں رہنے سہنے لگے اور اسنے انکو اپنا بیٹا بنانے کا ارادہ ظاہر کیا بلکہ تمام زمین مصر پر بعد کو پورا پورا اختیار
انکو دیدیا اور خواب کی تعبیر کا علم مرحمت کر دیا۔ پھر یہ فرمایا کہ یوسف کے بھائیوں نے یہ چاہا تھا کہ یوسف اعلیٰ منزل
اور بلند درجے کو نہ پہونچے مگر اللہ جل شانہٗ اپنے ارادہ پر غالب ہی جو وہ کرنا چاہتا ہی اوسے کوئی نہیں روک سکتا
اسکے سامنے سب عاجز ہیں اسکے علم میں جو کچھ پہلے ٹھہر چکا ہی وہ اسکو پورا کرہی کے رہتا ہی اکثر آدمی اس بات کو
نہیں جانتے اور یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تقدیر الٰہی رک جائے اور جو منشا خداوند جل جلالہ کا ہی وہ نہ ہونے پائے
بہرحال یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک کا ارادہ پورا ہو کر رہتا ہی اور کوئی امر اسکو روک نہیں سکتا۔ زلیخا جو ایک عورت
تھی اور عورتوں کی صحبت میں یوسفؑ کو رہکر اونہیں کے سے نشست برخاست طور طریقے اختیار کر لینے تھے مگر
اللہ کے ارادہ کے موافق یوسف علیہ السلام اسی عقل و دانش کے خلعت سے سرفراز رہے جو ایک شخص رات دن
صالحین کی صحبت میں رہکر حاصل کر سکتا ہی۔ پھر اللہ پاک نے اس بات کا ذکر فرمایا کہ جب یوسف علیہ السلام جوان
ہوگئے تو اللہ نے انہیں احکام شرعیہ بتا دیئے اس جگہ مفسروں کا اختلاف ہی کہ اس وقت حضرت یوسف کی
کیا عمر تھی۔ بعضوں نے کہا ہی کہ اٹھارہ برس کے تھے اور کسی نے یہ بیان کیا ہی کہ پچیس برس کے تھے اور کوئی کہتا ہی
کہ تیس سال کے تھے کوئی یہ بھی کہتا ہی کہ تینتیس ۳۳ برس کے تھے بہرحال آیۃ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ جب آپ اچھی
طرح بالغ ہوگئے اور آپکے ہاتھ پیروں میں پوری قوت آگئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت عطا کی پھر اللہ پاک نے اس
بات کا بیان فرمایا کہ اللہ کا یہ انعام فقط یوسف علیہ السلام ہی پر منحصر نہیں ہی بلکہ جو لوگ نیک بخت اور دیندار ہیں
اونہیں بھی اسی طرح کا بدلہ ملتا ہی عزیز مصر نے جس رواج کے موافق یوسف علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنانے کو کہا تھا یہ
رواج عرب میں بھی تھا اور سورہ احزاب کی آیتوں سے جب تک رواج منسوخ نہیں ہوا اسوقت تک یہ رواج

منزل ۳

اسلام میں بھی جاری رہا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو اپنا متبنی بیٹا بنایا تھا۔ صحیح بخاری
و مسلم میں عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہی کہ صحابہ زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہہ کر پکارا کرتے تھے جب سورہ احزاب
میں حکم ادعوہم لاباۂہم ہوا قسط عند اللہ نازل ہوا تو پھر زید کو زید بن حارثہ کہہ کر پکارنے لگے۔ مطلب اس حکم کا
یہ ہی کہ لے پالک بچونکو انکے اصلی باپ کی ولدیت سے پکارا کرو مثلاً زید بن حارثہ کہا کرو زید بن محمد نہ کہا کرو یہی
اللہ کے نزدیک انصاف کا حکم ہی جو اللہ نے تم کو دیا اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کسی رواج کی پابند نہیں اسی لئے سوا شریعت
محمدی کے اور شریعتوں سے بھی رواج منسوخ ہوتا رہا ہی مثلاً جس طرح شریعت محمدی نے لے پالک کے رواج کو منسوخ کردیا اسی طرح
دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کے رواج کو شریعت موسوی نے منسوخ ٹھہرادیا جسکی تفصیل توراۃ کے حصہ تکوین باب ۲۹
اور حصہ احبار باب ۱۸ میں ہی حاصل کلام یہ ہی دو بہنوں کے نکاح میں رکھنے کے رواج کو جو توراۃ نے منسوخ کردیا اور اسکو عیسائیوں
نے اپنا مذہب قرار دے لیا تو پھر لے پالک کے رواج کو اگر قرآن نے منسوخ کردیا تو یہ کیا نئی بات ہی آخر اسکو بیان تو کیا جاوے
اور اسکے بیان تک ماننا پڑیگا کہ جب قرآن نے لے پالک کے رواج کو منسوخ کردیا تو نہ قرآن کو رواج کے تابع کیا جا سکتا ہی
نہ منسوخ رواج کے بھروسہ پر زینب کے نکاح کی بابت کوئی اعتراض گھڑا جا سکتا ہی اس سے زیادہ تفصیل زینب کے
نکاح کی سورہ احزاب میں آوے گی۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ

اور پھسلایا اسکو عورت نے جسکے گھر میں تھا اپنا جی تھامنے سے اور بند کئے دروازے اور بولی شتابی کر کہا خدا کی پناہ

إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝

وہ عزیز مالک ہی میرا اچھی طرح رکھا ہی مجکو البتہ بھلا نہیں پاتے جو لوگ بے انصاف ہوں

اس آیت میں اللہ پاک نے عزیز مصر کی بیوی کے حال کی خبر دی کہ عزیز مصر کی بیوی زلیخا جسکے گھر میں یوسف علیہ السلام
رہتے تھے اور اسکے شوہر نے تاکید کی تھی کہ یوسفؑ کو اچھی طرح رکھنا کسی طرح کی تکلیف اسکو نہ ہونے پائے وہ عورت حضرت
یوسف علیہ السلام کے حسن اور جمال پر فریفتہ ہو گئی اسکا جی چاہا کہ یوسفؑ سے بدفعلی کرے اسلئے اوسنے خوب بناؤ
کیا اور بن سنور کر اپنے مکان کے ساتوں دروازے بند کردئے جب دیکھا کہ یوسف اس تنہائی اور دروازے بند کرنے
پر بھی اسکی طرف متوجہ نہیں ہوتے تو خود اپنی زبان سے اپنے مطلب کا اظہار کیا اور اپنے پاس بلایا یوسف علیہ السلام
اسکی اس بات سے بہت ہی پریشان ہوئے اور ایک نہایت معقول عذر اسکے سامنے پیش کیا جو عورتوں کی عقل کے
آگے نہایت ہی قرین قیاس بھی تھا فرمایا کہ یہ بات ظلم صریح ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ عزیز مصر جو میرا آقا ہی اسکے گھر میں
خیانت کروں اور آقا بھی وہ جو میرا ہر طرح سے کفیل ہو مجھے اچھی طرح رکھتا ہی کسی طرح کی تکلیف نہیں ہونے دیتا
مجھے بجائے فرزند کے سمجھتا ہی میں تو خدا کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں عزیز مصر میرا پرورش کرنے والا ہی تو بدفعلی کی خواہش

رکھتی ہو تو نہیں جانتی کہ بدکاری ایک ظلم ہو اور ظلم کرنے والے اللہ کی بارگاہ میں کبھی فلاح نہیں پاتے۔ زنا میں غیر شخص کی عورت پر ہاتھ ڈالا جاتا ہو اسلئے زنا ظلم ٹھہرا یہ اوپر ایک جگہ گزر چکا ہو کہ مثلاً نماز نہ پڑھنا یا روزہ نہ رکھنا یہ حق اللہ کے گناہ کہلاتے ہیں اور کسی کی عورت سے بدکاری کا کرنا یا کسی کا مال چرا لینا یہ حق العباد کے گناہ کہلاتے ہیں صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی یہ حدیث بھی ایک جگہ گزر چکی ہو کہ قیامت کے دن حق العباد کے گنہ گاروں کی نیکیاں صاحب حق کو ملجاویں گی حاصل کلام یہ ہو کہ حق العباد کے گناہ بغیر حق کی تلافی کے فقط توبہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ نیکیوں کی عین ضرورت کے وقت ایسے گنہ گاروں کو نیکیوں کا نقصان پیش آویگا اسلئے فرمایا کہ ایسے گنہ گار قیامت کے دن کچھ بھلائی اور فلاح نہ پاویں گے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ

اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اسنے فکر کیا عورت کا اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے رب کی یوں ہی ہوا اسواسطے کہ ہٹا دیں ہم اس برائی

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ○

البتہ وہ ہے ہمارے چنے بندوں میں

اس آیۃ کی تفسیر میں علمائے مفسرین نے بڑا اختلاف کیا ہو بعضے کہتے ہیں کہ قصد کی دو قسمیں ہیں ایک قصد مضبوط ہوتا ہو جس طرح زلیخا کا قصد تھا اور ایک قصد اوپرے دل سے ہوتا ہو۔ پہلے قصد پر مواخذہ ہو دوسرے قصد پر مواخذہ نہیں ہو چنانچہ حضرت یوسف کا قصد دوسری قسم کا تھا بعضوں نے کہا ہو یہ معاملہ حضرت یوسف کی نبوت سے پہلے کا ہو لیکن صحیح یہی معلوم ہوتا ہو کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہو کہ حضرت یوسف قصد کرتے اگر خدا کی طرف کی ہدایت کو نہ دیکھتے اس قول پر بعضے لوگوں نے یہ جو اعتراض کیا ہو کہ لفظ لولا کا جواب مقدم نہیں آتا اوس کا جواب یہ ہو کہ بعضے نحویوں کے نزدیک تو مقدم آتا ہو اور یہ بات تو سب نحویوں کے نزدیک مسلم ہو کہ جواب لولا کا محذوف کہا جاوے تو لفظ لولا سے پہلے جو کچھ بات مذکور ہو وہی محذوف کے قائمقام گنی جاوے اسی تسلیم کی بنا پر آیۃ ان کادت لتبدی بہ لولا ان ربطنا علی قلبہا کے معنے عام مفسرین یہی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے صبر دینے کے سبب سے حضرت موسیٰ کی ماں نے حضرت موسیٰ کے قصہ کو ظاہر نہیں کیا پھر یہاں یہ معنے کیوں نہ کئے جاویں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے دیکھنے کے سبب سے حضرت یوسف نے زلیخا کی طرف قصد نہیں کیا۔ اگر نحوی جھگڑے کے سبب سے اس قول کو صحیح نہ مانا جاوے تو پھر وہی قول صحیح قرار پاتا ہو کہ قصد کی دو قسمیں ہیں ایک مضبوط اور دوسرا اوپری دل کا اس قول کی تائید میں ابوہریرہؓ کی روایت سے ایک حدیث قدسی بھی صحیح بخاری و مسلم میں ہو جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہو کہ انسان کے فقط بدی کے قصد پر کوئی بدی نہ لکھی جاوے۔ غرض ان دو قولوں کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور مجاہد کے جو قول ہیں اونکی سند معتبر نہیں ہو۔ یہاں یہ کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول ہو کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو اُسوقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت اِس طرح نظر آئی کہ گویا اِس کام سے یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کو منع کر رہے ہیں۔ حاصل مطلب آیتہ کا یہ ہی کہ جب زلیخا نے بدفعلی کا قصد کیا تو اوپر کے دل سے کچھ وسوسہ یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی گزرا تھا لیکن یوسف علیہ السلام اللہ کے چنے ہوئے بندوں میں تھے اِسلئے اللہ تعالیٰ نے اونکو اپنی قدرت کی نشانی دکھا کر اوس بُرائی اور بے حیائی کے کام سے روک دیا۔ بُرائی سے مقصود عزیز مصر کی خیانت ہی اور بے حیائی سے مقصود بدکاری ہی۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ

اور دونوں دوڑے دروازے کو اور عورت نے چیر ڈالا اُسکا کرتہ پیچھے سے اور دونوں مل گئے عورت کے خاوند سے دروازہ پاس بولی اور

بِأَهْلِكَ سُوۤءًا إِلَّاۤ أَنْ يُّسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي

تیرے گھر میں برائی مگر یہی کہ قید پڑے یا دکھ کی مار یوسف بولا اِسی نے خواہش کی مجھ سے کہ نہ تھاموں اپنا جی

زلیخا کی جب کچھ پیش نہ چلی اور ہزاروں آرزوں اور منتوں پر بھی یوسف علیہ السلام اُسکی طرف ملتفت نہ ہوئے اور اُسکی ساری کوششیں بیکار گئیں اکیلے گھر میں جسکے ساتوں دروازے بند پڑے تھے یوسف علیہ السلام کو اور تو کچھ سوجھی نہیں دروازے کی طرف بھاگ چلے تاکہ مکان سے باہر نکل جائیں کہ وہاں اِس عورت سے چھٹکارا ملیگا اور اِسکے شر سے بچیں گے یوسف علیہ السلام کو بھاگتا دیکھ کر زلیخا بھی اِنکے پیچھے بھاگی کہ اِنکو پکڑ لیں باہر نہ جانے دیں اِسی دوا دوش میں یوسف علیہ السلام کا کرتہ اُسکے ہاتھ میں آگیا یوسف علیہ السلام کو اِسکی پروا تو تھی نہیں کہ میرا کپڑا پھٹے گا وہ تو یہ چاہ رہے تھے کہ کسی طرح سے اِس عورت سے رہائی ہو وہ بھاگ چلے گئے پیچھے کا دامن جو زلیخا کے ہاتھ میں آگیا تھا وہ پھٹ گیا اور پھٹا تو ایسا پھٹا کہ گردن کے پاس سے بالکل نیچے تک کا حصہ اُسکے ہاتھ میں آگیا۔ جب یوسف ع دروازے کے پاس آئے اور اِنکے پیچھے زلیخا بھی آگئی تھی کہ اتنے میں اِس کا شوہر بھی وہاں پہونچ گیا۔ اِسنے بہت ہی جلد ایک فریب بنا لیا اور شوہر سے کہنے لگی کہ ایسے آدمی کی یہی سزا ہی جو تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے کہ اِسکو قید میں رکھنا چاہیئے۔ یوسف علیہ السلام پر زلیخا دل و جان سے عاشق ہو گئی تھی اِس لئے سزا بھی تجویز کی تو ایسی جس میں اِنکو زیادہ تکلیف نہ ہو اور پھر یہ آنکھوں سے اوجھل بھی نہ رہیں مگر فوراً اِس کہنے کے بعد اِسکے دل میں خیال آگیا کہ اِس بات سے میری برات پوری نہیں ہوگی عزیز مصر دل میں تاڑ جائے گا کہ یہ شرارت اِسی عورت کی طرف سے ہی یہی یوسف ع پر فریفتہ ہی اِسلئے جلدی سے یہ بھی کہدیا کہ یا اِسکو سخت عذاب و تکلیف دینی چاہیئے گو اِس کا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ یوسف علیہ السلام کا ایک بال بھی بیکا ہو مگر پردہ داری کے خیال سے اِسکو کہنا ہی پڑا کہ اِنکو درے وغیرہ کی کوئی سخت سزا ملنی ضرور ہی یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ عورت نے آپ اصرار کیا اور میں کسی طرح راضی نہ ہوا اور شوہر کے سامنے اولٹا مجھے بدنام کیا اور میرے لئے سزا کی بھی تجویز بتلائی تو آپ نے اپنی برات کے لئے فقط ایک فقرہ جو بالکل

صحیح صحیح تھا بیان کیا کہ میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہی اسنے خود خواہش ظاہر کی اور اس بات کی طالب ہوئی اور میں بھاگنے پر یہ بھی میرے پیچھے لگی ہوئی چلی آئی میرا کرتہ اسکے ہاتھ میں آگیا اسنے پھاڑ لیا۔ اپنی بے قصوری جتلانے اور زلیخا کے الزام سے بچنے کو زلیخا کی خواہش کا سچا حال یوسف علیہ السلام نے جو ظاہر کیا یہ غیبت میں داخل نہیں ہی کیونکہ کسی شخص کے ضرر سے بچنے کے لئے اوس کا اصل حال بیان کیا جاوے تو اسکو غیبت نہیں کہتے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رض سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ایک شریر شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ملنے آیا تو آپنے لوگوں کے سامنے اوس کی شرارت کا حال اسلئے بیان فرما دیا کہ لوگ اسکو شریر جانکر اوسکی شرارت سے بچیں۔ اسی طرح فاسق کے فسق ظالم کے ظلم اور بدعتی کی بدعت سے بچنے کے لئے ایسے لوگوں کا حال انجان شخص پر ظاہر کر دینا داخل غیبت نہیں ہی۔ ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں ابو سعید خدری سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کے حکم سے دو فرشتے پکار کر یہ کہا کرتے ہیں کہ مرد عورتوں کے حق میں اور عورتیں مردوں کے حق میں ایک وبال ہیں۔ یہ حدیث آیۃ کے ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ زلیخا یوسف علیہ السلام کے حق میں ایک وبال ہو گئی حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝

اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے اگر ہے کرتا اسکا پھٹا آگے سے تو عورت سچی ہی اور وہ ہے جھوٹا

وَإِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝

اور اگر ہے کرتہ اسکا پھٹا پیچھے سے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ ہے سچا

اس گواہ میں مفسرین نے اختلاف کیا ہی بعضے کہتے ہیں ایک حاکم تھا جس نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر حضرت یوسف کا کرتا آگے سے پھٹا ہو تو زلیخا سچی ہی اور اگر پیچھے سے پھٹا ہو تو حضرت یوسف سچے ہیں بعضے کہتے ہیں کہ حاکم نہیں تھا بلکہ ایک عقلمند شخص تھا بعضے کہتے ہیں بادشاہ کا مصاحب تھا لیکن صحیح قول یہ ہی کہ زلیخا کے رشتہ داروں میں کا ایک دودھ پیتا بچہ تھا اللہ تعالی نے اوسکو گویا کیا اور اوسنے یہ گواہی دی کیونکہ اگرچہ صحیحین میں دودھ پیتے بچوں کے بولنے کا جو قصہ ہی اسمیں تین بچوں کا ذکر ہے لیکن مسند امام احمد مستدرک حاکم وغیرہ میں معتبر سند سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی جو روایت ہے اوس میں چوتھے لڑکے کا بھی حضرت یوسف کے گواہ کے پتہ سے ذکر ہے۔ مجاہد کا قول ہی کہ یوسف علیہ السلام کے کرتہ نے یہ گواہی دی لیکن جبکہ قرآن میں یہ تفصیل ہی کہ وہ گواہ زلیخا کے رشتہ داروں میں سے تھا تو اس صورت میں یہ قول صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ کپڑے کو کسی کا رشتہ دار نہیں کہہ سکتے علاوہ اسکے مجاہد کا یہ قول حضرت عبد اللہ بن عباس کی اوس حدیث کے بھی مخالف ہی جس کا ذکر اوپر گذرا۔ اس گواہی کا حاصل یہی ہی کہ اگر کرتہ آگے سے پھٹا ہو گا تو یوسف علیہ السلام کی حملہ کی حالت اور زلیخا کی حملہ روکنے کی حالت ثابت ہو گی اور اگر کرتہ پیچھے سے پھٹا ہو گا تو یوسف علیہ السلام کے بھاگنے کی حالت اور زلیخا کی پیچھے سے کرتہ پکڑنے کی حالت ثابت ہو گی۔

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۞ يُوْسُفُ اَعْرِضْ
پھر جب دیکھا عزیز نے کرتہ اُسکا پھٹا پیچھے سے کہا بیشک یہ ایک فریب ہے تم عورتوں کا البتہ تمہارا فریب بڑا ہے یوسف جانے دے

عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ۝

یہ مذکور اور عورت تو بخشوا اپنا گناہ یقین ہے کہ تو ہی گنہ گار تھی

جب یوسف علیہ السلام کے سچے ہونے پر گواہی گزری اور دیکھنے پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو عزیز مصر کو یقین ہو گیا کہ یوسف علیہ السلام کا اِس میں کوئی قصور نہیں ہے یہ سارا فریب اسی عورت کا ہے اسپر اُسنے کہا کہ عورتیں اِس باب میں نہایت مکار ہوتی ہیں۔ صحیح مسلم میں ابو سعیدؓ خدری سے روایتہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مرد کے لئے عورت احتیاط کرنے اور بچنے کی چیز ہے۔ نسائی نے اِس روایتہ میں اتنا اور بڑھایا ہے کہ مرد کے حق میں عورت بڑے فتنہ اور فساد میں پڑ جانے کی چیز ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعیدؓ خدری سے روایتہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی باتیں اور اُنکے مکر و فریب ایسے ہیں کہ بڑے بڑے سمجھدار مرد اِنکے کہنے میں آجاتے ہیں۔ یہ حدیثیں عورتوں کے فتنہ و فساد اور مکر و فریب کی گویا تفسیر ہیں اور اِن حدیثوں سے عزیز مصر کے قول کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ پھر عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو مخاطب ٹھہرا کر کہا کہ تم اِن باتوں سے درگزر کرو اور اِس قصہ کا چرچا نکرو اور زلیخا سے کہا کہ خطا تیری ہے تو توبہ اور استغفار کر۔ صحیح سند سے طبرانی مستدرک حاکم اور تفسیر ابن ابی حاتم میں عبداللہؓ بن مسعود سے روایتہ ہے کہ تین شخص بڑے سمجھدار تھے ایک تو عزیز مصر جسنے قیافہ سے یوسف علیہ السلام کی قدر و منزلت پہچان کر اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ اِنکو اچھی طرح رکھنا۔ دوسرے شعیب علیہ السلام کی بیٹی جس نے اپنے باپ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باب میں کہا کہ یہ صاحب قوت اور امانت دار شخص ہیں اِنکو نوکر رکھ لینا چاہئے۔ تیسرے حضرت ابوبکر صدیقؓ جنہوں نے عمر علیہ السلام کو اپنا جانشین ٹھہرایا اِس آیتہ سے بھی عزیز مصر کا سمجھدار ہونا نکلتا ہے کیونکہ اُسنے خاطئین کہا خاطیات نہیں کہا تھا کہ یہ وہم نہ پڑے کہ مرد گنہ گار ہوتے ہی نہیں۔ فقط عورتیں ہی گنہ گار ہوتی ہیں حالانکہ گنہ گار ہونے میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں۔ چنانچہ مسند امام احمد ترمذی اور مستدرک حاکم میں انسؓ بن مالک سے روایتہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اولاد آدم میں گناہ سے کوئی خالی نہیں لیکن وہ گنہ گار اچھے ہیں جو گناہ کے بعد خالص دل سے توبہ کر لیتے ہیں اِس حدیث کی سند میں ایک راوی علی بن مسعدہ بصری کی ثقاہت پر اگرچہ بعضے علما نے اعتراض کیا ہے لیکن ابن معین اور ابو حاتم نے علی بن مسعدہ کو معتبر قرار دیا ہے اسی واسطے حاکم نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے حاکم کی اِس سند پر کچھ اعتراض نہیں کیا۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ
اور کہنے لگیں عورتیں اِس شہر میں عزیز کی عورت خواہش کرتی ہے اپنے غلام سے اسکا جی فریفتہ ہو گیا اُسکی محبت میں ہم تو دیکھتے ہیں

اللہ پاک نے اِس آیۃ میں اِس بات کی خبر دی کہ باوجود اسکے کہ عزیز مصر نے کوشش کی کہ یوسف زلیخا کا قصہ شہر میں مشہور نہ ہو مگر بحکم قضاء قدر تمام گھروں میں اِس کا چرچا ہونے لگا اور شہر رئیس و امیر کی عورتیں آپس میں اِس بات کا چرچا کرنے لگیں کہ عزیز مصر کی عورت زلیخا ایک جوان پر دل و جان سے فریفتہ ہی اور وہ جوان وہی ہی جسکو اُسکے شوہر نے خرید کیا ہی اُسکی محبت میں دیوانی ہو گئی ہی غلام کی محبت زلیخا کے تمام رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی ہی اُسے اچھا بُرا کچھ نہیں سوجھتا وہ بالکل بہک گئی ہی دل پر ایک جھلی جو لپٹی ہوئی ہی اُسکو شغاف کہتے ہیں مطلب یہ ہی کہ زلیخا کے دل کو یوسف کی محبت اس نے گھیر لیا ہی صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمانداروں کے دل میں اللہ و رسول کی محبت دنیا کی ہر ایک چیز سے زیادہ ہونی چاہیے۔ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمانداروں کے دل دنیا کی چیزوں پر زیادہ مائل نہیں ہوتے اور اِس کی نشانی علما نے یہ بتلائی ہی کہ حکم الٰہی کی تعمیل اور دنیا کی کسی غرض کا مقابلہ آن کر پڑے تو پورے ایماندار لوگ حکم الٰہی کی تعمیل کو دنیا کی غرض پر مقدم رکھتے ہیں کیونکہ اللہ و رسول کی محبت احکام شرع کی تعمیل پر منحصر ہی

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سِكِّينًا

پھر جب سنا اُسنے اُنکا فریب بلوا بھیجا اُنکو اور تیار کی اُنکے واسطے ایک مجلس اور دی اُنکو ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھری

وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ

اور بولی یوسف نکل آ اُنکے سامنے پھر جب دیکھا اُسکو دہشت میں آگئیں اُسکے اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ اور کہنے لگیاں حاشا اللہ

مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ

نہیں یہ شخص آدمی یہ تو کوئی فرشتہ ہی بزرگ

منزل ۳

مصر کے امیروں کی جن عورتوں نے زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام کے عشق اور محبت کا طعنہ دیا تھا اوس طعنہ کو اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں طعنہ نہیں فرمایا مکر فرمایا ہی سیرۃ ابن اسحاق وغیرہ میں اِس کا سبب بیان کیا ہی کہ حقیقت میں اون عورتوں کے طعنے میں یہ مکر تھا کہ وہ عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا شہرہ سنکر حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت کو دیکھنا چاہتی تھیں اِس غرض سے اُنھوں نے یہ حیلہ نکالا کہ زلیخا پر طعن و تشنیع شروع کی تاکہ زلیخا اِس طعن و تشنیع سے گھبرا کر اون عورتوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت دکھلائے کہ دیکھو یہ صورت عشق و محبت پیدا کرنے کے قابل ہی یا نہیں ہی اسیواسطے زلیخا نے بھی اِن عورتوں کے مکر کا جواب مکر کی شکل میں دیا کہ اِن عورتوں کی دعوت کی اور دعوت میں دسترخوان پر اِس طرح کے میوہ جات رکھے جنکو چھری سے کاٹنے کی ضرورت پڑے اور ایسے وقت میں یوسف علیہ السلام کو اون عورتوں کے سامنے کیا کہ بجائے میووں کے چھیلنے اور کاٹنے کے اون عورتوں نے اپنے ہاتھ زخمی کر ڈالے اوس وقت زلیخا نے اون عورتوں کو قائل کیا اور کہا کہ جس شخص کے ایک نظر دیکھنے سے تم اِس قدر بدحواس ہو گئیں پھر وقت جسکی آنکھوں کے سامنے وہ شخص

رہے اُسکے دل کا کیا حال ہوگا زلیخا کی اِس بات کے جواب میں اِن عورتوں نے کہا کہ بلاشک یہ شخص آدمی نہیں فرشتہ ہی معراج کی صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام نظر آئے تمام دنیا کے حسن و جمال میں سے نصف حصہ حسن و جمال کا حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالی نے دیا ہی حضرت یوسف علیہ السلام اکثر اپنے منہہ پر نقاب ڈالے رہتے تھے تاکہ غیر عورتیں اُنکا حسن و جمال دیکھ کر بدنیت نہ ہو جائیں اور ہر مرد کے لئے اپنی جوانی اور حسن کو قابو میں رکھنا بڑے درجہ کا کام ہی صحیحین کی ابوہریرہؓ کی حدیث میں اون سات شخصوں کا جو ذکر ہے جنکو اللہ تعالی قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ عطا فرماویگا اون سات شخصوں میں ایک شخص وہ ہی جس کی جوانی اور خوبصورتی پر للچا کر کوئی عزت دار مالدار اور خوبصورت عورت اُس شخص کو بدکاری کے لئے بلاوے اور وہ شخص فقط خدا کے خوف سے اُس بدکاری سے باز رہے باقی کے چھہ شخصوں میں ایک وہ شخص ہی جو منصف حاکم ہو دوسرا وہ ہی جو جوان صالح ہو جسکی جوانی اللہ کی عبادت میں بسر ہو تیسرا وہ ہی جسکو جماعت اور مسجد کا ہر دم خیال لگا رہے چوتھا وہ ہی جو دینی غرض سے محض اللہ کے واسطے کسی سے دوستی پیدا کرے پانچواں وہ ہے جو ایک ہاتھ سے صدقہ دیوے اور دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو چھٹا وہ ہے جو تنہائی میں خدا کے خوف سے روتا رہے۔

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ۖ وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ ۖ وَلَئِنْ لَمْ يَفْعَلْ مَا

بولی سو یہ وہی ہی کہ طعنہ دیا تم نے مجکو اِسکے واسطے اور میں نے چاہا اُس سے اسکا جی پھر اُسنے تھام رکھا اور مقرر اگر نکریگا جو میں

آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِنَ الصَّاغِرِينَ ○ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۖ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي

اُسکو کہتی ہوں البتہ قید پڑیگا اور ہوگا بےعزت یوسف بولا اے رب مجکو قید پسند ہی اس بات سے جسطرف مجکو بلاتیاں ہیں اور اگر تو نہ دفع کریگا

كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِينَ ○ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○

فریب تو مائل ہو جاؤں اُنکی طرف اور ہو جاؤں بیعقل سو قبول کرلی اُسکی دعا اُسکے رب نے پھر دفع کیا اُس سے اُنکا فریب البتہ وہی ہی سنتا والا

منزل ۳

اوپر کی آیہ میں یہ بیان ہو چکا ہی کہ عورتوں کے تذکرہ کی خبر جب زلیخا کو پہونچی تو اُسنے ایک محفل آراستہ کر کے اون عورتوں کو بلایا اور فراغت طعام کے بعد ترنج اور چھری دی کہ کاٹ کاٹ کر کھائیں اور اسی اثنا میں یوسف ع کو اُنکے سامنے بلایا یوسف علیہ السلام کے جمال کو دیکھ کر ساری عورتیں حیرت میں آگئیں اور اپنی اپنی انگلیاں کاٹ لیں اور بے ساختہ کہہ اوٹھیں کہ یہ تو بشر نہیں معلوم ہوتا یہ کوئی بزرگ فرشتہ ہی اُسپر یہ بات زلیخا نے کہی کہ جسے تم فرشتہ سمجھہ رہی ہو اور جسکے حسن کو دیکھکر آپے سے باہر ہو گئیں اور کسی کے ہوش ٹھکانے نہ رہے یہ وہی شخص ہی جسپر میں بدل و جان فریفتہ ہوں اِسی کی الفت میرے دل میں نقش کالحجر ہو گئی ہی جس کا چرچا تمام مصر میں پھیلا ہوا ہی اور تم نے مجکو ملامت کی کہ زلیخا ایک ادنے غلام پر عاشق ہی اب تمہیں انصاف سے کہو

یہ شخص لائق اسکے ہی یا نہیں کہ اسکو پیار کیا جاوے اور اسکی محبت کا بیج دل میں بویا جاوے پھر اس بات کے جتلانے کے بعد کہ یوسف علیہ السلام سارے عالم میں حسین ہیں یہ بات بھی ظاہر کی کہ تم یہ نہ جاننا کہ یہ شخص فقط حسن صورت ہی رکھتا ہی نہیں جیسی اسکی صورت ہی ویسی ہی اسکی سیرت بھی ہی میںنے آپ اس سے محبت کی ابتدا کی تھی اور میںنے خود اسکو اپنی طرف بلایا تھا مگر یہ شخص راضی نہ ہوا معصوم رہا گناہ کا مرتکب نہ ہوا غرضکہ جس طرح حسن میں اپنا آپ یہ مثال ہی اسی طرح عفت و پاکبازی میں بھی بے نظیر ہی پھر زلیخا نے شرم کو بالائے طاق رکھکر صاف صاف کہدیا کہ یوسف اگر میرے حکم کی تعمیل نکریگا اور جو کچھ میں کہتی ہوں اُسے بجانہ لائیگا تو اسکے حق میں بہت ہی برا ہوگا یا تو ہمیشہ ہمیشہ قید میں رہے گا یا اور کسی دوسری قسم کی ذلت اسکے لئے تجویز کیجائے گی جس سے یہ نہایت ہی ذلیل ہوگا جب حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کی یہ باتیں سنیں تو انکے دلمیں بہت ہی خوف پیدا ہوا کہ دیکھئے اس عورت سے کس طرح اپنی عفت و عصمت قائم رہتی ہی یہ تو کچھ ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑی ہی۔ اسلئے انھوں نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی عفت و عصمت کے روبرو قید کی کچھ ہستی نہیں میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ قید میں رہوں اور یہ ہرگز منظور نہیں کہ میری آبرو ریزی ہو اور دامن عصمت میں گناہ کا دھبہ آئے عورتیں جسکام کو مجھسے کہتی ہیں اگرچہ اس میں کوئی ظاہری ذلت نصیب نہیں ہوتی اور قید ہوجانا ایک نہایت ہی ذلت کی بات ہی مگر میں تو اس قید کی ذلت کو پسند کرتا ہوں اور عورتوں کے کہنے پر عمل کرنا اور ایک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوجانا ہرگز پسند نہیں کرتا پھر یوسف علیہ السلام نے اسلئے دعا میں یہ بات اپنے پروردگار سے کہی کہ اے معبود حقیقی اگر ان عورتوں کے فریب سے تو مجھے نہ بچائے گا تو ضرور میں انکے دام میں آجاؤنگا اور جب کام کرونگا تو دنیا بھر کے آدمیوں سے جاہل ٹھہرونگا کیونکہ ایک شئ کی برائی کو جانکر پھر اس شئے کے کرنے پر جرأت کا کرنا سوائے جاہل مطلق کے اور کسی کا کام نہیں بعض مفسرین نے یہاں یہ بات بھی بیان کی ہی کہ محفل میں جتنی عورتیں شریک تھیں ان سبکی سبنے باری باری سے خلوت کرکے یوسف علیہ السلام کو بلایا اسی واسطے یوسف علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ کہا کہ خدایا ان عورتوں کے مکر و فریب سے بچا اور نہیں تو اگر فقط زلیخا کا خیال تھا تو بصیغہ جمع نفرماتے واحد کا صیغہ استعمال کرتے اور بعض مفسرین نے کہا صیغہ جمع زلیخا کی شان میں بطور تعظیم کے فرمایا تھا۔ بہرحال اللہ پاک نے یوسفؑ کی دعا کا حال بیان فرماکر یہ بیان کیا کہ یوسف علیہ السلام کی اس عاجزی اور انکساری سے دعا کرنے کو آپکے رب نے قبول کرلیا اور اُن عورتوں کے مکر و فریب سے خدا نے یوسف علیہ السلام کو بچالیا کیونکہ وہ ہر ایک ظاہر اور پوشیدہ باتونکا یکسان سننے والا ہی اور ہر شخص کے دلی حالات کا جاننے والا ہی۔ صحیح بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہی کہ ہجرت سے پہلے وہ کعبہ کے ستون کی آڑ میں تھے تین مشرک لوگ بھی وہاں آئے اور آڑ کے سبب عبداللہ بن مسعود کو انھوں نے نہیں دیکھا اور آپس میں کچھ باتیں کیں عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے وہ باتیں نہیں سنیں لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ باتیں سنکر ان مشرکوں کے حق میں سورہ حم سجدہ کی آیتیں نازل فرمائیں ان آیتوں کی تفسیر اسی سورۃ میں آویگی۔ طبرانی اور مسند بزار کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی صحیح حدیث

منزل ۳

ایک جگہ گزر چکی ہی کہ نامہ اعمال کے لکھنے والے فرشتوں کو بعضے عملوں کا حال معلوم نہ ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرماویگا
کہ یہ عمل خالص دل سے نہیں کیے گئے اسواسطے ان عملوں کو بغیر ثواب کے نامہ اعمال میں سے نکال دیا جاوے یہ حدیثیں
انہ ہو السمیع العلیم کی گویا تفسیر ہیں۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ۝

پھر یوں سوجھا لوگوں کو ان نشانیوں کے دیکھنے پر کہ قید رکھیں اسکو ایک مدت

اوپر کی آیتوں میں اللہ پاک نے یوسف علیہ السلام کی دعا اور اسکے مقبول ہونے کا حال بیان فرماکر اب یہ کیفیت قید کی بیان
فرمائی کہ جب اس بات کا چرچا ہر ایک رئیس و امیر کے گھر میں ہونے لگا اور ہر شخص کی زبان پر یہی مذکور تھا کہ زلیخا عزیز مصر کی
بیوی اپنے شوہر کے غلام پر دل وجان سے فریفتہ ہی اور اوسکی محبت میں دیوانی ہو رہی ہی اور اسنے آپ اپنی خواہش اُنپر
ظاہر کی اسپر عزیز مصر اپنے صلاح کاروں کی صلاح اور مشورے سے اس بات پر آمادہ ہوا کہ یوسفؑ کو قید میں رکھنا چاہیے
حالانکہ سارے لوگ جان چکے تھے اور کھلی کھلی شہادت اور نشانیاں موجود تھیں کہ اس مقدمہ میں یوسفؑ کا کوئی قصور نہیں
ساری شرارت عورت کی ہی بے زبان بچے کی گواہی گزر چکی تھی کہ اگر کرتہ یوسفؑ کا پیچھے سے پھٹا ہو تو یوسف بے خطا ہیں
اور خطا وار عورت ہی چنانچہ کرتہ کے دیکھنے سے یوسف علیہ السلام کا بے قصور ہونا عزیز مصر کو اچھی طرح ثابت ہو گیا تھا اسی
بنا پر یوسف علیہ السلام سے عزیز مصر نے یہ بات کہی تھی کہ یوسف ان باتوں سے درگزر کر اور اپنی عورت کو معذرت کے لیے
کہا تھا کہ تو خطاوار ہی مگر پھر بھی سوائے اس بات کے اور کچھ بن نہ آیا کہ یوسف علیہ السلام کو قید میں رکھا جائے تاکہ لوگ
جانیں کہ عورت بے قصور ہے اگر کچھ خطا ہی تو اسی مرد کی ہی۔ دوسری مصلحت یہ تھی اگر انکو قید نہ کیا جاوے اور دونوں
ایک جگہ ہوں گے تو عورت کبھی باز نہ آئے گی کسی نہ کسی حیلہ سے ضرور یوسفؑ پر قابض ہو جائے گی اور انکو اپنے پھندے
میں پھانسے گی اسلیے ضرور ہی کہ انکو قید ہی کر دیا جائے کہ عورت کا پھر کچھ بس یوسف علیہ السلام پر نہ چلے اور لوگوں میں
اس کا چرچا موقوف ہو جائے اور لوگ یہ بھی جان جائیں کہ ضرور یوسفؑ کی طرف سے یہ بات شروع ہوئی ہی اور انہیں کی
خطا ہی جسکی سزا میں جیل خانہ گئے ہیں اور مدت اس قید کی اتنی رکھی گئی تھی کہ اس عرصہ میں یہ قصہ رفع دفع ہو جائے
اس قید میں اللہ پاک نے مدت نامعلوم رکھی ہی مگر بعض مفسرین نے اسکے متعلق یہ بیان کیا ہی کہ جب تک اس معاملہ
کا چرچا موقوف نہ ہو جائے اسوقت تک کی یہ قید تھی اور سعید بن جبیر نے سات سال کہا ہی اور کسی نے پانچ برس اور
کسی نے چھ سال۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام تین مرتبہ مصیبت میں آئے اول مرتبہ تو اس
مقدمہ میں قید میں گئے پھر جب قید خانہ میں اذکرنی عند ربک کہا تو اور کئی سال تک قید میں رہ گئے پھر تیسری دفعہ
جب بھائیوں سے یہ کہا کہ ایتہا العیر انکم لسارقون تو بھائیوں نے منہ در منہ یہ جواب دیا کہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ
من قبل صحیح مسلم ابوداؤد اور صحیح ابن خزیمہ میں جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

منزل ۳

فرمایا آدمی کو چاہیئے کہ اپنی اولاد اور اپنے مال کے حق میں بد دعا نکرے کیونکہ مقبولیت کے وقت میں وہ بد دعا قبول ہوجاتی ہی جس سے آدمی کو ضرر پہونچ جاتا ہی اوپر کی آیتوں اور اس آیۃ اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ جب زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو قید سے ڈرایا تو یوسف علیہ السلام کی زبان سے بھی بد دعا کے طور پر قید کی خواہش نکل گئی اور اُس بد دعا کے قبول ہوجانے سے اُسکے ظہور کا یہ سامان بہم پہونچ گیا کہ آخر عزیز مصر کی صلاح یوسف علیہ السلام کے قید کرنے پر جم گئی اور یوسف علیہ السلام جیل خانہ میں بھیجدیئے گئے اگر یوسف علیہ السلام فقط اِن عورتوں کے مکر فریب سے بچنے کی دعا کرتے اور وہ دعا قبول ہوجاتی تو اوسی طرح کا کوئی انتظام غیب سے ہوجاتا مگر تقدیر آلہی میں یون ہی تھا کہ بت پرستوں کے ہاتھ سے ایک اللہ کے نبی جیل خانے جانے کی تکلیف اُٹھاوین گے۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝

اور داخل ہوئے بندی خانہ میں اسکے ساتھ دو جوان کہنے لگا اُنمیں سے ایک میں دیکھتا ہون کہ میں نچوڑتا ہوں شراب اور دوسرے نے کہا میں اپنے سر پر روٹی کہ جانور کھاتے ہیں اُس میں سے بتا ہمکو اِسکی تعبیر ہم دیکھتے ہیں تجھ کو نیکی والا

یہان اتنی بات محذوف ہی کہ جب عزیز مصر کی صلاح یوسف علیہ السلام کے قید کرنے پر جم گئی اور یوسف علیہ السلام قید خانہ میں داخل ہوئے تو دو شخص اور بھی بادشاہ مصر کے دربار کے اُنکے ہمراہ قید ہوئے ایک تو بادشاہ کا ساقی تھا آبدار خانہ شاہی کا اہتمام اُسکے ہاتھ میں تھا بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر تھا اور دوسرا باورچی خانہ کا داروغہ تھا شاہی کھانے کا انتظام اِسکے سپرد تھا ان دونوں کو اہل مصر نے اِس بات پر آمادہ کیا تھا کہ بادشاہ کو شراب اور کھانے میں زہر دیدین اور اِس کی رشوت میں جس قدر روپیہ چاہیں ہم سے لیں ایک روز بادشاہ کو کھانے کے وقت کچھ شبہ پیدا ہوا دونوں سے دریافت کیا یہ کھانا اور شراب کس قسم کے ہیں ساقی نے کہہ دیا کہ آپ یہ کھانا نہ کھائیں اِس میں زہر ملا ہوا ہی بادشاہ نے ساقی سے کہا تو یہ شراب پی جا وہ پی گیا اوسے کچھ نقصان نہ پہونچا اور باورچی سے کہا کہ تو یہ کھانا کھا جا اُسنے کھانے سے انکار کیا تو وہ کھانا کسی جانور کو کھلایا گیا وہ فوراً مر گیا اِس جرم میں ساقی اور نان بائی دونوں کے دونوں جیل خانہ میں بھیجے گئے پانچ برس کے بعد ان دونوں نے خواب دیکھا ساقی نے یہ خواب میں دیکھا کہ میں انگور نچوڑ نچوڑ کر شراب بنا رہا ہوں اور باورچی نے یہ خواب دیکھا کہ میں اپنے سر پر روٹیان لئے جاتا ہوں اور جانور اُسے نوچ نوچ کر کھاتے ہیں یوسف علیہ السلام قید خانہ میں بھی ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف اور ہر وقت خدا کی عبادت کرتے رہتے تھے اور قیدیوں کے حال پر بھی بہت مہربان تھے جب کوئی بیمار ہوتا تو اوس کی خبر گیری کرتے اور نہایت محبت سے اُنکے ساتھ پیش آتے تھے اسی واسطے اِن دونوں نے یوسف علیہ السلام سے اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ ہم آپکو نیکوں کا جانتے ہیں آپ ہمارے اِس خواب کی تعبیر بیان کیجیے صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ

منزل ۳

علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ سچا خواب تو سچ بولنے والے دیندار شخص کا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ سچ بولنے والے دیندار شخص کا دل سچ پر جما ہوا ہوتا ہے اسلئے اُسکے دل میں جو خیال آتا ہے وہ اکثر سچا ہوتا ہے اور یوں تو کبھی کبھی بت پرستوں کا خواب بھی سچا ہوتا ہے جسطرح مثلاً یہ ساقی اور نان بائی کا خواب یا بادشاہ مصر کا خواب جسکا ذکر آگے آویگا ۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ إِنِّي

بولا نہ آنے پاویگا تم کو کھانا جو ہر روز تم کو ملتا ہے مگر بتا چکوں گا تم کو اُسکی تعبیر اُسکے آنے سے پہلے یہ علم ہے کہ مجکو سکھایا میرے رب نے

تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ

میں نے چھوڑا دین اُس قوم کا کہ یقین نہیں رکھتے اللہ پر اور آخرت سے وہ منکر ہیں اور پکڑا میں نے دین اپنے باپ دادوں کا ابراہیم اور

وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝

اور یعقوب کا ہمارا کام نہیں کہ شریک کریں اللہ کا کسی چیز کو یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر اور سب لوگوں پر لیکن بہت لوگ بھلا نہیں مانتے

یوسف علیہ السلام نے ساقی اور باورچی سے جنھوں نے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تھی پہلے تو یہ فرمایا کہ تمہارا کھانا جس وقت آئے گا اُس سے پہلے میں تمہارے خواب کی تعبیر کہدوں گا اور جو کچھ میں کہوں گا نہ تو وہ جادو کے زور سے کہونگا اور نہ علم نجوم اور نہ تعلیم شیطان سے بلکہ اوس علم کے ذریعہ سے بتلاؤں گا جسکی تعلیم مجھکو میرے پروردگار عالم نے کی ہے اور جو علم خداوند جل شانہ نے عطا کیا ہے اوس سے میں یہ تعبیر بتلاؤں گا اس کے بعد پھر آپ نے دین اسلام کی تلقین کرنی شروع کی اور بت پرستی کی مذمت بیان کی کہ میں بچپن سے اوس قوم کے میل جول میں تھا جو نہ تو خدا پر ایمان رکھتے تھے اور نہ آخرت پر انکا دین و ایمان تھا مگر میں سرے سے اوس عقیدہ کا پابند نہیں ہوا اور اپنے باپ دادا ابراہیم علیہ السلام و اسحٰق علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام کے طریقہ پر رہا کہ ہمیشہ خدا واحد کو اکیلا جانتا رہا اور اُسی کو قادر مطلق تصور کرتا رہا اور سچ پوچھو تو ہمیں زیبا بھی نہیں ہے کہ جس خدا نے ہمیں خاک سے بنایا اور دنیا کی ساری چیزیں ہماری ضرورتوں کے لئے پیدا کیں اور پھر ہم اُسکے ساتھ کسی اور کو شریک ٹہرا کر پرستش کریں اسکے بعد پھر یہ فرمایا کہ باوجود اس بات کے کہ خدا کی وحدانیت کی نشانیاں بالکل ظاہر ہیں اور اُسکی خدائی کا پتہ ذرہ ذرہ سے عیاں ہے انسان اگر تھوڑی سی عقل والا بھی ہو تو ذرا سے غور و فکر میں اللہ پاک کو واحد اور بے مثل جان لے مگر خدا نے جس کسی کو ایسی عقل اور ایسا دل دیا اور جس شخص کا ایسا عقیدہ بنایا وہ محض اُسکا فضل ہے ہم اگر یہ کہیں کہ ہم اپنی سمجھ سے خدا کو اکیلا مانتے ہیں اور اوسی کو ہر ایک امر میں قادر مطلق جانتے ہیں تو یہ بالکل نادانی ہے یہ اُسکا احسان ہے کہ اُسنے ہمیں ایسی سمجھ دی اور راہ حق پر لگایا مگر اکثر آدمی ان باتوں کو نہیں سمجھتے اور خداوند جل جلالہ کی ناشکری کرتے ہیں ۔ من فضل اللہ علینا و علی الناس ۔ انبیا کے گروہ پر تو اللہ کا یہ فضل ہے کہ اللہ نے انکو اپنا نائب بنا کر دنیا میں بھیجا اور عام لوگوں پر اللہ کا یہ فضل ہے کہ اُسنے عالم لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیا کو اپنا نائب بنایا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے معاذ رضؓ بن جبل کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں اس حق کے ادا
ہونے پر اللہ کا وعدہ یہ ہے کہ وہ شرک سے بچنے والے اپنے بندوں کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ اس حدیث کو
آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا
اسلئے اسکی شکرگذاری میں انسان کو لازم ہے کہ وہ خالص اللہ کی عبادت کرے اور اسکی عبادت میں دوسروں کو شریک نہ
ٹھہراوے لیکن دنیا میں بہت سے لوگ اس شکرگذاری کے رستہ کو بھولے ہوئے ہیں۔ بعضوں نے تو سوا اللہ کے اوروں کو
اپنا معبود بنا رکھا ہے بعضے بدعت میں گرفتار ہیں جس سے انکا عبادت کا طریقہ حکم الٰہی کے موافق نہیں ہے بعضے دنیا کے
دکھاوے کے لئے عبادت کرتے ہیں جو بالکل رائگاں ہے۔ یہ سب کچھ اسلئے ہے کہ ان لوگوں کے دل میں آخرت کے عذاب
و ثواب کا یا تو یقین ہی نہیں ہے یا ہے تو پورا نہیں ہے اسواسطے جنکو آخرت کا یقین نہیں وہ تو آخرت کے بالکل منکر ہیں
اور ادھورے یقین والے ریاکاری اور بدعت میں گرفتار ہیں ملت قوم لا یؤمنون باللہ وھم بالآخرۃ ھم کافرون سے مقصود
یہاں عزیز مصر اور اسکی قوم ہے کہ انہی لوگوں میں یوسف علیہ السلام چھوٹے سے بڑے ہوئے اور انہیں لوگوں کے شرک سے آپ بیزار تھے

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ
اے رفیقو بندی خانے کے بھلا کئی معبود جدا جدا بہتر یا اللہ اکیلا زبردست کچھ نہیں پوجتے ہو سوائے اسکے مگر نام
اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا
ہیں کہ رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے انکی کوئی سند حکومت نہیں ہے کسی کے سوائے اللہ کے
اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
اسنے فرمادیا کہ نہ پوجو مگر اسی کو یہی ہے راہ سیدھی پر بہت لوگ نہیں جانتے

یوسف علیہ السلام نے کفر کی مذمت اور توحید کا حال اور خداوند جل جلالہ کے اوصاف بیان کرکے یہ نصیحت فرمائی
کہ اے میرے قید کے مصاحبو ذرا غور کرو کہ یہ بت پرستی بہتر ہے یا حق پرستی اور یہ تمہارے کئی جدا جدا معبود اچھے ہیں
یا وہ خدائے برتر کہ جو اپنی ذات اور صفات میں اکیلا اور ساری خدائی میں اسی کا بول بالا ہے اسکے قہر کے آگے کسی کی کچھ
نہیں چل سکتی پھر فرمایا کہ تم جو ان بتوں کی پرستش کرتے ہو اسکی پوری سند نہیں ہے یہ بت تو تمہارے جعلی معبود ہیں تم نے
اور تمہارے باپ دادا نے پتھر کی مورتیں تراش کر انکے جدا جدا نام رکھ چھوڑے ہیں اور اوسی کو پوجنے لگے ہیں ورنہ انمیں
کوئی طاقت اور کوئی قدرت نہیں ہے جو معبود بننے کے لائق ہو سکیں اگر سارے جہاں کو پیدا کیا ہے تو اوسی اللہ نے اور اگر
حکومت اور قبضہ سارے جہان پر ہے تو وہ فقط اس اللہ جل شانہ کا ہے اس میں کسی غیر کی شرکت نہیں ہے اس بنا پر
اگر پرستش کے لائق ہے تو وہی ہے اور تم بھی ایسے سے خبردار ہو جاؤ کہ اوسی کو اکیلا جانو اور اسی کی خالص بندگی کرو
کیونکہ یہی دین مستقیم ہے اور اسی کا نام صراط مستقیم ہے جو شخص اس راہ سے ذرا بھی ورے پرے ہوا تو شیطان کا

تسلط اس پر ہو جاویگا اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے ہیں اور اسی سبب سے گمراہی اور شرک و کفر میں مبتلا رہتے ہیں
صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پچھلے زمانے میں کچھ نیک
لوگ مر گئے تھے جنکے مرجانے کا رنج و غم انکے رشتہ داروں اور معتقدوں کے دلوں پر بہت تھا شیطان نے موقع پاکر ان
لوگوں کو یہ بہکایا کہ ان نیک لوگوں کی شکل کے بت بنا کر رکھ لئے جاویں تاکہ ان بتوں کے دیکھ لینے سے ان نیک لوگوں کی
صورت آنکھوں کے سامنے رہے اور اس تدبیر سے ان نیک لوگوں کی صورتوں کے آنکھوں کے سامنے سے اٹھ جانے
کا رنج و غم کچھ کم ہو جاوے۔ شیطان کے بہکانے سے ان لوگوں نے وہ بت بنائے اور رفتہ رفتہ ان بتوں کی پوجا
ہونے لگی جو آجتک چلی آتی ہے ہشام بن محمد کلبی مفسر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ نیک لوگ قابیل بن آدم کی اولاد
میں سے تھے اور اسی زمانے میں یہ مورتیں بنائی گئیں اور ادریس علیہ السلام کے نبی ہونے کے زمانے میں ان مورتوں
کی پوجا ہونے لگی پہلے ادریس علیہ السلام اور پھر حضرت ادریس کے بعد نوح علیہ السلام اسی بت پرستی کے مٹانے کو
نبی ہو کر آئے اور رفتہ رفتہ اسی مورت پرستی کی شاخیں ستارہ پرستی آتش پرستی وغیرہ نکل آئیں حاصل کلام یہ ہے
کہ یہ سب پوجائیں دین الٰہی سے الگ لوگوں کی گھڑی ہوئی باتیں اللہ تعالیٰ کو ایسی ناپسند ہیں کہ انکے وبال میں نوح علیہ السلام سے
لیکر فرعون تک بہت سی قوموں کو اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا اسی واسطے ان پوجاؤں کو بے سند اور توحید
کو سیدھی راہ فرمایا یہ ہشام بن محمد اگرچہ حدیث کی روایت میں معتبر نہیں ہیں لیکن تاریخ میں انکا اعتبار ہے یہ ۲۰۶ھ کے علما میں ہیں
حافظ عبدالرحمن ابن جوزی نے اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں انکے قول کا جگہ جگہ حوالہ دیا ہے۔

منزل ۳

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ

اے رفیقو بندی خانے کے ایک جو ہے تم دونوں میں سو پلاویگا اپنے خاوند کو شراب اور دوسرا جو ہے سو سولی چڑھیگا پھر کھاوینگے جانور

مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝

اسکے سر میں سے فیصل ہوا کام جس کی تحقیق تم چاہتے تھے

ساقی اور نان بائی اور بادشاہ مصر ان تین کافر شخصوں کے خواب اور تعبیر کا ذکر ان آیتوں اور آگے کی آیتوں میں آچکا ہے اور
کسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ کافر مشرک یا فاسق فاجر شخصوں کے سب خواب جھوٹے ہوتے ہیں اسی واسطے
صحیح مذہب علمائے اہل سنت کا یہی قرار پایا ہے کہ اہل اسلام نیک لوگوں کا خواب اکثر صحیح ہوتا ہے اور کافر مشرک فاسق
فاجر لوگوں کا خواب بھی کبھی کبھی صحیح ہوتا ہے اور صحاح کی کتابوں میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس اور
مسند امام احمد وغیرہ میں حضرت عائشہ کی حدیثیں جو ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات کے
وقت خاص اہل اسلام کو خوشخبری دی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد نبوت اور وحی تو ختم ہو گئی لیکن اہل اسلام کا خواب
غیب کی خبر معلوم ہونے کا ایک ذریعہ ہے جو میرے بعد بھی باقی رہے گا ان حدیثوں اور ان آیتوں کو ملا کر علماء نے

یہی مطلب نکالا ہی کہ اہل اسلام نیک لوگوں کے خواب اکثر سچے ہونگے اور کافر مشرک فاسق فاجر لوگوں کے خواب کبھی کبھی
سچے ہوں گے کیونکہ سوا انبیا کے اور سب کے خوابوں میں شیطان کے بہکاوے اور غلطی کے ڈالنے کا دخل اگرچہ موجود ہو
مگر کافر مشرک فاسق فاجر لوگ شیطان کی مرضی کے موافق کام کرتے رہتے ہیں اسلئے انکے ہر کام اور انکی ہر بات میں
شیطان کا دخل بہ نسبت اہل اسلام کے زیادہ ہی اور ذکر الٰہی کے سبب سے نیک اہل اسلام پر شیطان کا غلبہ کم ہی بعضے
لوگوں نے فقط خواب کے ذکر کی ان حدیثوں سے الہام کا انکار جو کیا ہی اس کا جواب حافظ ابن حجر اور اور علما نے یہ دیا ہی
کہ خواب تو عام اہل اسلام دیکھ سکتے ہیں اور الہام خاص خاص اللہ کے بندوں کو ہوتا ہی اسواسطے عام اہل اسلام کے ذکر کیوقت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط خواب کا تذکرہ فرمایا ہی اور الہام کا ذکر خاص طور پر جدا فرمایا ہی چنانچہ صحیحین کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی
حدیث میں فرمایا ہی کہ پہلی امتوں میں صاحب الہام لوگ گذرے ہیں اگر اس امت میں بھی صاحب الہام لوگ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کو فرمایا کہ ضرور صاحب الہام ہیں غرض خواب کی حدیث جدا ہی اور الہام کی حدیث جدا ہی ایک حدیث کے مطلب سے دوسری
صحیح حدیث کا انکار ایک بڑی غلطی ہی مصنف ابن ابی شیبہ تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جریر میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا
قول ہی کہ یوسف علیہ السلام نے جب نان بائی کے سولی پر چڑھائے جانے کی تعبیر بیان کی تو ساقی اور نان بائی دونوں اپنے
خوابوں کے منکر ہوگئے اسی کا جواب یوسف علیہ السلام نے یہ دیا قضی الامر الذی فیہ تستفتیان جس کا مطلب یہ ہی کہ جو خواب
تم دونوں نے بیان کرکے انکی تعبیر پوچھی تھی اب جب انکی تعبیر بیان کی جا چکی تو اسکے موافق ظہور ضرور ہوگا اب خواب کے
انکار کرنے سے وہ تعبیر ٹل نہیں سکتی جھوٹا خواب بنانا بڑے وبال کی بات ہی چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن
عباس رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی اور مستدرک حاکم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوف و مرفوع روایتیں ہیں جن میں اسکا ذکر تفصیل سے ہی

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِنْهُمَا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ

اور کہہ دیا اسکو جسکو اٹکل کیا تھا کہ بچیگا ان دونوں میں میرا ذکر کریو اپنے خاوند پاس سو بھلا دیا اسکو شیطان نے ذکر کرنا

فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ

اپنے خاوند سے پھر رہ گیا قید میں کئی برس

یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتلا کر ساقی سے یہ کہا کہ تو اپنے بادشاہ سے میرا ذکر کیجیو کہ قید خانہ میں ایک غلام مظلوم بھی
مقید ہی اور پانچ برس اسکو قید میں گذر چکے وہ خواب کی تعبیر بہت اچھی بیان کرتا ہی مگر جب ساقی قید سے باہر نکلا تو
شیطان نے اوسے بھلا دیا اور اوس نے یوسف علیہ السلام کا تذکرہ اپنے بادشاہ کے
سامنے نہ کیا اور یوسف علیہ السلام اور تھوڑے عرصہ تک قید میں رہے مجاہد و محمد بن اسحاق وغیرہ نے فانسہ الشیطان الآیۃ کی
یہی تفسیر بیان کی ہی جو اوپر بیان کی گئی مگر اکثر مفسرین نے یہ تفسیر بیان کی ہی کہ یوسف علیہ السلام کو شیطان نے خدا کی یاد بھلا دی
خدا کا بھروسہ چھوڑ کر اونھوں نے ساقی سے یہ بات کہی کہ تو اپنے بادشاہ سے کہنا اس طرح پر ایک شخص جیل خانہ میں قید ہے

اِس بات پر یوسف علیہ السلام چند عرصہ تک اور قید میں رہے۔ بضع سنین کے معنے مجاہد و قتادہ نے یہ بیان کئے ہیں کہ تین سے
نو تک بضع سنین ہے وہب بن منبہ کا قول ہے کہ حضرت ایوبؑ بلا میں اور حضرت یوسفؑ زندان میں اور بخت نصر عذاب
میں سات سات برس رہے ضحاک کہتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کل چودہ برس قید میں رہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بارہ برس رہے
مصنف ابن ابی شیبہ و زوائد مسند عبد اللہ بن احمد اور تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت
یوسف علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تجھکو قتل سے کس نے بچایا جب تیرے بھائیوں نے تیرے مار ڈالنے کا ارادہ کیا تھا حضرت
یوسفؑ نے کہا اے رب تو نے پھر پوچھا کہ جب تیرے بھائیوں نے تجھ کو کنوئیں میں ڈال دیا تو کس نے تجھے
نکالا حضرت یوسفؑ نے کہا اے رب تو نے پھر پوچھا کہ جب عزیز مصر کی عورت نے بدکاری کا ارادہ کیا تو کس نے
اسکے ہاتھ سے تجھے نجات دی فرمایا کہ اے رب تو نے اسپر اللہ پاک نے فرمایا کہ پھر کس طرح تو مجھکو بھول گیا اور آدمی پر بھروسہ کیا
حضرت یوسفؑ نے کہا کہ گھبراہٹ میں یہ بات زبان سے نکل گئی فرمایا کہ مجھے اپنی عزت کی قسم ہے کہ چند سال اور میں تجھکو قید
خانہ میں رکھوں گا چنانچہ سات برس وہ قید میں اور رہے۔ طبرانی تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت
ہے کہ یوسف علیہ السلام ساقی سے اذکرنی عند ربک نہ کہتے تو اور زیادہ قید میں نہ رہتے اگرچہ اِس حدیث کی سند میں سفیان بن
وکیع اور ابراہیم بن زید یہ دو راوی ضعیف ہیں لیکن انسؓ بن مالک کی حدیث جو اوپر گزر چکی اوس سے اِس روایت کو تقویت
ہو جاتی ہے کیونکہ اُس حدیث کی ابن ابی حاتم کی سند معتبر ہے علاوہ اِسکے تفسیر ابن ابی حاتم میں اسی مضمون کی ایک حدیث
ابوہریرہؓ کی روایت سے بھی ہے یہ ایک جگہ گزر چکا ہے کہ تفسیر ابن ابی حاتم میں صحت روایت کی پابندی بہ نسبت تفسیر ابن جریر و مستدرک حاکم کے زیادہ ہے

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنْبُلَاتٍ

اور کہا بادشاہ نے میں خواب میں دیکھتا ہوں سات گائیں موٹی اونکو کھاتی ہیں سات دبلی اور سات بالیں ہری

خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ

اور دوسری سوکھی اے دربار والو تعبیر کہو مجھ سے میرے خواب کی اگر ہو تم خواب کی تعبیر کرتے

دنیا عالم اسباب ہے ہر مقصد کے پورا ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی سبب دنیا میں پیدا کیا ہے مگر یہ بات اللہ تعالیٰ ہی جانتا
ہے کہ کس سبب سے کونسا مقصد پورا ہوگا ساقی اور نان بائی کے خواب کی تعبیر جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بتلائی تھی تو
حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں یہ خیال گذرا تھا کہ شاید ساقی کا قید سے چھوٹنا حضرت یوسف کی بھی رہائی کا سبب
قرار پا دیگا اِس لئے ساقی سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ جب تو قید خانہ سے چھوٹ کر بادشاہ کے پاس جاوے
تو میرا ذکر بھی بادشاہ سے کیجیو لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں ساقی کا قید سے چھوٹنا اِس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی
کا پورا سبب قرار نہیں پایا تھا بلکہ سات برس کے بعد مصر کے بادشاہ کا خواب اور اِس ساقی کا حضرت یوسف علیہ السلام
کا حال بادشاہ سے بیان کرنا یہ سب باتیں ملکر علم آلہی میں حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا سبب قرار پائی تھیں جب

علم الٰہی کے موافق جو سبب تھا اوس کا وقت آگیا تو ریان بن ولید بادشاہ مصر نے یہ خواب دیکھا جس کا ذکر اس آیۃ میں ہی اور
اس خواب سے وہ ڈر گیا اور اپنے شہر کے جادوگروں اور کاہنوں اور عقلمندوں سب سے اس خواب کی تعبیر پوچھی اور وہ سب
اس خواب کی تعبیر بتلانے سے عاجز آگئے اسی چرچے سے سات برس کی بھولی ہوئی بات ساقی کو یاد آئی اور اوسنے بادشاہ سے
حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا اور جیل خانہ میں آنکر حضرت یوسف علیہ السلام سے بادشاہ کا خواب بیان کیا اور حضرت
یوسف علیہ السلام نے اوس خواب کی تعبیر ایسی بتلائی کہ بادشاہ اور سب اہل مصر دنگ ہو گئے غرض اوس مسبب الاسباب کو جب
کوئی کام منظور ہوتا ہی تو اسی طرح غیب سے سبب کھڑے ہو جاتے ہیں نہیں تو بنتے ہوئے سبب بگڑ جاتے ہیں۔ بادشاہ کے
خواب کی تاریخ سے سات برس کے بعد سات برس کا قحط پڑنے کو تھا اسلئے سات موٹی گائیں اور ہری بالیں خواب کے بعد
کی اچھی پیداوار کے سات سال ہیں اور دبلی گائیں اور سوکھی بالین قحط کے سات سال ہیں اور خواب کا حاصل یہ ہی کہ قحط کے
سات برس میں کوئی چیز پیدا نہ ہوگی بلکہ اچھی پیداوار کے سات برس میں جو کچھ پیدا ہوا تھا وہ سب سات برس کے قحط
میں صرف ہو جاویگا۔ انی اری کا مطلب یہ ہی کہ مینے خواب میں دیکھا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ کی حدیث ہے
جس کا حاصل یہ ہی کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کڑے ڈال دئے گئے تھے جسکی
تاویل آپ نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کذاب کی فرمائی۔ مرد کو سونے کے کڑوں کا استعمال جس طرح بے محل ہی اسیطرح
جھوٹے شخص کی باتیں بھی بے محل ہوتی ہیں اس مناسبت کے سبب سے دو جھوٹے شخصوں کی مثال خواب میں سونے
کے دو کڑوں سے سمجھائی گئی اسیطرح کی مناسبت بادشاہ مصر کے اس خواب میں ہی کہ موٹی گائیں اور ہری بالین اچھی
پیداوار کے زمانہ کی مثال ہی اور دبلی گائیں اور سوکھی بالین قحط کے زمانے کی مثال ہی۔ خواب کی تعبیر کے وقت اس مناسبت
کو سمجھنا ضروری ہی اس لئے ناسمجھ آدمی کے روبرو خواب کا بیان کرنا منع ہی چنانچہ ترمذی میں ابوہریرہؓ کی صحیح حدیث ہی
جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواب سمجھدار اور خیرخواہ شخص ہی سے بیان کیا جاوے سو ایسے شخص کے اور کسی سے نہ بیان کیا جاوے۔

قالوا اضغاث احلام وما نحن بتاويل الاحلام بعلمين ۝ وقال الذي نجا منهما وادكر بعد
بولے یہ اڑتے خواب ہیں اور ہمکو تعبیر خوابوں کی معلوم نہیں اور بولا وہ جو بچا تھا اُن دونوں میں اور یاد کیا مدت
امة انا انبئكم بتاويله فارسلون ۝ يوسف ايها الصديق افتنا في سبع بقرت سمان
کے بعد میں بتاؤں تم کو اسکی تعبیر سو تم مجھکو بھیجو جاکر کہا اے یوسف اے سچے حکم دے ہمکو اس خواب میں سات گائیں موٹی
ياكلهن سبع عجاف وسبع سنبلت خضر واخر يبست لعلي ارجع الى الناس
انکو کھاویں سات دبلی اور سات بالیں ہری اور دوسری سوکھی کہ مین لیجاؤں لوگوں پاس شاید انکو
لعلهم يعلمون ۝ قال تزرعون سبع سنين دابا فما حصدتم فذروه في سنبله الا قليلا مما
معلوم ہو کہا تم کھیتی کروگے سات برس لگ کر سو جو کاٹو اسکو چھوڑ دو اسکے بال میں مگر تھوڑا جو

تَأْكُلُونَ ۝ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ ۝

کھاتے ہو پھر آوینگے اُسکے پیچھے سات برس سختی کے کھا جاوین جو رکھا تم نے اُنکے واسطے مگر تھوڑا جو روک رکھوگے

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ۝

پھر آویگا اِس پیچھے ایک برس اُس میں مینہہ پاینگے لوگ اور اُس میں رس نچوڑینگے

ع ۱۲

اوپر کی آیۃ میں یہ بات بیان ہوچکی ہی کہ بادشاہ مصر نے ایک خواب دیکھا تھا کہ سات گائیں موٹی موٹی ہیں جنکو سات گائیں دبلی دبلی کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری ہری ہیں جنکو سوکھی بالیں کھا گئیں جسکی تعبیر اپنے اہل دربار اور کاہنوں سے اوسنے دریافت کی تھی اون لوگوں نے بادشاہ کے سوال کا یہ جواب دیا کہ یہ خواب آپکا محض خیال ہی جسکی تعبیر ہمارے علم و قیاس سے باہر ہے ہم کچھہ نہیں تبلا سکتے غرض اونھوں نے یہ نہیں کہا کہ اِس خواب کی تعبیر ہی نہیں ہی بلکہ یہ کہا کہ وما نحن بتاویل الاحلام بعٰلمین جس کا مطلب یہ ہی کہ ہمیں اِس قدر علم نہیں ہی کہ اسکی تعبیر بیان کریں اور مطلب اِس گفتگو سے انکا یہ تھا کہ پادشاہ کا خیال پلٹ دیں کہ وہ اِس خواب کی تعبیر کے درپے نہ ہو مگر اُسوقت ساقی نے جو قید سے چھوٹ کر آیا تھا یوسف علیہ السلام کی بات یاد کی اب تک وہ بھولا ہوا بیٹھا تھا شیطان نے اُسکو بھلا دیا تھا اب اتنے عرصہ کے بعد جب بادشاہ کے خواب کی تعبیر کا تذکرہ آیا تو اُسنے کہا کہ مجھے بھیجدو لوگوں نے اِس سے کہا کہ جا کہاں جانا چاہتا ہی یہ جیل خانہ گیا اور وہاں آکر یوسف علیہ السلام کو صدیق کہہ کر پکارا کیونکہ یوسفؑ کی راستبازی اسپر اچھی طرح ظاہر ہوچکی تھی قید میں بھی کبھی انکو جھوٹ بولتے نہیں سنا تھا اور اُسکے خواب کی تعبیر بھی جو کچھہ تبلائی تھی وہ بالکل صحیح صحیح نکلی اِس میں کچھہ فرق نہ ہوا اور یہ دوسرے شخص کے خواب کی تعبیر پوچھنے آیا تھا اِسلئے اوسنے کہا کہ مجھے اِس باب میں فتویٰ دیں کہ سات گائیں موٹی موٹی کو سات گائیں دبلی دبلی کھاتی ہیں اور سات بالیں ہرے ہرے اور دوسرے خشک اون ہرے بالوں کو کھاتی ہیں اگر آپ اِسکی تعبیر تبلاوینگے تو میں واپس جاکر لوگوں میں اُس تعبیر کو بیان کردوں گا جس سے آپکا فضل و علم ظاہر ہوگا اور لوگوں پر آپکی قدر و منزلت روشن ہوگی یوسف علیہ السلام نے اُس ساقی سے اِس بات کا کوئی تذکرہ نہیں کیا کہ تجھے اتنی مدت کے بعد میں یاد آیا اور اتنے عرصہ تک تو بالکل بے خبر رہا کیونکہ انکو قید خانہ سے نکلنے کی فکر تھی اِس خیال سے جلدی اوس خواب کی تعبیر تبلادی فرمایا کہ سات گائیں موٹی موٹی سے مطلب یہ ہی کہ سات برس میں جو کچھہ کھیتی کرو اور غلہ پیدا ہو اوس میں سے بقدر ضرورت اپنے اور جانوروں کے کھانے کے لیلو اور باقی اناج کو بدستور بال میں رکھہ چھوڑو اگر بال سے جدا کروگے تو گھن لگ جانے کا اندیشہ ہی پھر تم اور تمہارے جانور بھوک کے مارے مرجاینگے کیونکہ پھر سات برس تک لگاتار قحط پڑیگا پھر اُسوقت تمہارا کل اندوختہ تمہارے کام آئیگا اور جو کچھہ تمنے جمع کر رکھا ہوگا وہ کھاؤگے کچھہ باقی نہیں رہیگا بیج کے لئے جو غلہ رکھہ چھوڑتے ہیں وہ نور ہیگا باقی سب کھا کر بیٹھہ رہوگے غرضکہ خواب کی تعبیر کے ساتھہ ساتھہ تدبیر بھی تبلاتے گئے پھر فرمایا کہ اِس سات سال کی قحط سالی کے بعد ایک سال ایسا مینہہ برسیگا کہ ساری زمین تر ہوجائے گی اور سارے شہر سیراب ہوجائیں گے اور اچھا اناج و میوہ پیدا ہوجائے گا

منزل ۳

اور لوگ اپنی عادت کے موافق انگور تل وغیرہ اچھی طرح نچوڑیں گے اور بعض مفسروں نے یہ بھی کہا ہے کہ لوگوں کے جانور خوراک وچارہ پاکر ایسے توانا ہونگے کہ دودہ زیادہ دیں گے یعصرون میں دودہ کا دوہنا بھی داخل ہے اسواسطے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یعصرون کے معنے یحلبون بیان کئے ہیں مطلب یہ ٹہرا کہ اس سال لوگ گذشتہ کال کی سختیوں سے نجات پائیں گے اور ہر شخص مرفہ الحال ہوجائے گا۔ سات سال کے قحط کے بعد یہ آٹھویں سال کا حال بادشاہ کے خواب کی تعبیر سے الگ ہے مصر کے لوگوں کی تسکین کے طور پر یہ آٹھویں سال کا ذکر بھی یوسف علیہ السلام نے فرمادیا۔ صحیح مسلم میں جابرؓ بن عبداللہ سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص نے خواب دیکھا کہ اس کا سر کسی نے کاٹ ڈالا جب اس خواب کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آیا تو آپ نے فرمایا کہ سوتے میں شیطان آدمی کو ایسی باتوں سے ڈرایا کرتا ہے ایسے خواب کا کسی سے ذکر نہیں کرنا چاہیئے یہ حدیث اضغاث احلام کی گویا تفسیر ہے لیکن اصلی خواب اور اس طرح کے اڑتے ہوئے خواب میں فرق پیدا کرنے کے لئے بڑی سمجھ درکار ہے ورنہ ایسی غلطی پڑجاتی ہے جس طرح بادشاہ مصر کے اہل دربار نے بادشاہ کے اصلی خواب کو اڑتے ہوئے خوابوں میں کا ایک خواب تبلادیا جس طرح آدمیوں کی جماعت کو امتہ کہتے ہیں اسی طرح دنوں کے مجموعہ کو بھی امتہ کہتے ہیں اسیلئے بعدامت کا ترجمہ شاہ صاحب نے مدت کے بعد فرمایا ہے۔ داب کے معنے عادت کے ہیں مطلب یہ ہے کہ پہلے سات برس عادت کے موافق اچھی طرح کھیتی کرنی چاہیئے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ

اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اسکو میرے پاس پہر جب پہنچا اس پاس بہیجا آدمی کہا پہر جا اپنے خاوند پاس اور پوچھ اس سے کیا حقیقت ہے ان

أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدتُّنَّ يُوسُفَ عَن نَّفْسِهِ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ

عورتوں کی جنہوں نے کاٹے ہاتھ اپنے میرا رب تو انکا فریب سب جانتا ہے کہا بادشاہ نے عورتوں کو کیا حقیقت ہے تمہاری جب تم نے پھسلایا یوسف کو اسکے جی سے بولیاں

مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِن سُوءٍ ۚ قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝

حاشاللہ ہمکو معلوم نہیں اسپر کچھہ برائی بولی عورت عزیز کی اب کہل گئی سچی بات میں نے پھسلایا تہا اسکو اسکے جی سے اور وہ سچا ہے

منزل ۳

جب ساقی نے بادشاہ کی حضور میں یوسف علیہ السلام کی تعبیر کا حال بیان کیا تو بادشاہ مصر کو وہ تعبیر بہت پسند آئی اور یوسف علیہ السلام کے علم وفضل کو اسنے بخوبی پہچان لیا اور جان لیا کہ یہ شخص نہایت ہی صاحب کرامات ہے اسیلئے پہر بادشاہ نے اپنا قاصد یوسف علیہ السلام کے بلانے کیواسطے بھیجا کہ انکو قیدخانہ سے نکال کر میرے دربار میں لاؤ جب قاصد یوسفؑ کے پاس پہونچا تو آپ نے قیدخانہ کے نکلنے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک بادشاہ اس بات کی تحقیق نکرلے کہ میں بے جرم قیدخانہ میں داخل ہوا ہوں اور جو تہمت مجھپر لوگوں نے دہری ہے اس سے جب تک میں بری نہ ثابت ہولوں اور جب تک بادشاہ یہ بات بھی خوب اچھی طرح نہ جان لے کہ عزیز مصر کی بی بی نے مکروفریب کرکے مجکو زبردستی قید کرایا اسوقت تک میں قیدخانہ سے ہرگز نہ نکلوں گا اسی بنا پر یوسفؑ نے یہ بات کہی کہ پہلے اون عورتوں ہی سے اس بات کو دریافت کرنا چاہیئے جن

عورتوں کو میرے معاملے میں دخل ہی جنکے سبب سے اون عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے چنانچہ بادشاہ مصر نے اون عورتوں کو جمع کرکے یہ بات پوچھی کہ یہ کیا معاملہ ہی جب تم نے یوسفؑ پر اپنی خواہش ظاہر کی تھی کس طرح ہوا اور کیا ہوا اسوقت عورتون نے ایک زبان ہوکر جواب دیا کہ حاش للہ یہ بات ہرگز نہیں ہی کہ یوسف کے دل میں کوئی برائی ہو وہ نہایت ہی پارسا آدمی ہیں اور عزیز مصر کی عورت زلیخا نے بھی یہ بات کہی کہ اب حق بات ظاہر ہوگئی غرض اس دریافت سے بادشاہ کو کل حقیقت کی اطلاع ہوگئی کہ یوسف کی اس میں کچھ خطا نہیں ہی اور وہ بالکل سچے ہیں قصور فقط زلیخا کا ہی کہ اُسنے یوسف علیہ السلام سے بدفعلی چاہی اور یوسف علیہ السلام اس بات میں سچے ہیں کہ اُنھون نے زلیخا کا کہنا نا مانا اس لئے زلیخا کو آپ اپنے قصور کا اقرار ہی ان ربی بکیدہن علیم۔ اس کا مطلب یہ ہی کہ اگرچہ اللہ کے علم سے کوئی بات باہر نہیں ہی اُسکو خوب معلوم ہی کہ اس معاملہ میں سر تا پا عورتوں کے مکروفریب سے مجھپر یہ الزام قائم ہوا ہی جس سے میں بالکل بری ہوں لیکن دنیوی دریافت سے بادشاہ و وزیر کو بھی میری بے قصوری کا حال معلوم ہوجاوے تو اچھی بات ہی معتبر سند سے مسند امام احمد مستدرک حاکم تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جریر میں ابوہریرہؓ سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوسف علیہ السلام کے اس صبر و تحمل کی تعریف فرماکر یہ فرمایا ہی کہ اس موقع پر میں ہوتا تو بادشاہ کے قاصد کے ساتھ شاید فوراً چلا جاتا اور عورتون کے مکروفریب کی دریافت تک قید خانہ میں نہ رہتا ایسے سخت موقع پر یوسف علیہ السلام نے جو صبر و تحمل کیا اُسکے قابل اجر عظیم ہونے کی یہ حدیث گویا تفسیر ہی مسند امام احمد کی سند میں ایک راوی محمد بن عمرو بن علقمہ کو اگرچہ بعضے علما نے ضعیف قرار دیا ہی لیکن ابن معین نے محمد بن عمرو کو ثقہ کہا ہی اور نسائی نے اُسکو معتبر ٹھہرایا ہی اسی واسطے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی کیونکہ نسائی کا کسی راوی کو معتبر ٹھہرانا اکثر علما کے نزدیک بہت قابل قدر ہی کسی قدر اختصار کے ساتھ یہ حدیث ابوہریرہ کی روایت سے صحیح بخاری و مسلم میں بھی ہی۔

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ۝

یوسف نے کہا اتنا اسواسطے کہ وہ شخص معلوم کرے کہ میں نے چوری نہیں کی اسکی عزیز کی چھپکر اور یہ کہ اللہ نہیں چلاتا فریب دغا بازون کا

منزل ۳

بعضے مفسرین نے اس مقولہ کو زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہی اور مطلب اُس کا یہ بتلایا ہی کہ بادشاہ کے روبرو جب زلیخا نے حضرت یوسف کے بے گناہ ہونے کا اور اپنے تقصیروار ہونے کا اقرار کرلیا تو اُس وقت عورتوں سے زلیخا نے یہ بات کہی کہ یہ اقرار میں نے اسواسطے کرلیا کہ میرا خاوند جان جاوے کہ میں نے زیادہ کوئی بدفعلی نہیں کی ہان نفس کی شامت سے بدفعلی چاہی تھی مگر حضرت یوسف کے انکار کے سبب سے اُسکا موقع نہیں آیا اور جن مفسرین نے اس مقولہ کو حضرت یوسف کا مقولہ ٹھہرایا ہی نہ زلیخا کا مقولہ ٹھہرانے والوں نے یہ اعتراض کیا ہی کہ اول تو حضرت یوسف ان باتوں کے وقت بادشاہ کے پاس موجود نہیں تھے بلکہ اُسوقت تک قید میں تھے دوسرے قرآن شریف میں اوپر سے عورتون کی باتون کا ذکر آرہا ہی بلاتعلق یہ مقولہ حضرت یوسف کا یہان کیونکر آسکتا ہی لیکن اس مقولہ کو زلیخا کا مقولہ ٹھہرانا تکلف سے خالی نہیں

کیونکہ زلیخا اسوقت تک مسلمان نہ تھین پھر پیغمبر اسلام کے بت پرستون کے منہ سے اور خصوصاً بت پرست عورتون کے منہ سے ایسی باتون کا نکلنا عادت کے خلاف ہی کہ نفس امارہ برا ہی اللہ جسپر رحم کرے وہی نفس امارہ کی بدی سے بچ سکتا ہی اور بیر اللہ غفور الرحیم ہی بلکہ ان کلمون سے تو خود نبوت کی بو آتی ہی رہی یہ بات کہ حضرت یوسف علیہ السلام اسوقت بادشاہ کے پاس کہان تھے جو انھون نے بادشاہ سے یہ بات کہی اس کا جواب یہ ہی کہ یہ کون کہتا ہی کہ حضرت یوسف ع نے یہ بات بادشاہ سے کہی بلکہ جب وہ ساقی جو قید سے چھوٹا تھا دوسری دفعہ بادشاہ کے پاس سے قید خانہ مین حضرت یوسف کے پاس آیا اور اُسنے کہا کہ بادشاہ نے عورتوں سے دریافت و تحقیقات کر لی اور تمہاری برات عورتوں اور خود زلیخا کے بیان سے ثابت ہو چکی چلو اب بادشاہ نے تم کو پھر بلایا ہی اُس وقت یوسف علیہ السلام نے ساقی سے یہ بات کہی کہ مینے تجھکو دوبارہ بادشاہ کے پاس بھیجکر یہ تحقیقات اسواسطے کرائی کہ میری برأت ثابت ہو جائے اور مفت کا الزام جو مجھپر لگا تھا وہ جاتا رہی اب نبوت کی شان نے جوش کیا اور خیال آیا کہ اپنی پارسائی کو مینے اتنی شہرت کیون دی اسپر کہ فرمایا کہ مین اپنی جان کو پارسا نہیں گنتا غرض اس صورت مین حضرت یوسف کے اس مقولہ کا آپکے پہلے اس کلام سے کہ ساقی تو پھر دوبارہ بادشاہ کے پاس جا اور عورتوں سے میرا حال دریافت اور تحقیقات کرنیکو بادشاہ سے کہدے پورا تعلق موجود ہی اور شان کلام سے یہ بات بھی اچھی طرح نکلتی ہی کہ یہ کلام ایک بت پرست عورت کا نہین ہی بلکہ ایک نبی وقت کا کلام ہی اور کوئی اعتراض بھی باقی نہیں رہتا۔ حاصل کلام یہ ہی کہ ان وجوہات کے سبب سے امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس اُنکے شاگرد مجاہد قتادہ اور اکثر سلف یہی کہتے ہیں کہ یہ قول یوسف علیہ السلام کا ہی زلیخا کا نہیں ہی صحیح بخاری و مسلم مین عمران بن حصین سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا کسی نے شرم و حیا کر کے اپنے آپکو گناہ سے بچایا اُس کا انجام ہر طرح بخیر ہے۔ یوسف علیہ السلام کے حال کی حدیث گویا تفسیر ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالی سے شرما کر یوسف علیہ السلام نے اپنے آپکو برے کام سے جو روکا تو علاوہ عقبی کے اجر کے دنیا مین بھی ہر طرح سے انکا انجام بخیر ہوا عزیز مصر کے مرجانے کے بعد زلیخا سے انکا نکاح ہو گیا بادشاہ مصر کی نظر مین انکی توقیر سما گئی تمام مصر پر وہ حکومت کرنے لگے۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ۚ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

اور مین پاک نہیں کہتا اپنے جی کو جی تو سکہاتا ہی برائی مگر جو رحم کیا میرے رب نے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے

اس سے اوپر کی آیۃ مین یہ بات بیان کی جا چکی ہی کہ یوسف علیہ السلام نے ساقی سے یہ بات کہی تہی کہ مین اپنی برأت کی تحقیق کے لئے اسواسطے کہتا ہون کہ عزیز مصر پر یہ بات اچھی طرح ثابت ہو جائے کہ مینے اوس سے پوشیدہ اُسکی بیوی کے ساتھ کوئی خیانت نہیں کی ہی غرض جب یہ ثابت ہو چکا کہ اوپر کی بات یوسف علیہ السلام کی زبانی ہے تو یہ بات بھی اونھون نے ہی کہی کہ باوجود اس بات کے کہ عورتون نے میری پاکبازی کی گواہی دی اور در اصل مین

راستباز بھی ہون مگر پھر بھی میں اپنے آپکو بالکل پاک وصاف نہین سمجھتا کیونکہ نفس ہر وقت انسان کو برائی کا حکم کرتا رہتا ہی اور ہر گھڑی برائی کا راستہ دکھلاتا رہتا ہی مگر ہان جس نفس پر خدا کی مہربانی ہوا ور جسپر خدا رحم کرے وہ ان باتون سے بچارہتا ہی کیونکہ خداوند جل جلالہ غفور رحیم ہی ۔ مسند امام احمد صحیح مسلم اور ابوداؤد میں زینب رضہ بنت ابی سلمہ سے روایت ہی جس میں وہ کہتی ہیں کہ میرا پہلا نام برہ تھا جسکے معنے نیک پارسا کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا وہ نام بدل کر زینب نام رکھا اور فرمایا کہ انسان کی پارسائی کا حال اللہ ہی کو خوب معلوم ہی اسلئے کسی انسان کو اپنی پارسائی کا دعوی زیبا نہیں ہی یوسف علیہ السلام نے پہلی بات کے بعد یہ دوسری بات جو کہی اس حدیث سے اوسکا سبب اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہی یوسف علیہ السلام کے اس قول کا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالی اپنی رحمت سے جس کسی کو شیطان اور نفس کے پھندے سے بچادے وہی بچ سکتا ہی ورنہ انسان کو پارسائی کا دعوی نہیں پہونچتا ۔ گناہوں کے للچانے والے نفس کو امارہ اور گناہون پر ملامت کرنے والے کو لوامہ اور گناہون سے بچنے والے کو مطمئنہ کہتے ہیں ۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ۝

اور کہا بادشاہ نے لے آو اسکو میرے پاس میں خالص کر رکھون اسکو اپنے کام میں پھر جب بات چیت کی اس سے کہا سچ تو نے آج

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۝

یوسف نے کہا مجکو مقرر کر ملک کے خزانون پر میں خوب نگہبان ہون خبردار ۔

منزل ۳

ریان بن ولید بادشاہ مصر پر جب یہ بات اچھی طرح ظاہر ہوگئی کہ یوسف علیہ السلام اس تہمت سے بالکل پاک وصاف ہیں اور علاوہ اسکے خواب کی تعبیر سنکر یوسف ع کے علم وفضل سے بھی وہ اچھی طرح آگاہ ہوچکا تھا اسلئے اسنے دربار مین کہا کہ قاصد جا کر انہیں میرے پاس لے آئیں میں انہیں اپنا خاص مصاحب بناؤن گا حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ بادشاہ کے قاصد نے یوسف علیہ السلام سے کہا کہ تم یہ کپڑے قیدخانہ کے اوتار دو اور یہ اچھے اچھے کپڑے جو اپنے ساتھ تمہارے واسطے لیکر آیا ہوں پہن لو اور شاہی دربار میں چلو وہان تمہاری طلب ہو رہی ہی اسوقت قیدخانہ والون نے حضرت یوسف ع کو دعا دی آپنے بھی انہیں دعا دی حضرت یوسف علیہ السلام اسوقت تیس برس کے تھے یوسف علیہ السلام جب بادشاہ کے پاس آئے اور بادشاہ نے آپکو نوعمر دیکھا اور انکا حسن بے نظیر پایا تو بادشاہ نے کہا کہ اسنے میرے خواب کی تعبیر جان لی اور ان ساحر اور کاہنون نے جو بڑے تجربہ کار جہان دیدہ اپنے اپنے علم میں ماہر ہیں میرے خواب کی تعبیر نہ بتلا سکے پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو سب سے بالادست اور آگے بٹھلایا اور خلعت عطا کیا اور ایک سواری آراستہ زین ولگام سے آپکو عنایت کی اور شہر میں ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ یوسف ع اب سے بادشاہ کا خلیفہ ہوگیا اور جب بادشاہ اور یوسف کی گفتگو ہوئی تو بادشاہ نے کہا کہ آج سے تم میرے پاس ایک خاص مصاحب صاحب قدر ومنزلت مقرر کیے گئے اور تمہاری امانت ودیانت مجھپر اچھی طرح ظاہر ہوگئی اس لئے

تم ایں بھی بنائے گئے۔ یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے حضور میں اپنی تقرری کا حال سن کر فرمایا کہ آپ مجھے تمام زمین مصر کی پیداوار کا خزانچی بنا دیجئے اور اوس سب کا اختیار میرے ہاتھ میں دیجئے میں اوس کی پوری پوری حفاظت کروں گا کیوں کہ مجھے اِن سب امور کا علم حاصل ہے علم حساب بھی معلوم ہے یہ بھی خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ کس طرح مال واسباب فراہم کرنا چاہیئے اور کہاں کہاں اسکو اٹھانا چاہئے لوگوں کی بولیاں بھی سمجھتا ہوں ہر شہر کے لغت کا بھی علم مجھے حاصل ہے۔ آگے کی آیۃ وکذلک مکنا لیوسف فی الارض سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے یہ امارۃ کی خواہش اللہ تعالی کے حکم سے خلق کے فائدے کے لئے کی تھی اسلئے صحیح بخاری و مسلم کی عبدالرحمن بن سمرہ کی روایۃ میں امارۃ کی خواہش کی جو ممانعت ہے اُس میں اور یوسف علیہ السلام کی اِس خواہش میں کچھ مخالفت نہیں ہے حدیث میں اِس امارۃ کی ممانعت ہے جو طلب دنیا کے لئے ہو یہ اللہ تعالی کی عطا کی ہوئی امارت طلب دنیا کے لئے نہیں تھی۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ

اور یوں قدرت دی ہم نے یوسف کو اُس زمین میں جگہ پکڑے اُس میں جہاں چاہے پہنچاتے ہیں ہم مہر اپنی جسکو چاہیں

وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

اور ضائع نہیں کرتے ہم نیگ بھلائی والوں کا اور نیگ آخرت کا بہتر ہے اُنکو جو یقین لائے اور رہے پرہیز گاری میں

ع ۱ منزل ۳

بعض مفسرین نے یہاں یہ بات بیان کی ہے کہ شروع میں جو یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی تھی کہ یعقوب علیہ السلام ملک شام میں رہتے تھے اونکی اولاد مصر میں کس طرح پہونچی اور وہاں کے ملک پر قابض ہوئے یہہ اوسی کے جواب میں اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ ہم نے اِس طرح پر یوسف علیہ السلام کو پہلے کنوئیں سے نجات دی اور پھر عزیز مصر کے قبضہ میں آکر قید ہوئے وہاں سے اِس طرح پر اونہیں رہائی دلا کر سارے ملک مصر پر قابض کر دیا تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جریر میں جو سلف کے قول ہیں اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ جب ریان بن ولید بادشاہ مصر نے یوسف علیہ السلام سے پیداوار کا خزانچی ہونے کی درخواست کی تو اُسنے برغبت تمام پذیرا فرما کر اونہیں عزیز مصر کی جگہ پر اپنا وزیر مقرر کیا اور تمام ملکی مالی انتظام اُنکے اختیار میں دیدیا کہ جسطرح چاہیں اور جہاں چاہیں تصرف کریں اور عزیز مصر کو معزول کر دیا عزیز مصر اوسی رات کو فوت ہو گیا اسکے بعد زلیخا اُسکی بیوی کو جسنے یوسف علیہ السلام سے اپنی خواہش ظاہر کی تھی یوسفؑ کے نکاح میں دیا جب یوسفؑ اوس عورت سے ملے تو وہ باکرہ تھی کیونکہ عزیز مصر نامرد تھا عورتوں کے پاس نہیں جاتا تھا زلیخا سے یوسف علیہ السلام کے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک افرائیم بن یوسف دوسرا میشا بن یوسف افرائیم کے فرزند حضرت نون ہوئے جنکے بیٹے یوشع بن نون کہلاتے ہیں اور بیٹی رحمت نامی حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی تھیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ جب یوسف علیہ السلام ملک مصر کی وزارت پر مقرر ہو گئے

تو بار بار بادشاہ مصر کو اسلام کی دعوت کرتے رہے آخر وہ مسلمان ہو گیا اور اسکے ساتھ بہت لوگ مسلمان ہوئے اسی کو اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ ہم جسپر چاہتے ہیں انعام و احسان کرتے ہیں اور جو لوگ نیکو کار ہیں انکا اجر اور انکی نیکی برباد نہیں کرتے ہیں اور ایمان والے اور متقی پرہیزگاروں کے لئے آخرت کا اجر ہے کہ اونہیں دوزخ کی آگ سے بچا کر ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے جنت میں داخل کریں گے جہاں طرح طرح کی نعمتیں اور طرح طرح کی آسائش کا سامان اون لوگوں کے لئے مہیا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی تھوڑی سی جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر ہے۔ ان آیتوں میں بھی کے اجر کو دنیا کی بادشاہت سے جو بہتر فرمایا یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ○ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ

اور آئے بھائی یوسف کے پھر داخل ہوئے اسکے پاس تو اسنے پہچانا انکو اور وہ نہیں پہچانتے اور جب تیار کر دیا انکو انکا اسباب کہا لے آؤ

بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْۤ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ

میرے پاس ایک بھائی جو تمہارا ہے باپ کی طرف سے تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں پوری دیتا ہوں بھرتی اور خوب طرح اتارتا ہوں پھر اگر اسکو نہ لائے

لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ○ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ○ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ

تمکو میرے نزدیک اور میرے پاس نہ آؤ بولے ہم خواہش کرینگے اسکی باپ سے اور البتہ ہمکو کرنا اور کہہ دیا خدمت گاروں کو

اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○

رکھدو انکی پونجی انکے بوجھوں میں شاید اسکو پہچانیں جب پھر کر جاویں اپنے گھر شاید وہ پھر آویں

جب یوسف علیہ السلام عزیز مصر کی جگہ بادشاہ مصر کے وزیر ہو گئے اور سارا انتظام ملکی و مالی انکے قبضہ تصرف میں آگیا تو سات سال ارزانی میں انھوں نے بہت اہتمام کیا اور غلوں کو نہایت احتیاط سے جمع کیا یہاں تک کہ ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا اور جب ارزانی کا زمانہ گزر گیا اور قحط شروع ہونے لگا تو دور دور کے لوگ غلہ خریدنے کو مصر میں آنے جانے لگے یوسف علیہ السلام کسی شخص کو ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ غلہ نہیں دیتے تھے اور آپ مع بادشاہ اور لشکر کے دن میں ایک دفعہ کھانا کھاتے تاکہ یہ سات سال قحط کے بآسانی گذر جائیں جب یہ خبر رفتہ رفتہ ملک شام تک پہونچی کہ مصر میں غلہ فروخت ہوتا ہے تو یوسف علیہ السلام کے دسوں سوتیلے بھائی باپ کے حکم سے مصر کی طرف چلے اور کچھ مال نقدی اپنے ساتھ لیتے آئے کہ قیمت میں غلہ کے دینگے جب یہ لوگ مصر میں پہونچے تو یوسف علیہ السلام نے انہیں پہچان لیا اور ان لوگوں نے یوسف علیہ السلام کو نہیں پہچانا کیونکہ جس وقت ان لوگوں نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے نکلنے کے بعد مصر کے قافلہ کے لوگوں کے ہاتھ فروخت کیا تھا تو وہ بہت خوردسال تھے اور اب تیس سے زائد عمر تجاوز کر گئی تھی علاوہ اسکے ہیئت بدلی ہوئی تھی عزیز مصر

منزل ۳

کی جگہ زرق برق ہو کر تاج وزارت سر پر رکھا ہوئے تھے اور خود انکے بھائیوں کو یہ گمان تھا کہ خبر نہیں یوسف زندہ ہی یا مر گیا
اور حکم قضا و قدر سے بالکل لاعلم تھے یہ کیا جانتے تھے کہ ہمارا بھائی کچھ ایسا نصیبہ کا زبردست ہی کہ فرمانروا بن جاے گا یہ
وجوہات درمیان میں حائل تھیں جسکے سبب سے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو یوسف کے شناخت کرنے میں دشواری
ہوئی یوسف نے ان لوگوں کو اچھی طرح اوتروایا اور اچھی جگہ انکو رہنے کو دی اور انکی مہمانی کا اچھا سامان کیا جب ان سے باتیں
ہوئیں تو یہ لوگ زبان عبرانی میں گفتگو کرنے لگے یوسف علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو کہاں کے رہنے والے ہو
تمہارا حسب و نسب کیا ہی یہ پوچھنا انکا جان بوجھ کر تھا کیونکہ یوسف علیہ السلام انکو اول ہی نظر میں پہچان چکے تھے بہرحال
انھوں نے جوابدیا کہ ہم ملک شام کے رہنے والے ہیں ہمارے ہاں بھی قحط پڑا ہی غلہ خریدنے کو یہاں آئے ہیں یوسف
علیہ السلام نے کہا شاید تم جاسوس ہو خبر لگانے کو آئے ہو انھوں نے کہا کہ معاذ اللہ ہم دسوں آدمی ایک باپ کے بیٹے
ہیں ہمارا باپ ایک شخص نہایت ہی بزرگ ایک صاحب کرامات خدا کا رسول ہی اونکا نام یعقوب علیہ السلام ہی یوسف
علیہ السلام نے پوچھا تم کتنے بھائی ہو کہا کہ ہم بارہ بھائی تھے ایک بھائی تھا وہ جنگل میں ایک روز گیا وہاں خبر نہیں کس
طرح ہلاک ہو گیا بھیڑیا کھا گیا کیا ہوا کچھ پتہ نہیں یوسف علیہ السلام نے پوچھا یہاں اب کتنے آئے ہو کہا کہ دس بھائی فرمایا
گیارہواں کہاں ہی جوابدیا کہ وہ باپ کے پاس ہی وہ سب سے چھوٹا ہی جو ہمارا بھائی گم ہو گیا باپ اوسے بہت چاہتے تھے
اب اسکی جگہ سب سے چھوٹے بھائی کو دیکھکر اپنے دلکو تسلی دیتے ہیں اور اپنی نظروں سے اوسے علیحدہ نہیں کرتے یوسف ع
علیہ السلام نے انہیں غلہ بھروا دیا اور کہا اب جو آنا تو اپنے اوس بھائی کو بھی اپنے ساتھ لیتے آنا تاکہ تمہارا سچ معلوم ہو جاوے
دیکھو میں نے تمہاری بہت خاطر کی ہی اور اچھی طرح مہمان رکھا ہی اور غلہ بھی بھرپور دیا ہی اگر اب کے اپنے اوس بھائی کو
نہ لاؤ گے تو تمہیں غلہ نہ دیں گے اور نہ اپنے پاس جگہ دیں گے اون لوگوں نے کہا کہ نہیں ہم ضرور اسکو اپنے ساتھ لائینگے
اور اگرچہ باپ اسکو اپنے پاس سے علیحدہ نہیں کرتے مگر ہم اونہیں سمجھا بوجھا کہ جس طرح ممکن ہوگا اوسے اپنے ساتھ
لیتے آئیں گے جب یوسف علیہ السلام نے پختہ وعدہ ان سے لیا کہ وہ ضرور انکے چھوٹے بھائی کو جسکا نام بنیامین
ہی لائیں گے تو اون لوگوں کو رخصت کیا جب وہ جانے لگے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے خدمتگاروں سے کہہ
دیا کہ انھوں نے غلہ کی جو قیمت دی ہی وہ چھپا کر انکے بوجھوں میں ڈالدو اور انکی گٹھریوں کو باندھ دو یہ ترکیب اسواسطے کی
کہ شاید باپ کے پاس اور کوئی نقدی مال وغیرہ نہ ہو جس سے دوبارہ غلہ خریدنے کا انہیں موقع نہ ملے یا اسواسطے کہ
باپ بھائی سے کھانے پینے کی چیز کی قیمت کیا لیں یا اسواسطے کہ جب گھر جائیں گے اور وہاں اپنی گٹھریوں میں اپنا
روپیہ جوں کا توں پائیں گے تو پھر دوبارہ ضرور آئیں گے تاکہ قیمت ادا کریں یا حرص پیدا ہوگی کہ مفت غلہ ملا ہی پھر چلکر
لے آئیں اور بعض مفسرین نے یہاں یہ بھی بیان کیا ہی کہ یوسف علیہ السلام نے اون لوگوں میں سے ایک کو رکھ لیا تھا کہ تم جاؤ
جب تمہارا چھوٹا بھائی آکر گواہی دیگا کہ تم اپنے قول میں سچے ہو تو تمہارے بھائی کو چھوڑ دونگا مگر یہ قول ضعیف ہی کیونکہ

کیونکہ یوسف علیہ السلام نے اُنپر خوب احسان کیا تھا مہمانی کی غلہ پورا پورا بھردیا قیمت اُنکی گٹھڑیوں میں بند ہوادی تھی اُنکے
واپس آنے کے لئے اِس سے بڑھکر اور کیا تدبیر ہو سکتی ہی جو کسی کو گروی رکھتے۔ سورہ بقر کی آیۃ یاایھا الذین آمنوا لاتبطلوا
صدقاتکم بالمن والاذی میں اور معتبر سند کی مستدرک حاکم کی انس بن مالک اور عبداللہ بن عمر کی حدیثوں میں احسان کرکے
جتلانے کی جو ممانعت ہو اوس میں اور یوسف علیہ السلام کے قول وانا خیر المنزلین میں کچھ مخالفت نہیں ہی کیونکہ یوسف
علیہ السلام نے یہ بات فقط اپنے بھائی بنیامین کے بلانے کی تاکید کے طور پر کہی تھی کہ جس طرح مینے تم لوگوں کی خاطرداری
کی تمھارا وہ بھائی یہاں تمہارے ساتھ آویگا تو میں اُسکی بھی خاطرداری کروں گا اِس بات سے احسان کا جتلانا حضرت
یوسف علیہ السلام کی نیت میں نہیں تھا۔

فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝
پھر جب پھر گئے اپنے باپ پاس بولے اے باپ بند ہوئے ہم سے بھرتی سو بھیج ہمارے ساتھ بھائی ہمارا کہ بھرتی لاویں اور ہم اُسکے نگہبان ہیں

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی غلہ لیکر اپنے گھر واپس آئے تو سامان کھولنے سے پہلے اپنے والد بزرگوار سے
یوسف علیہ السلام کے اخلاق کا ذکر کیا کہ عزیز مصر ایک لائق شخص اور شریف النفس ہی ہمیں اچھی طرح اوتارا اور ہماری
خوب مہمانی کی اور ہمیں بھرپور تول کر غلہ دیا یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ اِس مرتبہ جانا تو اُنہیں میرا سلام کہنا اور کہنا کہ
ہمارا باپ تمہارے حق میں دعا کرتا ہی یوسف کے بھائیوں نے یہ بھی کہا کہ اِس مرتبہ اگر ہم جائیں گے تو وہ ہمیں غلہ نہ دیں گے بنیامین
اگر ساتھ جائے گا تو البتہ غلہ ملیگا کیونکہ اُنھوں نے کہہ دیا ہی کہ اگر اپنے بھائی کو ساتھ نہ لاؤ گے تو ہم تمہیں غلہ نہ دینگے اسواسطے
جبتک بنیامین نہ جاوے ہمارا جانا بے سود ہی علاوہ اسکے بنیامین کے جانے میں ایک اور فائدہ بھی ہی کہ اِس مرتبہ ہم دس
اونٹ بارکر کر لائے ہیں اور اب گیارہ لائیں گے کیونکہ عزیز مصر ہر شخص کو ایک اونٹ کے بوجھ کے لائق غلہ دیتا ہی
اور آپ بنیامین کی طرف سے کچھ تردد نکریں ہم اوسے کچھ تکلیف نہ ہونے دیں گے اور ہر طرح سے اُسکی حفاظت کرینگے
معتبر سند سے مستدرک حاکم میں ابوہریرہ سے روایت ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے
لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا تو اللہ تعالیٰ اُسکے سب کام آسان کردیگا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا مطلب یہ ہی کہ برائی سے
بچنے کا نہ مجھکو کوئی حیلہ آتا ہی نہ نیک کام کرنے کی مجھ میں پوری قوت ہی اسلئے مینے اپنے سب کام اللہ تعالیٰ کو سونپدئے
حاصل مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ جو شخص اپنے سب کاموں میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریگا تو اللہ تعالیٰ اُسکے سب کام آسان
کردیگا۔ اِس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں جو دخل ہی اُس کا حاصل یہ ہی کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے وانا لہ لحافظون کہہ کر
بنیامین کی حفاظت اپنے ذمہ لی اور اللہ تعالیٰ سے اِس میں کچھ مدد نہیں چاہی اسلئے یہ مشکل پیش آئی کہ برسوں کے لئے
بنیامین کی جدائی ظہور میں آئی جس کا ذکر آگے آتا ہی اور آگے کی آیۃ میں یعقوب علیہ السلام نے اِس حفاظت کو اللہ تعالیٰ کی
ذات پر سونپدیا تو اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام اور بنیامین دونوں کو اللہ تعالیٰ نے جلدی حضرت یعقوبؑ سے ملادیا

منزل ۳

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

کہا میں اعتبار کروں تمہارا اس پر مگر وہی جیسا اعتبار کیا تھا اُسکے بھائی پر پہلے سو اللہ بہتر ہے نگہبان اور وہی ہے سب مہربانوں سے مہربان

حضرت یوسف کے بھائی جب دوسری دفعہ کنعان سے مصر غلہ خریدنے کو آنے وقت حضرت یعقوب سے بنیامین کو ساتھ لانے کا اصرار کرنے لگے اور کہنے لگے کہ دل جمعی رکھو ہم اُسکی راستہ میں اچھی طرح نگہبانی کرینگے اُس کا یہ جواب حضرت یعقوب نے دیا جس کا ذکر اِس آیۃ میں ہے کہ تم نے تو یوسف کی نگہبانی کا بھی اقرار کیا تھا لیکن خیر بڑا نگہبان تو سب کا اللہ ہے یہ کہہ کر بنیامین کو اُنکے ساتھ کر دیا۔ بعضے مفسرین نے یہاں مصر کے قحط کے ذکر میں یہ جو لکھا ہے کہ آخر درجہ تمام مصر کے لوگوں نے غلہ کے عوض میں اپنے آپکو حضرت یوسف کا غلام بنا لیا اور حضرت یوسف نے پھر ان سبکو آزاد کر دیا اس پر حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اعتراض کیا ہے کہ یہ روایۃ بنی اسرائیل کی ہے یہ اعتراض اس سبب سے ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی جنہوں نے اِس روایۃ کو بیان کیا ہے اہل کتاب سے روایۃ لینے میں بدنام ہیں لیکن اس روایۃ کو محمد بن زید بن مہاجر سے محمد بن اسحاق نے روایۃ کیا ہے یہ محمد بن زید ثقہ ہیں اور اہل کتاب سے روایۃ لینے میں بدنام بھی نہیں ہیں پھر ظاہر کوئی وجہ ایسی نہیں ہے کہ محمد بن اسحاق کے اِس روایۃ پر حافظ عماد الدین ابن کثیر نے جو اعتراض کیا ہے اُسکو تسلیم کیا جاوے۔ ابوہریرہ کی حدیث اوپر کی آیۃ کی تفسیر میں جو گزر چکی ہے وہ حدیث اِس آیۃ کی بھی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل گزر چکا ہے کہ یعقوب نے اِس حفاظت کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر سونپ دیا تو اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام اور بنیامین دونوں کو اللہ تعالیٰ نے جلد ہی یعقوب علیہ السلام سے ملا دیا۔

منزل ۳

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝

اور جب کھولی اپنی چیز بست پائی اپنی پونجی پھر آئی انکی طرف بولے اے باپ ہے جو ہم مانگتے ہیں یہ پونجی ہماری پھیر دی ہے ہمکو اور رسد لاویں ہم اپنے گھر کو اور خبرداری کرینگے اپنے بھائی کی اور زیادہ لیویں بھرتی ایک اونٹ کی وہ بھرتی آسان ہے کہا ہرگز نہ بھیجونگا تمہارے ساتھ جب تک دو مجھکو عہد خدا کا کہ البتہ پہنچا دوگے میرے پاس اُسکو مگر کہ گھیرے جاؤ تم سارے پھر جب دیا اُسکو عہد سب نے بولا ذمہ اللہ کا ہے جو باتیں ہم کہتے ہیں

اِن آیتوں میں اللہ پاک نے فرمایا کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے گھر جا کر اپنا سامان کھولا تو غلہ کی وہ قیمت جو حضرت یوسف کو انھوں نے مصر میں دی تھی اور یوسف علیہ السلام نے اپنے خدمت گار سے کہہ دیا تھا کہ یہ روپیہ انکی گٹھریوں میں باندھ دو وہ روپیہ انھوں نے یہاں آکر دیکھا پھر تو انہیں جرأت ہوئی اور باپ سے کہا اب آپکو بنیامین کے بھیجنے میں کیا عذر ہے دیکھئے عزیز مصر کیسا نیک آدمی ہے کہ ہماری قیمت بھی واپس کر دی اگر اب کے آپ بنیامین کو ساتھ کر دینگے تو اُسکا حصہ ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ اور زیادہ لائیں گے کیونکہ عزیز مصر فی آدمی ایک شتر کا بار دیتا ہے اور ہم ہر طرح

اسکی حفاظت کرینگے...

بنیامین کے محافظ رہیں گے آپ دل میں کوئی اندیشہ نکیجے مگر حضرت یعقوب علیہ السلام ایک دفعہ کے ڈرسے ہوئے تھے یوسف
کو یہ لوگ اسی اقرار سے لے گئے تھے اور انکو کھو کر آئے اسلئے فرمایا کہ تم لوگ جب تک حلف نہ اٹھاؤ گے اور پکا وعدہ و اقرار
کر کے مجھے اطمینان نہ دلاؤ گے کہ ہم بخیر و خوبی بنیامین کو پھر واپس لائیں گے اسوقت تک میں ہرگز اسکو تمہارے ساتھ نکرونگا
ہان یہ بات مجبوری کی ہے کہ تم سب کے سب بلائے ناگہانی میں گھر جاؤ یا کوئی ایسی افتاد پڑے کہ تم پھر کر آنے سے مجبور ہو جاؤ
تو اس وقت ناچاری ہے۔ مگر تم جب تک اس بات کا عہد نکروگے کہ تم اپنے مقدور بھر بنیامین کے واپس لانے میں کچھ
کمی نکروگے اور اسکے واپس لانے میں کوئی حیلہ حوالہ نہیں کروگے تو اسکو میں نہیں بھیجونگا غرضکہ انھوں نے حلف اوٹھایا
اور پکا وعدہ کیا کہ ہم ہرگز کچھ حیلہ نہیں کرینگے اور ضرور بالضرور بنیامین کو اپنے ساتھ واپس لائیں گے جب یہ لوگ وعدہ
و اقرار پکے طور پر کر چکے تو یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ اس عہد پر خدا ہی گواہ ہے کہ اوس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے
وہ عہد کے توڑنے والے شخص پر عذاب کرتا ہے غرضکہ اس مرتبہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اون لوگون سے بھی عہد
و پیمان کرا کر اپنا اطمینان کر لیا اور پھر اس قول و اقرار کے بعد خدا پر بھروسہ کیا۔ بخلاف اوس دفعہ کے جب یہ لوگ حضرت
یوسف کو لیجانے لگے تھے تو انھون نے یہ کہا تھا کہ تم اپنے لہو و لعب میں رہو گے اور اسکو بھیڑیا کھا جائیگا وہان خدا پر
بھروسہ کرنا بھول گئے تھے اسلئے حضرت یوسف اتنے مدت تک جدا رہے اب جو انھون نے خدا پر پورا بھروسہ کیا تو
دونون صاحبزادے آپکے آملے ۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہر ایماندار شخص کو صلہ رحمی کی پابندی ضرور ہے رشتہ دارون سے سلوک کرنے کو صلہ رحمی کہتے ہیں۔ جو علما یہ کہتے ہیں کہ یوسف
علیہ السلام نے غلہ کی قیمت اسلئے صلہ رحمی کے طور پر واپس کر دی کہ یہ روپیہ باپ بھائیوں کی اور ضرورتون میں کام آئے
اور غلہ مفت انکے پاس پہونچ جاوے تو بہتر ہے اس حدیث سے ان علما کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم ہے اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ صلہ رحمی کا مسئلہ جسطرح شرع محمدی میں ہے
اوسی طرح ملت ابراہیمی میں بھی تھا اور اوسی کے موافق یوسف علیہ السلام نے عمل کیا۔

منزل ۳

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ

اور کہا اے بیٹو نہ داخل ہو جیو ایک دروازے سے اور بلکہ جاؤ کئی دروازون سے جدا جدا

ان آیتون میں اللہ پاک نے فرمایا کہ برادران یوسف نے جب سفر کی تیاری کی اور بنیامین کو لیکر مصر کی طرف چلے تو انکے
والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکو نصیحت کی کہ تم سب کے سب ایک دروازہ سے نہ داخل ہونا الگ الگ
دروازہ سے شہر میں جانا مصر کے چار دروازے تھے سدی کہتے ہیں کہ ابواب متفرقہ سے یہی چارون دروازہ مراد ہیں
بہر حال یعقوب علیہ السلام نے اسلئے یہ ہدایت کی کہ پہلے مرتبہ جو یہ لوگ گئے تھے تو کوئی انسے واقف نہ تھا اور اب وہان
کے لوگ انہیں جان گئے ہیں اور یہ سب کے سب ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں اور جوان جوان حسن میں بھی بے مثال ہیں ایسا نہ ہو

کہ کسی کی نظر بد انہیں لگ جائے کیونکہ ابوہریرہؓ کی صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ العین حق جس کا مطلب یہ ہے کہ نظر بد حق ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بعضے صحابہ کو نظر بد لگ چکی ہے بعضے کہتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ کو معلوم ہو چکا تھا کہ مصر میں یوسف علیہ السلام تخت سلطنت پر ہیں مگر انکو ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہوا تھا اسلئے اپنے بیٹوں سے پوشیدہ رکھا انکی خواہش یہ تھی کہ بنیامین یوسف علیہ السلام سے تنہا ملیں اسلئے چلتے وقت انکو یہ ہدایت کردی کہ تم الگ الگ دروازوں سے شہر میں جانا مگر قول اول صحیح حدیث کے موافق ہے۔

وَمَآ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ ○

اور میں نہیں بچا سکتا تم کو اللہ کی کسی چیز سے حکم کسی کا نہیں سوا اللہ کے اسی پر مجھکو بھروسہ ہے اور اسی پر بھروسا چاہیئے بھروسا کرنیوالوں کو

ابو علی جبائی اور معتزلی فرقہ کے اور بعضے لوگوں نے کہا کہ ٹوک کے لگجانے کا وجود دنیا میں نہیں ہے لیکن یہ انکار ان لوگوں کا غلط ہے کیونکہ مسند امام احمد ترمذی ابوداؤد و ابن ماجہ وغیرہ کی روایتوں میں ٹوک کے لگجانے کا تفصیل سے ذکر آیا ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیح مسلم کی روایۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا ہے کہ دنیا میں اگر کوئی ایسی چیز ہوتی کہ قضا و قدر پر غالب آسکتی تو ٹوک ایسی تیز چیز ہے کہ یہ قضا و قدر پر غالب آسکتی تھی صحیح مسلم اور موطا وغیرہ کی چند صحیح روایتوں میں ٹوک اور نظر کے اتارنے کی ترکیب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کہ نظر لگانے والے کے منہ اور ہاتھ پاؤں کا دھوون نظر لگ جانے والے شخص کے سر پر چھڑکنے سے نظر اتر جاتی ہے پوری تفصیل اس دھوون کے لینے کی نووی شرح مسلم میں ہے غرض جن لوگوں نے ٹوک لگجانے کا انکار کیا ہے انھوں نے ان صحیح حدیثوں کا گویا انکار کیا ہے اگرچہ بعض مفسرین نے اور بھی قول اپنی تفسیروں میں لکھے ہیں مگر صحیح قول یہی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ٹوک لگجانے کے اندیشہ سے اپنے لڑکوں کو مصر کے ایک دروازہ سے جانے کو منع کیا تھا کہ سب ایک باپ کی اولاد اور ہم صورت ہیں کہیں انکو ٹوک نہ لگ جاوے اور دنیا کی یہ تدبیر حضرت یعقوبؑ نے بتلا کر پھر اصل بھروسہ اللہ تعالی پر رکھا اسواسطے اللہ تعالی نے ان آیتوں میں حضرت یعقوبؑ کی تعریف فرمائی اب بھی جو شخص دنیا کے اسباب کو برتے اور تقدیر پر تکیہ کر کے اصل بھروسہ اللہ پر رکھے تو ایسے شخص کا کام شریعت کے موافق شمار کیا جاویگا ہاں جو شخص دنیا کے اسباب پر اللہ کو بالکل بھول جاوے وہ بلا شک برا ہے حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیحین کی حدیث میں بلا حساب و کتاب ستر ہزار ایسے شخصوں کے جنت میں داخل ہونے کا جو ذکر ہے کہ وہ لوگ ہر حال میں اللہ پہ بھروسہ کرتے ہیں بیماری میں علاج تک نہیں کرتے یہ خاص لوگوں کا کام ہے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ مَا کَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ

اور جب داخل ہوئے جہاں سے کہا تھا انکے باپ نے کچھ نہ بچا سکتا تھا انکو اللہ کی کسی چیز سے مگر ایک خواہش تھی

ع ۲

يَعْقُوبَ قَضٰهَا ۚ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

یعقوب کے جی مین سو کر چکا اور وہ تو خبردار تھا ہمارے سکھائے سے لیکن بہت لوگ خبر نہیں رکھتے

اس آیۃ میں اللہ نے فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹون کو جس طرح تعلیم کی تھی کہ علیحدہ علیحدہ تم ایک ایک دروازے سے شہر مین داخل ہونا وہ اسی طرح شہر میں گئے مگر یہ تدبیر انکی کچھ بھی کارآمد نہیں ہوئی اور ذرا بھی حکم قضا و قدر کو روک نہیں سکے جس بات کا انہین خوف تھا وہی ہو کر رہی فرمایا کہ یعقوب کچھ غیب دان نہیں تھے ہم نے اونہیں یہ ساری باتین سکھلائی تہیں ورنہ اونہیں کب معلوم ہو سکتا تھا کہ ٹوک کو کیونکر روکا جاوے لیکن اکثر لوگ ان باتونکو نہیں جانتے کہ کسی کا مقدور نہیں کہ وہ مقدر کو پھیر سکے یہ شان تو فقط خدا لئے جل جلالہ کی ہی کہ اگر وہ چاہے تو تقدیر مقررہ کو پھیر دے اور اسی کو غیب دانی بھی سزاوار ہے حاصل مطلب یہ ہی کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی جدا جدا دروازون سے شہر مصر میں داخل ہوئے تو جو تدبیر یعقوب علیہ السلام نے بتلائی تھی وہ سودمند نہ ہوئی بلکہ اونہیں چوری کی تہمت لگائی گئی اور بنیامین کو اس جرم میں ایک سال تک روک رکھا گیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام پر دوہری مصیبت آئی غرض تدبیر سے حکم قضا و قدر نہیں پھر سکتا یعقوب علیہ السلام کے دل میں جو شفقت و محبت بچون کی تھی اسکے تقاضے سے اونھون نے یہ بات ظاہر کر دی تھی مگر وہ اسکے کچھ معتقد نہ تھے کہ اس تدبیر سے تقدیر رفع ہو جائے گی صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ سے اور صحیح مسلم میں جابر بن عبد اللہؓ سے جو روایتین ہیں انکا حاصل یہ ہی کہ آدمی کی تقدیر میں جو کچھ لکھا جانا تھا وہ لکھا بھی گیا اور قلم خشک بھی ہو گیا۔ یہ حدیثین ما کان یغنی عنہم من اللہ من شیئ کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہی کہ تدبیر سے تقدیر کا لکھا نہیں ٹل سکتا لیکن انسان کو تقدیر کا حال معلوم نہیں جس طرح مثلاً یعقوب علیہ السلام نے ٹوک نہ لگنے کی تدبیر کی اور تقدیر کا یہ حال معلوم نہ تھا کہ تقدیر میں چوری کا الزام لکھا ہی اسلئے انسان کو چاہیے کہ دنیا عالم اسباب میں تدبیر کو کام میں لاوے اور اصل بھروسہ تقدیر الٰہی پر رکھے چنانچہ اسی کے موافق یعقوب علیہ السلام نے عمل کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ بہت سے آدمی اس عمل کو نہیں جانتے جس کا مطلب یہ ہی کہ بہت سے آدمی ظاہر اسباب کے پابند ہو کر تقدیر الٰہی کو بھول جاتے ہیں۔

منزل ۳

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور جب داخل ہوئے یوسف کے پاس اپنے پاس رکھا اپنے بھائی کو کہا میں ہون بھائی تیرا سو تو غمگین نہ رہ ان کاموں سے جو کرتے رہے ہین

اس آیۃ میں اللہ پاک نے اس بات کی خبر دی کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی ملک مصر میں جہاں یوسف علیہ السلام کا قبضہ و تصرف تھا داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس اوتارا کہتے ہیں کہ دو دو آدمیون کو ایک ایک گھر میں جگہ دی دس بھائیونکو پانچ گھر عطا کیے بنیامین اکیلے رہ گئے انکو اپنے پاس رکھا اور تنہائی میں ملاقات کر کے کہہ دیا کہ تم دل میں کچھ خوف نکرو میں تمہارا بھائی ہوں ان سوتیلے بھائیوں نے جو کچھ میرے اور تمہارے ساتھ

سلوک کیا ہی اُسکا رنج وغم نکرد اور بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہی کہ یوسف علیہ السلام نے یہ بات بنیامین سے نہیں کہی کہ مین یوسف تیرا بھائی ہوں بلکہ یہ کہا کہ ہم تمہارے بھائی کی جگہ ہیں اور بعض نے یہ کہا ہی کہ یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو خبر دی کہ میں یہ تدبیر کرتا ہوں پیمانہ تمہارے نام کے غلہ کی گٹھری میں رکھہ دیتا ہوں اور چوری کی علت لگا کر تمہین اپنے پاس رکھہ لونگا انہوں نے کہا کہ اچھا ہی کہ غرضکہ پیمانہ انکے اونٹ کے کجاوہ میں رکھہ دیا ہی مراد سقایہ سے ہی جسکا ذکر آگے آتا ہی۔ تفسیر سدی اور معانی ابن اسحق میں آوے الیہ اخاہ کی یہ تفسیر کی ہی کہ جب یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائی بنیامین کو ساتھ لیکر یوسف علیہ السلام کے روبرو آئے تو یوسف علیہ السلام نے حکم دیا کہ دو دو آدمیوں کو ایک ایک مکان میں اتار دو اس صورت میں بنیامین اکیلے رہ گئے تو انکو اپنے پاس اتارا اور پھر تنہائی میں بنیامین سے یہ کہدیا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں سوتیلے بھائیوں نے میرے اور تمہارے ساتھ جو کچھ بد سلوکی کی ہی اُسکو یاد کر کے اب تم کچھ غمگین نہ ہو سوتیلے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو بد سلوکی کی اُسکا ذکر تو اوپر گذر چکا یوسف علیہ السلام کی جدائی کا غم غلط کرنے کے لئے یعقوب علیہ السلام بنیامین سے محبت زیادہ کرنے لگے تھے جو سوتیلے بھائیوں کو شاق گذرتی تھی اسلئے وہ موقع پاکر بنیامین کو جھڑکتے اور دھمکاتے رہتے تھے اسکا ذکر بنیامین سے سنکر یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اسکو یاد کر کے کچھ غمگین نہ ہونا چاہئے کیونکہ اب اللہ تعالی نے میری اور تمہاری سب سختیوں کو طرح طرح کی راحتوں سے بدل دیا اس کا ہزار ہزار شکر ہی اوسط طبرانی میں عبد اللہ بن مسعودؓ اور انس بن مالکؓ سے جو روایتیں ہیں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر سختی کے بعد آسانی ہی اگرچہ عبد اللہ بن مسعود کی حدیث کی سند میں ایک راوی ابو مالک عبد الملک نخعی اور انس بن مالک کی حدیث کی سند میں عائذ بن شریح ضعیف ہیں لیکن آیۃ ان مع العسر یسرا سے ان روایتون کی پوری تقویت ہو جاتی ہی حاصل کلام یہ ہی کہ آیۃ ان مع العسر یسرا اور طبرانی کی ان روایتون میں سختی کے بعد راحت کا جو وعدہ ہی یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی حالت اس وعدہ کے ظہور کی ایک بڑی مثال ہے۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ

پھر جب تیار کر دیا انکو اسباب انکا رکھہ دیا پینے کا باسن بوجھہ میں اپنے بھائی کے پھر پکارا پکارنے والے نے اے قافلے والو

إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ۝ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ

تم مقرر چور ہو کہنے لگے منہ کر کر انکی طرف تم کیا نہیں پاتے بولے ہم نہیں پاتے بادشاہ کا ماپ

منزل ۳

وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ

اور جو کوئی وہ لاوے اُسکو ملے ایک بوجھہ اونٹ کا اور میں ہوں اُسکا ضامن

جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کا سفر کا سب سامان پورا کر دیا اور غلہ ناپ تول کرا اونٹوں پر بار کرا دیا تو ایک

ایک برتن چاندی کا جس سے پانی پیتے تھے اور اُسی سے غلہ بھی ناپ کر لوگوں کو دیتے تھے اور اُس برتن کو سقایہ کہتے تھے یہ برتن اپنے چھوٹے بھائی کے سامان میں پوشیدہ طور پر رکھ دیا جب یہ لوگ وہاں سے کچھ دور نکل گئے تو یوسف علیہ السلام کے خدمت گاروں نے وہاں سقایہ کا پتہ نہ پایا دل میں متفکر ہوئے اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جو ابھی ابھی غلہ لیکر واپس چلے تھے پکارنے لگے کہ اے قافلہ والو ٹھہر جاؤ تم چور معلوم ہوتے ہو یہ آواز سنکر وہ لوگ پریشان ہوئے اور پھر کر دریافت کیا کہ کیا چیز چوری گئی ہے انھوں نے جواب دیا کہ بادشاہ کا سقایہ نہیں ملتا اوسی کو ڈھونڈ رہے ہیں پھر منادی نے یہ بھی کہا کہ جو شخص اُس کا پتہ لگا دیگا اوسے غلہ کا ایک اونٹ کا بوجھ بادشاہ کی طرف سے ملے گا اور ہم اُسکے ضامن ہیں صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ملک عراق سے شام کے ملک کے سفر میں ابراہیم علیہ السلام کا گزر ایک ظالم بادشاہ کے شہر پر سے ہوا - اِس بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ مسافروں کی خوبصورت عورتوں کو زبردستی بدکاری کی غرض سے پکڑوا لیا کرتا تھا اور اگر یہ سن لیتا تھا کہ عورت کے ساتھ اُسکا شوہر بھی ہے تو اُس مرد کو قتل کرا دیتا تھا اِس سفر میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اُنکی بی بی سارہ بھی تھیں جو حسن و جمال میں مشہور ہیں اُنکے حسن و جمال کے سبب سے جب اُس ظالم بادشاہ کے سپاہی حضرت سارہ کو پکڑنے آئے تو اوس ظالم کے ہاتھ سے بچنے کے لئے ابراہیم علیہ السلام نے اون سپاہیوں سے یہ حیلہ کیا کہ سارہ کو اپنی بہن بتا دیا جس سے اُنکا مطلب یہ تھا کہ یہ میری دینی بہن ہیں ورنہ اصلی بہن سے تو ملت ابراہیمی میں نکاح حرام ہے - اِس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح ایک ظالم کے ظلم سے بچنے کی غرض سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک جائز حیلہ کا ذکر حدیث میں ہے اِسی طرح بنیامین کو سوتیلے بھائیوں کی جھڑکیوں اور دھمکیوں سے چھوڑانے کی غرض سے یوسف علیہ السلام کے ایک جائز حیلہ کا ذکر ان آیتوں میں ہے اور جس طرح دینی بہن ہونے کی نیت سے ابراہیم ع نے سارہ کو اپنی بہن بتایا تھا اِسی طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے سوتیلے بھائیوں کو اِس نیت سے چور ٹھہرایا کہ ان سوتیلے بھائیوں نے یعقوب علیہ السلام کی چوری سے یوسف علیہ السلام کو مصر کے قافلہ کے ہاتھ بیچ ڈالا - پوشیدہ طریقہ سے کوئی مطلب حاصل کیا جائے تو اُس پوشیدہ طریقہ کو حیلہ کہتے ہیں اب اگر کسی جائز مطلب کے لئے حیلہ کیا جاوے تو اِس طرح کا حیلہ شرع میں جائز ہے - مثلاً قسم کے بعد انشاء اللہ کہہ کر قسم کے وبال سے بچنا یا خرید و فروخت میں کوئی جائز شرط لگا کر نقصان سے بچنا یا لڑائی میں کوئی حیلہ نکال کر دشمن کو دھوکہ دینا یہ سب جائز حیلے اور جائز مطلب ہیں ہاں حیلہ کے ذریعہ سے کسی ناجائز مطلب کو جائز ٹھہرایا جائے تو یہ ناجائز ہے مثلاً جس طرح یہود نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار ایک حیلہ سے حلال ٹھہرا لیا تھا جسکا ذکر سورۃ الاعراف میں گزر چکا ہے -

منزل ۳

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۝ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗ

بولے قسم اللہ کی تم کو معلوم ہے ہم شرارت کرنے کو نہیں آئے ملک میں اور نہ ہم کبھی چور تھے بولے پھر کیا سزا ہے اُسکی

إِن كُنتُمْ كَاذِبِينَ ۝ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَن وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝

اگر تم جھوٹے ہو کہنے لگے کہ اسکی سزا یہ کہ جسکے بوجھ میں پاوے وہی جاوے اسکے بدلے میں ہم یہی سزا دیتے ہیں گنہگاروں کو

فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِن وِعَاءِ أَخِيهِ ۚ

پھر شروع کیں یوسف نے انکی خورجیاں دیکھنی اپنے بھائی کی خورجی سے پہلے آخر کو وہ باسن نکالا خورجی سے اپنے بھائی کی

جب یوسف علیہ السلام کے خدمتگاروں نے انکے بھائیوں کو پکار کر کہا کہ اے قافلہ والو ٹھہر جاؤ تم چور معلوم ہوتے ہو تو ان لوگوں نے تعجب کی راہ سے اپنے پاک پروردگار کی قسم کھائی اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ ہم یہاں فساد کرنے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم چور ہیں کیونکہ تم اس سے پہلے ہمارے یہاں آنے کی وجہ سے ہماری حالت سے کسی قدر واقف ہو چکے ہو اور ہم چور ہوتے تو دوبارہ لیے ہیں اسکی وجہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ غلہ کی قیمت ہماری گٹھڑیوں میں چلی گئی تھی جسکے واپس کر دینے کا ہمیں خیال تھا۔ یہ بات سنکر یوسف علیہ السلام کے خدمتگاروں نے کہا کہ اگر تم برخلاف اپنے قول کے چور ثابت ہوگئے تو تمہاری کیا سزا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم میں سے جسکے پاس وہ برتن نکلے وہی اسکی جزا ہے۔ تفسیر سدی تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں جو سلف کے قول ہیں اونسے معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں چوری کا حکم یہ تھا کہ چور کو ایک برس تک غلام بنا کر رکھا کرتے تھے اسلیے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ بات کہی کہ جسکے پاس چوری کا مال نکلے وہ رکھ لیا جاوے کیونکہ ظالموں کے ظلم کا یہی بدلہ ہے غرضکہ یہ بات تو یوسف علیہ السلام کی مرضی کے موافق تھی بہت جلد اسپر راضی ہوگئے اور پہلے سوتیلے بھائیوں کے سامان کی گٹھڑیوں کو ٹٹولنے لگے اور تلاشی لی پھر آخر میں اپنے سگے بھائی بنیامین کی تلاشی لی وہ سقایہ انکے سامان میں سے برآمد ہوا اسپر یوسف علیہ السلام کے بھائی نہایت شرمندہ ہوئے اور سر جھکا لیا اور بنیامین کو یوسف علیہ السلام کے حوالہ کیا۔ صحیح بخاری مسلم وغیرہ میں چور کے ہاتھ کاٹنے کی روایتیں جو چند صحابہ سے ہیں ان روایتوں کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف میں ملتہ ابراہیمی کی پیروی کا جو حکم ہے وہ فقط ان ہی مسئلوں میں ہے جو مسئلے شریعت محمدی میں ملتہ ابراہیمی کے موافق ہیں مثلاً جیسے حج اور قربانی کے مسئلے چوری کی سزا کا ملتہ ابراہیمی کا مسئلہ یہ ہے کہ چور کو ایک سال تک غلام بنا کر رکھا جاتا تھا اور شریعت محمدی میں چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے مسئلوں میں ملتہ ابراہیمی کی پیروی لازم نہیں ہے۔

كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ ۖ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ

یوں داؤ بتا دیا ہمنے یوسف کو ہرگز نہ لے سکتا اپنے بھائی کو انصاف میں اس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ہم درجے بلند کرتے ہیں

مَّن نَّشَاءُ ۗ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝

جسکو چاہیں اور ہر خبر والے سے اوپر ہے ایک خبردار

جس تدبیر کا اوپر ذکر ہوا اس تدبیر سے بنیامین مصر میں آگئے اور حضرت یوسف نے انکو آزردہ پاکر بھائیوں سے علیحدہ

لیجاکر خفیہ طور پر یہ ادہیں جتلا دیا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں تو پھر بنیامین نے حضرت یوسف کو چھوڑ کر جانے کا افسوس ظاہر کیا بلکہ یہ کہا کہ میں تم کو چھوڑ کر نہ جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کے دل میں یہ بات چھپا دینے کا حیلہ ڈالا اور اس حیلہ کے بعد بھی بنیامین کا مصر میں رہنا مشکل تھا کیونکہ بادشاہ مصر کے رواج سے چور کی سزا یہ تھی کہ چور کو کچھ کوڑے مارے جاتے تھے اور چوری کی چیز کی دوگنی قیمت بطور جرمانہ کے چور سے وصول کیجاتی تھی اسلئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حضرت یوسف کے دل میں ڈالدیا کہ وہ اپنے بھائیوں سے پوچھوا دیں کہ اگر تم میں سے کوئی چور نکل آیا تو آخر اسکی کیا سزا ہی تاکہ انکے منہ سے ملتہ ابراہیمی و یعقوبی کی سزا جو چور کو مالک مال کے پاس برس روز تک غلام بنا کر رکھنا ہی جھٹ نکل جاوے اور پھر اسکے موافق عمل ہو کر بنیامین حضرت یوسف کے پاس رہجا دیں حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ یہ دونوں تدبیریں اللہ کی طرف سے حضرت یوسف کے دل میں بروقت نہ ڈالی جاتیں تو بنیامین کا حضرت یوسف کے پاس مصر میں رہنا ہرگز ممکن نہ تھا۔ الا ان یشاء اللہ۔ اس کا مطلب مجاہد کے قول کے موافق یہ ہی کہ اللہ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہی اگر اللہ چاہتا تو یوسف علیہ السلام کے دل میں ایسی کوئی بات ڈالدیتا جس سے وہ مصر کے بادشاہ کے رواج کے موافق بھی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیتے۔ نرفع درجات من نشاء۔ اس کا مطلب یہ ہی کہ یہ دونوں تدبیریں سکھا کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے علم کا درجہ اُن کے بھائیوں سے بڑھا دیا اسی طرح جس کا درجہ بڑھانا وہ چاہتا ہی بڑھا دیتا ہی مطلب یہ ہی کہ قریش کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہیئے یہ اللہ کی مرضی ہی وہ اپنی مرضی کے موافق ایک دادا کی اولاد میں سے جس کا مرتبہ چاہے بڑھا دیوے۔ وفوق کل ذی علم علیم۔ اس کا حاصل مطلب یہ ہی کہ اللہ کا علم سب سے بڑھ کر ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابی بن کعبؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اپنے علم کی مثال ایک قطرہ اور اللہ تعالیٰ کے علم کی مثال دریا کی فرمائی ہی یہ حدیث وفوق کل ذی علم کی گویا تفسیر ہے۔ سلف کا قول ہی کہ کید کا لفظ مخلوق کے حق میں جب بولا جاتا ہی تو اسکے معنے حیلہ کے ہوتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی شان میں بولا جاتا ہی تو اسکے معنے تدبیر کے ہوتے ہیں ۔

قَالُوۡۤا اِنۡ یَّسۡرِقۡ فَقَدۡ سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ مِنۡ قَبۡلُ ۚ فَاَسَرَّہَا یُوۡسُفُ فِیۡ نَفۡسِہٖ وَ لَمۡ یُبۡدِہَا لَہُمۡ

کہنے لگے اگر اُسنے چرایا تو چوری کی ہی اسکے ایک بھائی نے پہلے تب آہستہ کہا یوسف تم اپنے جی میں اور انکو نہ جتایا

قَالَ اَنۡتُمۡ شَرٌّ مَّکَانًا ۚ وَ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا تَصِفُوۡنَ ۝

بولا کہ تم اور بدتر ہو درجے میں اور اللہ خوب جانتا ہی جو تم بتاتے ہو

یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں نے جب دیکھا کہ بادشاہ مصر کا پیمانہ بنیامین کے سامان میں سے نکلا تو کہنے لگے کہ اسپر کیا موقوف ہی اگر اسنے چوری کی ہی تو کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں ہی اس کا ایک بھائی اور تھا اُسنے بھی ایک مرتبہ چوری کی تھی اس چوری کی بابتہ مجاہد کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کی پھوپھی اسحٰقؑ کی اولاد میں سب سے بڑی تھیں

منزل ۳

ایک کمربند اسحٰق علیہ السلام کا تھا اسکے وارث پہلے سے بڑی اولاد ہوتی آئی تھی اسلئے اس مرتبہ انکی پھوپی اسکی وارث ہوئی تھین جب حضرت یعقوبؑ کے گھر میں یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے تو انکی پھوپی نے انکی پرورش کی اور جان سے زیادہ انہیں چاہتی تھین یوسف علیہ السلام کا ایک گھڑی آنکھ سے اوجھل ہونا انپر شاق گذرتا تھا جب یوسف علیہ السلام کئی برس کے ہوگئے تو انکے باپ نے اپنی بہن سے انہیں طلب کیا کہ اب یوسف کو مجھے دیدو اپنے پاس سے اسکا علیحدہ ہونا مجھے گوارا نہیں ہے انکی پھوپی نے کہا کہ یہ بات تو ہو نہیں سکتی میں اسکو ہرگز نہیں چھوڑونگی تم اسے چند روز اور میرے پاس رہنے دو اس سے میرا غم غلط ہوتا ہے اور میرے دلکو اس سے تسکین ہوتی ہے جب یعقوب علیہ السلام گھر میں سے باہر آئے تو انکی بہن نے وہ کمربند یوسف علیہ السلام کی کمر سے باندھ دیا اور یہ اوڑادی کہ کمربند گم ہوگیا ہے دیکھو کس نے لیا ہے غرضکہ کمربند کی تلاش ہونے لگی اور گھر میں ہر شخص کی جامہ تلاشی ہوئی جب یوسف علیہ السلام کی باری آئی تو انکی کمر سے وہ پٹکا نکلا اسپر یعقوب علیہ السلام کی بہن نے یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ اب یہ لڑکا موافق تمہارے دین و آئین کے میرا ہے جو چاہوں سو کروں حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی کہہ دیا کہ ہاں تمہارا ہے جو تم چاہے کرو تمہین اختیار ہے۔ غرضکہ یوسف علیہ السلام کی پھوپی نے ایک برس تک یوسف علیہ السلام کو اس حیلہ سے روک رکھا اسی بات کا طعنہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسفؑ کو دیا کہ بنیامین نے اگر چوری کی تو کونسا تعجب ہوگیا اسکے بھائی نے بھی تو چوری کی تھی۔ مگر یوسف علیہ السلام نے انکی باتوں کا کچھ ظاہر میں جواب نہ دیا اور دلمین کہا کہ تم بڑے شریر ہو تمہارے قول و فعل سے خدا ہی خوب واقف ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو آیا صحیح کہہ رہے ہو یا غلط۔ صحیح مسلم اور ترمذی میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص درگذر کی عادت ڈالے تو آخر کو اسکی عزت بڑہتی ہے اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے چوری کا الزام سنکر درگذر کے طور پر اس الزام کا کچھ جواب جو نہیں دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس درگذر کے بدلے میں یوسف علیہ السلام کی اس قدر عزت بڑھائی کہ یوسف علیہ السلام کے ان ہی سوتیلے بھائیوں کو آخر تاللہ لقد آثرک اللہ علینا کہنا پڑا جس کا مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں نے قسم کھا کر یوسف علیہ السلام کی عزت کو تسلیم کیا۔

قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

کہنے لگے اے عزیز اسکا ایک باپ ہے بوڑھا بڑی عمر کا سو رکھ لے ایک ہم میں سے اوسکی جگہ ہم دیکھتے ہیں تو ہے احسان کرنے والا

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝

بولا اللہ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑین مگر جس پاس پائی اپنی چیز تو تو ہم بے انصاف ہوئے

جب یوسف علیہ السلام کے بھائیون نے دیکھا کہ اب بنیامین کو عزیز مصر نہیں چھوڑیگا تو بہت گھبرائے کیونکہ باپ سے وعدہ کرکے آئے تھے کہ ہم ہرگز کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھینگے جس طرح ہوگا بنیامین کو ضرور اپنے ساتھ

منزل

ع ۱۱
۳

واپس لاویں گے مگر یہاں معاملہ برعکس ہوا کہ بنیامین پر چوری ثابت ہوئی اور انکے دین کے موافق بنیامین عزیز مصر کا ایک برس
تک غلام ہو چکا اسلئے گڑگڑانے لگے اور نہایت ہی عاجزی و منت سے کہا کہ اے عزیز مصر ہماری ایک بات سن لو ہمارے
باپ بہت ہی بوڑھے ہیں اور کل لڑکوں میں اس چھوٹے لڑکے کو زیادہ چاہتے ہیں اسکے بغیر انہیں آرام نہیں اسکی جدائی
کی تاب وہ ہرگز نہیں لا سکتے اسواسطے اگر آپ اپنے کرم اور اخلاق سے ہم میں سے کسی ایک کو اسکی جگہ رکھ لیں اور اس کو
چھوڑ دیں تو بہتر ہوگا اور بہت ہی بڑا احسان آپکا ہمارے اوپر ہوگا اور ہم آپکو نیکو کار مرد بزرگ دیکھتے ہیں ضرور ہمارے
مدعا کو پورا کریں گے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ہم میں سے کسی ایک کی جدائی باپ کو اتنا رنج نہیں پہونچاویگی جتنا چھوٹے بھائی
کے فراق سے انہیں غم اور ملال ہوگا یہ بات یوسف علیہ السلام نے سنکر یہ جواب دیا کہ یہ بڑے بے انصافی کی بات ہے کہ
جسکے سامان میں پیمانہ نکلا ہے اسکی جگہ کسی اور کو رکھا جاوے یوسف علیہ السلام نے یہاں پر پہلو بچا کر گفتگو کی یوں نہیں کہا
کہ جسنے چوری کی ہے اوس کو روک رکھیں گے بلکہ یوں کہا کہ جسکے سامان میں چوری کا برتن نکلا ہے اوسی کو روک رکھیں گے
یوسف علیہ السلام نے یہ پہلو اسلئے بچایا کہ اسکے سوتیلے بھائیوں کو تو چور کہا جا سکتا تھا کہ ان سوتیلے بھائیوں نے
باپ کی چوری سے ایک بھائی کو بیچ ڈالا بنیامین کو چور کہنے کا کوئی سبب نہیں تھا کیونکہ بنیامین کے کجاوہ میں وہ پیمانہ
حیلہ کے طور پر خود یوسف علیہ السلام نے رکھوا دیا تھا معتبر سند سے ترمذی اور ابن ماجہ میں سعد بن ابی وقاص
روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں سب سے بڑھکر مصیبت انبیا پر پڑا کرتی ہے تاکہ وہ اس
مصیبت پر صبر کریں اور عقبی میں اس کا اجر پاویں اس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے
کہ یعقوب علیہ السلام پر پہلے یوسف علیہ السلام کی جدائی کی اور پھر بنیامین کی جدائی کی مصیبت اس لئے پڑی کہ وہ
اس مصیبت پر صبر کریں اور اسکا اجر عقبی میں انکو ملے صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث گزر چکی ہے جس میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم اللہ تعالی کو بہت ناپسند ہے اسلئے اسنے ظلم کو اپنی ذات پاک پر بھی حرام ٹھہرالیا ہے اور
اپنے بندوں کو بھی ظلم کی مناہی فرمائی ہے یہ حدیث آخری آیۃ کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بنیامین کی جگہ کسی دوسرے
بے قصور کو غلام بنا کر رکھ لینا ظلم تھا اور ظلم اللہ تعالی کے نزدیک بہت بری چیز ہے اسلئے یوسف علیہ السلام نے بنیامین
کی جگہ کسی دوسرے شخص بے قصور کو رکھ لینا پسند نہیں کیا بلکہ اسکو اللہ تعالی سے پناہ مانگنے کے قابل ایک کام قرار دیا ہے۔

منزل ۳

فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ

پھر جب نا امید ہوئے اس سے اکیلے بیٹھے مصلحت کو بولا انمیں کا بڑا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے لیا ہے تم سے عہد اللہ

اللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ ۖ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ

کا اور پہلے جو قصور کر چکے ہو یوسف کے حق میں سو میں نہ سرکونگا اس ملک سے جبتک کہ حکم دے باپ میرا یا قضیہ چکا دے اللہ میرا

خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ

سب سے بہتر چکانیوالا پھر جاؤ اپنے باپ پاس اور کہو اے باپ تیرے بیٹے نے چوری کی اور ہمنے وہی کہا تھا جو ہمکو خبر تھی اور ہمکو

حٰفِظِيْنَ ۝ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

غیب کی خبر یاد نہ تھی اور پوچھ لے اس بستی سے جسمیں ہم تھے اور اس قافلے سے جسمیں ہم آئے ہیں اور ہم بیشک سچ کہتے ہیں

جب یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائی بنیامین کی رہائی سے ناامید ہوگئے تو صلاح و مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے
عزیز مصر تو کسی طرح ہماری التجا قبول نہیں کرتا بڑا بھائی جس کا نام روبیل تھا اُسنے یہ کہا کہ تم سب جانتے ہو کہ چلتے وقت
تمہارے باپ نے بنیامین کے واپس لانے کے لئے خدا کو درمیان میں دیکر قول قرار لیا تھا اور اس سے پہلے تم سے ایک قصور
اور بھی سرزد ہو چکا ہی کہ تم یوسف کو باپ سے جدا کر چکے ہو ایسی حالت میں میری تو غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ اب باپ
کو منہ دکھاؤں میں تو اب یہاں سے ہلنے کا نہیں جب تک باپ کی اجازت نہیں آئے گی میں یہیں رہوں گا یا لڑ بھڑ کر
عزیز مصر سے اپنے بھائی کو واپس لیں گے قتل ہونگے یا قتل کریں گے اور بغیر بنیامین کے باپ کے پاس نہیں جائیں گے
خدا احکم الحاکمین ہی اُسی کے ہاتھ میں ہمارا فیصلہ ہی جو تقدیر اُسنے نافذ کی ہوگی وہ ہوگی تم اگر مصر جاتے ہو تو باپ کے پاس
واپس چلے جاؤ اور یہ ساری حقیقت اُنسے جاکر بیان کرو کہ ہمنے ہر چند اس بات کا قول قرار کیا تھا کہ بنیامین کی حفاظت
کرین گے مگر ہمیں غیب کی خبر نہیں تھی کہ یہاں چوری کی علت میں تمہارا بیٹا پکڑا جاویگا اور ہم نے موافق اپنے دین کے
چور کی سزا بھی بتلادی اب عزیز مصر بنیامین کو نہیں آنے دیتا اُسنے اس جرم میں اوسے روک رکھا ہی ہم مجبور ہیں کیا کرین
اور آپکو ہمارے کلام میں کچھ شک و شبہ ہو تو جس گانوں میں ہم آکر اوترے ہیں یہاں کے لوگوں سے دریافت کیجئے اور
جس قافلہ کے ساتھ ہم مصر میں داخل ہوئے ہیں اُنسے ساری حقیقت معلوم کرلیجئے کہ ہم کہاں تک سچے ہیں وما
کنا للغیب حافظین کی تفسیر بعض مفسرین نے یہ بھی بیان کی ہی کہ ہم رات کے وقت سوتے تھے اُسوقت اُسنے چوری کی
ہمکو ذرا بھی اسکی خبر نہیں ہوئی اُسکا فعل ہمپر پوشیدہ رہا اسواسطے ہم یہ بھی یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ واقعی اس نے
چوری کی یا وہ پیمانہ اسکی خرجی میں کسی نے رکھدیا تھا مگر وہ پیمانہ اُسی کی خرجی میں سے نکلا اسلیئے وہ پکڑا گیا قریہ سے مراد
وہی قریہ ہی جہاں یہ لوگ جاکر مصر میں مقیم ہوئے تھے اور جہاں غلہ کی بھرتی کی جاتی تھی اور اہل قافلہ کنعان کے باشندون
میں سے چند شخص تھے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہمسایہ میں رہتے تھے وہ بھی مصر غلہ لینے آئے تھے اور بنیامین کا
سارا قصہ سن گئے تھے اسلیئے اُنسے اپنی تصدیق کے لئے روبیل نے کہا تھا غرض جب یوسف علیہ السلام کے سوتیلے
بھائیوں نے کنعان میں واپس آکر اپنے پدر عالی قدر سے اس حال کا ذکر کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُنسے
یہ بات کہی جس کا ذکر آگے آتا ہی معتبر سند سے بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی سے روایت ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہر مدعی کو دعوے کے ثابت کرنے کے لئے گواہی پیش کرنی چاہیئے صحاح میں اور بہت سی حدیثیں

منزل

ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعیوں سے گواہی لیکر مقدمات کے فیصلے کئے ہیں ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں دخل ہی کیسلئے کہ ان حدیثوں کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہی کہ شرح محمدی میں مدعی سے گواہ لینے کا مسئلہ ملتہ ابراہیمی کے موافق ہی کیونکہ ملتہ ابراہیمی میں اس مسئلہ کے ہونے کے سبب سے روبیل نے اپنے دعوی کے ثابت کرنے کی غرض سے مصر اور کنعانی لوگونکی گواہی کا ذکر اپنے اُس قول میں کیا جس کا تذکرہ ان آیتوں میں ہی۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ

بولا کوئی نہیں بنالی ہے تمہارے جی نے ایک بات اب صبر ہی بن آوے

جب یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں نے کنعان ہو نچکر باپ سے بنیامین کا قصہ بیان کیا تو حضرت یعقوب نے انکی بات کو سچا نہیں جانا اور سمجھے کہ جس طرح اونھوں نے یوسف کو علیحدہ کیا اُسی طرح بنیامین کو بھی اُنھوں نے مجھسے جدا کیا اسی بنا پر کہاکہ یہ بات کوئی بھی ٹھیک نہیں ہے یہ سب من گھڑت ہی تمہارے دل نے یہ سب افتراپردازی کی ہی اور تم نے خود یہ بات ایسے گھڑلی ہی کہاں بنیامین اور کہاں چوری اوس سے اور چوری سے کیا علاقہ۔ یا مطلب بل سولت لکم انفسکم امراسے یہ ہی کہ تم بنیامین کو ملک مصر میں بغرض منفعت کے لے گئے تھے اور اُسکے عوض مضرت حاصل کرلائے یا یہ مراد ہے کہ تم نے فتوی دیدیا کہ چور کو چوری کے عوض میں پکڑکر رکھ لینا چاہئے غرضکہ حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر تھے پیغمبر کی بات کبھی جھوٹ نہیں ہوتی اونھوں نے اپنے بیٹوں سے جو یہ کہاکہ تمہارے دل نے یہ بات بنالی ہے واقعی یہی بات تھی کہ یوسف بھی تو آپ کے بیٹے تھے اُنھوں نے چوری کی ترکیب خود نکالی تھی اور بنیامین کو اس تدبیر سے اپنے پاس رکھ لیا اسلئے نبی کے دل نے چوری کے قصہ کو قبول نہیں کیا۔ بہرحال یعقوب علیہ السلام نے کہا خیر کوئی بات بھی ہوا تو بجز صبر کے کوئی چارہ نہیں صبر جمیل کے معنے پہلے بیان ہوچکے ہیں کہ صبر جمیل وہ صبر ہے جس میں شکوہ و شکایت نہ ہو اور ساری باتیں خدا کی طرف سونپی جائیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث گزرچکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصیبت کے پیش آتے ہی شروع صدمہ کے وقت آدمی صبر کرے تو اوس کا بڑا اجر ہے ورنہ رفتہ رفتہ مصیبت کا صدمہ کم ہو جانے سے آدمی کو خود صبر آجاتا ہی۔ اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی جدائی کے شروع صدمہ کے وقت جس طرح فصبر جمیل فرمایا وہی بنیامین کی جدائی کے شروع صدمہ کے وقت فرمایا اسلئے اللہ تعالی نے علاوہ عقبی کے اجر کے دنیا میں بھی اُنکے اس صبر کا یہ بدلا اونہیں دکھادیا کہ اُنکے بیٹوں کو خیریت کے ساتھ اُنسے ملادیا۔

عَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

شاید اللہ لے آوے میرے پاس ان سبکو وہی ہی خبردار حکمتوں والا

منزل ۳

حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہلے تو فقط حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کا رنج تھا جب حضرت یوسف علیہ السلام کے چھوٹے بھائی بنیامین بھی حضرت یعقوب علیہ السلام سے جدا ہوگئے اور انکی جدائی سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا رنج اور بڑھ گیا اور رنج کی کوئی حد باقی نہ رہی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے جان لیا کہ دنیا میں عادت الٰہی ہمیشہ سے یون ہی جاری ہے کہ دنیا کے ہر رنج کے ساتھ خوشی لگی ہوئی ہے اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے دل کو تسکین فرمائی جس کا ذکر اس آیۃ میں ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور اس خواب کی تعبیر کے سبب سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے توقع تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ہرگز بھیڑیئے نے نہیں کھایا اور اس خواب کی تعبیر تک ضرور یوسف زندہ رہوین گے آزمائش الٰہی کے طور پر کچھ عرصہ تک آنکھوں سے اوجھل ہوگئے ہیں پھر ضرور ملیں گے اسلیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ اللہ کی حکمت سے کچھ دور نہیں جو اللہ تعالیٰ روبیل یوسف بنیامین سب بچھڑے ہوؤں کو اکٹھا ملا دیوے آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی توقع کو پورا کیا اور سب بچھڑوں کو حسب مراد ملا دیا یہ روبیل حضرت یعقوب علیہ السلام کے وہ بڑے بیٹے تھے جو بنیامین کے مصر میں رہ جانے کے بعد شرما کر کنعان نہیں آئے تھے وہ مصر میں رہ گئے تھے۔ آیۃ ان مع العسر یسرا میں ہر رنج کے ساتھ خوشی کے لگے رہنے کا ایک ازلی وعدہ الٰہی ہے جس کا اثر یعقوب علیہ السلام کے دل پر تھا اور ہر ایمان دار شخص کے دل پر بھی اسکا اثر ہونا چاہیئے یہ آیۃ اور اس مضمون کی روایتیں جو اوپر گزر چکی ہیں وہ گویا اس آیۃ کی تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ازلی وعدہ کے بھروسہ پر یہ کہا کہ اللہ کے علم اور حکمت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے وہ اپنے علم و حکمت سے اس رنج کے بعد ضرور سامان خوشی کا کر دیگا اور شاید وہ سامان یہی ہو کہ وہ سب بچھڑوں کو ملا دے۔

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ قَالُوْا

اور الٹا پھرا انکے پاس سے اور بولا اے افسوس یوسف پر اور سفید ہوگئیں آنکھیں اسکے غم سے سو وہ آپکو گھونٹ رہا تھا کہنے لگے

تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ○

قسم اللہ کی تو نہ چھوڑیگا یاد یوسف کی جب تک کہ گل جاوے یا ہو جاوے مردہ

بنیامین کا قصہ سننے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے کہ افسوس یوسف پر مطلب یہ کہ اسوقت حضرت یوسفؑ کی یاد انکو آگئی اسف کے معنے شدت غم کے ہیں جب حضرت یوسف کا غم حد سے بڑھ گیا اور پھر بنیامین کا حال بیٹوں سے یہ سنا کہ بادشاہ مصر نے اسکو روک رکھا ہے اس سے اور بھی دو چند صدمہ ہوا تو جوش محبت میں یہ کلمہ آپکی زبان مبارک سے نکل گیا اور آپ بیٹوں کے فراق میں اس قدر روئے کہ آپکی آنکھیں جاتی رہیں سیاہی سفیدی سے بدل گئی مقاتل کہتے ہیں کہ یہ حالت آپکی چھ برس تک رہی اور آپکا یہ رونا اس سبب سے بھی تھا کہ آپ جانتے تھے کہ یوسفؑ زندہ ہیں لیکن آپکو انکے دین کی طرف سے خیال پیدا ہوا کہ مصر میں سارے لوگ بت پرست ہیں کبھی انکے

منزل

عقاید میں بھی فرق نہ آئے۔ صحیح بخاری و مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ روئے اور یہ فرمایا کہ اے ابراہیم تیری جدائی کا مجھکو رنج ہی۔ اس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ اولاد کی جدائی کا داغ بہت بڑا داغ ہی اس رنج میں رونا یا اولاد کا نام لیکر رنج کو ظاہر کرنا البتہ ابراہیمی اور شرع محمدی دونوں میں اسکی مناہی نہیں ہی۔ ہاں کپڑے پھاڑنے اور منہہ پیٹنے اور خلاف شرع کلمے زبان سے نکالنے کی مناہی ہی جس کا ذکر صحیح بخاری و مسلم کی عبد اللہ بن مسعود کی حدیث اور سوا اسکے اور صحیح حدیثوں میں تفصیل سے ہی کظیم کے معنے دل ہی دل میں رنج وغم کو رکھنا اور زبان پر اسکا ذکر نہ لانا حرض کے معنے جسم اور عقل میں فتور پڑ جانے کے ہیں۔ مطلب یہ ہی کہ یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں نے فہمائش کے طور پر باپ سے یہ کہا کہ یوسف کو یاد کر کے رنج وغم کرتے کرتے یا تو آپ اپاہج اور دیوانے ہو جاوینگے یا اپنی جان کھو دینگے۔

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

بولا میں تو کھولتا ہوں اپنا احوال اور غم اللہ ہی کے پاس اور جانتا ہوں اللہ کیطرف سے جو تم نہیں جانتے

صحیحین میں حضرت انسؓ کی روایۃ سے جو حدیث ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر کے پاس ایک عورت کو روتے ہوئے دیکھہ کر منع کیا اوس عورت نے آنحضرت کو نہیں پہچانا اور یہ کہنے لگی کہ میری جیسی مصیبت تمپر پڑے تو تمکو میرے دل کا حال معلوم ہو جب لوگوں نے اوس عورت کو جتلایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں تو اس عورت نے اپنی بیقراری کی عذرخواہی آنحضرت سے کی آنحضرت نے فرمایا کہ بیقراری کے روکنے میں اور صبر کرنے میں اسی وقت بڑا اجر ہے جبکہ آدمی ابتدا مصیبت کے وقت صبر کرے ورنہ رفتہ رفتہ تو مصیبت کے بعد خود ہی آدمی کو ایک طرح کا قرار حاصل ہو جاتا ہے اس صحیح حدیث کے مضمون اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے حال کو ملا کر دیکھا جاتا ہی تو حضرت یعقوب کے حال میں کوئی بات ایسی نہیں پائی جاتی جسکو اعتراض کے طور پر ذکر کیا جاکر پھر اس اعتراض کا جواب دیا جاوے کیونکہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھیڑیئے کے کھاجانے اور بنیامین کے مصر میں قید ہو جانے کی خبریں حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہونچیں تو ابتدائے مصیبت کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہی فرمایا کہ صبر بہتر اور کافی ہی پھر بعد میں جس قدر رنج حضرت یعقوب علیہ السلام نے ظاہر کیا ہی صحیحین کی حضرت انس کی حدیث اور اور صحیح حدیثوں سے آنحضرت کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر رنج کرنا ثابت ہی۔ غرض حضرت یعقوب علیہ السلام کے جس قدر رنج اور قلق کا ذکر قرآن شریف میں ہی اوس میں کوئی بات ملت ابراہیمی یا شریعت محمدی کے مخالف نہیں معلوم ہوتی اسلئے بعضے مفسرین نے یہاں کچھہ کچھہ اعتراض کر کے طرح طرح جوابات جو دیئے ہیں انکو قرآن شریف کی تفسیر سے کچھہ تعلق نہیں ہی۔ حاصل کلام یہ ہی کہ جب یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں نے یعقوب علیہ السلام کو اون سخت لفظوں میں فہمائش کی جس کا ذکر اوپر گزرا تو یعقوب علیہ السلام نے انکو یہ جواب دیا

منزل ۳

کہ میں بے صبری کرکے اللہ تعالیٰ کی آزمائش کی شکایت کسی دوسرے سے کروں تو تم مجھکو صبر کی فہمائش کرو میں تو اپنے غم کا حال اوسی پاک پروردگار سے عرض کرتا ہوں جس نے آزمائش کے طور کی یہ مصیبت میرے اوپر ڈالی ہی واعلم من اللہ ما لا تعلمون حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کے موافق اس کا مطلب یہ ہی کہ اے میرے بیٹو تم کو معلوم نہ ہو تو نہ ہو مگر مجھکو تو اللہ کی کریمی کی صفت سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جو خواب یوسف کو دکھایا ہی اسکا ظہور میری آنکھوں کے سامنے ہوگا اور میری زندگی میں یوسف ایک دفعہ مجھسے ضرور ملیگا صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی ہی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا عند ظن عبدی بی جس کا مطلب یہ ہی کہ کوئی شخص مثلاً کوئی التجا بارگاہ الٰہی میں پیش کرکے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ نیک گمان و یقین رکھےگا کہ وقت مقررہ پر اوس شخص کی وہ التجا ضرور قبول ہوگی تو اللہ تعالیٰ اوسکے اس نیک گمان کو ضرور پورا کریگا صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ سے روایت ہی جس میں یہ ہی کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ نیک گمان رکھنا چاہیے ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ انبیا کا گمان اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ نیک ہوتا ہی اسیلیے یعقوب علیہ السلام کو اللہ کی ذات سے توقع تھی کہ اللہ تعالیٰ ضرور یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر دکھاویگا اسواسطے وہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت یہ التجا کرتے تھے کہ یا اللہ تو اس جدائی کی مصیبت کو جلدی راحت سے بدل دے بیٹوں کے سامنے بڑے بھاری غم کا حال بیان کرنے کے ہیں۔

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ

اے بیٹو جاؤ اور تلاش کرو یوسف کی اور اوسکے بھائی کی اور مت ناامید ہو اللہ کے فیض سے بیشک ناامید نہیں اللہ کے فیض سے

اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَ

مگر وہی لوگ جو منکر ہیں پھر جب داخل ہوئے اوسکے پاس بولے اے عزیز پڑی ہمپر اور ہمارے گھر پر سختی اور

جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ ۝

لائے ہیں ہم پونجی ناقص سو پورا دے ہمکو بھرتی اور خیرات کر ہمپر اللہ بدلہ دیتا ہے خیرات کرنے والوں کو

منزل ۳

اوپر کے قصہ کے بعد یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ ادھر ادھر چل پھر کر یوسف اور اوسکے بھائی بنیامین کا پتہ لگاؤ خدا کی رحمت سے کیا بعید ہی کہ وہ دونوں تمہیں ملجائیں خدا پر بھروسہ کرکے کمر ہمت چست باندھو اور اوسکی جستجو میں نکلو اور خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ خداوند عالم کی رحمت سے ناامید ہونا ان لوگوں کا کام ہی جو لوگ خدا پر ایمان نہیں رکھتے اور پھر اپنا کام میں اوسے قادر مطلق نہیں تصور کرتے اسیلیے میں تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہی نیک گمان رکھتا ہوں جو میں نے بیان کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے باپ کا حکم پاکر گھر سے چل کھڑے ہوئے اور سیدھے پھر مصر میں داخل ہوئے اور عزیز مصر سے یہ آکر کہا کہ اے عزیز مصر ہمپر اور ہمارے اہل و عیال پر بہت ہی سختی ہے اس قحط کے زمانہ میں نہایت تکلیف سے اوقات بسر ہوتی ہے غرض ان کی اس کلام سے یہ تھی کہ جب ان باتوں سے عزیز مصر کا دل نرم ہو جاوے تو پھر بھائی کے واپس کرنے کو کہیں گے پھر اونھوں نے یوسفؑ سے یہ بات کہی کہ اس مرتبہ جو کچھ ہمارے گھر

یہی ناقص مال تھا وہ سب لیکر آئے ہیں آپ اِن غلہ کی قیمت میں لیکر ہمیں غلہ بھر دیں اور پوری تول تولدیں ہماری قیمت دینے نہ دینے کا کچھ خیال نہ کریں ہمارا حال کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے آپ گویا صدقہ ہی تصور فرما کر ناقص درہموں کے بدلہ غلہ دیدیں اللہ پاک صدقہ کرنے والوں کو بہت بڑا اجر دیتا ہے جب بھائیوں نے اس طرح کی گفتگو کی تو یوسف علیہ السلام سے گھر کی تکلیف سنکر نہ رہا گیا اور انھوں نے اپنے آپ کو اس طرح سے ظاہر کر دیا جس کا ذکر آگے آتا ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے نیک گمان رکھنے کی حدیثیں جو اوپر گذری ہیں وہی حدیثیں اِن آیتوں کی بھی تفسیر ہیں جس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ اسی نیک گمان کی بنا پر یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یوسف اور بنیامین کے ڈھونڈنے کی تاکید کی اب آگے کی آیتوں سے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالے نے اپنے نبی کے اوس نیک گمان کو سچا کیا +

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ۝ قَالُوا أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ

کہا کچھ خبر رکھتے ہو تم کیا کیا تم نے یوسف سے اور اسکے بھائی سے جب تم کو سمجھ نہ تھی بولے کیا سچ تو ہی ہے یوسف کہا

قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا أَخِي قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی اللہ نے احسان کیا ہم پر البتہ جو کوئی پرہیزگار رہو اور ثابت رہے تو اللہ نہیں کھوتا حق نیکی

الْمُحْسِنِينَ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

والوں کا بولے قسم اللہ کی البتہ تجکو پسند رکھا اللہ نے ہمسے اور ہم تھے چوکنے والے کہا کچھ الزام نہیں تم پر آج بخشے اللہ تمکو اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان

منزل ۳

جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے سامنے اپنے سختی کا حال بیان کیا تو اُن کا دل امنڈ آیا باپ کا خیال آیا کہ میرے فراق میں خدا جانے اُنکی کیا حالت ہوگی اور پھر بنیامین اُنسے جدا ہو گیا اس سے اور بھی اُن کو صدمہ پہونچا ہوگا اور قحط سالی کی بلا جدا ہے غرضکہ اِن باتوں کو یاد کرکے یوسف علیہ السلام رونے لگے اور بھائیوں سے فرمایا کہ تمنے جو کچھ سلوک یوسف اور اُسکے چھوٹے بھائی کے ساتھ کیا وہ تمہیں خوب معلوم ہے کس طرح مکر و فریب سے اونکو باپ سے جدا کیا اور حقیقت میں تمہاری نادانی نے تمہیں اس بات پر آمادہ کیا تھا جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ بات سنی تو تاڑ گئے کہ یہی یوسف ہیں حضرت عبد اللہ بن عباس سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے سر سے تاج اوتارا اور اپنی پیشانی اونہیں دکھلائی اُنکی پیشانی پر ایک تل تھا اُسکو دیکھکر اُنھوں نے پہچان لیا کہ یہ یوسف ہیں اور کہنے لگے کہ کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو فرمایا کہ بیشک میں یوسف ہوں اور یہ میرا چھوٹا بھائی بنیامین ہے خدا نے بڑا فضل اور پھر بہت ہی احسان کیا کہ بعد مدت دراز کے ہمیں ایک جگہ کیا جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اور مصیبت کے وقت صبر کرتا ہے اُسکا اجر اللہ پاک ضائع نہیں کرتا ہے میرے اوپر کیسی کیسی مصیبت پڑی کنوئیں میں ڈالا گیا قافلہ والوں نے بیچ ڈالا پھر قید کی مصیبت برسوں سہی مگر زبان سے کچھ شکوہ نہیں کیا ہر حالت میں صبر ہی کرتا رہا اللہ پاک نے رحم کھا کر اپنا فضل پھر کیا اور مصر کی سلطنت ہمارے قبضہ میں دیدی جب بھائیوں نے دیکھا کہ اللہ اکبر ہم جسے عزیز مصر سمجھے ہوئے تھے

وہ تو ہمارا بھائی نکلا جسکو ہم نے حسد کی راہ سے باپ سے جدا کیا تھا مگر اسکی تقدیر کہ یہ اس مرتبہ اور عزت کو پہونچ گیا دل میں
خیال پیدا ہوا کہ اس وقت ہم اسکے قبضہ میں ہیں اگر چاہے تو اپنا بدلہ آسانی سے بدلے اسلیئے خدا کی قسم کھا کر ان لوگوں نے
کہا کہ اللہ پاک نے تجھے ہر ایک بات میں ہم سے برتر رکھا اور تجھے پیمبر اختیار دیا ہی اور اس سے پہلے جو کچھ بُرائی ہمنے تیرے ساتھ
کی ہی اسکا ہم اقرار کرتے ہیں کہ واقعی ہماری خطا تھی اور تو محض بے قصور تھا غرضکہ یوسف علیہ السلام نے اُنکی معذرت سنکر
اُنسے کہا کہ بھائی جو کچھ ہوا جانے دو اسکا خیال کب تک کیا کروگے آجکے بعد پھر کوئی الزام تمپر نہ لگایا جائے گا اور جو کچھ ہم سے خطا
بھی واقع ہوئی ہی اللہ پاک وہ معاف کریگا کیونکہ وہ ارحم الراحمین ہی۔ سوتیلے بھائیوں کی بدسلوکی کے ذکر میں یوسف علیہ السلام
نے ما فعلتم بیوسف واخیہ کہہ کر بنیامین کو بھی اس ذکر میں جو شریک کیا اس کا سبب اوپر گزرا کہ یوسف علیہ السلام کے بیٹھ جانے
کے بعد یہ سوتیلے بھائی بن یامین سے بھی بے توقیری سے پیش آتے تھے تفسیر سدی میں اذ انتم جاہلون کا یہ مطلب بیان کیا گیا
ہی کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے اذ انتم جاہلون کہہ کر انہین یہ جتلایا کہ بدسلوکی کے وقت نہ تمہیں اُس بدسلوکی
کے وبال کا خیال تھا نہ یہ معلوم تھا کہ وہ بدسلوکی میرے حق میں آخر اللہ کی ایک رحمت ہو جاویگی۔ سورۃ الحجرات میں آویگا
کہ پرہیزگاری اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی عزت کی چیز ہے اور اس مضمون کی صحیح بخاری نسائی اور مستدرک حاکم میں ابوہریرہ رضی
کی روایتین بھی ہیں اسی طرح صبر کے اجر کے باب میں بہت سی صحیح حدیثین ہیں حاصل یہ ہی کہ سورۃ الحجرات کی آیۃ ان اکرمکم
عند اللہ اتقاکم اور یہ سب حدیثین انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین کی گویا تفسیر ہیں۔ احسان کے معنے خالص
دل سے نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں سے بچنے کے ہیں چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمر رضی کی ایک حدیث اس معنے
کی تفصیل میں گزرچکی ہی یغفر اللہ لکم کہہ کر یوسف علیہ السلام نے اپنے سوتیلے بھائیون کے حق میں مغفرت کی دعا کی ہے
اور پھر اُنکو یہ جتلایا ہی کہ اللہ تعالیٰ الرحم الراحمین ہی اُسکی ذات سے مغفرت کی توقع رکھنی چاہیئے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے
ابوسعید خدری رضی کی حدیث ایک جگہ گزرچکی ہی کہ سب شفاعتوں کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بہت سے گنہگارون
کو دوزخ سے نکالکر جنت میں ڈالیگا اور یہ فرماویگا کہ میں ارحم الراحمین ہوں یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے ارحم الراحمین ہونیکی گویا تفسیر ہے

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝

لیجاؤ یہ کرتہ میرا اور ڈالو منہ پر میرے باپ کے کہ چلا آوے آنکھوں سے دیکھتا اور لے آؤ میرے پاس گھر اپنا سارا

بعضی تفسیرون میں یہ جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی کے حوالہ سے روایۃ لکھی ہی کہ یہ کرتہ جو حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت
یعقوب علیہ السلام کو بھیجا تھا جسکے اثر سے چھ برس کی گئی ہوئی آنکھیں منہ پر ڈالتے ہی اچھی ہو گئیں یہ وہ کرتہ تھا جو حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے کے وقت خدا تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے لائے تھے یہ
کرتہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق کو دیا اور حضرت اسحاق نے حضرت یعقوب ع کو دیا اور حضرت یعقوب
نے اس کرتے کا ایک تعویذ بناکر حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈالدیا حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیون کو

منزل ۳

ع ۴

اس کرتہ کے تعویذ کی خبر نہ تھی ورنہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کنوئیں میں ڈالنے کے وقت ضرور وہ تعویذ حضرت یوسف علیہ السلام سے چھین لیتے اس کرتے میں جنت کی خوشبو تھی وہی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کی ناک میں دور سے آئی کسی معتبر محدث یا مفسر نے اس روایۃ کی سند کی صحت نہیں بیان کی ہو اسواسطے یہ روایۃ بھروسے کے قابل نہیں ہو شاید اسی سبب سے شاہ صاحب نے اپنے اردو فائدہ میں اس کرتے کی کچھ تاثیر بیان نہیں کی بلکہ اس کرتے کے ڈالنے سے آنکھیں جو اچھی ہوگئیں اسکو حضرت یوسف علیہ السلام کی کرامت بتلایا ہو لیکن جبکہ قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبوت ملنے سے پہلے نبی ہوچکے تھے تو اس کرامت کو معجزہ کہنا قرآن شریف کے مضمون کے زیادہ مطابق معلوم ہوتا ہو اکثر مفسرین نے لکھا ہو کہ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالکر حضرت یعقوب سے حیلہ کے طور پر یہ بیان کیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا لے گیا اسوقت بناوٹی خون کے دھبوں کا کرتہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی یہودا نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دکھایا تھا اسی خیال سے اب یہ خوشخبری کا کرتہ بھی مصر سے یہی یہودا لے گئے تاکہ اس پہلے کے کرتے سے باپ کو جو رنج ہوا تھا اس خوشخبری کے کرتے کے پہنچانے میں اسکا کچھ معاوضہ ہوجاوے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہو جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہو دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہو اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہو جس کا حاصل یہ ہو کہ دنیا میں ہر ایک کام لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق وقت مقرر پر ہوتا ہو چنانچہ یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کے اچھے ہوجانے کا اور اونہیں یوسف علیہ السلام کے مصر میں ہونے کی خبر کے معلوم ہوجانے کا جب وقت مقرر آن پہونچا تو ان باتوں کا سامان خود بخود غیب سے پیدا ہوگیا

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَن تُفَنِّدُونِ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ۝

اور جب جدا ہوا قافلہ کہا انکے باپ نے میں پاتا ہوں بو یوسف کی اگر نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا لوگ بولے قسم اللہ کی تو ہے اپنی اسی غلطی میں قدیم کی

منزل

ربع

جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کرتہ دیکر مصر سے کنعان کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ اس کرتہ کو لیجاؤ اور والد بزرگوار کے منہ پر ڈالو انکی آنکھیں اچھی ہوجاوینگی پھر تم اپنے سارے گھر کو لیکر میرے پاس چلے آؤ اور یہ قافلہ مصر سے جس وقت روانہ ہوا تو آٹھ دن کے فاصلہ کی راہ سے خداوند عالم کے حکم سے ہوا اوس کرتے کی بوئے کر اوڑی اور حضرت یعقوب تک اسکو پہونچایا اوپر ذکر ہوچکا ہو کہ عبداللہ بن عباس کے ایک قول کے موافق یہ کرتہ وہی کرتہ تھا جو حضرت جبرئیل نے ابراہیم علیہ السلام کو جنت سے لاکر دیا تھا اور جسکی برکت سے آگ و پر گلزار بن گئی تھی اور یہ کرتہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے حصہ میں آکر حضرت یعقوب کو ملا تھا اور آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں باندھ دیا تھا اور جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالے گئے تھے تو جبرئیل علیہ السلام نے آکر حضرت یوسف کو پہنایا تھا یہ کرتہ جنت کا تھا اسلئے اسکی بو حضرت یعقوب علیہ السلام کی ناک میں اتنی دور و دراز مسافت سے پہونچی اور آپ نے پہچان لیا کہ یہ جنت کی بو ہے

اس لئے آپنے اپنے مقام پر بیٹھے بیٹھے اہل کنعان میں سے جو لوگ اُنکے پاس حاضر تھے اُنسے اور اپنے پوتون سے کہا کہ اگر تم لوگ
مجھے مجنون اور دیوانہ نہ سمجھو اور ملامت نکرو تو میں کہہ سکتا ہون کہ آج مجھے یوسف کی بو آتی ہی اون لوگون نے حضرت یعقوب
علیہ السلام کی بات کا یہ جواب دیا کہ واللہ تم اوسی خبط میں ابتک پڑے ہو کہان یوسف اور کہان آپکی بو عرصہ ہوا کہ یوسف
کا کہیں پتہ نہیں اصل یہ ہی کہ یوسف کے ساتھ تمہین از حد محبت تھی اوسی محبت کا یہ تقاضا ہی کہ تم ابتک اوسکے ملنے کی امید
رکھتے ہو ہماری سمجھ میں تو یہ بات ہرگز نہیں آتی یہ لوگ درحمل اس بات سے ناواقف تھے کہ قافلہ بشارت دینے والا
مصر سے چل چکا ہی اور یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسف علیہ السلام کا کرتہ لیکر آ رہے ہیں یہ لوگ اپنے خیال میں یوسف
علیہ السلام کو مردہ سمجھے ہوئے تھے اسلئے اونھوں نے یہ بات کہی صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص
کی حدیث جو گذر چکی اوس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق
اب وہ وقت آگیا تھا کہ یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کی خبر یعقوب علیہ السلام کو پہونچ جاوے اسلئے مصر کا قافلہ
تو ابھی راستہ میں ہی رہا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہوا کے ذریعہ سے یوسفؑ کی خبر یعقوبؑ کو پہونچا دی۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚۙ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا
پھر جب پہنچا خوشخبری والا ڈالا وہ کرتہ اوسکے منہ پر تو اُلٹا پھر آ آنکھون سے دیکھتا بولا میں نہ کہتا تھا تم کو میں جانتا ہون اللہ کیطرف سے جو تم
تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾
نہیں جانتے بولے اے باپ بخشوا ہمارے گناہوں کو بیشک ہم تھے چوکنے والے کہا ہو بخشواؤنگا تمکو اپنے رب سے وہی ہی بخشنے والا مہربان

مجاہد کا قول ہی کہ یہ بشیر حضرت یوسف کے سوتیلے بھائی تھے جن کا نام یہودا تھا پہلے بھی یہی حضرت یوسف کا خون
کا بھرا ہوا کرتہ لائے تھے اور اب بھی یہی کرتہ لیکر آئے تاکہ پہلی بدنامی کا دھبہ جاتا رہے الغرض جس وقت یہ بشیر حضرت
یوسف کا کرتہ لایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر ڈالا آپکی آنکھون میں روشنی آگئی اور صحیح و تندرست
ہوگئے اور بشیر سے پوچھا تو نے یوسف کو کس دین پر چھوڑا ہی کہا اسلام پر آپنے بہت خوشی ظاہر کی اور خدا کی نعمت کا شکر
ادا کیا اور فرمایا الان تمت النعمۃ اور پاس والون اور بیٹون سے فرمایا کہ دیکھو میں نہ کہتا تھا کہ میں یوسفؑ کی بو پا رہا ہون
تم مجھے دیوانہ سمجھ رہے تھے مجھے تو خدا کی طرف سے اون اون باتون کا علم ہے جو تمہین نہیں معلوم ہیں تمہاری عقل وہان
تک نہیں پہونچ سکتی دیکھو میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ یوسف کے خواب کا ظہور ضرور ہوگا پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کے
صاحبزادون نے باپ سے معذرت کی اور اپنی خطا کا اقرار کیا کہ بیشک ہم قصوروار ہیں ہمسے آپکی جناب میں بہت ہی بڑا
قصور ہوا آپ ہمیں معاف فرمائیں اور درگاہ الٰہی میں ہمارے واسطے مغفرت کی دعا کیجئے آپنے فرمایا کہ عنقریب ہم
تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں گے آپنے مغفرت کی دعا کرنے میں بخل نہیں کیا بلکہ وعدہ فرمایا کہ بوقت سحر ہم خدا سے
تمہارے واسطے دعا کرینگے آپ صبح کے وقت اٹھکر نماز پڑھا کرتے تھے اور دعا صبح زیادہ تر مقبول ہوتی ہی کیونکہ

منزل

وقت زیادہ مقبولیت کا ہی چنانچہ صحیح بخاری مسلم ترمذی وغیرہ میں ابو ہریرہ کی روایۃ سے جو حدیث ہی اس میں اس وقت کے مقبول ہونے کا ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ پچھلی رات کو ہر رات اللہ تعالیٰ اول آسمان پر نزول فرماکر ہر دعا کرنے والے شخص کی دعا کے قبول کرنے کا وعدہ فرماتا ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گنہ گاروں کے گناہ معاف کرنے کی صفت اللہ تعالیٰ کو یہاں تک پیاری ہے کہ اگر حال کے موجودہ لوگ گناہ نکرین تو انکی جگہ اللہ تعالیٰ گنہ کرنے والے اور لوگ پیدا کرے اور خالص دل سے توبہ کرنے پر انکے گناہ معاف فرماوے یہ حدیث انہ ہو الغفور الرحیم کی گویا تفسیر ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ

پھر جب داخل ہوئے یوسف پاس جگہ دی اپنے پاس اپنے ماں باپ کو اور کہا داخل ہو مصر میں اللہ نے چاہا تو خاطر جمع سے اور اونچا بٹھایا اپنے

عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ

ماں باپ کو تخت پر اور سب گرے اسکے سجدے میں اور کہنے لگا اے باپ یہ بیان ہی میرے اس پہلے خواب کا اسکو میرے رب نے سچ کیا

وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ

اور اسنے خوبی کی مجھسے جب مجھکو نکالا قید سے اور تم کو لے آیا گاؤں سے بعد اسکے کہ جھگڑا اٹھایا شیطان نے مجھ میں

وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

اور میرے بھائیوں میں میرا رب تدبیر سے کرتا ہی جو چاہے بیشک وہی ہے خبردار حکمت والا

منزل ۳

اس آیۃ میں اللہ پاک نے حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات کا حال بیان فرمایا کہ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ تم کنعان جاکر اپنے کنبہ اور گھر والون کو یہاں لے آؤ تو یہ لوگ اپنے سارے رشتہ داروں کو جو مرد عورت ملاکر ۷۳ آدمیون کے قریب تھے کنعان سے لیکر چلے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو خبر ملی کہ ہمارے والدین آرہے ہیں اور اب بہت نزدیک آگئے ہیں تو آپ تخت پر بیٹھ کر انکے استقبال کو روانہ ہوئے بادشاہ مصر نے اپنے دربار کے اور دوسرے معزز آدمیون کو بھی انکے ہمراہ کر دیا۔ بعضے سلف یہ بھی کہتے ہیں کہ خود بادشاہ مصر بھی انکے استقبال کو روانہ ہوا الغرض شہر سے نکلکر جب باپ کے پاس پہونچے تو ماں باپ کو اپنے پاس تخت پر جگہ دی اور تخت پر بٹھاکر کہا کہ انشا اللہ اب امن سے شہر مصر میں آپ داخل ہونگے جس کا مطلب یہ ہی کہ خدا کے فضل سے یہان قحط وغیرہ کی شکایت نہیں رہے گی کیونکہ انھون نے غلہ کا معقول بندوبست کر رکھا تھا کہ لوگ دور ودراز سے غلہ لینے یہان آتے تھے اکثر مفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہی کہ آپکی والدہ کی وفات ہو چکی تھی یہ جو آپکے والد بزرگوار کے ساتھ تھیں انکی خالہ تھیں پھر جب یوسف علیہ السلام نے عین شہر میں آکر ماں باپ کو تخت پر بٹھایا تو انکے گیارہ بھائیوں نے براہ تعظیم انکے آگے سجدہ کیا یہ سجدہ تعظیم کا کہلاتا تھا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک آپس

بزرگون اور معزز آدمیون کو سجدہ کرنا روا تھا حضرت آدم کو جو فرشتون نے سجدہ کیا تھا وہ بھی یہی سجدہ تھا مگر شریعت محمدیہ میں یہ سجدہ ناجائز ہی اور سوائے خدا کے اورون کو سجدہ کرنا قطعی حرام ٹھہرایا گیا ہی۔ معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ معاذ ملک شام میں گئے تو وہان دیکھا کہ لوگ اپنے سردارون کو سجدہ کرتے ہین جب معاذ وہان سے واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انھوں نے سجدہ کیا آپ نے فرمایا کہ اے معاذ یہ کیا بات ہی انھوں نے کہا کہ میں نے ملک شام میں دیکھا ہی کہ وہان کے لوگ اپنے سردارون کو سجدہ کرتے ہین میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی شخص سجدہ کا مستحق نہیں ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں سوا خدا کے اور کسی کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو کہتا کہ اپنے شوہر کے آگے سجدہ کرے کیونکہ شوہر کا حق بیوی پر بہت زیادہ ہی یہ معاذ کا قصہ مسند بزار اور طبرانی میں تفصیل سے ہے اور اسکی سند معتبر ہے الغرض یہ سجدہ اسوقت جائز تھا اسلیے یوسف علیہ السلام کے بھائیون نے یوسف علیہ السلام کے آگے سجدہ کیا اور یوسف ع نے اپنے والد بزرگوار سے کہا کہ اے والد ماجد میں نے جو بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے آسمان سے زمین پر اوترے اور انکے ساتھ چاند سورج بھی تھے اور اون ستارون نے میرے آگے سجدہ کیا یہ اوسی خواب کی تعبیر ہے اور یہی نتیجہ و انجام اوس خواب کا تھا ہمارے پروردگار عالم نے اوس خواب کو سچ کر دکھایا اور ہم اوسکا لاکھ لاکھ شکر کرتے ہیں کہ ہمیں طرح طرح کی نعمت دی اور مجھے قید سے نکالا اور آپ کو گاؤن سے یہان لایا پھر اسکے بعد شیطان کا ذکر کیا کہ اسنے ہمارے اور ہمارے بھائیون کے درمیان میں جھگڑا ڈالا مگر ہزار ہزار اسکا شکر ہی کہ اسنے اسکا تصفیہ کر دیا اور فرمایا کہ میرا رب لطیف ہے لطیف کے معنون میں بعضے سلف کا قول ہی کہ لطیف وہ ہی کہ جو تجکو تیرے کام تک پہونچا دے ان ربی لطیف کے معنے ان ربی ذو لطف و کرم جسکا مطلب یہ ہی کہ اوسنے اپنے لطف و کرم سے میرے اوپر بڑے بڑے احسان کئے یوسف علیہ السلام نے اس تعبیر میں کنوئین کا ذکر نہیں کیا تا کہ کنوئیں کا نام سنکر اونکے سوتیلے بھائی شرمندہ نہ ہوں۔ انہ ہو العلیم الحکیم اسکا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالی اپنے بندون کی مصلحتوں اور ضرورتون کو خوب جانتا ہی اور اسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ ۝

اے رب تونے دی مجکو حکومت اور سکھایا مجکو کچھ پھیر باتون کا اے پیدا کرنے والے آسمان اور زمین کے توہی میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں موت دے مجکو اسلام پر اور ملا مجکو نیک بختون میں یہ خبرین ہیں غیب کی ہم بھیجتے ہیں تجکو اور تو نہ تھا انکے پاس جب ٹھہرانے لگے اپنا کام اور فریب کرنے لگے

سترہ برس کی عمر میں حضرت یوسف کو انکے بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا اور چالیس برس تک پھر باپ سے مصر

منزل

میں بچھڑے رہے اور چوبیس برس تک پھر حضرت یعقوب کے ساتھ ملکر مصر میں رہے اور زلیخا سے نکاح ہوا اسکے بعد اللہ تعالی
سے یہ انجام بخیر ہونے کی دعا کی تھوڑے دنوں بعد مصر میں انتقال فرمایا اہل مصر کو حضرت یوسف سے ایسا اعتقاد ہو گیا
تھا کہ ہر ایک محلہ کا سردار اپنے محلہ میں برکت کی نیت سے حضرت یوسف کو دفن کرنا چاہتا تھا یہانتک نوبت پہونچی
کہ قریب تھا کہ اس بات پر اہل مصر میں تلوار چل جاوے پھر آخر یہ صلاح ٹھہری کہ نیل کا پانی سب کے کھیتوں میں جاتا ہی
نیل کے کنارہ کسی قدر پانی میں حضرت یوسف کو دفن کیا مگر دوسرے سال دوسرے کنارہ پر قحط کے آثار نظر آئے
اسلئے دوسری سے تابوت کر بیچ نیل میں پھر آپکی لاش کو دفن کیا چار سو برس کے بعد جب حضرت موسی بنی اسرائیل کو لیکر مصر
نکلے اسوقت اللہ کے حکم سے موسی علیہ السلام حضرت یوسف کی لاش کا سنگ مرمر کا صندوق ملک شام میں لائے اور
حضرت اسحاق کی قبر کے پاس دفن کیا حضرت یوسف علیہ السلام کی لاش کو مصر سے ملک شام میں جو موسی علیہ السلام
لائے یہ قصہ تفسیر ابن ابی حاتم اور مستدرک حاکم میں ابو موسی اشعری کی روایت سے ہی اور حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہی
اسی طرح تفسیر سدی میں ہی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت حضرت یوسف کو وصیت کی تھی کہ حضرت
ابراہیم اور حضرت اسحاق کے مزار کے پاس آنکو دفن کیا جاوے چنانچہ انتقال تو حضرت یعقوب علیہ السلام کا مصر میں ہی
ہوا لیکن پھر انکی وصیت کے موافق حضرت یوسف علیہ السلام نے انکی لاش کو ملک شام میں منتقل فرمایا اور بیت المقدس
میں دفن کیا حضرت یعقوب کی لاش کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام بھی ملک شام کو آئے تھے جس دن حضرت
یعقوب علیہ السلام کی لاش ملک شام میں پہونچی اتفاق سے اوسی روز حضرت یعقوب علیہ السلام کے جڑواں بھائی
حضرت عیص کا انتقال ہو گیا حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب اور حضرت عیص کو ایک قبر میں دفن کیا
پھر خود مصر کو چلے آئے حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کی لاش کے منتقل ہونیسے معلوم ہوتا ہی کہ ملت ابراہیمی میں
لاش کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا بلا خلاف جائز تھا شریعت محمدی میں اگرچہ بعضے علما نے لاش کی ایک
جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کو منع کیا ہی لیکن کوئی صاف حدیث اس باب میں موجود نہیں ہی حضرت جابر کی
وہ حدیث جسکو سوا صحیح بخاری کے اور کتابوں میں ائمہ صحاح نے روایت کیا ہی کہ احد کے شہیدوں کو بعضے صحابہ نے
مدینہ میں دفن کرنے کے لیے لانا چاہا اور آپنے فرمایا یہ لوگ جہاں شہید ہوئے ہیں وہیں انکو دفن کرنا چاہیے۔ بعضے علما
نے کہا ہی کہ یہ حکم شہیدوں کے لیے خاص ہی موطا میں سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید کا عقیق میں انتقال کرنا
اور مدینہ میں لاکر انکو دفن کرنے کا اور بخاری میں حضرت جابر کا اپنے باپ عبد اللہ کو ایک قبر سے دوسری قبر میں دفن
کرنے کا جو قصہ ہی ان قصوں سے معلوم ہوتا ہی کہ صحابہ لاش کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کو جائز جانتے
تھے حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس کا یہ فیصلہ کیا ہی کہ کسی متبرک جگہ کے دفن کے لیے لاش کو
ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاوے تو جائز ہی اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کا قول اس فیصلہ کی تائید میں

منزل ۳

بیان کیا ہی پہر کہا ہی کہ اگر غرض صحیح شرعی نہ ہو تو لاش کا منتقل کرنا مکروہ قریب حرام کے ہی۔ یوسف علیہ السلام کی لاش کو دور سے ناپ کر نیل کے بیچونبیچ میں دفن کرنے کا قصہ حضرت عبد اللہ بن عباس رض کے پروردہ عکرمہ کے قول کے موافق لکھا گیا ہی۔ تفسیر کے باب میں عکرمہ کے قول کا بڑا اعتبار ہی۔ یوسف علیہ السلام نے اپنی وفات اور انجام بخیر ہونیکی دعا جو کی ہی جس کا ذکر اس آیۃ میں ہی ان کی اس دعا اور صحیح بخاری کی انس رض بن مالک کی اُس حدیث میں کچہہ مخالفت نہیں ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی تکلیف سے گہبراکر موت کی تمنا سے منع فرمایا ہی کیونکہ یوسف علیہ السلام نے دنیا کی کسی تکلیف سے گہبراکر یہ دعا نہیں کی بلکہ دنیا کی راحت سے عقبی کے کاموں میں فتور پڑ جانے کے خوف سے اونہوں نے یہ دعا کی اور پہر حکومت کے کامون سے بہی علیحدگی اختیار کرلی حاصل یہ ہی کہ ایسی نیت سے موت کی تمنا کی اجازت خود انس رض بن مالک کی حدیث کے آخری ٹکڑے میں ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ ملۃ ابراہیمی اور شرع محمدی کا یہ مسئلہ یکسان ہی۔ ملک سے مقصود مصر کی حکومت ہی اور تاویل الاحادیث سے مقصود خوابون کی تعبیر ہے۔ صالحین سے مقصود حضرت ابراہیم اور آنکا خاندان۔ اب آگے فرمایا کہ اے رسول اللہ کے تم بہی ان پڑہ اور تمہاری قوم بہی ان پڑہ اور ابہی مکہ سے باہر جاکر کسی اہل کتاب میں کے عالم سے تمہارا واسطہ نہیں پڑا اسپر بہی تم نے توراۃ کے موافق جو یہ قصہ لوگوں کے روبرو بیان کر دیا تو اس سے ہر ایک سمجھدار شخص سمجھ سکتا ہی کہ یہ کام بغیر تائید غیبی کے ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ مثلاً یوسف علیہ السلام کے بہائیوں نے یوسف کو کنوئیں میں ڈالتے وقت جو مکر و فریب کی باتین کیں۔ جب تم اُسوقت اون لوگون کے ساتھ نہیں تھے تو کوئی سمجھدار تبلادے کہ پہر یہ باتین بغیر تائید غیبی کے تمکو کیونکر معلوم ہوگئیں لیکن علم الٰہی میں جو لوگ گمراہ ٹہر چکے ہیں آنکی سمجھ ان باتون کے سمجھنے سے قاصر ہے اسلئے وہ جس حال پر ہیں آخر کو اُس حال میں دنیا سے اُٹھ جاوینگے اللہ سچا ہی اللہ کا کلام سچا ہی مثلاً بدر کی لڑائی میں جو لوگ شرک کی حالت میں دنیا سے اوٹھ جانے والے تھے لڑائی سے پہلے اُنکے نام اللہ تعالی نے اپنے رسول کو اور اللہ کے رسول نے صحابہ کو تبلادیے چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے انس رض بن مالک کی حدیث اس باب میں ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین قسم کہاکر انس رض بن مالک کہتے ہیں کہ لڑائی سے پہلے جن لوگون کا نام اور اُن لاشون کے پڑے رہنے کی جگہ جو کچہ اللہ کے رسول نے فرمایا تہا لڑائی کے بعد وہ سب ظہور میں آیا۔

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○

اور نہین اکثر لوگ یقین لانے والے اگرچہ تو للچاوے

اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رنج دفع کرنے کے لئے آپکی تسلی فرمائی ہی آپکے رنج کا سبب یہ تہا کہ یہود کے بہکانے سے قریش نے آپسے یہ دریافت کیا تہا کہ حضرت یعقوب جنکی اولاد یہود کہلاتے ہیں ملک شام کے رہنے والے تھے اگر تم نبی ہو تو یہ تبلاؤ کہ یہود جنکا لقب بنی اسرائیل ہی مصر میں کیونکر چلے گئے تھے اور ملک شام انسے کیونکر چہوٹ گیا تہا چنانچہ اس کا ذکر اوپر گذر چکا ہی غرض اس سوال کے جواب میں جب اللہ تعالیٰ نے ابتدا سے انتہا تک حضرت یوسف کے مصر میں آنے کا قصہ اور حضرت یوسف کے سبب سے پہر حضرت یعقوب اور اولاد یعقوب کی مصر میں آنکر بسنے کا حال اس سورۃ

منزل ۳

میں بیان فرمایا اور یہ یہود کو بخوبی معلوم تھا کہ جس کسی کو توریت کا علم نہیں ہی اُسکو یہ تاریخی قصہ ہرگز معلوم نہیں ہی اور یہ بھی معلوم تھا کہ آنحضرت نے نہ توریت پڑہی ہی نہ کسی اہل توریت سے آپکی ایسی رسم ہی کہ جس سے آپکو یہ قصہ سن سنا کر معلوم ہو گیا ہو۔ رہا اہل توریت میں سے عبد اللہ بن سلام وغیرہ کا اسلام لانا یہ آپکے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد ہی اور قریش نے یہ سوال ہجرت سے پہلے مکہ میں کیا تھا غرض جب آپنے توریت سے بھی زیادہ تفصیل سے اس قصہ کو قریش کے روبرو سورہ یوسف کے نازل ہوتے ہی بیان فرمادیا تو آپکو توقع ہوئی کہ اس امر کو تائید غیبی سمجھ کر اکثر یہود آپکے سچے نبی ہونے کی شہادت دیوین گے اور اس شہادت کی وجہ سے اکثر قریش ایمان لادین گے لیکن یہود اور قریش اتنی بڑی تائید غیبی کے دیکھنے کے بعد بھی اپنی سخت دلی سے قائل نہ ہوئے اور اسلام نہ لائے اس سبب سے آنحضرت کو کمال رنج ہوا اس رنج کو رفع کرنیکی غرض سے اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ بغیر اللہ کی مرضی کے اور بغیر وقت مقررہ کے پہونچ جانے کے فقط تمہاری حرص سے یہ لوگ ایمان نہ لادین گے اس کا تم کچھ رنج نکرو چنانچہ جب وقت مقرر آگیا تو جس طرح اللہ تعالی نے فرمادیا تھا وہی ظہور میں آیا کہ فتح مکہ ہو کر مکہ میں کوئی قریش اور گرد و نواح مدینہ کے یہود کی بستیاں فتح ہو کر کوئی یہود منکر و مخالف باقی نرہا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی ایک حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے علم الٰہی کے موافق نیک و بد کی چھانٹ کی جا کر ہر ایک کا دوزخ اور جنت کا ٹھکانا بھی قرار پا چکا ہی اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ابتدا اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حرص تھی کہ سارے اہل مکہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاوین لیکن جب قرآن کی اکثر آیتوں سے یہ معلوم ہو گیا کہ جو لوگ علم الٰہی میں دوزخی قرار پا چکے ہیں وہ کسی طرح راہ راست پر نہ آوین گے تو آپنے بہت سی حدیثوں کے ذریعہ سے یہ مطلب صحابہ کو سمجھایا جو مطلب حضرت علیؓ کی اس حدیث کا ہی۔

منزل ۳

وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

ع ۱۱

اور تو مانگتا نہیں اُنسے اسپر کچھ نیگ یہ تو اور کچھ نہیں مگر نصیحت سارے عالم کو

جب اللہ پاک نے یوسف علیہ السلام اور اُنکے بھائیوں کا قصہ بیان فرمادیا اور یہ بھی فرمادیا کہ یہ ساری باتین غیب کی ہیں جو ہم نے تم کو بذریعہ وحی کے بتلائی ہیں جن سے تم اس سے پہلے بالکل ناواقف تھے تمہیں ذرا بھی یہ حال معلوم نہیں تھا اور جسوقت یہ قصہ گزرا اُسوقت تم موجود نہ تھے اور یہ بھی فرمایا کہ تمکو یہ پہلی باتین اسلئے بتلائی ہیں کہ لوگ اوس سے عبرت پکڑیں جس سے دین و دنیا میں نجات پائیں مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اگرچہ پیغمبر اُنکے ایمان کے لئے حرص بھی کرتے ہیں اب فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگونکی ہدایت کرتے ہیں اور بہتری و بھلائی کی طرف اُنکو بلاتے ہیں اسکی کوئی مزدوری خلق سے نہیں چاہتے ہیں بلکہ محض خدا کے لئے یہ کام کرتے ہیں کہ دنیا میں یہ باتین یادگار رہجائیں اور لوگ اس سے عبرت و نصیحت پکڑ کر راہ یاب ہوں اور اُنکے دونوں جہان دنیا و آخرت سنور جائے اور نجات حاصل کریں اس سے ہر سمجھ دار سمجھ سکتا ہے کہ بغیر کسی لالچ کے جو نصیحت کیجاتی ہی وہ سچی اور عام فائدہ کے لحاظ سے ہوتی ہی لیکن یہ اوپر گزر چکا ہی کہ علم الٰہی میں جو

لوگ گمراہ ٹھہر چکے ہیں انکی سمجھ ان باتوں کے سمجھنے سے قاصر ہے اسلئے وہ جس حال پر ہیں اوسی حال میں دنیا سے اوٹھ جاوینگے حاصل کلام یہ ہی کہ اہل مکہ میں کے جو لوگ قرآن کی نصیحت سے بھاگتے ہیں وہ اس لئے نہیں بھاگتے کہ انسے اس نصیحت کے معاوضہ میں کچھ اجرت مانگی جاتی ہی بلکہ وہ اسلئے بھاگتے ہیں کہ انکے پیدا ہونے سے پہلے علم الٰہی میں یہ بات ٹھہر چکی ہی کہ قرآن کی نصیحت ان لوگوں کے حق میں بیکار ہی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی بیان فرمائی ہی اس حدیث کو آیتہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ اگرچہ مینہہ کے پانی کی طرح قرآن کی نصیحت سب لوگوں کے حق میں عام ہے لیکن جو لوگ علم الٰہی میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں انکے حق میں وہ نصیحت ایسی رائگان ہی جسطرح بری زمین میں مینہہ کا پانی رائگان جاتا ہے

وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ۝

اور بہتیری نشانیاں ہیں آسمان اور زمین میں جنپر ہو نکلتے ہیں اور وہ آنپر دہیان نہیں کرتے

اس آیتہ میں اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ آسمان و زمین میں بے شمار نشانیاں ہیں جو اللہ جل جلالہ کی وحدانیت پر دلیل ہیں جس سے خداوند عالم کا خالق رزاق ہونا ثابت ہوتا ہی ضحاک کہتے ہیں کہ آسمان کی نشانیاں سورج چاند تارے بادل ہیں اور زمین کی نشانیاں ساری مخلوق خداوند جل جلالہ کی ہی اور دریا نہریں ندیاں پہاڑ ملک قصبے گانوں جھیل ٹاپو اور دوسری بہت سی نشانیاں ہیں جنپر انسان کا گذر ہوتا ہے اور دن میں بارہا انسان اونہیں دیکھتا ہی مگر اوس میں ذرا بھی غور نہیں کرتا بلکہ اونسے غافل رہتا ہی مصحف عبد اللہ بن مسعودؓ میں یمرون علیہا کی جگہ یمشون علیہا ہی مراد اس سے یہ ہی کہ پہلی امتوں کے آثار اور اونکی ہلاکت کا حال دیکھتے سنتے ہیں اور پھر بھی اوس سے نصیحت و عبرت نہیں حاصل کرتے۔ ابو موسیٰ اشعری کی حدیث جو اوپر گذر چکی اسکو اس آیتہ کی تفسیر میں بھی بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جو لوگ علم الٰہی میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں وہ جس طرح قرآن کی نصیحت سے فائدہ نہیں اوٹھا سکتے اسی طرح اللہ کی قدرت کی اور نشانیوں سے بھی وہ لوگ غافل ہیں جس غفلت کا نتیجہ یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے تو انکو انکی سب ضرورت کی چیزوں نکو پیدا کیا ہے اور وہ لوگ اللہ کی عبادت میں اور ونکو شریک کرتے ہیں۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ۝

اور نہیں یقین لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ اسکے شریک بھی کرتے ہیں

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایتہ ہی کہ میں نے آنحضرت سے پوچھا کہ حضرت سب سے بڑا گناہ دنیا میں کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ اللہ نے آدمی کو پیدا کیا ہی پھر آدمی سوا اللہ کے مخلوقات میں سے کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراوے تو اوس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گناہ نہیں اب ایک تو اللہ کی ذات کے ساتھ جو باتیں خاص ہیں مثلاً عبادت حاجت روائی اون باتوں کا برتنا اور سوا اللہ کے کسی دوسرے سے کرنا جسطرح بت پرست بتوں کو سجدہ کرتے ہیں اور انسے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں اسی کو بڑا شرک کہتے ہیں سوا اس بڑے شرک کے بعضی صورتیں شرک کی بہت چھپی ہوئی ہیں جنکے چھپے رہنے کی مثال مسند امام احمد

منزل ۳

نی ابوموسی اشعری کی اور مسند ابی یعلی کی ابوبکر صدیق کی معتبر سند سے روایتیں ہیں آنحضرت نے یہ بیان فرمائی ہے کہ پہاڑ پر جس طرح ایک چیونٹی پھرتی ہوئی کسی کو نظر نہیں آتی اسی طرح وہ صورتیں شرک کی نظر نہیں آتیں جس آدمی میں یہ صورتیں ہیں وہ اپنے آپکو پورا مسلمان گنتا ہے اور دیکھنے والے لوگ مسلمان بھی اسکو پورا کلمہ گو مسلمان گنتے ہیں وہ باتیں اس قسم کی ہیں مثلاً اسباب ظاہری دنیا میں خلاف حکم الٰہی کسی تاثیر کا گمان کرنا جس طرح کوئی گنڈہ یا تعویذ یا منتر اس عقیدہ سے کرنا کہ ضرور اس میں مستقل اثر ہے یا دین کا کام دنیا کے دکھلانے کو کرنا اسی کو چیونٹی کی مثال دیکر جب چھپا ہوا شرک آپنے فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق کو بڑا اندیشہ ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق نے آنحضرت سے عرض کیا کہ پھر حضرت ایسے چھپے ہوئے شرک سے نجات کیونکر ہے آپ نے فرمایا اللہ سے اس طرح دعا مانگا کرو اللھم انی اعوذ بک من ان اشرک بک شیئاً وانا اعلم به واستغفرک بما لا اعلم به حاصل معنے اس دعا کے یہ ہیں کہ یا اللہ کھلے چھپے سب طرح کے شرک سے پناہ دے اور کسی قسم کا شرک دانستہ یا نادانستہ ہو گیا ہو تو معاف فرما غرض یہ چھپی ہوئی قسم کا شرک چھوٹی چھوٹی سی باتوں میں اکثر لوگوں سے ہو جاتا ہے اسواسطے اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ میں فرمایا ہے کہ کتنے کو بہت لوگ اپنے آپکو مسلمان گنتے ہیں مگر انہیں شرک کی بو باقی رہتی ہے اس عام مرض کی دوا طبیب ربانی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمائی ہے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس سے غافل نہ رہے اور اس شرک خفی کے متعلق اپنے آپ میں کوئی بات یاد دے تو آئندہ اس کے چھوڑنے کی کوشش کرے کیونکہ جس گناہ سے آدمی توبہ کرے آئندہ اس گناہ کے چھوڑنے کا ارادہ کرنا بھی شرائط توبہ میں سے ہے چنانچہ اوپر اس کی صراحت آچکی ہے حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ مکہ کے مشرک لوگ اللہ کو خالق و رازق جانتے تھے اور پھر اسکی عبادت میں بتوں کو شریک کرتے تھے یہی بڑا شرک ہے اور اسکے حق میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ بغیر خالص دل کی توبہ کے اس شرک کی معافی نہیں ہے رہا چھوٹی چھوٹی باتوں کا شرک اسکی معافی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لیکن یہ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کا جو کام دنیا کے دکھاوے کے لئے کیا جاوے تو ایسے نیک عمل کا کچھ ثواب عقبیٰ میں نہ ملے گا چنانچہ مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ قیامت کے دن سر بمہر اعمال نامے جب اللہ تعالیٰ کے روبرو کھولے جاوینگے تو اللہ تعالیٰ ریاکاری کے عملوں کو بغیر ثواب کے نامہ اعمال سے خارج کر دینے کا حکم دیویگا۔

أَفَأَمِنُوٓاْ أَن تَأْتِيَهُمْ غَٰشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ ٱللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ ٱلسَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○

کیا نڈر ہوئے ہیں کہ آ ڈھانکے انکو ایک آفت اللہ کے عذاب کی یا آپہنچے قیامت اچانک اور انکو خبر نہ ہو

اس سے پہلے اللہ پاک نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اکثر لوگ ایمان دار ہو کر شرک بھی کرتے ہیں انہیں کے حق میں اب یہ ارشاد ہوا کہ کیا یہ لوگ بالکل اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ خدا کا عذاب آکر اچانک انکو ڈھانک لے یا قیامت آجائے اور انکو مطلق خبر بھی نہ ہو اپنے اپنے کاروبار میں لگ رہے ہوں بازاروں اور گلیوں میں پھر رہے ہوں یا رات کو بستر پر آرام سے سو رہے ہوں اور خدا کا طرح طرح کا عذاب جس طرح پہلی امتوں پر آچکا ہے انپر بھی آجائے اور انکا کام تمام کر دے اک ذرا بھی دم

منزل ۳

لینے کی مہلت نہ دے تو پھر یہ لوگ کیا کرین گے پہلے صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام کی قوم سے لیکر فرعون اور اُسکی قوم تک کے قصے جو سورۃ الاعراف مین گذرے اُنسے معلوم ہوتا ہی کہ ان اجڑی ہوئی قومون کو پہلے تو راہ راست پر آجانے کے لئے کافی مہلت دی گئی اور مہلت کے زمانے مین جب یہ لوگ راہ راست پر نہ آئے تو اُنکی غفلت کی حالت مین ایک دفعہ ہی طرح طرح کے عذاب آنکر یہ لوگ ہلاک ہوگئے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث بھی گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے راہ لوگونکو پہلے اللہ تعالیٰ کافی مہلت دیتا ہی جب مہلت کے زمانہ مین وہ لوگ راہ راست پر نہیں آتے تو پھر اُنکو اس طرح پکڑ لیتا ہی کہ جس پکڑ سے انکا چھٹکارہ نہیں ہو سکتا معتبر سند سے طبرانی مین عقبہ بن عامر سے روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بازارون مین ہر طرح کا کپڑا بکتا ہوگا عمارتون کی مرمتین ہو رہی ہونگی کہ یکایک صور کی آواز سے تمام دنیا اجڑ جاویگی حاصل کلام یہ ہی کہ اس آیۃ مین دنیوی عذاب اور قیامت کے اچانک آجانے کا جو ذکر ہی پہلی امتون کی ہلاکت کے قصے اور یہ حدیثین گویا اُسکی تفسیر ہین ۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

کہہ یہ میری راہ ہی بلاتا ہون اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر مین اور جو میرے ساتھ ہے اور اللہ پاک ہی اور مین نہیں شریک بتانیوالا

اس آیۃ مین اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ آپ لوگونسے کہدین ہمارا طریقہ اور جس راہ پر ہم ہین وہ یہ ہی کہ ہم مخلوق خدا کو اس بات کی نصیحت کردین کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہی دونون جہان مین اُسی کی خدائی ہی سارے آسمان اور تمام روئے زمین عدیا سمندر پر اُسی کا قبضہ و دخل ہی کوئی اُسکے کسی صنعت مین ذرہ برابر شریک نہیں ہی عبادت بھی اوسی کو زیبا ہی اور مین جو کسی کو اس راہ پر بلاتا ہون تو یقین اور سند کی راہ سے میرا بلانا اس راہ کی طرف ہی بے دلیل نہیں ہی مجھے خدا نے اسکی سوجھ عطا کی ہی اور اس بات کی ہدایت دی ہی اور جو شخص ہمارا پیرو ہو وہ بھی جس کسی کو اس راہ کی طرف بلاتا ہی تو دلیل سے قائل کرکے بلاتا ہی تمام ملائکہ اور جن و انس اور سب بیجان چیزین اُسکی تسبیح کرتی ہین اور مین بھی اوس کی پاکی بیان کرتا ہون پھر جناب سرور کائنات کو اللہ پاک کا یہ حکم ہوا کہ تم ان لوگون سے کہدو کہ جس طرح مشرکین خدا کے ساتھ اورون کو شریک کرتے ہین اور خالص اُسی کی بندگی نہیں کرتے ہیں تو نکو بھی اُسی کے ساتھ معبود شمار کرتے ہین مین ان باتون سے بری ہون مین اُسی کو ہر ایک امر مین قادر تصور کرتا ہون اور اکیلا اُسی کی بندگی کرتا ہون مین مشرکون مین نہیں ہون صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا پھر اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عبادت مین کسی دوسرے کو شریک کرنا اس سے بڑھ کر دنیا مین کوئی گناہ نہیں آیۃ مین توحید کی رغبت کے سمجھ بوجھ کی رغبت ہونے کا اور شرک سے بیزاری کا جو ذکر ہی یہ حدیث گویا اُسکی تفسیر ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ توحید کی دلیل مضبوط اور شرک بالکل بے سند ہی ۔ سورہ انعام کی آیۃ وان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ کی تفسیر مین جو حدیثین گذر چکی ہین اون حدیثونکو بھی آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی ۔

منزل ۳

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ ۗ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا
اور جتنے بھیجے ہمنے تجھسے پہلے یہی مرد تھے کہ حکم بھیجتے تھے ہم انکو اور بستیون کے رہنے والے سو کیا یہ لوگ نہیں پھرے ملک مین کہ دیکھیں
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۗ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ اتَّقَوْا ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○
کیسا ہوا آخر انکا جو انسے پہلے تھے اور پچھلا گھر تو بہتر ہے پرہیزگارون کو اب کیا تم نہیں بوجھتے

اِس آیۃ مین اللہ پاک نے ان لوگون کو قائل کیا ہی جو یہ کہتے تھے کہ آسمان سے کوئی فرشتہ رسول بناکر کیون نہیں بھیجا گیا اللہ
پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا کہ عادت الٰہی یون ہی جاری رہی ہی کہ ہمیشہ انسان ہی کو رسول بناکر
بھیجا گیا ہی اس مین جو کچھ حکمت ہی وہ اللہ خوب جانتا ہی۔ جمہور علما کا اسپر اتفاق ہی کہ اللہ جل جلالہ نے جتنے پیغمبر ہدایت
عالم کے لئے بھیجے وہ سب کے سب اول سے آخر تک مرد ہی ہوتے آئے کوئی عورت کسی زمانہ مین نبی یا رسول نہیں ہوئی بعض
لوگونکا اعتقاد یہ جو ہی کہ چار عورتین پیغمبر ہوئی ہین حضرت آسیہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت مریم والدہ حضرت
عیسےٰ علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام وہ لوگ اسکی وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ ان عورتون کو بعض اوقات خدا نے بذریعہ
فرشتون کے بشارت بھیجی ہی مثلاً اللہ پاک نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی والدہ کی نسبت فرمایا کہ واوحینا الی ام موسیٰ
ان ارضعیہ اور حضرت مریم کو فرشتے نے آکر یہ بشارت سنائی واذقالت الملٰئکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک الخ مگر اس سے یہ
نہیں لازم آتا کہ یہ گروہ مستورات نبی تھا کیونکہ نبی مخلوق کی ہدایت کے لئے ہوتا ہی اور کوئی نہ کوئی شریعت لیکر آتا ہی اور یہہ
برگزیدہ عورتین نہ تو علیحدہ کسی شریعت کی بانی تھین اور نہ کسی شریعت سابقہ کی خلیفہ جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام
حضرت موسےٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے اتنی بات البتہ ثابت ہوتی ہی کہ یہ عورتین صدیقہ ہوئی ہین جیساکہ اللہ پاک نے حضرت
مریم بنت عمران کی نسبت خبر دی کہ یہ اشرف عورت تھین گروہ مستورات مین ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل
وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام اس جگہ حضرت مریم کا ذکر اشرف مقام مین تھا اگر نبی ہوتین تو انکی نبوت کا ذکر یہان ضرور
کیا جاتا صرف صدیقیت کا وصف کافی نہ شمار کیا جاتا حضرت عبداللہ بن عباس نے رجال کی تفسیر مین یہ بیان کیا ہی
کہ اس سے مطلب یہ ہی کہ جو منکر نبوت لوگون کا خیال ہی کہ آسمان کے رہنے والوں فرشتون مین سے کوئی رسول ہوکر کیون
نہیں آیا اسکا جواب اللہ پاک نے یون دیا ہی کہ کبھی کوئی فرشتہ رسول نہیں بنایا گیا جتنے رسول ہوئے ہین وہ سب زمین کے
چلنے والے رہنے والے اور اسی سرزمین کے بسنے والے ہوئے ہین اور وہ سب کے سب آدمی جنس بنی آدم سے ہین حضرت
عبداللہ بن عباس کے قول کی تائید اس آیت سے ہوتی ہی جس مین اللہ پاک نے فرمایا وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم
لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق۔ کیونکہ فرشتونکی شان کھانے پینے اور بازارون مین پھرنے کی نہیں ہی۔ اور قریٰ
سے مراد یہ ہی کہ وہ رسول شہر کے باشندے ہوتے ہین جنگل اور گاؤن کے رہنے والے نہیں ہوتے کیونکہ دیہات والون
کی نسبت شہر کے لوگ زیادہ سمجھ دار اور نرم دل ہوتے ہین پھر اللہ پاک نے اسی آیۃ مین یہ ذکر فرمایا کہ لوگ جھٹلانے

والے جو ہمارے رسول کو جھٹلاتے ہیں کیا یہ لوگ ارد گرد زمین کی سیر نہیں کرتے یا پہلے لوگوں کا حال انھوں نے سنا نہیں
نہیں یہ بات نہیں معلوم ہی کہ حضرت نوحؑ کی قوم یا حضرت ہودؑ یا حضرت صالحؑ وغیرہ کی امتوں کا کیا حال ہوا کس طرح
یہ لوگ ہلاک ہوئے اور اسی زمانہ میں جو لوگ مومن تھے اور خدا اور اُسکے رسول کے تابع اور فرمانبردار تھے اونکا بال بھی بیکا
نہیں ہوا جو کچھ عذاب آیا انہیں کافروں پر آیا خداوند عالم کا طریقہ اسی طرح برابر جاری رہا ہی کہ وہ ہمیشہ دین کا انکار کرنے
والوں کے نبیاد اوکھاڑ کر پھینکدیتا ہی اور اپنے خالص اور متقی بندوں کو سایہ رحمت میں لے لیتا ہی اسی واسطے پھر یہ فرمایا
کہ جس طرح یہ متقی بندے دنیا میں خدا کے حفظ وامان میں رہا کئے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی اِنکے واسطے عمدہ عمدہ مکانات
تیار کئے گئے ہیں جو مرنے کے بعد انہیں عطا ہوں گے اور جو جو نعمتیں وہاں اونہیں ملیں گی وہ دنیا کی نعمتوں سے بدرجہا بہتر
ہوں گی افلا تعقلون۔ اِس کا مطلب یہ ہی کہ یہ ایک موٹی سی بات تھی جو ان لوگوں کے سوال کے جواب میں انہیں سمجھا دی
گئی ہی کہ فرشتوں کا اصلی صورت میں دیکھنا تو انسان کی طاقت سے باہر ہی اسلئے کوئی فرشتہ رسول بنا کر بھیجا جاتا تو
ضرور وہ انسان کی شکل میں بھیجا جاتا جس سے وہی شبہ اِن لوگوں کو باقی رہتا جو اسوقت ہی۔ اِس موٹی سی بات پر
اِن لوگوں کو غور و فکر کرنا اور یہ جان لینا چاہئے کہ اِس نادانی کے شبہ نے پہلی امتوں کو دین و دنیا کی خرابی میں ڈالدیا
دنیا میں وہ طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوئے اور عقبیٰ میں جنت کی نعمتوں کو ہاتھ سے دیکر دوزخ کے عذاب میں پکڑے
گئے اون اُجڑی ہوئی امتوں کی طرح اِس موٹی سی بات پر غور و فکر کرنے میں اِن لوگوں نے کوتاہی کی اور اللہ کے
رسول کے جھٹلانے پر اڑے رہے تو وہی انجام انکا ہوگا جو ایسے پہلے لوگوں کا ہوا اللہ سچا ہی اللہ کا کلام سچا ہی اِس نادانی
کے شبہ پر اڑے رہنے والے بڑے بڑے قریش کے سرداروں کا دین و دنیا میں جو انجام ہوا وہ صحیح مسلم کی انسؓ بن مالک
کی حدیث کے حوالہ سے گزر چکا ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ بدر کی لڑائی کے شروع ہونے سے ایک رات پہلے اللہ کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش میں کے اون سرکشوں کے نام تبلادئے جو اِس لڑائی میں مارے جانے والے تھے بلکہ مارے
جانے کے بعد جہاں جہاں ان لوگوں کی لاشیں پڑی تھیں وہ مقامات بھی جتلادئے تھے۔ انسؓ بن مالک قسم کھاکر کہتے ہیں
کہ ان لوگوں کی لاشوں کو لڑائی کے بعد اونہی مقامات پر ہم لوگوں نے پایا۔ یہ تو ان سرکشوں کی دنیا کی خرابی کا حال
ہوا عقبیٰ میں اِنکا یہ حال ہوا کہ مرتے کے ساتھ ہی سخت عذاب نے اِنکو آن گھیرا جو عذاب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کو نظر آیا اور اللہ کے رسول نے اُس عذاب کا حال جتلانے کے لئے اِن لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہوکر یہ فرمایا کہ اب تم
لوگوں نے عذاب الٰہی کے وعدہ کو سچا پالیا چنانچہ مسند امام احمد صحیح بخاری و مسلم کی انسؓ بن مالک کی حدیث کے حوالہ سے
یہ ذکر بھی گزر چکا ہی۔

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَایْــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ

یہانتک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ اُنسے جھوٹ کہا تھا پہنچی اُنکو مدد ہماری پھر بچا دیا جنکو ہم نے چاہا اور پھیری

منزل ۳

اوپر کی آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں کا یہ حال عبرت کے طور پر قریش کو یاد دلایا تھا کہ حضرت نوح کے زمانہ سے فرعون کے زمانہ تک جن جن امتوں نے انبیاء سے مخالفت کی اور بت پرستی اور اپنی سرکشی سے باز نہ آئے وہ سب لوگ طرح طرح کے عذاب سے ایک دم میں غارت ہو گئے مکہ سے شام کے ملک کا سفر تجارت کے لئے اکثر قریش کو پیش آتا رہتا ہو اس راستہ میں بہت بستیاں اور مکانات ایسے لوگوں کے کھنڈر ہوئے پڑے ہیں انکو دیکھ کر عبرت پکڑیں اور جان لیں کہ انکی سرکشی کا بھی یہی انجام ہونے والا ہے اس وقت کے مسلمانوں کے جی میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ آخر قریش کی سرکشی اور مخالفت بھی تو قریب قریب پچھلی امتوں کے پہونچ گئی ہو انپر عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا اس خیال کو اس آیۃ سے اللہ تعالیٰ نے رفع فرمایا ہو کہ عادت الٰہی پہلے سے یوں ہی ہو کہ ایکایک اون امتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے غارت نہیں کیا انکو بھی یہاں تک مہلت دی گئی کہ اسوقت کے نبی تنگ آگئے اور اپنی کامیابی میں انکو مایوسی ہو گئی اور مخالف لوگوں نے پورا گمان کر لیا کہ عذاب کا وعدہ جو انبیاء نے کیا تھا وہ فقط ڈراوا تھا پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے مخالفوں کو پکڑا اور ایک دم میں غارت کر دیا گھبرانا نہیں چاہیئے اب بھی ویسا ہی ہونے والا ہی وقت مقررہ کی دیر ہے چنانچہ پھر ویسا ہی اللہ کے وعدہ کے موافق ہوا جسکی تفصیل صحیح بخاری و مسلم کی انس بن مالک کی روایتوں کے حوالہ سے اوپر کی آیۃ کی تفسیر میں گذر چکی ہو۔ کذبوا میں دو قراءتیں ہیں ایک ذال کی تشدید سے ہے اور دوسری بغیر تشدید کے صحیح بخاری میں عروہ سے جو روایۃ ہو اس سے معلوم ہوتا ہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بغیر تشدید کی قراءۃ سے سخت انکار کیا ہو کیونکہ اونھوں نے اس قراءت کے یہ معنے خیال کئے ہیں کہ خود رسولوں نے یہ گمان کیا کہ مخالفوں کے عذاب اور رسولوں کی کامیابی اور مدد کا وعدہ جو اللہ کی طرف سے ہوا ہو وہ دنیا میں پیش نہ آویگا اور یہ گمان رسولوں کی شان سے بعید تھا اسواسطے حضرت عائشہ نے اس قراءت سے انکار کیا لیکن حضرت عبداللہ بن عباس عبداللہ بن مسعود اور جن صحابہ نے اس قراءت کو اختیار کیا ہو انکا مطلب اس قراءت سے وہ نہیں ہو جو مطلب حضرت عائشہ نے خیال کیا ہو چنانچہ نسائی میں سعید بن جبیر کی جو روایۃ حضرت عبداللہ بن عباس سے ہو اس میں حضرت عبداللہ بن عباس نے اس قراءت کے معنے بتلائے ہیں کہ مخالف لوگوں نے عذاب کے نزول میں دیر ہونے سے یہ گمان کیا کہ عذاب کے وعدہ میں اپنے رسولوں کو جھٹلا لیا اسواسطے باوجود حضرت عائشہ کے انکار کے یہ قراءت مشہور ہو تمام کوفہ کے قاریوں نے اور حسن بصری اور اکثر تابعین نے اس قراءت کو اختیار کیا ہو اس صورت میں دونوں قراءتوں کے معنے ایک ہی ہیں کچھ فرق نہیں ہو خلفائے اربعہ عبداللہ بن عباس عبداللہ بن مسعود ابی بن کعب زید بن ثابت اور ابی موسیٰ اشعری عبداللہ بن زبیر یہ دس صحابہ علم تفسیر میں مشہور ہیں اور ان مشہور مفسر صحابہ میں سے دو صحابیوں حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود کا بغیر تشدید کی قراءت پر اتفاق ہو اسلئے یہ قراءت بڑی معتبر قراءت ہو۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر فنجی من نشاء فرمایا ہے لیکن جہاں پہلی امتوں کے تفصیلی قصے ہیں وہاں اس مختصر ارشاد کا یہ تفصیلی مطلب بیان فرما دیا ہو کہ ہر ایک نبی اور انکے پیرو لوگوں کو عذاب سے بچایا جا کر باقی کے نافرمانوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا گیا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالہ

سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے راہ لوگوں کو جب تک اللہ تعالیٰ
چاہتا ہی تو مہلت دیتا ہی آخر اونہیں پکڑتا ہی تو بالکل ہلاک کر دیتا ہی۔ یہ حدیث آیۃ کے ٹکڑے ولا یرد باسنا عن القوم المجرمین
کی گویا تفسیر ہے صحابہ میں اس آیۃ کے معنے میں اختلاف پڑ جانے سے تابعین اور تبع تابعین میں اس آیۃ کے صحیح معنے حل کرنے
کا بڑا چرچا تھا اور اس آیۃ کے معنے کے حل کرنیکو وہ لوگ بڑا اہم مطلب خیال کرتے تھے چنانچہ مسلم بن یسار نے سعید بن جبیر سے
جب اس آیۃ کے معنے پوچھے اور انھوں نے وہی معنے بتلائے جو نسائی کی روایت سے اوپر بیان ہوئے تو مسلم بن یسار نے سعید بن جبیر سے
کہا کہ جس طرح تم نے میری مشکل حل کی ہی اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہاری سب مشکلیں حل کرے اور خوشی میں آنکر مسلم بن یسار نے
سعید بن جبیر سے معانقہ بھی کیا یہ مسلم بن یسار سعید بن جبیر کے شاگردوں میں ہیں تبع تابعی قدیم مفسرین میں انکا شمار ہی
اور ضحاک بن مزاحم جو مشہور مفسر ہیں جب سعید بن جبیر سے آیۃ کے وہ معنے سنے جس کا ذکر اوپر گزرا تو ضحاک نے یہ کہا یہ معنے میں
کا سفر بھگت کر بھی مجھکو حاصل ہوتے تو میں جانتا بڑی آسانی سے مجھکو ایک بیش قیمت چیز ملی ہی اور صحیح بخاری کی روایۃ کا ذکر ہو چکا
ہی کہ عروہ بن زبیر تابعی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس آیۃ کی قرأت اور معنے پوچھے اس آیۃ میں گمان کا جو ذکر ہے
اوس میں بھی علما مفسرین نے اختلاف کیا ہی بعضے کہتے ہیں خود رسولوں نے مدد الٰہی کی دیر کے سبب سے یہ گمان کیا کہ مخالف لوگ
اب ہمکو جھٹلانے کا اچھا موقع پا وینگے بعضے کہتے ہیں کہ انبیا کے ساتھ جو کچھ لوگ تھے اونھوں نے گمان کیا کہ مخالفوں کو
اب رسولوں کے جھٹلانے کا موقع ہاتھ آیا بعضے کہتے ہیں کہ مخالف لوگوں نے گمان کیا کہ عذاب کے وعدہ کو اور اس وعدہ کے
ظاہر کرنے والے رسولوں کو ہم جھٹلا چکے اسی اختلاف مفسرین کے سبب سے ترجموں میں اختلاف ہی مگر مفسر صحابہ میں سے
دو جلیل القدر مفسر صحابہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس کا یہ قول ہی کہ گمان کرنے
والے مخالف لوگ تھے اسی قول کو شاہ ولی اللہ نے فارسی ترجمہ میں اختیار کیا ہی اور یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ

البتہ انکے احوال سے اپنا قیاس کرنا ہے عقل والوں کو کچھ بات بنائی ہوئی نہیں لیکن موافق اسکے کلام کے جو اس

يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ○

پہلے ہے اور کھولنا ہر چیز کا اور راہ سوجھائی اور مہربانی ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں

منزل ۳ ع ۱۲

اللہ پاک نے اس آیۃ میں اس بات کا ذکر کیا کہ پہلی امتوں کے اور حضرت یعقوب اور انکے صاحبزادے یوسف علیہ السلام اور
انکے بھائیوں کے قصوں میں عقلمندوں کے واسطے یہ ایک بہت ہی بڑی عبرت ہی کہ وہ ان قصوں کو سنکر یہ سمجھتے ہیں کہ
پہلی امتوں میں وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا اور باوجود ظاہر نشانیوں کے خدائے وحدہ لاشریک کی
وحدانیت کو نہیں مانا وہ اس کردار بد کی وجہ سے صفحہ دنیا سے ایسے نیست و نابود کیے گئے کہ جس کا کچھ ٹھکانا نہیں اور جن
لوگوں نے رسولوں کی تصدیق کی اور جو احکام وہ خدا کی طرف سے لائے اسکے مان لینے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا اور خدائے

وحدہ لاشریک کو ایک جانا خدا نے انکو اپنی حفظ وامان میں رکھا پھر قرآن مجید کی نسبت یہ ارشاد کیا کہ یہ کتاب کوئی بنائی ہوئی بات نہیں ہی اور نہ خدا پر جھوٹ باندہا گیا ہی بلکہ جس طرح اور کتابیں پہلے رسولوں پر توریت انجیل وغیرہ نازل ہوتی گئیں اسی طرح یہ قرآن مجید بھی خدا کی طرف سے رسول مقبول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی کے نازل ہوا ہی اور ساری پہلی کتابوں کی یہ قرآن مجید تصدیق کرتا ہی اور جو باتیں ان کتابوں کی صحیح ہیں انکو علیحدہ کر کے بتلاتا ہی اور جو غلطیاں انمیں اہل کتاب نے ڈالدی ہیں انکو جدا کر دیا ہی اور بہت سی باتیں ان کتابوں کی قائم رکھتا ہی اور بہت سے احکام کو منسوخ ٹھہراتا ہی غرضکہ اس میں ہر ایک بات کی کامل تفصیل ہے حلال حرام مباح مکروہ سبکو علیحدہ علیحدہ بتلاتا ہی اسی واسطے یہ قرآن پاک ہدایت و رحمت ہے جو لوگ اسکے احکام کے تابع ہیں اور قدم بقدم اسکی نصیحت پر چلتے ہیں ضرور وہ مراد کو پہونچینگے اور خداوند جل شانہ انپر اپنی خاص رحمت نازل فرمائیگا اور وہ گمراہی کی راہ سے بالکل علیحدہ رہیں گے اور صراط مستقیم کی طرف متوجہ رہ کر ایماندار بندوں کی پوری پوری صفت حاصل کرین گے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوا اور معجزوں کے مجھکو قرآن کا ایک ایسا معجزہ دیا گیا ہی جسکی ہدایت کے سبب سے مجھکو امید ہی کہ قیامت کے دن بہ نسبت اور امتوں کے میری امت کے نیک لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگی۔ آیۃ میں قرآن کو ہدایت اور رحمت الٰہی کا سبب جو فرمایا ہی یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ اور معجزوں کا اثر تو انہی وقت سے ہوا لیکن قرآن شریف کی نصیحت کا اثر قیامت تک باقی رہیگا جس اثر کے سبب سے امت محمدیہ کے لوگ لوگوں کی تعداد قیامت کے دن اور امتوں کے نیک لوگوں سے زیادہ ہوگی۔

سُورَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّ سِتُّ رُكُوْعَاتٍ

اس سورۃ کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے بعض مفسرین نے اس کو مکی کہا ہی اور بعضے مدنی کہتے ہیں لیکن اس سورۃ کے شروع کی آیتیں سب کے نزدیک مکی ہیں اور ایک جگہ گزر چکا ہے کہ جس سورۃ کے شروع کی آیتیں مکی ہوں وہ سورہ مکی کہلاتی ہے +۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓمّٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور جو کچھ اترا تجکو تیرے رب سے سو تحقیق ہے لیکن بہت لوگ نہیں مانتے

المر۔ حروف مقطعات میں سے ہی جو متشابہات میں داخل ہیں۔ متشابہات کی تفسیر کے باب میں سلف کا طریقہ سورہ بقر اور سورہ آل عمران میں گزر چکا ہی۔ جو سورۃ حروف مقطعات سے شروع کیجاتی ہی اوس میں قرآن مجید کی عظمت کا بیان ہوتا ہی اسلئے المر کے بعد اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اس سورۃ کی آیتیں اور اسکے سوا جو تمام قرآن کی آیتیں تمپر اوتاری

گئی ہیں وہ حق ہیں لیکن بہت لوگ اسکو نہیں مانتے اور اسپر ایمان نہیں لاتے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی
حدیث گذرچکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور معجزون کے علاوہ مجھکو قرآن شریف ہی کا ایک ایسا معجزہ
دیا گیا ہی جسکے سبب سے قیامت کے دن میری امت کے نیک لوگون کی تعداد اور امتون کے نیک لوگون سے زیادہ ہوگی صحیح
مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی حدیث بھی گذرچکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ
دنیا میں قیامت تک ہونے والا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہی صحیح بخاری او
مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث بھی گذرچکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ علم الٰہی میں دوزخی قرار
پاچکے ہیں وہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کام بھی ویسے ہی کرتے ہیں صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث
بھی گذرچکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی نصیحت کی مثال مینھہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگونکی
مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہی۔ ان حدیثون کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ قرآن شریف کی نصیحت
کی تاثیر تو ایسی ہی جس کے سبب سے قیامت کے دن امت محمدیہ کے نیک لوگون کی تعداد اور امتون کے نیک لوگون سے
زیادہ ہوگی لیکن علم الٰہی میں جو لوگ دوزخی قرار پاکر لوح محفوظ میں دوزخی لکھے جاچکے ہیں ان کے حق میں قرآن
کی نصیحت اسی طرح رائگان ہے جس طرح بری زمین میں مینھہ کا پانی رائگان جاتا ہی اسلئے ایسے لوگ اپنی تمام عمر
دوزخیون کے سے کاموں میں گذارتے ہیں۔

منزل ۳

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ
اللہ وہ ہے جن نے اونچے بنائے آسمان بن ستون کے پھر قائم ہوا عرش پر اور کام لگایا سورج اور چاند کو ہر ایک
یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝
چلتا ہے ایک ٹھیری مدت تک تدبیر کرتا ہی کام کی کھولتا ہی نشانیان شاید تم اپنے رب سے ملنا یقین کرو

اگرچہ مجاہد اور عکرمہ اور ایک روایت میں عبداللہ بن عباس سے بعضی تفسیرون میں اس آیۃ کے معنے یہ بیان کئے گئے ہیں کہ
قاف پہاڑ پر ایک ستون ہی اسپر اس طرح آسمان قائم ہی جس طرح ایک چوبہ ڈیرہ چوب پر قائم ہوتا ہی اور وہ ستون
اہل دنیا کو نظر نہیں آتا اسلئے یہ فرمایا ہی کہ آسمان بغیر ایسے ستون کے بلند کیا جسکو تم دیکھ نہیں سکتے لیکن صحیح معنے آیۃ
کے یہی ہیں کہ تمہاری آنکھون کے سامنے کی بات ہی کہ آسمان بلاستون کے اللہ تعالیٰ نے بلند کیا ہی کیونکہ ستون ہوتا تو آخر
تم کو نظر آتا غرض سورۃ الانبیا کی آیت ویمسک السماء ان تقع علی الارض میں اور سورۃ الفاطر کی آیۃ ان اللہ یمسک السموات
والارض ان تزولا میں اللہ تعالیٰ نے آسمان کا تھامنا اپنی ذات پاک کی طرف منسوب فرمایا ہے جس سے صاف معلوم
ہوتا ہی کہ بلاکسی روک تھام کے محض اللہ کی قدرت سے آسمان تھما ہوا ہی۔ سورہ اعراف میں گذرچکا ہی کہ آیۃ ثم
استوی علی العرش صفات الٰہی کی متشابہ آیتون میں سے ہی اور صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کی حدیث

بھی گزر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متشابہ آیتوں کی تاویل سے منع فرمایا ہی اسواسطے ثم استوا علی العرش کی تفسیر یہی ہی کہ جس طرح سے اللہ تعالی کا عرش پر ہونا اللہ تعالی کی شان کے مناسب ہے اوسی طرح سے بلا مشابہت دنیا کے بادشاہوں کی تخت نشینی کے اللہ تعالی عرش پر ہی جسکی تفصیلی کیفیت اللہ کو ہی معلوم ہی محکم اور متشابہ آیتوں کی صحیح تعریف یہ ہی کہ جس آیۃ کا مطلب یا خود یا کسی دوسری آیۃ یا حدیث کے ذریعہ سے معلوم ہو سکے وہ آیۃ محکم ہی نہیں تو متشابہ جو علما یہ کہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے متشابہ آیۃ کا مطلب محکم آیۃ یا حدیث کے ذریعہ سے معلوم کیا جاوے انکا مقصود متشابہ کے لفظ سے وہ مبہم آیۃ ہی جسکے مطلب کا معلوم کرنا کسی دوسری محکم آیۃ یا حدیث پر منحصر ہو اور حقیقت میں اس طرح کی آیتیں محکم آیتوں کی ایک قسم ہے کیونکہ اوپر کی صحیح تعریف کے موافق اصل متشابہ آیۃ کا مطلب کسی دوسری آیۃ یا حدیث سے نہیں معلوم ہو سکتا دوسری آیۃ یا حدیث سے مبہم آیتوں کا مطلب معلوم ہو جانے کی مثالیں سورۃ آل عمران میں گزر چکی ہیں وسخر الشمس والقمر اس کا مطلب یہ ہی کہ سورج چاند کے طلوع اور غروب کے جو وقت مقرر ہیں وہ اون وقتوں کے تابع ہیں کل یجری سے سورج کی ذاتی گردش ثابت ہوتی ہی جس سے اون اہل ہیئت کے قول کا ضعف نکلتا ہی جو سورج کی ذاتی گردش کے قائل نہیں ہیں بلکہ سورج کی گردش کو آسمان کی گردش کا تابع بتلاتے ہیں صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہی وہ اللہ تعالی نے سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہی معتبر سند سے شعب الایمان بیہقی تفسیر ابن ابی حاتم اور مستدرک حاکم میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ لوح محفوظ میں تمام دنیا کا حال جو لکھا ہوا ہے اوس میں سے ہر شب قدر کو ایک سال کے انتظامات کی نقل فرشتوں کو دنیا کا سال بھر کا کام چلانے کے لئے مل جاتی ہی یہ حدیثیں یدبر الامر کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہی کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہی وہ اللہ تعالی کی ازلی تدبیر اور اوسکے انتظامات کے موافق ہوتا ہی اس تفسیر سے طبیعات والوں کے اوس قول کا ضعف نکلتا ہی کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہی وہ طبیعتوں کا اثر ہی ہوتا ہی اللہ کی قدرت کا اس میں کچھ دخل نہیں ہی علاوہ اسکے طبیعات والوں کا یہ قول عقلی طور پر بھی یوں ضعیف معلوم ہوتا ہی کہ دنیا میں بہت سے کام طبیعت کے خلاف نظر آتے ہیں کیونکہ مثلاً سورج کی طبیعت ہر چیز کا سکھا دینا ہے اب اناج میں تو سورج کا کام طبیعت کے موافق ہے اور اکثر میوہ جات میں طبیعت کے برخلاف سورج سے کام لیا جاتا ہی کہ دہوپ سے مثلاً آم میں رس اور انگور میں گودا پیدا ہوتا ہی جس سے صاف ظاہر ہے کہ طبیعتیں ایک صاحب قدرت کے حکم کی تابع ہیں ورنہ طبیعتوں میں یہ شعور کہاں ہی کہ وہ مختلف کام انجام دے سکیں آخر کو فرمایا کہ یہ قدرت کی نشانیاں انسان کو تفصیل وار اسلئے سمجھائی جاتی ہیں کہ وہ ان نشانیوں سے قدرت والے کو پہچانے اور اوسکے احکام کو مانے اور یہ جان لیوے کہ ایک دن ہر انسان کو نیک اور بد کے حساب کے لیے اللہ کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے معاذ بن جبل رض کی معتبر روایۃ ایک جگہ گزر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر شخص کو چار باتوں کی جوابدہی کے لئے ضرور اللہ تعالی کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا (۱) تمام عمر کس کام میں لگا رہا (۲) جوانی میں کیا کیا (۳) کیونکر کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا

منزل ۳

(۲) جو کچھ علم دین سیکھا تو اسپر کیا عمل کیا۔ یہ حدیث اللہ تعالیٰ سے ملنے اور اُسکے سامنے کھڑے ہونے کی گویا تفسیر ہے۔

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ يُغْشِي

اور وہی ہے جس نے پھیلائی زمین اور رکھے اُسمیں بوجھ اور ندیاں اور ہر میوے کے رکھے اُس میں جوڑے دو دو ڈھانکتا ہے دن

اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ○ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ

پر رات اُس میں نشانیاں ہیں اُنکو جو دھیان کرتے ہیں اور زمین میں کئی کھیت ہیں لگتے ہوئے اور باغ

مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا

ہیں انگور کے اور کھیتی اور کھجوریں جڑ ملے اور بن ملے پاتے ہیں ایک پانی اور ہم زیادہ کرتے ہیں ایک کو

عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ○

ایک سے میوے میں اس میں نشانیاں ہیں اُنکو جو بوجھتے ہیں

اس سے اوپر کی آیۃ میں اللہ جل شانہ نے آسمان کا حال بیان فرمایا تھا اس آیۃ میں زمین میں اپنی قدرت کا حال بیان فرمایا کہ اللہ نے زمین کو پھیلا دیا لمبائی اور چوڑائی میں پہاڑوں کے بوجھ رکھدئے اور اُس میں جا بجا نہریں اور ندیاں دریا سمندر جاری کئے تاکہ زمین کی پیداوار کو مناسب مناسب موقع پر پانی پہونچتا ہے۔ اور ہر طرح کے پھل میوے الگ الگ رنگ کے علیحدہ ذائقہ کے پیدا ہوں جس میں کوئی سرخ ہے تو کوئی زرد کوئی سیاہ کسی کا مزہ پھیکا ہے کسی کا میٹھا کسی کا کڑوا کسی کا کسیلا پھر رات اور دن اُن موجود ہوا یہ سب خدا کی ایسی قدرت ہے کہ جو اس میں غور اور فکر کرتا ہے اوسے خدا کی ہستی کا یقین ہو جاتا ہے پھر فرمایا کہ زمین کو دیکھو ایک ٹکڑا ایک سے ملا ہوا ہے اسپر بھی کوئی ٹکڑا زمین کا شور ہوتا ہے اور کوئی پاکیزہ ہوتا ہے کہیں طرح طرح کے باغ ہوتے ہیں جنمیں انگور کھجوروں کے مختلف قسم کے درخت ہوتے ہیں بعض درخت ایسے ہوتے ہیں جسکی جڑ آپسمیں ملی ہوئی ہوتی ہے اور بعض درخت علیحدہ علیحدہ ہیں کسی زمین میں کھیتی کیجاتی ہے جہاں طرح طرح کے اناج پیدا ہوتے ہیں جسپر انسان کی زندگی کا دار و مدار ہے ان درختوں اور کھیتوں کو ایک پانی سے سرسبز و شاداب کیا جاتا ہے اور یہ ایک ہی زمین میں ہوتے ہیں پھر بھی قسم قسم کے طرح طرح کے پھل پھول میوے ترکاریاں اور اناج ہیں کھانے میں ایک کا مزہ ایک سے بڑھکر ہوتا ہے سب کا ذائقہ جدا جدا ہے کوئی کسی کے مزہ کو نہیں پہونچتا یہ سب اُسکی ادنیٰ قدرت ہے اسلئے فرمایا کہ عقلمند آدمی کے واسطے خدا کے پہچاننے کے لئے یہ بہت بڑی نشانیاں ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح اب مینہ برسنے سے ہر طرح کی پیداوار تیار ہو جاتی ہے اسی طرح دوسرے صور سے پہلے ایک مینہ برسے گا جس سے سب مرے ہوئے آدمیوں کے جسم تیار ہو جاوینگے پھر اون جسموں میں روحیں پھونک دیجاوینگی۔ قرآن شریف میں جگہ جگہ کھیتی کے ذکر کے بعد حشر کا تذکرہ جو آیا ہے یہ حدیث گویا اُسکی تعبیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منکرین حشر کے نزدیک حشر ایک دشوار چیز ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو حشر اور ہر سال کی کھیتی کی

منزل ۳

پیداوار دونوں یکساں ہیں۔

وَإِن تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ أَءِذَا كُنَّا تُرَابًا أَءِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا
اور اگر تو اچنبے کی بات چاہے تو اچنباہی انکا کہنا کیا جب ہوگئے ہم مٹی ہم نئے بنیں گے وہی ہیں جو منکر

بِرَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
ہوئے اپنے رب سے اور وہی ہیں کہ طوق ہیں انکی گردنوں میں اور وہ ہیں دوزخ والے وہ اس میں رہا کریں گے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منکرین حشر کا یہ قول کہ مٹی ہو کر پھر کیونکر جئیں گے ضعیف ٹھہرایا اسواسطے فرمایا کہ دنیا بھر کسی کو تعجب کی بات سنی ہو تو انکا یہ قول سنے کیونکہ ہر عقلمند جانتا ہی کہ پہلے پہل ہر کام مشکل ہوتا ہی ایک دفعہ جو کام ہو چکا اور اسکا رستہ پڑ گیا پھر دوبارہ اسکا ہو جانا کیا دشوار ہے دنیا کو جب ناپید حالت سے اللہ تعالیٰ نے موجود کر دیا تو اب دوبارہ ناپید کرکے پھر موجود کر دینا اسکو کیا مشکل ہے اور دنیا بھر میں وہ کونسی عقل ہی جس عقل سے اس بات کو دشوار کہا جا سکتا ہی اور دنیا بھر کے عقلوں سے نرالی یہ ایک بات منکرین حشر کہتے ہیں اسلیئے دنیا بھر کی باتوں سے بڑھ کر انکی بات تعجب کے قابل ہی صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہ رض کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا سبکی آنکھوں کے سامنے جبکہ اللہ نے انسان کو پیدا کر دیا تو منکرین حشر کی یہ نادانی ہی کہ وہ اللہ کے کلام کو جھٹلاتے اور حشر کا انکار کرتے ہیں۔ یہ حدیث ان آیتوں کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ پہلی پیدائش کو آنکھوں سے دیکھ کر جو یہ لوگ دوسری دفعہ کی پیدائش کو اللہ کی قدرت سے باہر گنتے ہیں تو یہ انکا اللہ کی شان میں ایک کفر ہے جسکی سزا یہ ہی کہ قیامت کے دن سخت جرم کے مجرموں کی طرح انکے گردنوں میں آگ کے طوق ڈالے جاوینگے تاکہ یہ سر نہ اٹھا سکیں اور دوزخ کی آگ میں ہمیشہ انکو رہنا پڑیگا یہاں مختصر طور پر فقط طوق کا ذکر ہے سورہ غافر میں طوقوں کے ساتھ زنجیروں کا بھی ذکر ہے جن زنجیروں سے ایسے لوگونکو جکڑا جاوے گا۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِمُ الْمَثُلَاتُ ۗ وَإِنَّ رَبَّكَ
اور شتاب چاہتے ہیں تجھسے برائی کو بھلائی سے پہلے اور ہو چکی ہیں ان سے پہلے کہاوتیں اور تیرا رب

لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ○
معاف بھی کرتا ہے لوگونکو انکی گنہگاری پر اور تیرے رب کی مار بھی سخت ہے

بت پرستی کی مذمت اور توحید اور احوال قیامت اس قسم کی آیتیں جب نازل ہوتیں اور آنحضرت قریش کو وہ آیتیں سناتے تو قریش کے لوگ سرکشی سے صاف کہہ دیتے تھے کہ ہم تو تمہاری ایک نہیں سنتے اگر تم سچے نبی ہو تو اللہ کیطرف سے ہمپر عذاب کے آوے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ رسول سے مخالفت کرنے والوں پر عذاب الٰہی کا نازل ہو جانا کوئی نئی بات نہیں انسے پہلے بہت سی امتیں رسولوں کی مخالفت کے سبب سے غارت ہو چکی ہیں بجائے

فرمانبرداری کے یہ لوگ جو سرکشی کرکے عذاب کی جلدی کرتے ہیں انکو یہ معلوم رہے کہ اللہ تعالیٰ میں رحم اور قہر دونوں صفتیں ہیں اور اب تک اللہ تعالیٰ نے اپنی رحم کی صفت کے تقاضے سے اونکو چھوڑ رکھا ہی جس دن قہر کی صفت کا تقاضا ہوگیا تو پھر پہلے کی اجڑی ہوئی امتون کی طرح سے انکا کہیں ٹھکانا بھی نہ لگے گا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہی سرکش لوگون کو مہلت دیتا ہی پھر جب انکی سرکشی کی سزا میں اونہیں پکڑ لیتا ہی تو کسی کا انکے سے چھٹکارہ نہیں ہو سکتا اس حدیث کو آیتہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت سے پہلے بارہ تیرہ برس تک اہل مکہ کو مہلت دی جب اس مہلت کے زمانہ میں انمیں کے سرکش لوگ اپنی سرکشی سے باز نہیں آئے اور مسخراپن کے طور پر عذاب کی جلدی کرتے رہے تو بدر کی لڑائی میں یہ بڑے بڑے سرکش نہایت ذلت سے مارے گئے اور مرتے کے ساتھ ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوئے اور انکے عذاب کا حال لوگونکو جتلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی لاشون پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے عذاب آلہی کے وعدہ کو سچا پایا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی روایتیں اس باب میں ایک جگہ گزر چکی ہیں۔ مثلات کے معنے وہ عذاب جن کا تذکرہ مثال اور کہاوت کے طور پر باقی رہے اسی واسطے شاہ صاحب نے مثلات کا مرادی ترجمہ کہاوتیں کیا ہی۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝

ع ا منزل

اور کہتے ہیں منکر کیون نہ اتری اسپر کوئی نشانی اسکے رب سے تو ڈر سنانیوالا ہے اور ہر قوم کو ہوا ہی راہ بتانیوالا

یہ مشرکون کا وہی پرانا سوال ہی جسکو بار بار وہ کہہ چکے تھے کہ اگلے رسولون کو تو بڑی بڑی نشانیاں ملی تھیں حضرت موسیٰ کو عصا اور ید بیضا ملا تھا حضرت صالح کے وقت میں اونٹنی پیدا ہوئی تھی عیسےٰ علیہ السلام مردون کو زندہ کرتے تھے آپ بھی کوئی نشانی دکھلایئے اس صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیجئے یا پہاڑ یہاں سے اوکھڑ کر کہیں دور چلا جاوے اور یہاں ایک خوشنما باغ لگ جائے اگر آپ ایسا کریں گے تو ہم آپکو سچا سمجھیں گے اور ایمان لائیں گے اللہ جل شانہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تم انکے سوال کے پورا ہونے کی زیادہ خواہش نکرو تمہارے متعلق تو صرف اتنی بات ہی کہ تم ان لوگون کو نصیحت کردو کیونکہ رسول تو فقط خدا کے خوف سے لوگون کو ڈرانے والے ہیں اور حق کا رستہ دکھانا اللہ کے اختیار میں ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے موافق ہر شخص کا دوزخ یا جنت میں ٹھکانا مقرر ہوچکا ہی اسلئے دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ہر کوئی اپنے مقررہ ٹھکانے میں جانے کے قابل کام کرتا ہی یہ حدیث انما انت منذر ولکل قوم ہاد کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ آیتہ کے اس ٹکڑے کے مطلب کو اللہ کے رسول نے اس حدیث کے ذریعہ سے امت کے لوگونکو یون سمجھا دیا کہ رسولون کا کام فقط نصیحت کا کردینا ہی اور اس نصیحت کا اثر اللہ کے علم ازلی کے نتیجہ پر منحصر ہی جو اللہ کے

انتیاء میں ہی۔ زوائد مسند امام احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ہادی فرمایا ہی اس حدیث کی سند معتبر ہے اور مطلب اس حدیث کا یہ ہی کہ علم آلہی میں جو لوگ راہ راست پر آنے کے قابل قرار پاچکے ہیں اس طرح کے بہت سے لوگ حضرت علی کے ذریعہ سے بھی ہدایت پاوین گے کیونکہ حضرت علیؓ کی صحیح روایۃ جو اوپر گزری اُسکے موافق اس دوسری روایۃ کا صحیح مطلب یہی قرار پاسکتا ہی جو بیان کیا گیا۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ

اللہ جانتا ہی جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ اور جو سکڑتے ہیں پیٹ اور بڑہتے ہیں اور ہر چیز کی اُس پاس ہے گنتی

صحیح بخاری و مسلم مین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو روایۃ ہی اُس مین اس آیۃ کی تفسیر آنحضرت نے فرمائی ہی کہ عورت کے رحم میں جب نطفہ ٹہرتا ہے تو ایک چلہ تک اپنی اصلی حالت پر رہتا ہی پھر جما ہوا خون بنجاتا ہی پھر گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے پھر پتلا بنجاتا ہی اور اُس میں روح پھونکی جاتی ہی اور اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ آتا ہی اور عمر رزق جس طرح کے عمل یہ پتلا پیدا ہونے کے بعد کریگا یہ سب کچھ وہ فرشتہ لکھ لیتا ہی مجاہد کا قول ہی کہ مدت حمل سے کم میں بچہ کا پیدا ہو جانا یہ رحم کے گھٹاؤ کی حالت ہی اور مدت حمل میں زیادتی کا ہو جانا یہ رحم کے بڑہاؤ کی حالت ہی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ یہ فرماتے ہیں کہ حمل کے زمانہ میں اگر عورت کو حیض آجاوے تو جتنے دن حیض آویگا اُتنے ہی دن نو مہینے کے اوپر ہو جاوین گے جب بچہ پیدا ہوگا یہی مدت حمل کی زیادتی کی صورت ہی اور نو مہینے کے اندر بچہ کا پیدا ہو جانا یا استقاط حمل کا ہو جانا یہ رحم کے گھٹاؤ کی صورتین ہیں وکل شئ عندہ بمقدار کی تفسیر مین قتادہ کا قول ہی کہ ہر بچہ کے مدت حمل کی کمی بیشی اُسکی عمر اُسکا رزق اُسکی نیکی بدی علم آلہی کے اندازہ اور گنتی کے موافق ہی۔ عبداللہ بن مسعود کی صحیح حدیث جو اوپر گزری اُس سے قتادہ کے اس قول کی پوری تائید ہوتی ہی کیونکہ اُس حدیث مین بھی علم آلہی کے موافق اِن باتون کے لکھے جانے کا ذکر ہی منکرین حشر کا ذکر اوپر فرما کر اس آیۃ مین اُنہیں انسان کی پہلی پیدائش کا حال یاد دلایا گیا ہی اور یہ تنبیہ فرمائی گئی ہی کہ انسان کی پہلی پیدائش سے جو کوئی قدرت آلہی کو جان لے ویگا اُسکو پھر حشر کے انکار کا موقع باقی نہیں رہ سکتا۔

منزل ۳

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ○

جاننے والا چھپے اور کھلے کا سب سے بڑا اوپر

اس آیۃ میں اللہ پاک نے اپنے علم کا حال بیان فرمایا ہی کہ لوگ جس چیز کو اپنی آنکھون سے دیکھتے ہیں اُسکو بھی خدا جانتا ہی اور جو چیزین اُنسے غائب ہیں آنکی نظرون کے سامنے نہیں ہیں آنکو بھی خدا جانتا ہی اُسپر ظاہر اور پوشیدہ سب یکسان ہی اُسکا علم ہر شئے کو چھوٹی ہو یا بڑی نظر سے غائب ہو یا سامنے سب کو گھیرے ہوئے ہی اور اُسکی ذات ہر ایک شئی سے بڑی ہے اور ہر چیز پر غالب ہی۔ اوپر ذکر تھا کہ بچہ کے پیدا ہونے سے پہلے اُسکی عمر اُسکا رزق اُسکی نیکی بدی یہ سب ناموجود باتین اللہ کا فرشتہ اللہ تعالی کے حکم سے لکھ لیتا ہی اس آیۃ میں اُسکی یہ تفصیل فرمائی کہ ناموجود اور موجود سب چیزین اللہ تعالی کے

علم مین موجود ہین کوئی چیز اُسکے علم سے باہر نہیں ہی اسواسطے بچہ کے پیدا ہونیکے پہلے فرشتہ سے اُن تمام موجود چیزون کا لکھوا دینا اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے آگے کوئی بڑی بات نہیں ہی منکرین حشر یہ جو کہتے تھے کہ مرنیکے بعد آدمی کی خاک رواں دواں ہو جاویگی پھر وہ خاک کیونکر جمع ہوگی اور اسکا پتلا کیونکر بنیگا آیۃ کے اس ٹکڑے مین اُن لوگونکو یہ تنبیہ فرمائی ہی کہ وہ خاک رواں دواں ہوکر انسانکے علم سے باہر ہو جاتی ہی مگر اللہ کے علم سے باہر نہیں ہو سکتی اسلیے وقت مقررہ پر وہ خاک جمع کیجاویگی اور اُسکا پتلا بنے گا سورہ ق مین اسکی تفصیل زیادہ آویگی صحیح بخاری مسلم نسائی اور موطا مین ابوہریرہ اور ابو سعید خدری سے جو روایتین ہین اُنکا حاصل یہ ہی کہ ایک گنہگار شخص نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنی اولاد کو یہ وصیت کی تھی کہ مرنیکے بعد میری لاش کو جلا کر خاک کر دیا جاوے اور وہ خاک کچھ ہوا مین اڑا دیجاوے اور کچھ دریا مین بہا دیجاوے۔ اُس شخص کے مرنے کے بعد اُسکی وصیت کے موافق عمل کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے جنگل اور دریا کو اُس خاک کے حاضر کرنے کا حکم دیا اور فوراً وہ خاک حاضر ہوگئی اور اللہ کے حکم سے اُسکا پتلا بنا اور اُس پتلے مین روح پھونکی جاکر اوس سے پوچھا گیا کہ وہ وصیت تو نے کس نیت سے کی تھی اُسنے جواب دیا یا اللہ کوئی چیز تیرے علم سے باہر نہیں ہی مینے جو کچھ کیا تھا وہ فقط تیرے خوف سے کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اُسکا یہ جواب سنکر اُسکے قصور کو معاف کر دیا حشر کے دن رواں دواں خاک کے جمع ہو جانے کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ

برابر ہے تم مین جو چپکی بات کہے اور جو کہے پکار کر اور جو چھپ رہا ہے رات مین اور گلیون مین پھرتا ہے دن کو

آیۃ کے اس ٹکڑے مین فرمایا کہ لوگونکے آہستہ آہستہ باتین کرنیکو بھی سنتا ہی خواہ کوئی چلا کر باتین کرے یا چپکے سے اور جو شخص اندھیری رات مین اپنے گھر کے تہ خانہ مین بیٹھکر بولے یا دن کے وقت روشنی مین سر راہ کھلم کھلا بات کرے سب اُسکے نزدیک برابر ہین غرضکہ اللہ کا علم بہت ہی وسیع ہے کوئی بات کسی قسم کی اوس سے پوشیدہ نہیں مسند امام احمد صحیح بخاری مسلم وغیرہ کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث گذر چکی ہے جس مین عبداللہ بن مسعود کہتے ہین مشرکین مکہ مین کے تین شخصوں نے ایسے چپکے سے کچھ باتین کعبہ مین کرین کہ ہمین نے وہ باتین نہیں سنین مگر اللہ تعالےٰ نے وہ باتین سنکر حٰم سجدہ کی چند آیتین نازل فرمائین معتبر سند کی انس بن مالکؓ کی حدیث مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے گذر چکی ہی جس مین یہ ہی کہ بعضے عملون کی خرابی کا حال نامہ اعمال لکھنے والے فرشتون کو بھی معلوم نہ ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اون عملون کو نامہ اعمال سے خارج کرنے کا حکم دیکر فرماویگا کہ یہ عمل خالص نیت کے نہیں ہین اللہ تعالیٰ کے لوگون کی آہستہ باتین سننے اور اون کا پوشیدہ حال جاننے کی یہ حدیثین گویا تفسیر ہین۔

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ

اسکے پہرے والے ہین بندے کے آگے سے اور پیچھے سے اسکو بچاتے ہین اللہ کے حکم سے اللہ نہیں بدلتا جو ہی کسی قوم کو

حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ

جب تک وہ نہ بدلین جو اپنے بیچ ہے اور جب چاہتا ہے اللہ کسی قوم پر برائی پھر وہ نہیں پھرتی اور کوئی نہیں انکا اسکے بن مددگار

صحیحین میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ ہر شخص کی حفاظت کے لئے رات اور دن کے الگ الگ فرشتے ہر انسان پر خدا کی طرف سے مقرر ہیں صبح کی نماز کے وقت دن کے فرشتے اور عصر کی نماز کے وقت رات کے فرشتے آنکر چوکی بدلوا دیتے ہیں معتبر سند سے تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہی کہ حفاظت کے فرشتے اُن سب صدمون اور آفتون سے آدمی کی حفاظت کرتے ہیں جن صدمون اور آفتون سے اُسکی قسمت میں بچنا لکھا ہی اور جب تقدیری کوئی آفت آنے والی ہوتی ہی جس سے حفاظت کرنے کا کوئی حکم اللہ کا نہین ہوتا تو ایسے حالت میں فرشتے حفاظت چھوڑ دیتے ہیں تفسیر ابن جریر میں کنانہ عدوی کی روایت سی حضرت عثمان کا سوال اور آنحضرت کا جواب جو مذکور ہے اُسکا حاصل یہ ہی کہ دس فرشتے دن کو اور دس رات کو ہر انسان پر تعینات ہیں دو نیکی بدی کے لکھنے والے اور دو تمام جسم کی حفاظت کرنے والے اور دو خاص درود شریف کا ثواب لکھنے والے دونون ہونٹون پر مقرر ہیں اور دو خاص آنکھون کی نگرانی رکھتے ہیں اور ایک مونہہ پر تعینات ہی تاکہ سانپ بچھو یا اور کوئی موذی جانور مونہہ میں گھسنے نہ پاوے اور ایک فرشتہ ہر آدمی کی پیشانی پکڑے رہتا ہی جب تک آدمی انسانیت کے جامہ میں رہتا ہی اُسوقت تک وہ فرشتہ کچھہ نہیں کرتا اور جب آدمی انسانیت کے جامہ سے باہر ہو کر کوئی تکبر کرتا ہی تو وہی فرشتہ اوس تکبر کرنے والے آدمی کی پیشانی پکڑ کر ایک پٹخنی دیتا ہی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ مغرور آدمی کو ایک نہ ایک ذلت پہونچتی ہی اس حدیث میں یہ بھی ہی کہ نیکی لکھنے والا فرشتہ بدی لکھنے والے پر سردار ہی جب کوئی آدمی برا کام کرتا ہی تو بدی لکھنے والا فرشتہ تین دفعہ نیکی کے فرشتہ سے اوس بدی کے لکھنے کی اجازت چاہتا ہی وہ ہر دفعہ یہی کہتا ہے ذرا اور ٹہر جاؤ شاید یہ شخص توبہ و استغفار کرے جب یہ شخص گناہ کرتے ہی توبہ و استغفار کر لیتا ہی تو وہ بدی نہیں لکھی جاتی حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اس حدیث کو غریب کہا ہی لیکن ابن جریر نے جو سند اس حدیث کی بیان کی ہے اس سند میں کوئی راوی بالکل متروک نہیں ہی اسلئے صحیحین کی حدیث میں جو مجمل طور پر فرشتون کا ذکر ہے اُس مجمل ذکر کی صراحت اس حدیث سے کیجاوے تو کچھہ حرج نہیں ہے اسی واسطے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابن جریر کی اس روایت کو نقل کر کے اُسکی سند پر کچھہ اعتراض نہیں کیا صحیح بخاری اور ابوداؤد میں ابو موسیٰ اشعریؓ سے اور معتبر سند سے مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں عبداللہؓ بن عمر اور انسؓ بن مالک سے جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہی کہ عبادت الٰہی میں مصروف رہنے والا کوئی شخص جب بیمار ہو جاتا ہی اور بیماری کے سبب سے اُسکی عبادت میں کمی ہو جاتی ہی تو نیکی لکھنے والے فرشتہ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہی کہ بیماری کے زمانہ تک اس بیمار آدمی کی عبادت اُتنی لکھی جاوے جتنی عبادت یہ شخص تندرستی کے زمانہ میں کرتا تھا فرشتونکی تعیناتی کے باب میں ابو ہریرہؓ کی مجمل حدیث جو اوپر گذری ان روایتون سے بھی اُسکی یہ صراحت ہو سکتی ہی کہ اون فرشتون میں نیکی بدی کے لکھنے والے فرشتے بھی ہیں۔ زیادہ تفصیل ان نیکی بدی کے فرشتون کی اذا السماء انفطرت میں آویگی۔ اب آگے فرمایا کہ فرشتون سے انسان کی حفاظت کا انتظام انسان کے رزق وصحت کا انتظام سوا اسکے انسان کے حق میں اللہ کی اور جو نعمتیں ہیں جب تک انسان کوئی ناشکری نکرے تو اللہ تعالیٰ

مترو ۲

اپنی نعمتون کو نہیں بدلتا اور کسی ناشکری کے سبب سے اللہ تعالیٰ اپنی نعمتون کو بدلنا چاہئے تو سوا اللہ کے کسی دوسرے کی مدد سے وہ نعمتیں قائم اور بحال نہیں رہ سکتین۔ اس آیۃ میں بھی منکرین حشر کو یہ تنبیہ ہے کہ یہ لوگ تو اپنی نادانی سے عقبیٰ کی سزا و جزا کے منکر ہین لیکن انتظام الٰہی میں عقبیٰ کی سزا و جزا کے لئے ہر شخص کے ساتھ اللہ کے دو روزنامچہ نویس لگے رہتے ہیں جو انسان کا ہر قول و فعل رات دن لکھتے ہیں۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝

وہی ہے جو تم کو دکھاتا ہے بجلی ڈر کو اور امید کو اور اٹھاتا ہے بدلیان بھاری

اس آیۃ میں اللہ پاک نے یہ ذکر کیا کہ بجلی بھی خدا کے حکم کے تابع ہے وہی جب چاہتا ہے بڑے بڑے ابر کے ٹکڑون کے ساتھ بجلی کو بھیج دیتا ہے جسکو تم لوگ دیکھتے ہو اور بعضے خوف کرنے لگتے ہیں اور بعضے طمع کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ مسافر جو راستہ چلتا ہوا ہوتا ہے رعد کی کڑک اور بجلی کی چمک دیکھکر ڈر جاتا ہے کہ اب رستہ کیونکر طے ہوگا کس طرح منزل پر پہونچین گے اور جو لوگ اپنے گھر دن میں ہوتے ہیں انکو ایک گونہ خوشی ہوتی ہے کہ بادل اگر برس گیا تو بڑا فائدہ ہے غلہ خوب پیدا ہوگا رزق میں زیادتی ہوجائے گی غرض اللہ تعالیٰ ہوا کے ذریعہ سے پانی کے بھرے ہوئے بادل پیدا کر دیتا ہے اور جہان حکم ہوتا ہے وہان مینہ برستا ہے۔ سورۃ الروم میں آویگا کہ پہلے اللہ کے حکم سے ہوا چلتی ہے جو بادلون کو ابھارتی اور پھیلاتی ہے اور انکو تہ بتہ کر دیتی ہے پھر ان بادلون میں سے مینہ برستا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے زید بن خالد جہنی کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک دفعہ رات کو مینہ برسا اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ صبح اٹھکر یہ کہوین گے کہ اللہ نے اپنے فضل سے یہ مینہ برسایا وہ اللہ کی نعمت کی شکر گذاری ادا کرین گے اور جو لوگ یہ کہوین گے کہ تارونکی گردش کے اثر سے یہ مینہ برسا وہ اللہ کی نعمت کے ناشکر گذار ہیں اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ منکرین حشر کچھ فقط حشر کے باب میں ہی اللہ کی قدرت کے منکر نہیں ہیں بلکہ اللہ کی قدرت کی اور باتون میں بھی انکو شیطان نے بہکا رکھا ہے مثلاً مینہ تو اللہ کی قدرت سے برستا ہے اور یہ لوگ اسکو تارون کی گردش کا اثر بتلاتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ تارونکو اور انکی گردش کو آخر کسنے پیدا کیا ہے بغیر اسکے حکم کے تارون میں اثر کہان سے آسکتا ہے۔

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ۝

اور پڑھتے ہیں گرج خوبیان اسکی اور سب فرشتے اسکے ڈر سے اور بھیجتا ہے کڑک کے پھر ڈالتا ہے جسپر چاہے اور یہ لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی

معتبر سند سے سورہ رعد کی تفسیر میں ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے یہ روایۃ بیان کی ہے کہ ایک روز یہود نے آنکر آنحضرت سے چند باتین پوچھین انمین رعد اور چمک اور کڑک کو بھی پوچھا آنحضرت نے فرمایا رعد اس فرشتہ کا نام ہے جو بادلون کے چلانے پر مقرر ہے اور کڑک اس فرشتہ کی آواز ہے جو آواز بادلون کے ہانکنے کے وقت اس فرشتہ کے منہ سے نکلتی ہے اور اس فرشتہ کے پاس آگ کا ایک کوڑا ہے جس سے وہ بادلون کو ہانکتا ہے یہ چمک اسی کی ہے یہ جواب آپ کا قدرت

منزل ۳

کے موافق تھا اسواسطے یہود نے آپ کے جواب کی تصدیق کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ روایۃ مسند امام احمد اور نسائی میں
بھی ہے معتبر سند سے طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہے کہ کڑک کے وقت جو شخص اللہ کا ذکر کرے وہ بجلی
کے صدمہ سے امن میں رہتا ہے تفسیر ابن جریر میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے کہ کڑک کے وقت آنحضرت سبحان من یسبح
الرعد بحمدہ پڑھا کرتے تھے اس آیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ بجلی عذاب الٰہی ہے جس مکان یا انسان یا جانور کو اللہ تعالیٰ عذاب کے
قابل جانتا ہے اسپر ادھی دوزخ کی آگ کے کوڑے میں سے جس سے رعد فرشتہ بادلوں کو ہانکتا ہے ایک شعلہ عذاب کے طور پر
ڈالدیتا ہے حال کے زمانہ میں جو آخری زمانہ ہے گنہگاری کی کثرت کے سبب سے بجلی کا صدمہ زیادہ ہے چنانچہ معتبر سند سے مسند
امام احمد بن حنبل میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا آخری زمانہ میں بجلی کا صدمہ بہت ہوگا
یہاں تک کہ لوگوں میں چرچا ہوا کریگا کہ بجلی کے صدمہ سے اس قدر آدمی ہلاک ہوئے معتبر سند سے اسی مسند امام احمد اور مستدرک
حاکم میں حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث قدسی کی روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وبال کے طور پر دن بھر
مینہ کا گھر رہنا اور کڑک چمک کا ہونا لوگوں کی نافرمانی کے سبب سے ہے اگر لوگ فرمانبرداری کریں تو رات کو بغیر کڑک چمک کے
چپ چاپ لیا مینہ برسے کہ لوگوں کو کچھ خبر بھی نہ ہو ادب مفرد بخاری ترمذی نسائی اور مستدرک حاکم میں عبداللہ
بن عمرؓ سے روایۃ ہے کہ کڑک کی آواز سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اپنے غصہ اور عذاب سے
ہمیں بچا۔ اوسط اور کبیر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایۃ سے شان نزول اس آیۃ کی جو بیان کی گئی ہے
اسکا حاصل یہ ہے کہ دو شخص کافر جنمیں ایک کا نام عامر بن طفیل اور دوسرے کا نام اربد بن ربیعۃ تھا آنحضرت کو شہید
کرنے کے ارادہ سے آئے اربد بن ربیعہ نے عامر سے راستہ میں یہ صلاح کی کہ میں تو محمد کو باتوں میں لگاؤں گا اور تو پیچھے
سے تلوار کھینچ کر محمد کا کام تمام کر دیجیو جب یہ دونوں آنحضرت کے پاس آئے تو راستہ کے مشورہ کے موافق اربد بن
ربیعہ نے آنحضرت کو باتوں میں لگایا اور کہنے لگا کہ اپنی آدھی نبوت مجھکو دیدو آنحضرت نے فرمایا کہ نبوت اللہ کی ہے وہ
جسکو چاہے دیوے اربد نے یہ جواب دیا کہ معلوم نہیں تمہارا اللہ سونے چاندی کا ہے یا پیتل تانبے کا ہے غرض اربد بن
ربیعہ اور آنحضرت کی تو یہ باتیں ہوتی رہیں عامر نے موقع پاکر تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا اسکا ہاتھ خشک ہو گیا اربد نے
جانا عامر نے سستی کرکے ابتک تلوار نہیں کھینچی اسلئے اربد نے اشارہ کے طور پر عامر کی طرف دیکھا آنحضرت نے بھی عامر
کی طرف پھر کر دیکھا جب ان دونوں نے جانا کہ آنحضرت اب ہوشیار ہوگئے تو یہ دونوں آنحضرت کے پاس سے چلدیے
اپنے مقام پر نہیں پہونچنے پائے کہ بجلی گرکر اربد بن ربیعہ کی کھوپری اڑگئی اور عامر کے ایک پھوڑا نکلا جس سے وہ تڑپ
تڑپ کر مر گیا اربد بن ربیعہ کے بجلی گرنے پر مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی۔ طبرانی کی سند میں ایک راوی
عبدالعزیز بن عمران ضعیف ہے لیکن یہ شان نزول تفسیر ابن جریر میں بھی ہے جسکی سند میں عبدالعزیز بن عمران نہیں
ہے حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ یہ مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کی شان میں شرک کی باتیں جو کرتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ تو اپنے

فضل سے مینہہ برساتا ہی اور یہ لوگ اسکو تارونکی گردش کا اثر تبلاتے ہیں ایسی باتون پر اللہ سے ڈرکر رعد اور اللہ کے فرشتے
اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اللہ بڑا صاحب قدرت ہی وہ جسکو چاہتا ہی اربد بن ربیعہ کی طرح بجلی سے ہلاک کردیتا ہے
اسلئے اللہ کی شان مین اربد بن ربیعہ کی سی باتون سے ہر شخص کو ڈرنا چاہیئے مجاہد کے قول کے موافق محال کے معنے
قوت کے ہیں اسی واسطے شاہ صاحب نے محال کا ترجمہ آن کیا ہی - کیونکہ اردو میں قوت اور شوکت کی جگہ
آن بان کا لفظ بولتے ہیں +-

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ
اوسی کا پکارنا سچ ہے اور جنکو پکارتے ہیں اسکے سوائے نہیں پہنچتے آن کے کام پر کچھ مگر جیسے کوئی
كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝
پھیلا رہا ہو دو ہاتھ طرف پانی کے کہ آپہنچے اسکے منہ تک اور وہ کبھی نہ پہنچیگا اور جتنی پکار ہے منکرون کی سب گمراہی ہے

اللہ پاک اس آیۃ میں اون لوگون کی مثال بیان فرماتا ہے جو خدا کے سوا اورون کی عبادت کرتے ہیں فرمایا کہ خدا ہی
کو ہر ایک کام میں پکارنا اور اوسی سے ہر ایک مشکل میں مدد کا چاہنا حق ہی اور جو لوگ خدا کو چھوڑ کر اور کسی کو پکارتے
ہیں اور مدد چاہتے ہیں اونکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص ہاتھ کو پانی کی طرف بڑھا کر کہے کہ اے پانی تو میرے منہہ
میں آجا حالانکہ ایسی حالت مین نہ اسکے منہہ تک پانی آسکتا ہی نہ اوسکا مطلب حاصل ہو سکتا ہے اسی طرح مشرکین جو خدا
کو چھوڑ کر بتون کو پوجتے ہیں انکو کوئی فائدہ دنیا یا آخرت میں نہ ہوگا اسی واسطے فرمایا کہ کافرونکی دعا جو یہ خدا کے سوا اورون
سے کرتے ہیں بالکل ضائع جاتی ہی اور بالکل گمراہی ہی حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ نے دعوۃ الحق کی تفسیر میں فرمایا ہی کہ
اس سے مراد لا الہ الا اللہ کہنا ہی - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود رضؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کو سب گناہوں سے بڑا گناہ فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہی کہ بہ نسبت اور گناہون کے شرک
میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور شیطان کی پیروی زیادہ ہی کیونکہ اور گناہون میں شیطان اپنی پوجا نہیں کراتا شرک میں
بتون کے نام سے وہ اپنی پوجا کراتا ہے اور پوجا کرنے والون کو اسنے یہ دہوکہ دے رکھا ہی کہ اس پوجا سے وہ نیک لوگ
ان بت پرستون کی دین و دنیا مین مدد کرین گے جن نیک لوگون کی مورتون کی یہ بت پرست پوجا کرتے ہیں حدیث
اور آیت کے ملانے سے آیۃ کی یہ تفسیر قرار پائی کہ جس طرح کوئی پیاسا آدمی پانی سے دور کھڑا ہو کر اس دہوکے میں رہے
کہ خود بخود پانی اسکے منہہ میں آجاویگا انجام اس دہوکے کا یہی ہوگا کہ پانی خود بخود اسکے منہہ تک نہ آویگا اور وہ پیاسا
کا پیاسا ہی رہے گا یہی حال ان بت پرستون کے دہوکے کا ہے کس لئے کہ انسان کو انسان کی سب ضرورت کی
چیزونکو تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا کیا کہ اوس میں کوئی اسکا شریک نہیں پھر ان مورتون یا مورتونکی اصل صورتون
کو یہ اختیار کہان سے مل گیا کہ وہ بغیر مرضی آلہی اون چیزون میں اپنا کچھہ اختیار چلا دین گے اور اون چیزون کے دینے میں

منزل ۳

کسی کی کچھ مدد کرین گے۔ مکہ کے قحط کے وقت کیا یہ بت پرست اس بات کی آزمائش نہیں کرچکے کہ انکے بتون سے کچھ نہیں ہوسکا آخر اللہ کے رسول کی دعا سے مینہ برسا۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝

اور اللہ کو سجدہ کرتا ہی جو کوئی ہے آسمان و زمین مین خوشی سے اور زور سے اور انکی پرچھائیان صبح اور شام

اس آیت مین اللہ تعالی اپنی عظمت کی خبر دیتا ہی کہ زمین و آسمان کے سارے جن انسان فرشتے سب خدا ہی کو سجدہ کرتے ہین یہان تک کہ صبح ہوتے ہی جب آفتاب پورب سے پچھم کو جانے لگتا ہے اور شام کو جب سورج غروب ہونے کو لگتا ہی تو سب چیزون کے سائے خدا کے سجدہ مین گرتے ہین طوعا و کرہا کا مطلب مفسرین نے یہ بیان کیا ہی کہ ہر ایماندار شخص صحت کی حالت مین خوشی خوشی اسکی عبادت کرتا ہی اور بیماری اور تکلیف کے وقت کسی قدر تکلیف برداشت کرکے عبادت کو کھڑا ہوتا ہی بعضے مفسرین نے سجدہ کے معنے فرمانبرداری کے کئے ہین جسکا مطلب یہ ہی کہ ہر ایک امر مین ہر شخص کافر ہو یا مومن خدا ہی کے حکم کا تابع ہے جیسے صحت مرض موت حیات فقیر ہونا تونگر ہونا تو جو لوگ مومن ہین وہ خدا کے حکم کے ہر حال مین بخوشی مطیع ہین اور کفار بھی ان سب باتون مین خدا ہی کے تابع ہین مگر انکا تابع ہونا ناخوشی کے ساتھ ہی کیونکہ انکو چارہ کب ہی کہ خدا کے حکم کی نافرمانی کرین وہ جب چاہتا ہی انکو بیمار ڈالدیتا ہی جب چاہتا ہی تندرست کردیتا ہی وہی جسکو چاہتا ہی مال و دولت دیتا ہی اور جسکو چاہتا ہی فقیر بنا دیتا ہے بعضے مفسرین نے یہ بیان کیا ہی کہ مومن اور انکے سائے ہر حال مین خدا ہی کو سجدہ کرتے ہین اور کفار خود تو بتون کو سجدہ کرتے ہین مگر انکے سائے خدا کو سجدہ کرتے ہین بعضے مفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہی کہ اس آیت کو کفار سے کوئی علاقہ نہیں مسلمانون اور منافقون کی شان مین یہ آیۃ اوتری ہی مومن تو اپنی خوشی سے سجدہ کرتے ہین اور جو منافق ہین وہ تلوار کے خوف سے سجدہ کرتے ہین اس آیۃ کے پڑھنے اور سننے والے دونون کو سجدہ کرنا چاہیے یہان سجدہ مسنون ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث قدسی ایک جگہ گزرچکی ہی جس مین اللہ تعالی نے فرمایا تمام دنیا کے جنات اور انسان پرہیزگار بن جاوین تو اس سے اللہ کی بادشاہت مین کچھ بڑھ نہ جاویگا اسی طرح یہ سب اگر اللہ کی عبادت چھوڑ دیوین تو اس سے اسکی بادشاہت مین سے کچھ گھٹ نہ جاویگا اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین جو دخل ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ ان مشرکون کو خالص عبادت الٰہی کی جو ہدایت کی جاتی ہے وہ ان ہی کی بہتری اور ان ہی کو شیطان کے بہکاوے سے بچانے کے لئے ہے ورنہ اللہ کی شان تو وہ ہی کہ تمام دنیا کے جنات اور انسان ان جیسے ہو جاوین جب بھی اوس کو کچھ پروا نہین۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ

پوچھ کون ہے رب آسمان اور زمین کا کہہ اللہ ہے پھر تم نے پکڑے ہین اللہ کے سوا کے حمایتی جو مالک نہین

منزل ۳

لَا نَفْسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَ
اپنے بھلے برے کے کہہ کوئی برابر ہوتا ہے اندھا اور دیکھتا یا کہین برابر ہے اندھیر اور
النُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ
اجالا ٹھیراتے ہیں انھون نے اللہ کے شریک کہ انھونے کچھ بنایا جیسے بنایا اللہ نے پھر ملگئی پیدائش انکی نظر میں کہہ اللہ ہے بنانیوالا

اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ مشرک بھی اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کے سوا کوئی خالق ورازق نہیں پھر ان سے کہو کہ تم خدا کے سوا ایسے معبود کیون ٹھہراتے ہو جنکو خود اپنی جان کے نفع نقصان کا ذرہ برابر اختیار نہیں ہی پھر فرمایا کہ جو لوگ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں وہ گویا دل کے اندھے ہیں کہ انکے دلون میں تاریکی ہی اور جو لوگ خالص خدا کے ماننے والے ہیں انکے دلون میں ایمان کی روشنی ہی اسلیے فرمایا کہ بینا اور نابینا یکسان نہیں ہوتا اور نہ روشنی اور تاریکی یکسان ہوتی ہی ان دونون میں بہت بڑا فرق ہی پھر فرمایا کہ مشرکون نے جنکو اپنا معبود ٹھہرالیا کس سند اور کس دلیل سے کیا اون معبودون نے بھی خدا کی طرح مخلوق پیدا کی آسمان زمین بنائے سورج چاند تارے پیدا کیے کہ ان بت پرستون کو بتون کے خالق ورازق ہونے کا شبہ پڑگیا پھر فرمایا ان بت پرستون سے کہہ دیا جاوے کہ ہر شے کا خالق وہی خدا ہی جو تنہا اور اکیلا ہے اور بڑے قہر والا ہی اسکے سامنے کسی کی کچھ نہیں چلتی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزرچکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے راہ لوگون کو اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہی اپنی رحمت سے مہلت دیتا ہی اور جب پکڑتا ہی تو اوس کی پکڑ ایسی زبردست ہی کہ پھر اسکی پکڑ سے چھٹکارا دشوار ہی۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یہ مشرک لوگ اللہ کو خالق رزاق جانکر جو جو شیطان کے بہکانے سے شرک میں گرفتار ہیں تو یہ انکو معلوم رہے کہ اللہ کی صفت قہاری کی بھی ہے جب وہ اپنی صفت کے موافق پکڑلے گا تو بالکل ہلاک کردے گا اللہ سچا ہی اللہ کا کلام سچا ہی۔ بدر کی لڑائی کے وقت اس صفت قہاری کا ظہور جو کچھ ہوا صحیح بخاری ومسلم کے انسؓ بن مالک کی روایتون کے حوالہ سے اوس کا ذکر گزرچکا ہے +

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى
اتارا آسمان سے پانی پھر بھی نالے اپنے اپنے موافق پھر اوپر لایا وہ نالا جھاگ پھولا ہوا اور جس چیز کو دہونکتے ہیں
النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۬ۚ فَاَمَّا الزَّبَدُ
آگ میں واسطے زیور کے یا اسباب کے اس میں بھی جھاگ ہے ویسا ہی یونہی ٹھیراتا ہی اللہ صحیح اور غلط کو سو وہ جو جھاگ ہی
فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ
سو جاتا ہی سوکھ کر اور وہ جو کام آتا ہی لوگونکے سو رہتا ہی زمین مین یون بتاتا ہے اللہ کہاوتین

اللہ پاک نے اس آیۃ میں دو مثالین بیان کین جس سے حق وناحق کو سمجھایا فرمایا کہ جیسے ہم آسمان سے مینہ برساتے

ہیں تو وہ زمین پر بہ نکلتا ہی اور تالاب ندی نالے اپنی حیثیت کے موافق پانی لے لیتے ہیں کوئی زیادہ کوئی کم اسی طرح انسان
کے دل میں بھی فرق ہی کسی کا دل زیادہ علم دین حاصل کرنیکی گنجائش رکھتا ہی اور کوئی دل کم پھر فرمایا کہ اس ندی نالے کے
پانی میں جھاگ اوٹھتا ہی یہ ایک مثل ہے اور سونا چاندی وغیرہ گلانے کے وقت بھی جھاگ اوٹھتا ہی اسی طرح حق وناحق
ہی کہ پانی سے جس طرح زمین کو فائدہ پہونچتا ہی اور سونا چاندی کام میں آتے ہیں اور ان دونون کا جھاگ سوکھ سوکھا کر جاتا
رہتا ہی اسکو قیام نہیں رہتا اسی طرح حق بات ہمیشہ قائم رہتی ہے اور ناحق بات کو کوئی قیام نہیں جھاگ کی طرح کبھی وہ
ٹھہر نہیں سکتی اور حق بات سے ہمیشہ لوگ فائدہ اوٹھا سکتے ہیں ناحق سے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا صحیحین میں ابو موسیٰ
اشعری سے ایک حدیث ہی جسکا خلاصہ یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو علم و ہدایت خدا نے دیکر مجھے
بھیجا ہے اسکی مثال ایسی ہی جیسے مینہ کسی پر برسا اور زمین نے اسکو قبول کر لیا اور اس سے سبزہ گھانس وغیرہ اوگے
اور بعض زمین ناہموار تھی اسنے پانی کو روک رکھا اوس پانی سے انسان نے فائدہ اوٹھایا اور بعض زمین ایسی تھی نہ پانی
کو روکا نہ جانورون نے پیا نہ گھاس اوگا نہ سبزہ یہی مثال اس علم اور ہدایت کی ہی بعضون نے اپنی طاقت اور ذہن کے
موافق اسکو سمجھ کر عمل کیا اور بعضون نے دوسرونکو بھی تعلیم دی اور بعضے ایسے ہیں جنھون نے اسکی طرف مطلق توجہ نہیں کی
اور جو علم ہدایت میں لیکر آیا ہون اسکو قبول نہیں کیا گویا یہ چکنے پتھر کی طرح ہیں کہ اسپر پانی ٹھہرتا ہی نہیں آیۃ اور حدیث کی
مثالون کے ملانے سے آیۃ کا یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ قرآن کی برحق نصیحت کے اثر سے ناحق باتین
پانی اور سونے چاندی کے جھاگ کی طرح جزیرہ عرب سے اوٹھکر دین حق قائم ہوگیا اور ناہموار زمین کی طرح کے
ناہموار لوگ بڑے ٹوٹے میں رہے۔

منزل ۳

لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

جنھون نے مانا اپنے رب کا حکم بھلائی ہے اور جنھون نے اسکا کہنا نہ مانا اگر ان پاس ہو جتنا کچھ زمین میں ہی سارا

وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ

اور اسکے برابر ساتھ اسکے سب دین اپنی چھڑوائی میں ان لوگونکے لئے ہے برا حساب اور ٹھکانا انکا دوزخ ہے اور بری ہے تیاری

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم — النصف

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خدا کے فرمانبردار اور رسول کے تابعدار ہیں انکے واسطے اچھے اچھے انعام ہیں حضرت عبداللہ
ابن عباس کہتے ہیں الحسنیٰ سے مراد جنت ہے یعنے ان لوگون کے لئے جنت ہے اور جن لوگون نے خدا کو نہیں مانا رسول
کی پیروی نہیں کی اگر یہ لوگ ساری دنیا کے برابر دولت تاوان میں دین بلکہ اس سے بھی دوگنا دین جب بھی قبول
نہ ہوگا اور عذاب سے نہ چھوٹین گے بلکہ ہر ہر گناہ پر انسے سوال ہوگا اور کوئی مشرک بخشا نہیں جائے گا۔ اوپر کی آیۃ
میں دو مثالیں جو بیان فرمائی تھین یہ آیۃ ان مثالون کا نتیجہ ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک رضی کی حدیث ایک
جگہ گزر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بڑے بڑے مالدار نافرمانون کو جب دوزخ

این ڈالا جاویگا تو دوزخ کے پہلے ہی جھونکے کے بعد فرشتے اُنسے پوچھیں گے کہ دنیا کے جس مال و متاع نے تم کو عقبیٰ سے غافل رکھا
آج وہ تم کو مالداری کا عیش و آرام کچھ یاد ہے اس پر یہ لوگ قسمیں کھا کر کہویں گے کہ
ایسی عذاب کے آگے ہم کو وہ عیش و آرام کچھ یاد نہیں ۔ اس حدیث اور آیتہ کے
ملانے سے اوپر کی مثالوں کا اور اس آیتہ کا یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہی کہ اصل پانی اور سونے چاندی کی سی پائدار
قرآن کی نصیحت کے پابند تنگدست لوگوں کا انجام کیا ہوا اور جن مالدار نافرمان لوگوں کا مدار زندگی دنیا کا عیش و آرام اور
جھاگ کی سی ناپائدار اور بڑوں کی رسموں کے مقابلہ میں قرآن کی نصیحت کو جھٹلانا رات دن اون کا کام تھا ایسے لوگوں
کا انجام کیا ہوا ✦ ۔

أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ط

بھلا جو شخص جانتا ہے کہ جو کچھ اترا تجکو تیرے رب سے تحقیق ہے برابر ہوگا اُسکے جو اندھا ہی

اس آیتہ میں یہ ارشاد ہی کہ اللہ پاک نے جو کچھ اپنے نبی برحق پر اوتارا ہے اُسپر جو شخص ایمان لاتا ہی اور اُسکی تصدیق کرتا ہے
اور خدا کے سارے امر و نہی کو پورے عدل و انصاف پر سمجھتا ہے اُسکے برابر کبھی وہ شخص نہیں ہو سکتا جو اُسکو جھٹلاتا ہی
اور اُس کی پیروی نہیں کرتا ۔ مفسروں نے بیان کیا ہے کہ یہ آیۃ حمزہ بن عبد المطلب و ابوجہل
کی شان میں نازل ہوئی ہے حمزہ آپ پر ایمان لائے تھے وہ مومن تھے اور ابوجہل مرتے
وقت تک کافر رہا ۔ اللہ پاک نے انہیں دونوں کے درمیان میں فرق بیان کیا کہ حمزہؓ راہ حق پر ہیں اور ابوجہل گمراہی
میں ہے یہ دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے مگر یہ آیت عام ہی اسلئے اس کا حکم بھی عام ہے ہر ایک مومن اور کافر کے واسطے
اس کا فیصلہ قائم ہے ۔ صحیح بخاری میں انسؓ بن مالک سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت
کے دن شہیدوں کو جب جنت کے اعلیٰ درجے ملیں گے تو وہ خواہش کرینگے کہ اُنکو دوبارہ دنیا میں بھیجا جاوے تاکہ وہ پھر
شہید ہوں اور اعلیٰ درجہ پاویں معتبر سند سے طبرانی میں حضرت علیؓ سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت حمزہؓ بن المطلب کو شہیدوں کا سردار فرمایا ہی ۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ جب اور شہیدوں کو وہ درجے ملیں گے
جس کا ذکر انسؓ بن مالک کی حدیث میں ہے تو شہیدوں کے سردار حضرت حمزہؓ کا مرتبہ قیامت کے دن کیا کچھ ہوگا اور
کے انجام میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی روایتیں گزر چکی ہیں کہ ابوجہل اور اُسکے ساتھیوں پر مرتے ہی
عذاب شروع ہوگیا اور اللہ کے رسول نے ان لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کے وعدہ کو
سچ پایا حاصل کلام یہ ہے کہ آیۃ کا حکم اگرچہ عام ہے لیکن حمزہؓ بن عبد المطلب اور ابوجہل کا عقبیٰ کا انجام جو اوپر بیان کیا
گیا اُس سے آیۃ کا یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ حمزہ بن عبد المطلب اور ابوجہل کی حالت کے دو شخص اللہ تعالیٰ
کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے ابوجہل کی حالت کے لوگوں کو عقبیٰ کی بھلائی برائی نظر نہیں اتی اس لئے ایسی لوگوں کو اندھا فرمایا

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنقُضُونَ الْمِيثَاقَ ۝

سمجھتے ہیں جنکو عقل ہے وہ جو پورا کرتے ہیں قرار اللہ کا اور نہیں توڑتے قرار

وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ۝

اور وہ جو جوڑتے ہیں جسکو اللہ نے فرمایا جوڑنا اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں برے حساب کا

اوپر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے ذکر میں دو مثالیں بیان فرماکر ان آیتوں میں فرمایا ہو کہ اگرچہ ہر طرح کی نصیحت قرآن شریف میں ہی لیکن وہ نصیحت اُن ہی لوگوں کے دل پر اثر کرتی ہے جنکو اللہ تعالےٰ کے عہد کا خیال ہے کہ شریعت مین جس چیز کے کرنے کا اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا ہے اسکو بجا لانے کا عہد اور جس سے باز رہنے کا ارشاد فرمایا ہے اُس سے باز رہنے کے عہد کو وہ لوگ پورا کرتے ہیں اور جس طرح یوم المیثاق مین اللہ تعالےٰ نے توحید پر قائم رہنے کا اور رسولوں کی فرمانبرداری کرنے کا اور کتب آسمانی کے پابندی کرنے کا عہد لیا ہو شریعت کو اُس عہد کے یاد دلانے والے ایک چیز جانکر نہ منافقون کی طرح ان لوگون کی یہ عادت ہو کہ زبان سے تو شریعت کی پابندی کا اقرار ہے اور دل میں اُس اقرار کا کچھ بھی اثر نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑے ہونے اور حساب کتاب ہونے سے ڈر کر جو کچھ کرتے ہیں اُسکا اثر دل وزبان دونون پر ایک سان ہو اور نہ ان لوگونکی عادت ریاکارون کی سی ہے کہ شریعت کا کام دنیا کے دکھاوے کو کریں بلکہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کی خوشنودی اور ثواب آخرت کی نیت سے کرتے ہیں اور کوئی برا کام شامت نفس سے چھوٹا یا بڑا ہو جاوے تو بڑے گناہ کو توبہ واستغفار سے اور چھوٹے گناہ کو آئندہ کی نیکی سے غرض ہر طرح اُس برائی کے دھبہ کو مٹا دیتے ہیں کوئی مصیبت آزمائش کے طور پر خدا کی طرف سے آوے تو اُسکے جھیلنے میں اور گناہ کی طرف جی للچاوے تو جی کے روکنے مین اور امر الٰہی کے بجا لانے میں کسی طرح کی تکلیف پیش آوے تو اس تکلیف کی برداشت کرنے میں صابر رہتے ہیں اسی طرح آٹھ نو وصف ایسے لوگون کے ذکر فرماکر پھر فرمایا کہ اہل جنت یہی لوگ ہیں اور پھر جنت کی نعمتیں ذکر فرمائیں اور ان اہل جنت کی عادتون کے برخلاف عادت کے جو لوگ دنیا میں ہیں اخیر رکوع تک پھر اُنکا ذکر فرمایا غرض ان آیتوں میں اچھی اور بری دونوں عادتون کا ذکر ہے قرآن شریف کی تلاوت اور قرآن شریف کا ترجمہ پڑھتے وقت ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی حالت پر ذرا خیال جماوے کہ اُس میں ان عادتون میں سے کونسی عادتیں ہیں اور کوئی عادت بری ہو تو اُسکے چھوڑنے کی کوشش کرے اور اچھی عادت پر قائم رہنے مین مضبوط رہے۔ معتبر سند سے ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے مابعد کے لئے کچھ سامان کر لیوے صحیح بخاری مسلم کے حوالہ سے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی گزر چکی ہو کہ اللہ کا حق ہر ایک بندہ پر توحید کے عہد کو پورا کرنا اور بندہ کا حق اللہ پر ایسے لوگونکو جنت مین داخل کرنا ہو صحیح بخاری ومسلم میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہو جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کرنے والونکو جنتی فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے کے خوف سے جس شخص نے اپنی لاکھ

منزل ۳

کے جلانے اور ادہی خاک کو ہوا میں اوڑانے اور آدہی کو دریا میں بہا دینے کی وصیت کی تہی اسکی مغفرت کے باب میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو سعید خدری رضی کی حدیث بہی ایک جگہ گزر چکی ہی آیتوں میں ترتیب وار جن لوگونکا ذکر ہے یہ مذکور ان لوگوں کے حال کی گویا تفسیر ہیں رشتہ دارون کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کو صلہ رحمی کہتے ہیں اسی صلہ رحمی کا ترجمہ شاہ صاحب نے جوڑنا کیا ہی جس سے مطلب رشتہ دارون کے ساتھ میل جول اور حسن سلوک کا ہے۔

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَ

اور وہ جو ثابت رہے چاہنے توجہ اپنے رب کی اور کھڑی رکھی نماز اور خرچ کیا ہمارے دئے مین سے چہپے اور کہلے اور

يَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ

کرتے ہیں برائی کے مقابل بہلائی ان لوگون کو ہے پچہلا گہر باغ ہیں رہنے کے داخل ہونگے ان میں اور جو نیک

وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝

اور جو رو ان اور اولاد میں اور فرشتے آتے ہیں ان پاس ہر دروازے سے کہتے ہیں سلامتی ہی تمپر بدلے اسکے کہ تم ثابت رہے سو خوب

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ جو لوگ برے کامون سے صرف خدا کی خوشنودی کے واسطے الگ رہے اور جن لوگون نے پنجگانہ نماز قائم کی اور جو کچھ خدا نے انکو دیا اوس میں سے حق دار کو بال بچون رشتہ دارون کو فقرا اور مساکین کو دیا غرضکہ جو موقع خرچ کا خدا نے بتلایا ہے اسکے مطابق کہلم کہلا یا چہپ کر خرچ کیا اور برائی کے عوض بہلائی کرتے رہے اگر کسی نے انکو تکلیف دی یا ستایا تو صبر کر کے چپ ہو رہے اسکے بدلے کے پیچہے نہ پڑے تو آخرت کا گہر انہین نیک بختون کے واسطے بنایا گیا ہی مفسرین نے یہ بیان کیا ہی عدن ایک محلہ ہے جنت کا اور بعضون نے کہا ہی کہ ایک شہر ہے جنت میں غرضکہ یہ خود بہی وہان جائیں گے اور انکے بال بچے باپ مان بہی اگر نیک بخت ہیں تو انہیں کے ساتھ رہیں گے اور فرشتے ہر ہر دروازے سے آکر انکو سلام کرینگے اور کہیں گے کیا اچہا آخرت کا گہر تمہارے صبر کے بدلے میں ملا ہے۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمرو رضی بن العاص کی ایک حدیث ہی جس کا مطلب یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ جانتے ہو کہ سب سے پہلے کون جنت میں داخل ہو گا لوگون نے کہا خدا اور خدا کا رسول جانتا ہے آپ نے فرمایا فقرا مہاجرین کہ ان میں سے کسی کی کوئی حاجت بہی ہوتی ہی تو مرتے وقت وہ اپنے دل میں لیجاتا ہی اللہ پاک اپنے فرشتون سے کہے گا تم جا کر اوس بندے سے سلام کہو وہ کہیں گے ہم تیری بہتر مخلوق ہیں آسمان کے رہنے والے ہیں تو ہمکو انکے پاس جا کر سلام کہنے کا حکم فرماتا ہے اللہ پاک فرمائیگا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہون نے خاص میری عبادت کی ہی اور کسی کو میرا شریک نہ ٹہرایا انکی کوئی حاجت بہی ہوتی تو وہ پوری نہیں ہوتی تہی مرتے وقت اسکو اپنے دل میں لے کر آئے ہیں اسکے بعد فرشتے انکے پاس جنت میں ہر دروازہ سے جائیں گے اور کہیں گے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ معتبر سند سے تفسیر ابن منذر اور تفسیر ابن مردویہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہیدون کی قبرون پر جاتے تہے اور یہ

منزل ۳

کہتے تھے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ ایک صبر تو احکام شرع کی تکلیفوں پر آدمی کو کرنا پڑتا ہے جیسے مثلاً روزہ میں بھوک پیاس کی تکلیف پر صبر کرنا یا جاڑے میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کی تکلیف پر صبر کرنا۔ ایک صبر جانی یا مالی مصیبت پر کرنا پڑتا ہے غرض ہر طرح کا صبر اللہ تعالیٰ کی خوشی اور عقبیٰ کے ثواب کی نیت سے ہونا چاہیئے دنیا کی کسی غرض کا لگاؤ اس میں نہ ہو۔ صبروا ابتغاء وجہ ربہم کا یہی مطلب ہے۔ وانفقوا مما رزقناہم کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے صحیح قول کے موافق زکوٰۃ کی ہے۔ اس سے ان علماء کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ مکہ میں فرض ہوئی ہے اور اسکے وصول کا انتظام مدینہ میں آنے کے بعد شروع ہوا ہے۔ معتبر سند سے ترمذی اور مسند امام احمد میں ابوذر اور معاذ بن جبل کی روایتیں ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی سے کوئی گناہ ہو جاوے تو اسکو اس گناہ کے کفارہ کے لئے کچھ نیک کام کرنا چاہیئے۔ مسند امام احمد میں عقبہ بن عامرؓ کی معتبر حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص پر کوئی زیادتی کرے اور وہ درگزر کرے تو اس کا بڑا اجر ہے ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ کی یہ حدیثیں گویا تفسیر ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں سے خود کوئی برائی ہو جاوے تو اسکے کفارہ کے لئے یہ لوگ نیک کام کرتے ہیں اور اگر کوئی دوسرا شخص انکے ساتھ برائی سے پیش آوے تو یہ لوگ درگزر سے کام لیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ

اور جو لوگ توڑتے ہیں قرار اللہ کا اسکو پکا کرکر اور کاٹتے ہیں جو چیز کہا اللہ نے اسکو جوڑنا اور

يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝

فساد اٹھاتے ہیں ملک میں ایسے لوگ انکو ہے لعنت اور انکو ہے برا گھر

منزل

نیک بختوں کا حال بیان کرکے اب بدبختوں کا انجام بیان کیا کہ جس طرح دنیا میں بدبختوں کی خصلتیں نیک بختوں کے برخلاف ہیں نیک بخت وعدہ وفا کرتے ہیں بدبخت نہیں وفا کرتے قول کرنے کو کر لیتے ہیں مگر پورا کرنا نہیں جانتے۔ رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے ہیں زمین میں کفر و شرک کا اور طرح طرح کا فتنہ و فساد اٹھاتے رہتے ہیں امانت میں خیانت کرتے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی انکا ٹھکانا نیک بختوں سے الگ ہوگا جس طرح دنیا میں لوگ انپر لعنت کرتے ہیں وہاں بھی انپر لعنت ہوگی اور دوزخ میں جھونکے جائیں گے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ کی حدیث ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور اسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی صحیح بخاری و مسلم کی روایت میں یہ بات اور زیادہ ہے کہ جب عہد کرے تو بدعہد ہو جاوے اور جب جھگڑے تو گالی گلوچ کرے۔ اسی واسطے خدا نے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کی رحمت سے دور ہیں اور انکے لئے بہت ہی برا گھر ہے۔ اصل فتنہ و فساد تو شرک ہے جس کا ذکر قرآن میں جگہ جگہ ہے لیکن یہ حدیثیں شرک کے سوا اور فتنہ و فساد کی باتوں کی گویا تفسیر ہیں۔

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ط وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ط وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝

اللہ کشادہ کرتا ہی روزی جسکو چاہے اور تنگ اور وہ ریجھے ہیں دنیا کی زندگی پر اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں آخرت کے حساب مین مگر برتنا

اوپر کی آیتون مین اللہ تعالیٰ نے نیک خصلت اور بدخصلت لوگونکا ذکر فرمایا اور نیک خصلت لوگون کا ذکر فرمایا اور نیک خصلت لوگون سے اپنی رضامندی ظاہر فرمائی اور اُنسے جنت کا وعدہ فرمایا اور بدخصلت لوگونسے ناخوشنودی ظاہر فرمائی اور دوزخ انکا ٹھکانا فرمایا۔ اسپر یہ خیال دل مین گزر سکتا تھا کہ دنیا مین اکثر ایسے بدخصلت لوگ جنکا ذکر آیتہ مین ہی بڑی آسائش اور خوشحالی سے بسر کرتے ہین اور نیک خصلت لوگ تنگ حال ہین پھر جن لوگون سے اللہ راضی نہیں انکو اللہ تعالیٰ نے آسائش کس مصلحت اور حکمت سے دے رکھی ہی اُس خیال کو اللہ تعالیٰ نے دفع فرمادیا کہ دنیا کی فارغ البالی نیک عملی اور بدعملی پر موقوف نہیں ہے نیک عملی اور بدعملی کے موافق جزا اور سزا تو خاص آخرت مین اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے دنیا مین بعضی مصلحت اور بعضی حکمت کے موافق اللہ تعالیٰ نے نیکون کو تنگ حال اور بعضے بدون کو خوشحال رکھا ہے اور اُس مصلحت اور حکمت کا بھید اللہ کو ہی معلوم ہے لیکن اتنا خلاصہ تمکو بتلا دیا جاتا ہی کہ نہ خود دنیا کو قیام ہے نہ دنیا کی خوشحالی اور تنگ حالی کو قیام ہے اسلئے جن نیک خصلت لوگون کے لئے عقبیٰ مین ہمیشہ کی راحت رکھی گئی ہی انکو اگر دنیا مین چند روزہ کوئی تکلیف ہو تو وہ خیال کرنے کے قابل نہیں ہے اسی طرح کسی بدخصلت کی چند روزہ زندگی اگر اسائش سے گزری تو وہ بھی اس سبب سے کہ ایسے لوگون کے لئے دائمی تنگ حالی اور ذلت عقبیٰ مین رکھی گئی ہے خیال کرنے کے لائق نہیں ہے اور دنیا کی خوشحالی پر اترانا اور خوش ہونا انہی لوگونکا کام ہے جو عقبیٰ کے منکر ہین صحیح سند سے ترمذی مسند امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ مین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایتہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ بوریئے پر سوئے اور اُس بوریئے کے نشان آپکے جسم مبارک پر پڑ گئے ہم لوگون نے عرض کیا کہ حضرت آپ فرماتے تو ہم لوگون مین سے کوئی شخص بچھونا بچھا دیتا آپ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا لینا ہے مین دنیا کو اتنی ضرورت کی چیز سمجھتا ہون جیسے ایک مسافر ایک پیڑ کی چھاؤن مین تھوڑی دیر ٹھہرا اور اپنے راستہ سے لگا۔ صحیح سند سے صحیح ابن حبان مستدرک حاکم اور ترمذی مین کعبؓ بن عیاض سے روایتہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امت دنیا کی ایک چیز سے خرابی مین پھنسی ہی میری امت کی خرابی مین ڈالنے والی چیز دنیا کا مال و متاع ہے۔ آپ نے فرمایا دنیا کے مال و متاع والے لوگ دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہین اور عقبیٰ سے غافل ہین لیکن عقبیٰ کی ہمیشہ کی زندگی کے آگے دنیا کی چند روزہ زندگی کوئی چیز نہیں ہے موت کے ذبح کئے جانے اور جنتیون و دوزخیون کو ہمیشہ کی زندگی سے آگاہ کر دئے جانے کی ابوسعید خدریؓ کی حدیث صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ایک جگہ گزر چکی ہے جو عقبیٰ کی ہمیشہ کی زندگی کی بابت آیتہ کے آخری ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ ط قُلْ اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ ۝ اَلَّذِیْنَ

اور کہتے ہیں منکر کیون نہ اتری اُسپر کوئی نشانی اُسکے رب سے کہہ اللہ بچلاتا ہی جسکو چاہے اور راہ دیتا ہی اپنی طرف اسکو جو

امنوا وتطمئن قلوبهم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب الذین امنوا وعملوا الصلحت طوبیٰ لہم وحسن مآب

وہ جو یقین لائے اور چین پکڑتے ہیں اُنکے دل اللہ کی یاد سے سنتا ہے اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں دل جو یقین لائے اور کیں

یہ وہی پرانا سوال ہی جو کفار مکہ حضرت سے کیا کرتے تھے کہ تمپر کوئی نشانی ایسی کیوں نہیں اُتری جیسے موسیٰ کو عصا
اور ید بیضا ملا تھا اور صالح علیہ السلام کو اونٹنی ملی تھی تم بھی صفا پہاڑ کو سونا بنادو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنکے
سوال کا یہ جواب ملا کہ اے رسول تم کہدو خدا جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہی اور جو اُسکی طرف رجوع ہوتا ہی اُسے وہ ہدایت کرتا ہی
اگر کل نشانیاں تمہاری فرمائش کے موافق بھی آجائیں تو بھی تم ایمان نہیں لاؤگے ہدایت تو وہی شخص پاتا ہے جو خدا کی طرف
مائل ہوتا ہے اور جس کا دل اُسکی یاد سے ٹھنڈا ہوتا ہے علم الٰہی میں جو لوگ ایسے نہیں قرار پائے وہ کسی معجزہ کو دیکھکر
ایمان نہ لاوینگے ۔ مفسرین نے ذکر اللہ سے قرآن مجید مراد لیا ہے کیونکہ اکثر جگہ خدا نے اپنے کلام میں ذکر کا لفظ ارشاد
کیا ہی اور وہاں قرآن مجید سمجھا جاتا ہے جیسے ہٰذا ذکر مبارک انزلناہ ۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ ایماندار قرآن کو پڑھتے
ہیں یا دوسروں کو پڑھتے ہوئے سنتے ہیں تو اُنکے دلکو نہایت اطمینان ہوتا ہے کیونکہ جن باتوں پر آدمی کو پورا یقین ہو جاتا ہی
تو اُن باتوں سے اُسکا اطمینان ہو جاتا ہی اسلئے جن لوگوں کو قرآن کے کلام الٰہی ہونیکا یقین نہیں قرآن کی باتوں سے اُنکا اطمینان نہیں ہو سکتا
یہاں ایک شبہ ہوتا ہی کہ سورہ انفال کی آیۃ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم میں ہی کہ خدا کے ذکر کے وقت مومنوں کے دل کانپ
اُٹھتے ہیں اور ڈرجاتے ہیں اس آیۃ کے خلاف ہے کیونکہ اس آیۃ میں ہی کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت ایمانداروں کے دلمیں اطمینان پیدا ہو جاتا ہی اسلئے ضرور ہی
کہ ان دونوں آیتوں میں فرق معلوم کر لیا جائے سورہ انفال کی آیۃ میں خدا کے عذاب کی یاد اور ذکر مراد ہے اور یہاں اُسکی
رحمت اور جنت و انعام کے وعدے مراد ہیں اسلئے اُس آیۃ میں خوف کا ذکر کیا گیا اور اس آیۃ میں خوشی اور اطمینان کا بیان
کیا گیا ۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اُنکے لئے خوشی ہی اور اچھی جگہ ہے طوبیٰ کی تفسیر میں مفسرین کا
اختلاف ہے ۔ حضرت عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ رحمت اور آنکھوں میں ٹھنڈک قتادہ کے نزدیک یہ معنے ہیں
کہ آخرت میں اُنکو بہتری ہوگی مگر راجح قول طوبیٰ کی تفسیر میں یہ ہی کہ طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے ۔ معتبر سند سے
مسند امام احمد تفسیر ابن ابی حاتم بیہقی وغیرہ میں عتبہ بن عبد سے ایک حدیث ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے آکر پوچھا کہ کیا جنت میں میوے ہوں گے آپ نے فرمایا ہاں جنت میں ایک درخت ہی جس کا نام طوبیٰ ہے
اُسکے انگور کے خوشے بڑے بڑے ہیں صحیحین میں حضرت انسؓ سے روایۃ ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جسکے سایہ میں
سوار سو برس تک بھی چلا جائے تو سایہ ختم نہ ہو ابو ہریرہ سے بھی ایسی ہی ایک حدیث صحیح بخاری و مسلم میں ہی مکہ کے
نواح میں جو میدان ہیں اُنمیں درخت نہیں ہیں اسواسطے اہل مکہ کو سایہ دار درختوں کی بڑی قدر ہے اُس بنا پر میوہ کے
ذکر کے ساتھ آپ نے طوبیٰ کے سایہ کا ذکر فرمایا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں یہ

منزل ۳

لکھ لیا ہی کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد کون شخص جنت مین جانے کے قابل کام کریگا اور کون شخص دوزخ مین جانے کے قابل اس حدیث کو ان آیتون کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ راہ راست پر آنا اور نہ آنا کچھ معجزون کے دیکھنے اور نہ دیکھنے پر منحصر نہین ہی بلکہ علم الٰہی مین جو لوگ جنت مین جانے کے قابل ٹھہر چکے ہین نیک کامون کی طرف وہ خود مائل ہوتے ہین اور اللہ تعالیٰ انکو نیک کامون کی توفیق بھی دیتاہے اور جو لوگ علم الٰہی مین دوزخی ٹھہر چکے ہین نہ انکو کسی معجزہ سے ہدایت ہوسکتی ہے نہ قرآن کی نصیحت سے اور کسی کو مجبور کرکے راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے اس لئے ایسے لوگون کو اللہ تعالیٰ اون کے حال پر چھوڑ دیتا ہے ان اللہ یضل من یشاء و یہدی الیہ من اناب کا یہی مطلب ہے۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

اسی طرح تجکو بہیجا ہمنے ایک امت مین کہ ہو چکی ہین اس سے پہلے امتین تا سناوے تو انکو جو حکم بہیجا ہمنے تیری طرف

وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ○

اور وہ منکر ہوتے ہین رحمن سے تو کہہ وہی رب میرا ہے کسی کی بندگی نہیں اسکے سوا اسی پر مینے بھروسا کیاہے اور اسی

اس آیۃ مین یہ ارشاد ہے کہ جس طرح ہم نے پہلی امتون مین رسول بہیجے اوسی طرح اس امت کے لئے ہمنے تم کو رسول بنا کر بہیجا تاکہ جو باتین ہم نے وحی کے ذریعہ سے بہیجی ہین وہ سب تم ان لوگون کو سنا دو اور ان سے کہہ دو کہ تم لوگ انکار کرتے ہو کہ خدا کا نام رحمن نہیں لیکن اسکا نام رحمن ہی اور وہ میرا اور سب کا رب ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہی میرا تو اسی پر بھروسہ ہی اور سب کا وہی ٹھکانا ہے ایک روز سب کے سب اوسی کی طرف پھر کر جانے والے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا نام رحمن کہتے تھے تو کفار مکہ آپسین کہنے لگتے تھے کہ انھون نے خدا کے سوا ایک معبود اور مقرر کر لیا جس کا نام رحمن رکھ چھوڑا ہے چنانچہ قتادہ کہتے ہین کہ جب جنگ حدیبیہ مین سہل بن عمرو حضرت کے پاس صلح کا پیغام لے کر آئے اور صلح نامہ لکھا جانے لگا تو حضرت نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پہلے لکھنے کو کہا سہل بن عمرو نے کہا ہم نہیں جانتے رحمن کیا شے ہے رحمن تو مسیلمہ کذاب کا نام ہی جسنے نبوت کا جھوٹا دعوا کیاہے اسی وقت یہ آیۃ اتری اسلئے قتادہ اس آیت کو مدنی کہتے ہین کیونکہ صلح حدیبیہ ہجرت کے بعد ہوئی ہے قتادہ کے قول کے موافق صلح حدیبیہ کے وقت یہ بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے نہ لکھنے کا قصہ صحیح بخاری مین بھی مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم کی حدیث مین ہی لیکن اوس مین آیۃ کے نازل ہونے کا ذکر نہیں ہے بعضے مفسرین کا قول ہی کہ ابو جہل نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا اللہ یا رحمن کہتے سنا تو ورمشرکون کے پاس جاکر یہ بیان کیا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو خدا کا نام لیکر پکارتا ہی اور ایک اور نام بھی لیتا ہی رحمن اور ہم نہیں جانتے کہ رحمن کیا چیز ہے ہم تو مسیلمہ کذاب کو رحمن سمجھتے ہین اوسوقت یہ آیت نازل ہوئی اور یہ آیۃ بھی اتری قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن اور حضرت عبداللہ بن عباس سے ضحاک یہ نقل کرتے ہین کہ یہ آیۃ کفار قریش کی شان مین اتری

ہی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو کہا اسجدوا للرحمٰن تم خدا کو سجدہ کرو جس کا نام رحمٰن ہی تو ان لوگون نے کہا کہ یہ رحمٰن کیا شے ہے تو اللہ جل شانہ نے حکم کیا کہ کہدو رحمٰن وہ ہے جو رب ہے میرا اور کل جہان کا اور اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم کی صحیح بخاری کی روایۃ میں حدیبیہ کے قصہ کے وقت آیۃ کے نازل ہونے کا ذکر نہیں ہی تو آیۃ کی شان نزول کا اختلاف یون رفع ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق آیۃ کو مکی قرار دیا جا کر یہ کہا جاوے کہ قریش کو ہجرت سے پہلے رحمٰن کے اسم الٰہی ہونے کا جس طرح انکار تھا وہی انکار ان لوگون نے حدیبیہ کی صلح کے وقت بھی پیش کیا لیکن اوسوقت کوئی آیۃ نازل نہیں ہوئی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انجانی کا عذر اللہ تعالے کے نزدیک قابل قبول ہی اسی واسطے اتنے آسمانی کتابین و یکر رسول بھیجے تا کہ کسی کو انجانی کا عذر باقی نہ رہے۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا

اور اگر کوئی قرآن ہوا ہوتا کہ چلے اس سے پہاڑ یا ٹکڑے ہووے اس سے زمین یا بولین اس سے مردے بلکہ اللہ کے ہاتھ مین ہین سب کام

اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

سو کیا خاطر جمع نہیں ایمان والونکو اسپر کہ اگر چاہے اللہ راہ پر لاوے سب لوگ اور پہنچتا رہے گا منکرون کو انکے

تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ

کئے پر کھڑکا یا اتریگا نزدیک انکے گھر سے جب تک پہونچے وعدہ اللہ کا بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا وعدہ

منزل ۳ ع ۱۰

تفسیر سفیان ثوری اور شعبی اور تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں حضرت عبداللہؓ بن عباس اور حضرت ابو سعیدؓ خدری سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہی کہ ابو جہل اور عبداللہ بن امیہ اور چند مشرکین قریش ایک روز حرم شریف مین بیٹھے تھے اتفاقاً آنحضرت بھی وہان تشریف لائے اور اپنے ان لوگون کو اسلام لانے کی رغبت دلائی اسکے جواب میں ابن امیہ نے آنحضرت سے کہا کہ اگر آپکو ہمارا اسلام منظور ہے تو ہم چند باتین چاہتے ہیں ایک تو یہ کہ مکہ کے چارون طرف پہاڑ جو گھیرے ہوئے ہیں جس سے کھیتی کرنے کو بالکل زمین نہیں ہے اگر تم سچے نبی ہو تو جس طرح حضرت داؤد کے زبور پڑھنے سے پہاڑ چلنے لگتے تھے اوسی طرح تم قرآن پڑھ کر ان پہاڑون کو مکہ سے ہٹا دو تا کہ ہمین کھیتی کرنے کو زمین نکل آوے دوسرے مکہ میں پانی کی بہت کمی ہے کچھ نہرین اور چشمے ایسے بہا دو جس سے پانی کی تکلیف جاتی رہے تیسرے جس طرح حضرت سلیمان کے کہنے میں ہوا تھی اوسی طرح ہوا کو ہمارا تابعدار کرا دو تا کہ شام کے ملک سے ہم ضرورت کی چیزین جلدی سے لے آیا کرین چوتھے جس طرح حضرت عیسٰے مردون کو جلا دیتے تھے اوسی طرح اہل عرب میں کے کسی بڑے بوڑھے کو جلا دو کہ وہ آنکر تمہارے نبی ہونے کی تصدیق کر دیوے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہین کہ علم الٰہی میں یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ بعضے ان اہل مکہ میں سے کفر کی حالت میں مرین گے اور بعضے اسلام لاوینگے

مگر ابھی نہیں جب اللہ کی طرف کا وقت مقررہ آویگا پھر ٹھٹھے کے طور پر جو باتیں یہ لوگ چاہتے ہیں ہر ایماندار کو یہ اعتقاد دلمین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اون سب باتون کے کردینے پر قادر ہے لیکن ان باتون کے ہوجانے کے بعد یہ توقع رکھنا کہ یہ سب اسی وقت مسلمان ہوجاوینگے یہ بغیر مرضی اللہ کے ممکن نہیں کیونکہ اللہ کی مرضی تو یہ ہے کہ علم آلہی میں ان مین سکے جو سرکش قرار پاچکے ہیں اون سرکشون کے بعضے سرگروہون پر آفت آوے جس سے باقی کے لوگون کو عبرت ہوا تنے میں اللہ کا وقت مقررہ آجاوے اور فتح مکہ ہوکر یہ سب مسلمان ہوجاوین اللہ کا وعدہ سچا ہے جس طرح اللہ نے کئی برس پہلے اس آیۃ مین فرمایا تھا کئی برس کے بعد وہی نتیجہ سبکی آنکھون کے سامنے آگیا کہ بدر کی لڑائی میں ان مین کے بڑے بڑے سرکش مارے گئے اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوگئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی لاشون پر کھڑے ہوکر یہ کہا کہ ابتو تم لوگون نے اللہ کے وعدہ کو سچا پایا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی روایتین اس باب مین اوپر گذر چکی ہیں اسکے بعد یہ ہوا کہ جن بتون کی حمایت میں یہ مکہ کے سرکش اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کے لفظ زبان پر لانے کو مستعد ہوجاتے تھے فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول نے لکڑی مار مار کر اون بتون کو گرادیا اور مکہ بھر میں ان بتون کا کوئی حمایتی کھڑا نہ ہوا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود اور ابوہریرہؓ کی روایتین اس باب مین گذر چکی ہین حاصل یہ ہے کہ آیۃ کے آخری ٹکڑے کی یہ حدیثین گویا تفسیر ہیں۔

منزل ۳

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ○

اور ٹھٹھا کر چکے ہیں کتنے رسولون سے تجھسے آگے سو ڈھیل دی مینے منکرونکو پھر اونکو پکڑا تو کیسا تھا میرا بدلہ

اوپر کی آیۃ کی تفسیر میں گذر چکا ہی کہ مشرکین مکہ نے حضرتؐ سے کہا تھا کہ یہان کے پہاڑ اوکھڑ کر علیحدہ ہوجاوین اور یہان ایک باغ دلکشا بنجاوے اور آپ ہمارے کسی مردے کو جلادین تاکہ ہم اوس سے پوچھین کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ سچ ہے یا جھوٹ ہے اور ہوا کو ہمارے قبضہ میں کردین جس طرح سلیمانؑ کے قبضہ میں تھی ہم جہان چاہیں گے چلے جایا کرین گے تو اوس وقت اس سے اوپر کی آیۃ اوتری تھی اور اصل میں یہ سوال انکا دل لگی کے طور پر تھا جس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قسم کا ملال ہوا تھا اس لئے اللہ جل شانہ نے آپکی تسلی کے لئے یہ آیۃ اوتاری کہ تم سے پہلے جو رسول گذرے ہیں اونسے بھی پہلے لوگون نے مسخراپن کیا تھا اور ہم نے ڈھیل دی آخر اس طرح پکڑا کہ وہ جانبر نہ ہوسکے تم نے سنا ہوگا کہ آخر کیا نتیجہ ہوا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعریؓ کی حدیث گذر چکی ہے کہ اللہ پاک ظالمون کو مہلت دیتا ہے کہ وہ خوب عیش و آرام کرتے ہیں پھر جب پکڑ لیتا ہے تو نہیں چھوڑتا اسکی پکڑ بہت سخت ہے اور نہایت دردناک ہے۔ یہ حدیث اور پہلی امتون کی طرح طرح کے عذابون سے ہلاک ہوجانے کے قصے یہ سب گویا اس آیۃ کی تفسیر ہیں۔

أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۗ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ ۚ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ

بھلا جو شخص لئے کھڑا ہے ہر کسی کے سر پر اسکا کیا اور ٹھہرائے ہیں اللہ کے شریک کہہ انکا نام لو یا اللہ کو جتاتے ہو

بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ
جو وہ نہیں جانتا زمین میں یا کرتے ہو اوپر اوپر باتیں کوئی نہیں پر بھلی سوجھائی ہیں منکروں کو انکے فریب اور روکے گئے

السَّبِيلِ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝
راہ سے اور جسکو بچلاوے اللہ سو کوئی نہیں اسکو بتلانے والا

اس آیۃ میں اللہ پاک نے مشرکوں کو جتلایا کہ اللہ پاک ہر شخص اور ہر چیز کا نگہبان اور مالک ہے اور ہر شخص کے کام کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے اور مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ اس صفت کے نہیں اسلئے فرمایا کہ انھوں نے جو خدا کے سوا اور وں کی عبادت اختیار کی ہے اور انکو اپنا شفیع سمجھہ رکھا ہے تو انکے نام بتلائیں کہ وہ کون ہیں اور کیا صفت رکھتے ہیں پتھر ہیں مٹی ہیں آخر کیا ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں اور کل مخلوق خدا کے قبضے میں ہیں اور اسکے علم سے کوئی چیز باہر نہیں اور اگر فی الحقیقت انکے معبود کوئی شئی نہیں ہیں فقط انکے خیال ہی خیال ہیں تو یہ ایسی بات ہے کہ جس چیز کا زمین و آسمان میں کہیں پتہ نہیں پھر فرمایا کہ ان کافروں نے اپنے مکر اور کفر کی زینت کر رکھی ہے یا انکو شیطان نے گمراہ بنا رکھا ہے یہ راہ راست سے روک دیے گئے ہیں کسی طرح ہدایت نہیں پا سکتے کیونکہ خدا جسکو گمراہ کرتا ہے اسکا کوئی راہ نما نہیں ہو سکتا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کون شخص جنت میں جانے کے قابل کام کریگا اور کون شخص دوزخ میں جانے کے قابل مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی یہ معتبر حدیث بھی گزر چکی ہے کہ جب شیطان آسمان سے نکالا جانے لگا تو اسنے بنی آدم کے ہر طرح سے بہکانے کی قسم اللہ تعالیٰ کے روبرو کھائی ہے صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی یہ روایۃ بھی گزر چکی ہے کہ قوم نوح میں کے کچھہ نیک لوگ مر گئے تھے جنکے مرنے کا رنج انکے رشتہ داروں اور معتقدوں کو بہت تھا شیطان نے موقع پا کر اپنی قسم کے موافق ان لوگوں کو یوں بہکایا کہ ان مرے ہوئے آدمیوں کی مورتیں بنائی جاویں تا کہ ان مورتوں کے دیکھنے سے اون مرے ہوئے آدمیوں کی صورتیں تمہاری آنکھوں کے سامنے رہیں شیطان کے بہکانے سے ان لوگوں نے وہ مورتیں بنائیں اور رفتہ رفتہ ان مورتوں کی پوجا ہو کر دنیا میں بت پرستی پھیل گئی ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مکہ کے قحط کے وقت اگرچہ مشرکین مکہ کو یہ خوب معلوم ہو گیا کہ انکے بت بالکل بے اختیار ہیں لیکن شیطان کے بہکانے سے ہر طرح کے برے کام ان لوگوں کو اچھے نظر آتے ہیں اسلئے یہ لوگ بت پرستی پر اڑے ہوئے ہیں اور علم الٰہی میں یہ لوگ گمراہ ٹھہر چکے ہیں اسواسطے مجبور کر کے انکو راہ راست پر لانا اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے کیونکہ دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہے مجبوری کی صورت میں وہ امتحان کی حالت باقی نہیں رہتی۔

منزل ۳

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ

انکو مار پڑتی ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت کی مار تو بہت سخت ہی اور کوئی نہیں انکو اللہ سے بچانے والا احوال جنت کا جو کہ

الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝

ڈر والونکو ملتی ہیں اُسکے نیچے نہرین میوہ اُسکا ہمیشہ ہے اور سایہ یہ بدلہ ہے اُنکا جو بچتے رہی اور بدلہ منکرون کا آگ ہی

اللہ جل شانہ اس سے اوپر کی آیۃ مین مشرکین کا حال جب بیان فرما چکا تو اب یہ بات بیان فرمائی کہ ان لوگون کے لئے دنیا میں اور آخرت میں دونون جگہ عذاب ہی دنیا کا عذاب تو مثلاً مکہ کا سخت قحط جسکا ذکر صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایۃ مین تفصیل سے ہے اور آخرت کا عذاب وقت مقررہ پر اس سے بھی مشقت کا ہے اور پھر کوئی اوس سے بچانے والا بھی نہیں اسکے بعد اللہ جل شانہ نے جنت کی مثال بیان کی کہ وہ جنت جسکا وعدہ خدا پر ایمان لانے والون اور اُسکے خوف سے ڈرنے والون سے کیا گیا ہی اوس میں یہ خوبیان ہیں کہ جا بجا اُس مین نہرین جاری ہین اور اُسکی نعمتین ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں کبھی کم نہیں ہونگی اور سایہ بھی وہان ہمیشہ رہیگا دنیا مین جس طرح سایہ صبح و شام ہوتا ہے دوپہر کو جلتی دھوپ ہوتی ہی وہان یہ بات نہیں وہان تو ہمیشہ ہمیشہ ہر وقت چھاؤن ہی چھاؤن ہی کیونکہ وہان سورج نہیں ہی۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ سے ایک حدیث ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز مین ایک روز آگے کی طرف ہاتھ بڑھایا بعد نماز کے صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے آپ کو دیکھا کہ آپ نے ہاتھ بڑھا کر کسی شی کو لینا چاہا پھر رک گئے آپ نے فرمایا مجھے بہشت دکھائی گئی تھی مینے اُسمین سے ایک خوشہ انگور کا لینا چاہا تھا اگر وہ خوشہ لے لیتا تو جبتک دنیا باقی رہتی وہ انگور تم کھایا کرتے وہ خوشہ کبھی گھٹتا نہیں مسلم میں جابرؓ سے بھی اسی قسم کی ایک حدیث ہی۔ یہ حدیثین اکلھا دایم کی گویا تفسیر ہیں اور جنت کے سایہ کی تفسیر مین صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو سعید خدریؓ اور انس بن مالک کی حدیث گذر چکی ہیں کہ جنت کے ایک درخت کا سایہ گھوڑیکا سوار بھی سو برس میں طے نکر سکیگا جنت کے نہرون کی تفسیر سورہ محمد مین تفصیل سے آویگی۔ صحیح مسلم مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کم سے کم دوزخ کا عذاب ابو طالب پر ہوگا کہ ابو طالب کے پیرون میں آگ کی جوتیان پہنا دی جاوین گی جس سے ابو طالب کا بھیجا پگھل کر نکل پڑیگا۔ اس حدیث سے دوزخ کے عذاب کی سختی کا حال اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہی۔ شروع آیۃ مین دوزخ کے عذاب اور جنت کی نعمتونکا ذکر فرما کر پھر آخر آیۃ میں بطور نتیجہ کے فرمایا ہے کہ ان مین ایک ٹھکانہ خدا سے ڈرنے والون کا ہے اور ایک عقبیٰ کے منکر لوگونکا۔

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ

اور جنکو ہمنے دی ہے کتاب خوش ہوتے ہیں اس سے جو اترا تیری طرف اور بعضی فرقے نہیں مانتے اُسکی بعضی بات کہہ مجکو یہی

اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ

حکم ہوا کہ بندگی کرون اللہ کی اور شریک نہ کرون اُسکے ساتھ اُسی کی طرف بلاتا ہون اور اُسی کی طرف میرا ٹھکانا اور اسی طرح اُتارا ہمنے

منزل ۳

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝

اور اگر تو چلے اُنکے شوق پر بعد اس علم کے جو تجکو پہنچا کوئی نہیں تیرا اللہ سے حمایتی اور نہ بچانے والا

ع ۵ ۱۱

اس آیۃ کی تفسیر میں سلف کے دو قول ہیں ایک تو یہ ہے کہ جن لوگوں کو کتاب دی گئی اس کا یہ مطلب ہی کہ کتاب قرآن ہی اور وہ لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں یہ لوگ ان باتوں سے بہت خوش ہوتے ہیں جو حضرت پر اوتاری گئی ہیں کہ خالص خدا کی عبادت کی جائے اور کسی کو اسکا شریک نہ ٹھرایا جائے اور احزاب سے یہود و نصاری مراد ہیں جو قرآن کا پورا انکار نہیں کرتے ہیں کیونکہ قرآن میں بعضی بعضی باتیں ایسی بھی ہیں جسکے یہود و نصاری بھی قائل ہیں جیسے خدا کی ہستی اور اُسکی قدرت اور انبیا علیہم السلام کے قصے جسکو یہ لوگ مانتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ بعض فرقے قرآن کی بعض باتوں کو نہیں مانتے انکار کرتے ہیں قتادہ اسی قول کے قائل ہیں۔ دوسرا قول یہ ہی کہ وہ لوگ جنکو کتاب دیگئی وہ یہود و نصاری ہیں کے وہ لوگ ہیں جو حضرت پر ایمان لاچکے ہیں وہ قرآن کے اوترنے سے بہت خوش ہوئے کیونکہ وہ توراۃ انجیل میں قرآن کی پیشین گوئی پڑھ چکے تھے اور احزاب سے باقی اہل کتاب مراد ہیں جو حضرت پر ایمان نہیں لائے اس دوسرے قول میں کتاب کا مطلب توراۃ اور انجیل ہے بعض مفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہی کہ شروع شروع قرآن پاک میں رحمن کا لفظ بہت کم اترتا تھا پھر جب عبداللہ بن سلام اور اُنکے ساتھی جو ایمان لائے تھے وہ اپنے دل میں اس بات سے کسی قدر فکرمند ہوئے کہ قرآن میں رحمن کا ذکر کیوں کم ہے توریت میں تو اکثر جگہ ہے اسپر اللہ پاک نے قرآن مجید میں بھی اکثر جگہ رحمن کا لفظ بیان فرمایا تو یہ لوگ بہت خوش ہوئے اور یہ آیۃ خدا نے اوتاری کہ جو لوگ اہل کتاب ہیں تمپر قرآن کے نازل ہونے سے بہت خوش ہوتے ہیں اور بعضے فرقے قرآن کی بعض باتوں کا بالکل انکار کرتے ہیں جیسے مشرکین مکہ کہ حدیبیہ کا صلح نامہ لکھنے کے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم کو دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم تو رحمن کو نہیں جانتے کیا شے ہے رحمن تو مسیلمہ کذاب کا نام ہی پھر ان باتوں کے بیان کرنے کے بعد جس میں خدا کی پہچان بیان کی گئی ہے فرمایا کہ اے رسول تم لوگوں سے کہدو مجھے تو یہ حکم ہوا ہی کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اوس میں کسی کو شریک نکریں کیونکہ جو نبی ہم سے پہلے آئے اون سب کا یہی دین و ایمان رہا ہے اسواسطے ہم بھی لوگو نکو اوسی خدائے واحد کی طرف بلاتے ہیں آخرت میں اوسی کی طرف پھر کر ہمیں جانا ہے پھر فرمایا کہ جس طرح پہلے رسولوں پر جتنے کتابیں اونہیں کی زبان میں اوتاری ہیں اوسی طرح یہ قرآن بھی اے رسول ہم تمپر عربی زبان میں اوتارتے ہیں جو تمہاری اور تمہاری قوم کی زبان ہے تاکہ اسکے سمجھنے اور سمجھانے میں دقت نہ ہو اور یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں شرع کے کل احکام بیان کردئے گئے ہیں اور اس شرع میں بعضے احکام پہلی کتابوں کے موافق نہیں ہیں اگر تم انکی خواہش کروگے کہ ہم آنکی شرع کی تابعداری کریں تو اچھا نہ ہوگا اللہ نے ساری باتیں تمہیں بتادی ہیں اسکے بعد آنکی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی خفگی ہوگی جس سے کوئی بچانے والا اور مددگار نہیں ہے۔ بعض مفسرین نے ولئن اتبعت اہواءہم کی تفسیر یہ بھی بیان کی ہی کہ مشرکین مکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترغیب دیتے تھے کہ تم اپنے بزرگوں

منزل ۳

قدیم ملت پر آجاؤ اُسپر اللہ پاک نے فرمایا کہ اگر تم انکی خواہش کی پیروی کروگے تو اللہ تعالیٰ کی خفگی ہوگی۔ ان آیتون میں
بما انزل الیک فرما کر قرآن شریف کا ذکر جدا فرما دیا گیا ہو کہ کتاب کا لفظ جو بما انزل الیک سے پہلے ہے اُسکے معنے توراۃ اور انجیل
کے لئے جاوین اس صورت میں حاصل مطلب پہلی آیۃ کا یہ ٹھہرے گا کہ یہود میں سے عبداللہ بن سلام اور اُنکے ساتھی اور نصاریٰ
میں سے مثلاً چالیس آدمی بخران کے جو قرآن کو وہی قرآن جانتے ہیں جسکی پیشین گوئی توراۃ اور انجیل میں اُنھون نے پڑھی ہی
وہ قرآن کی تمام آیتون کے نازل ہونے سے اسی طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح مکہ والون میں سے اہل اسلام قرآن کی نئی آیتون
کے نازل ہونے سے خوش ہیں اور باقی کے اہل کتاب نبی آخر الزمان کی اوصاف کی قرآن کی آیتون کے اور اور خلاف مرضی آیتون
کے منکر ہیں۔ اس تفسیر کی بنا پر حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق ان آیتون کو مدنی کہنا پڑیگا کیونکہ عبداللہ بن
سلامؓ نجرانی نصرانیون کا اسلام ہجرت کے بعد ہے۔ معتبر سند سے مسند امام احمد اور صحیح ابن حبان میں جابرؓ بن عبداللہ اور
عبداللہ بن عباسؓ سے جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ عمر علیہ السلام نے توراۃ کی بعض باتین سنکر اون باتون کے لکھنے
کی اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہی تھی آپ حضرت عمرؓ کی یہ بات سنکر خفا ہوئے اور یہ فرمایا کہ آج حضرت موسیٰ
علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی اس آخری شریعت کی پیروی کرتے اس حدیث کو آخری آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا
حاصل یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ کی مصلحت کے موافق ایک شریعت قرار دی ہے اور اُس مصلحت کی پابندی یہان تک
ضروری ہو کہ اس آخری زمانہ میں پہلا کوئی نبی زندہ ہوتا تو اس آخری شریعت کی پیروی اُسپر لازم ہوتی اسی لئے آخری
آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر امت کے لوگون کو سنایا ہی کہ جو کوئی اس آخری شریعت کو چھوڑ کر کسی اور
طریقہ پر چلیگا تو اللہ تعالیٰ کی اُسپر ایسی خفگی ہوگی جس سے اُسکو کوئی بچا نہ سکے گا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ
اور بھیجے ہیں ہم نے کتنے رسول تجھسے آگے اور دی تھین اُنکو جوروین اور لڑکے اور نہ تھا کسی رسول کو کہ لے آوے کوئی نشانی

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط
مگر اللہ کے اذن سے

مشرکین مکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت یہ کہا کرتے تھے کہ یہ کیسے رسول ہیں جنکے بیویان بھی ہیں اور بچے بھی ہیں اور یہ
بھی کہتے تھے کہ اگر یہ خدا کی طرف سے رسول ہوتے تو جو معجزہ ہم اُنسے طلب کرتے ہیں وہ فوراً کر دکھاتے انہیں دونون باتون
کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ میں دیا کہ جتنے رسول ہوئے ہیں وہ سب کے سب بشر تھے کوئی فرشتہ نہ تھا اور انہیں کی طرح
یہ رسول بھی بشر ہیں کھاتے بھی ہیں پیتے بھی ہیں چلتے پھرتے بھی ہیں بیویان بچے بھی انکے ہیں جیسے پہلے رسولون کے تھے
چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویان اور سات سو کنیزین تھیں اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی سو
بیویان تھین پھر انکے بھی اگر بیویان اور بچے ہیں تو کیا نقصان ہے کچھ یہ رسالت کے خلاف نہیں ہے معتبر سند سے

تفسیر ابن ابی حاتم میں سعد بن ہشام سے روایت ہے کہ جنے حضرت عائشہؓ کے پاس جا کر کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں نکاح نکروں فرمایا تو ایسا نکر کیا تو نے خدا کا یہ کلام نہیں سنا ہے۔ اسکے بعد حضرت عائشہؓ نے یہی آیۃ پڑھی معتبر سند سے دوسری حدیث ترمذی ابن ماجہ اور طبرانی وغیرہ نے سمرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرد رہنے سے منع فرمایا ہی اور اکثر حدیثوں میں نکاح کرنیکی ترغیب دلائی گئی ہے اور مجرد رہنے سے منع کیا گیا ہے۔ مسند امام احمد اور ترمذی میں معتبر سند سے ابوایوبؓ سے ایک حدیث ہی جس میں یہ ہی کہ نکاح سب پیغمبروں کی سنت ہے صحیحین میں حضرت انسؓ کی حدیث ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں سوتا بھی ہوں اور اوٹھکر نماز بھی پڑھتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں جنے میری سنت سے منہ پھیرا وہ میری سنت کا پابند نہیں ہی۔ پھر اللہ جل شانہ نے مشرکین مکہ کی دوسری بات کا یہ جواب دیا کہ رسول کے بس کا یہ کام نہیں ہے کہ تمہاری ہر فرمائش کے مطابق معجزہ دکھادے یہ تو خدا ہی کا کام ہے جب وہ چاہتا ہے کوئی معجزہ ظاہر کرتا ہے جب نہیں چاہتا نہیں ظاہر کرتا رسول کچھ خود مختار نہیں ہیں کہ جو چاہیں کر گزریں جتنے رسول ہوئے ہیں سب خدا کے حکم کے تابع رہے ہیں جلسے اللہ تعالیٰ نے جب جیسا مناسب سمجھا معجزہ ظاہر کرایا تمہارے ایمان لانیکو تو ایک شق القمر کا معجزہ بھی کافی تھا۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں لکھ لیا ہی کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی فرمانبرداری اور جنت میں جانے کے کام کرینگے اور کتنے آدمی نافرمانی اور دوزخ میں جانے کے کام کریں گے اور اسکے موافق ہر ایک شخص کا جنت اور دوزخ میں ٹھکانا بھی ٹھہر چکا ہے اس حدیث کو آیۃ کے آخری ٹکڑے کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ لوح محفوظ میں جہاں ان نافرمان لوگوں کے اور نافرمانی کے کام لکھے گئے ہیں وہاں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ ان نافرمان لوگوں کی معجزہ کی خواہش کچھ راہ راست پر آنے کی نیت سے نہ ہوگی بلکہ مسخراپن کے طور پر ہوگی اسلئے معجزہ کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت پر منحصر رکھا ہی ایسے نافرمان لوگوں کی خواہش پر نہیں رکھا کیونکہ یہ بات علم الٰہی میں ٹھہر چکی ہے کہ ایسے لوگوں کے حق میں کوئی معجزہ کچھ مفید نہ ہوگا۔

لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ○ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ○

ہر وعدہ لکھا ہوا ۔ مٹاتا ہی اللہ جو چاہے اور رکھتا ہی اسی پاس اصل کتاب

جب قریش نے آنحضرتؐ سے وہ معجزات چاہے جنکا ذکر اوپر کی آیتوں میں گزرا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ کا اوپر کا ٹکڑا نازل فرمایا جسکا حاصل یہ ہی کہ کسی معجزہ کا ظاہر کر دینا رسولوں کا کام نہیں ہے مصلحت وقت کے موافق اللہ کی درگاہ میں ہر کام کے لئے وقت مقرر ہو کر لکھا جا چکا جب تک وہ وقت مقررہ پہونچ نہ جاوے اور اللہ کا حکم نہ ہو کوئی کام نہیں ہو سکتا یہ سنکر قریش نے آپسمیں چرچا کیا کہ محمدؐ ہر وقت عذاب الٰہی سے جو ڈراتے تھے اب معلوم ہو گیا کہ

منزل ۳

انکے اختیار مین کچھہ نہیں ہی ہر کام کا لکھا ہوا وقت جب تک نہ آوے کچھہ نہیں ہو سکتا اسی طرح جب ایک آیۃ آکر پھر وہ
منسوخ ہو جاتی اور اوسی کی جگہ دوسرا حکم آجاتا تو قریش یہ بھی چرچا کرتے تھے کہ قرآن اللہ کی طرف سے ہوتا تو یہ گھڑی
گھڑی کا ردوبدل اس مین نہ ہوتا معلوم ہوتا ہے کہ محمد اپنی طرف سے ایک بات کہدیتے ہیں پھر جب جی چاہتا ہی تو
اسکی جگہ دوسری بات کہدیتے ہیں انکے ان چرچون کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ ٹکڑا آیۃ کا نازل فرمایا حاصل معنے
اسکے یہ ہیں کہ رمضان میں ہر شب قدر کو سال بھر تک جو کچھہ ہونے والا ہے اسکا حساب وکتاب لوح محفوظ سے نقل
کراکے اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دیتا ہی اوسی کے موافق سال بھر تک ملائکہ عمل کرتے ہیں یہ ایک سال کا دنیا بھر کا حساب ہی اور
جس مدت تک دنیا چلے گی وہ دنیا کی عمر تک کا حساب ہے وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہی اور چار مہینے کا حمل ہو جانے کے
بعد مان کے پیٹ کے بچے کا حساب جو رزق عمر نیک و بد ہونے کا لکھا جاتا ہی اور پھر بچہ میں روح پھونکی جاتی ہی جس کی
روایۃ صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے ہے یہ ہر ایک انسان کا عمر بھر کا حساب ہی سال بھر کے حساب کا پرچہ
ملنے سے پہلے ملائکہ کو ہر ایک انسان کا عمر بھر کا حساب تفصیل سے نہیں معلوم ہوتا مثلاً خلفاء اربعہ کی والدہ کی حمل کی
مدت چار مہینے کے ہو جانے کے بعد پتلے میں روح پھونکنے سے پہلے ملائکہ کو یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ چارون شخص اپنی عمر
کا کچھہ حصہ شرک میں بسر کرکے پھر مسلمان ہونگے اور ایسی حالت میں وفات پائین گے کہ نبی کے بعد انکا ہی درجہ ہی
لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ عمر بھر کے کونسے سال میں یہ ایمان لاوین گے سالانہ حساب کا پرچہ ملنے کے بعد ہر ایک بات
کی سالانہ تفصیل دنیا مین ظاہر ہونے سے پہلے ملائکہ کو معلوم ہو جاتی ہی۔ اسی طرح سالانہ پرچہ ملنے سے پہلے جو
کچھہ لوح محفوظ میں لکھا وہ سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا اب ہی یہ بات کہ ردوبدل لوح محفوظ کے حساب اور عمر بھر کے
حساب اور سالانہ حساب سب میں ہو سکتا ہے یا نہیں حضرت عمر اور عبد اللہ بن مسعود اور متقدمین کا یہ مذہب ہی
کہ ہان اللہ کی قدرت میں سب کچھہ ہی وہ ان تینون حسابون میں سے جس حساب کی جس بات کو چاہے بدل سکتا ہے
ترمذی صحیح ابن حبان مستدرک حاکم وغیرہ میں چند صحابہ سے معتبر روایتیں ہیں جنکا حاصل یہ ہی کہ سوا دعا کے
تقدیر کسی چیز سے نہیں بدل سکتی اور سوا نیکی کے عمر کسی چیز سے نہیں بڑھ سکتی اور گناہ کے سبب سے گنہگار شخص کا وہ
رزق گھٹ جاتا ہی جو اسکے مقسوم میں ہے ان حدیثون سے حضرت عمر اور عبد اللہ بن مسعود کے مذہب کی پوری
تائید ہوتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اس آیۃ سے اللہ تعالیٰ نے قریش کو دہمکایا کہ اگرچہ اللہ کی بارگاہ میں ہر کام کا وقت
ہے مگر جس نے وہ وقت ٹھہرایا ہی وہی اس وقت کے بدل ڈالنے اور وقت سے پہلے تم کو ہلاک کر دینے پر قادر ہی اسلیے
مصلحت وقت کے موافق جس طرح وہ احکام شریعت کو بدلتا رہتا ہی اگر اسی طرح کسی مصلحت سے وقت مقررہ
عذاب کو منسوخ فرما کر دوسرا وقت وہ باری تعالیٰ ٹھہرا دے تو تمہارا کیا بس چلسکتا ہی اسواسطے سرکشی چھوڑ دو اور
اسکے عذاب سے ہر وقت ڈرتے رہو۔

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝

اور یا کبھی دکھا دیں ہم تجکو کوئی وعدہ جو دیتے ہیں انکو یا تجکو بھر لیویں سو تیرا ذمہ پہنچا نا ہے اور ہمارا ذمہ حساب لینا

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ

کیا نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں زمین گھٹاتے اسکو کناروں سے اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اسکا حکم

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ کفار کے لئے جیسے جو وعدہ کیا ہے کہ انکے واسطے دنیا میں بھی عذاب ہے اور آخرت میں بھی ہم چاہیں تو کچھ عذاب تمہارے جین حیات میں انپر نازل کر دیں یا تمہیں اپنے پاس بلا لیں یہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے مگر تمہارا کام صرف پیغام الٰہی کا پہونچانا ہے کوئی ایمان لائے یا نہ لائے تم سے اس بارہ میں کچھ سوال نہ ہوگا تم اپنا کام کئے جاؤ باقی رہی جزا سزا وہ اللہ کے اختیار میں ہے ہم اچھی طرح اونکا حساب کتاب کر کے فیصلہ کر دیں گے پھر اسکے بعد آنحضرت کی تسکین خاطر کے لئے فرمایا کہ اس وعدہ کی یہ علامت ظاہر بھی ہو رہی ہے کہ ملک انکے ہاتھوں سے رفتہ رفتہ نکلے جا رہے ہیں اور مسلمان اسپر قابض ہوتے جاتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ کا یہی قول ہے اسکے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ خدا کے حکم کا کوئی پھیرنے والا نہیں ہے وہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اسکے حکم سے اسلام کا اقبال عروج پر ہوگا اور کفر کو ادبار نصیب ہوگا یہ حکم ہو کے رہے گا کسی طرح بدل نہیں سکتا سورۃ القمر میں جب یہ مکی آیۃ سیھزم الجمع ویولون الدبر نازل ہوئی جس کا مطلب ہے کہ ان مشرکین مکہ کی جماعت اور گروہ کو قریب ہے کہ شکست ہو جاوے اور یہ لوگ بھاگ جاویں تو حضرت عمرؓ کو شبہ تھا کہ یہ کن لوگوں کی شکست کا ذکر ہے لیکن جب بدر کی لڑائی کے حملہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیۃ پڑھی اسوقت حضرت عمرؓ کہتے ہیں مجھکو یہ معلوم ہوا کہ اس مکی آیۃ میں مشرکین مکہ کی شکست کا وعدہ تھا جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے پورا کیا صحیح بخاری نسائی طبرانی اور بیہقی کی الاسماء والصفات میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اور طبرانی تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں ابو ہریرہؓ سے جو روایتیں ہیں انمیں یہ قصہ تفصیل سے ہے معتبر سند سے مسند امام احمد اور نسائی میں براء بن عازب سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ احزاب کی لڑائی کے وقت مدینہ کے گرد جب خندق کھودی جاتی تھی تو اس میں ایک کھنگر سخت نکل آیا جسکو پھاوڑے کی تین ضربوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود توڑا اور پھاوڑے کی پہلی ضرب پر ملک شام اور دوسری ضرب پر ملک فارس اور تیسری ضرب پر ملک یمن فتح ہو جانیکی خوشخبری دی جسکا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کے زمانہ میں ہوا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان آیتوں میں دو طرح پر اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا پیشین گوئی کے طور پر جو ذکر تھا ان روایتوں سے اس ظہور کی تفسیر اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے اور اس سچی پیشین گوئی سے قرآن شریف کا کلام الٰہی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا رسول ہونا اچھی طرح ثابت ہو سکتا ہے۔

منزل ۳

وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ
شتاب لیتا ہے حساب

اس آیۃ کے اوپر کے ٹکڑے میں زمین کے گھٹانے کا جو ذکر ہے اگرچہ بعضے مفسرین نے اس کا مطلب اور بھی بیان کیا ہے مگر صحیح مطلب یہی ہے جو شاہ صاحب نے اپنے اردو فائدہ میں بیان کیا ہے کہ کفر دن بدن زمین پر گھٹتا جاتا ہے اور اسلام ظہور پکڑتا جاتا ہے اس مطلب پر بعضے مفسرین نے یہ جو اعتراض کیا ہے کہ جب اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے تو ہجرت سے پہلے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اسوقت تک کفر کونسی بستیوں میں گھٹتا تھا کہ جن بستیوں کے حال پر اس آیۃ کے مطلب کو صادق کیا جائے اگرچہ بعضے مفسرین نے اس اعتراض سے بچنے کے لئے اس آیۃ کو مدنی کہا ہے لیکن صحیح جواب اس اعتراض کا وہی ہے جو شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے اپنے فارسی فائدہ میں دیا ہے کہ ابوذر غفاری کا قبیلہ اور اور چار قبیلے ہجرت سے پہلے اطراف مکہ میں اسلام قبول کر چکے تھے جنکا تفصیلی ذکر صحیح بخاری اور اور حدیث کی کتابوں میں ہے ان قبائل کے حال سے ہی اللہ تعالی نے قریش کو اس آیۃ میں قائل کیا ہے کہ قریش دیکھتے نہیں کہ اطراف مکہ کے لوگ اسلام قبول کرتے جاتے ہیں اور انکی بستیوں میں کفر گھٹتا جاتا ہے لیکن اہل مکہ نے اللہ کے گھر میں وہی قدیمی کفر پھیلا رکھا ہے اللہ سے ڈرنا چاہئے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک دن سب نیک و بد کا اللہ تعالی کے روبرو حساب ہونے والا ہے۔ صحیح مسلم میں ابوذرؓ کی بڑی حدیث ہے جس میں ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میرے اسلام لانے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو یہ نصیحت کی تھی کہ اپنی قوم کو بھی اسلام لانیکی رغبت دلانا اسلئے مکہ سے اسلام لانیکے بعد جب میں اپنی قوم میں آیا اور میں نے انکو اسلام کی رغبت دلائی تو آدھی قوم ہجرت سے پہلے مسلمان ہو گئی اور آدھی ہجرت کے بعد۔ اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ ابوذر غفاری کے قبیلہ بنی غفار میں اور اس قبیلہ کے پڑوسی قبائل مزینہ جہینہ اور اشجع میں عرب کے اور قبائل سے پہلے اسلام کیونکر پھیلا بنی غفار مزینہ جہینہ اور اشجع قبیلہ مضر کی شاخیں ہیں لیکن قبیلہ مضر کی اور شاخوں ہوازن وغیرہ سے ان لوگوں کا اسلام پہلے ہے اسی طرح کے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح بخاری کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایۃ میں غیر خزایا ولاندامے فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر لڑائی کے اپنی خوشی سے یہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ

اور مکر کر چکے ہیں ان سے اگلے سو اللہ کے ہاتھ میں ہے سب فریب جانتا ہے جو کماتا ہے ہر جی اور اب معلوم کرینگے منکر کسکا

مکر کہتے ہیں اس طرح سے انسان کو تکلیف پہونچانے کو جس سے وہ بالکل بے خبر ہو اللہ پاک نے اس آیۃ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ جسطرح کفار مکہ تمہاری ایذارسانی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اسی طرح انسے پہلے بھی لوگ خدا کے رسولوں کو ایذا پہونچا چکے ہیں۔ جیسے نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو فرعون نے موسی علیہ السلام کو یہود نے حضرت عیسے علیہ السلام کو تکلیف دی مگر انکے یہ مکر کچھ پیش نہیں چل سکتے کیونکہ جتنے مکر ہیں سب خدا کی مخلوق ہیں اور آسی کے

ارادہ سے ظاہر ہوتے ہیں اسی لئے کسی مکر سے کوئی نفع اور ضرر بغیر حکم خدا کے نہیں ہو سکتا اور وہ ہر شخص کے عمل کو جانتا ہے
کہ کون برائی کرتا ہے اور کون بھلائی کرتا ہے پھر جو جیسا کریگا اسکو ویسا بدلہ ملیگا اور کفار یہ بات بھی عنقریب جان لینگے کہ آخرت
کا گھر کسکو ملتا ہے مومنین کو یا ان کفار کو۔ معتبر سند سے مسند امام احمد طبرانی اور دلائل النبوت بیہقی میں حضرت عبداللہ بن
عباس سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر ڈالنے کا مشورہ کیا تو
اللہ تعالی نے اس مشورہ کا حال اپنے رسول کو جتلا دیا اسلئے آپنے اپنی جگہ پر سونے کے لئے حضرت علی کو حکم دیا اور آپ
حضرت ابو بکر صدیق کو ساتھ لیکر پہلے غار ثور کو اور پھر مدینہ کو چلے آئے ان حدیثوں سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا
ہے کہ اللہ تعالی کی تدبیر کے آگے اللہ کے رسول کے مخالفوں کا کوئی مکر و فریب چل نہیں سکتا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ
انس بن مالک کی حدیث گزر چکی ہے کہ بدر کی لڑائی میں جو مشرک مارے گئے تھے انکی لاشوں پر کھڑے ہو کر اللہ کے رسول
نے فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کا وعدہ سچا پالیا اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اب تو یہ
مشرک لوگ عقبی کے عذاب کو جھٹلاتے ہیں مگر مرتے کے ساتھ ہی انکو اپنا عقبی کا انجام معلوم ہو جاویگا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ

اور کہتے ہیں منکر تو بھیجا ہوا نہیں آیا کہہ اللہ بس ہے گواہ میرے تمہارے بیچ اور جسکو خبر ہے کتاب کی

منزل ۳

اس آیت میں اللہ جل شانہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی کہ کفار مکہ جو تمہیں یہ کہا کرتے ہیں کہ یہ خدا کے رسول
نہیں اگر ہوتے تو ہمارے سوال کو پورا کرتے تم انسے کہدو کہ میرے اور تمہارے درمیان میں خدا ہی گواہ ہے کہ میں نے اوسکا
پیغام تمہیں پہونچا دیا اور تم نے اسکو نہیں مانا مجھے جھٹلاتے ہی گئے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ پہلے آسمانی کتابوں کے پیرو علماء
یہود و نصاری کو بھی خوب معلوم ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں کیونکہ انکی کتابوں میں بھی خدا نے میری رسالت کی خبر دی
ہے یہی قول حضرت عبداللہ ابن عباس کا ہے نبوت کے ثبوت میں اللہ تعالی کی گواہی کا ذکر جو آیۃ میں کیا گیا ہے اسکا مطلب
یہ ہے کہ اللہ تعالی نے طرح طرح کے معجزے دیکر جہان نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے رسولوں کی طرح مدد فرمائی ہے یہ
انکے سچے ہونے پر اللہ تعالی کی گویا گواہی ہے کیونکہ ناحق بات کی مدد اللہ کی شان سے بعید ہے پھر فرمایا یہ مشرکین مکہ تو ان
پڑھ ہیں جہاں اور باتیں یہ لوگ اہل کتاب سے پوچھتے رہتے ہیں وہاں یہ بھی پوچھ لیویں کہ پہلے رسولوں کو اسی طرح معجزات
کی مدد غیب سے ہوئی ہے یا نہیں اور توراۃ و انجیل میں نبی آخری الزمان کے اوصاف موجود ہیں یا نہیں۔ سورہ بقرہ میں
گزر چکا ہے کہ توراۃ میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف پڑھکر یہود لوگ نبی آخر الزمان کو ایسا پہچانتے تھے
جسطرح ہر ایک باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے اسلئے ان لوگوں کو نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کا بڑا انتظار تھا چنانچہ جن مشرکوں
سے انکی مخالفت تھی اونسے یہ کہا بھی کرتے تھے کہ بہت جلد نبی آخر الزمان کا زمانہ آنے والا ہے اوسوقت ہم اس نبی کے
ساتھ ہو کر تم سے دل کھول کر لڑینگے حاصل کلام یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود میں

کہ یہ نبی نعت نہیں تھی اسی واسطے اللہ تعالی نے اس مکی آیت میں یہود کو آپکی نبوت کا گواہ قرار دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کے گرد و نواح میں بنی قینقاع بنی نضیر بنی قریظہ یہود کے یہ تین قبیلے رہتے تھے۔ بنی قینقاع میں شماس ابن قیس بنی حنظلہ میں رفاعہ بن زید بنی نضیر میں کعب بن الاشرف ابو یاسر بن حطیب بنی قریظہ میں زبیر بن باطیا شمویل بن زید یہ لوگ سردار کہلاتے تھے شیطان نے ان سرداروں کے دل میں یہ وسوسہ ڈالدیا کہ اگر یہ لوگ نبی آخر الزمان کے تابع ہو جاوینگے تو انکی سرداری کو بٹہ لگ جاویگا ان تینوں قبیلوں میں جو عالم لوگ تھے وہ اس وسوسہ میں پھنس گئے کہ اگر وہ نبی آخر الزمان کے تابع ہو جاوین گے تو قبیلہ کے عام لوگ بھی ادھر کو رجوع ہو جاوین گے جس سے ہماری آمدنی اور آو بھگت میں خلل پڑ جاویگا۔ جب یہ سردار اور عالم لوگ اسلام سے رک گئے تو انھوں نے ہر ایک قبیلے کے عام لوگوں کو بھی بہکا دیا کہ وہ نبی آخر الزمان بنی اسرائیل میں سے ہونگے بنی اسمعیل میں سے نہیں ہوں گے حاصل کلام یہ ہے کہ ہجرت کے بعد یہود کے سرداروں اور عالموں کے دل میں یہ وسوسات پیدا ہوئے اور ہر ایک قبیلے کے عام لوگوں کو انھوں نے بہکا دیا ہجرت سے پہلے مشرکین مکہ یہود کی گواہی پر اگر فیصلہ کا مدار رکھتے تو ضرور یہود لوگ نبی آخر الزمان کے سچے رسول ہونے کی گواہی ادا کرتے۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے جو روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہود میں سے دس آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے تو سارے یہود پر اسلام کا اثر پڑ جاتا۔ اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ ان تینوں قبیلوں کے سرداروں اور عالموں میں سے دس شخص بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے تو ہر ایک قبیلے کے عام لوگوں پر بڑا اثر پڑتا۔ یہ بات آپنے اسلئے فرمائی کہ ہر ایک قبیلے کے عام لوگوں میں سے اگرچہ دس سے زیادہ آدمی مسلمان ہو چکے تھے لیکن انکے اسلام کا اثر کچھ دوسروں پر نہیں پڑتا تھا۔ ان تینوں قبیلوں کے سرداروں میں سے تو کوئی شخص آخر تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوا۔ ہاں علماے بنی قینقاع میں سے عبداللہ بن سلام کو یہ شمرہ حاصل ہوا۔ عبداللہ بن سلام کے سوا عبداللہ بن سوریا کے اسلام اور پھر مرتد ہونے کا حال جو بعضے علما نے لکھا ہے اسکا پتہ کسی صحیح روایت سے نہیں لگتا۔

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اِثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَسَبْعَةُ رُكُوْعَاتٍ

اگرچہ اس سورۃ کی بیچ کی آیتوں کو بعضے سلف نے مدنی کہا ہے لیکن یہ اوپر گذر چکا ہے کہ جس سورۃ کا شروع کا حصہ مکی ہو وہ سورۃ مکی کہلاتی ہے اور اسی قاعدہ کے موافق اس سورۃ کو بھی مکی کہنا چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ

ایک کتاب ہے کہ ہمنے اتاری تیری طرف کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف انکے رب کے حکم سے راہ پر

منزل

الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۙ اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ ۙ
اس زبردست سراہے الله کے جسکا ہے سب جو کچھ آسمان وزمین مین اور خرابی ہے منکرون کو ایک سخت عذاب سے
الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْنَہَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ
جو پسند رکھتے ہیں زندگی دنیا کی آخرت سے اور روکتے ہیں الله کی راہ سے اور ڈھونڈھتے ہیں اسمین کجی وہ بھول پڑے ہیں دور

الٓر۔ او نہیں حروف مقطعات میں سے ہی جنکا ذکر پہلے ہوچکا کہ اسکے معنے سوائے خدا کے اور کسی کو معلوم نہیں ہیں۔ قرآن کا یہ طرز بیان ہی کہ بعد حروف مقطعات کے قرآن پاک کی عظمت بیان کی جاتی ہی اس لئے یہان بھی فرمایا کہ یہ قرآن مجید اور آسمانی کتابون سے اشرف ہی اور اشرف الانبیا محمد صلی الله علیہ وسلم پر اُسکو ہمنے اوتارا ہی اور جس طرح پہلی کتابین خاص خاص قوم اور علیحدہ علیحدہ امت کی ہدایت کو بھیجی گئین اسی طرح یہ کتاب کل انسان کیا عرب کیا عجم پھر ایک بستی ہر ایک گاؤن ہر ملک کے رہنے والون کی ہدایت کو اوتاری گئی ہے تاکہ لوگون کو کفر اور گمراہی سے نکال کر خدا کی توحید اور ایمان کے سیدھے رستہ کی طرف لاوے پھر الله نے اپنی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ عزیز ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر ایک شے پر غالب ہی کسی سے مغلوب اور عاجز نہیں ہوتا اور حمید ہے جس کا مطلب یہ ہی کہ اُسکا ہر کام قابل تعریف ہی۔ پھر فرمایا کہ زمین وآسمان اور جو کچھ ان دونون کے درمیان میں ہی وہ سب کا مالک ہی وہ جو کچھ چاہتا ہی وہی کرتا ہی کوئی اوسکو روک نہیں سکتا اسی لئے اسکے بعد پھر یہ فرمایا کہ جب یہ باتین ثابت ہوچکین تو کافرونکی حالت بہت افسوس ناک ہی کیونکہ ونپر سخت سخت عذاب ہونگے جو کسی طرح رک نہیں سکتے اسواسطے کہ ان لوگون نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ دوست رکھا ہی اور خود تو گمراہی میں پھنسے ہی اور ون کو بھی خدا کے سچے دین پر ایمان لانے سے روکتے ہیں اور اپنی خواہش اور غرض کے واسطے اوس سیدھی راہ کو ٹیڑھی کرنی چاہتے ہیں یہ لوگ ایسی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں جو خدا سے بہت دور ہے۔ اس لئے کسی طرح امید نہیں ہے کہ یہ لوگ راہ حق تک پہونچین گے۔ معتبر سند سے مسند امام احمد نسائی اور دارمی مین عبدالله بن مسعودؓ سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی الله علیہ وسلم نے ایک سیدھا خط کھینچکر اُسکو الله کا رستہ کہا اور سیدھے خط کے دائیں بائیں اور خط کھینچکر یہ فرمایا کہ ان سب راستون پر شیطان کا دخل ہے۔ ان آیتون مین ظلمات کے لفظ کو جمع اور نور کو مفرد جو فرمایا اُسکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہدایت کا رستہ ایک ہے اور شیطان کے دخل کے راستے بہت ہیں۔ ترمذی میں عبدالله بن عمرؓ سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا جسپر میں اور میرے صحابہ ہیں وہی ایک ہدایت کا راستہ ہی۔ ان آیتون میں نور کا جو لفظ ہے یہ حدیث اُسکی تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ہدایت کا طریقہ الله کے رسول اور آپکے صحابہ کے طریقہ پر منحصر ہے۔ ترمذی کی سند مین عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی ہے جسکو دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن یحیی بن سعید القطان نے اُسکو ثقہ کہا ہے۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہی کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے الله تعالی نے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر

منزل ۳

لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہی کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کون شخص جنت کے قابل کام کرکے جنت میں جاویگا اور کون شخص دوزخ کے قابل کام کرکے دوزخ میں جاویگا یہ حدیث باذن ربھم کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ جو لوگ علم الٰہی میں نیک ٹھہر چکے ہیں رسولوں کی نصیحت سے اونہی کا دل نیک کاموں کی طرف مائل ہوتا ہی اور اونہی کو اللہ تعالیٰ کیطرف سے نیک کاموں کے پورا کرنے کی توفیق ہوتی ہی حاصل کلام یہ ہی کہ کفر کے اندھیرے سے ایمان کے اوجالے کی طرف لانے کو پہلے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا کام ٹھہرایا اور پھر باذن ربھم فرمایا اسلئے حافظ ابو جعفر ابن جریر نے یہاں اذن کے معنے توفیق کے لئے ہیں۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث گذر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جسکے سبب سے انسان پر اللہ تعالیٰ کی تعظیم واجب ہی ایسی موٹی بات کو جو لوگ نہیں سمجھتے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عبادت میں دوسرونکو شریک کرتے ہیں ان لوگوں کے گناہ سے بڑھکر دنیا میں اور کوئی گناہ نہیں۔ اس حدیث کو آیۃ کے آخری ٹکڑے کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یہ لوگ دنیا کی زندگی پر گرویدہ ہو کر آخرت کے منکر اور اتنے بڑے گناہ کو گناہ نہیں جانتے اور ایک موٹی بات جو انکو سمجھائی جاتی ہے اسکو دنیا کی گرویدگی کے آگے کچھ نہیں سمجھتے اسواسطے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن ایسے لوگوں کے لئے سخت عذاب تجویز فرمایا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عبداللہ رض بن عباس کی حدیث گزر چکی ہی کہ نرم عذاب والے شخص کے پیروں میں آگ کی جوتیاں قیامت کے دن پہنادی جاوینگی جس سے اس شخص کا بھیجا پگھل کر نکل پڑے گا۔ اس نرم عذاب کا حال سنکر سخت عذاب کا اندازہ ہر شخص کرسکتا ہے۔ اللہ کی راہ سے روکنا مثلاً جیسے عمرو بن لحیی نے کیا کہ ملت ابراھیمی کو بگاڑ کر لوگوں کو اس ملت کے موافق عمل کرنے سے روکا اللہ کے راستہ میں کجی کا ڈھونڈنا مثلاً جیسے ان مشرکوں کا یہ کہنا کہ قرآن میں سے بتوں کی مذمت کی آیتیں نکالدی جاویں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہمنے مگر بولی بولتا اپنی قوم کی کہ انکے آگے بیان کرے پھر بھٹکاتا ہے اللہ جسکو چاہے اور راہ دیتا ہے جسکو چاہے اور وہ ہے زبردست حکمتوں والا

مشرکین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض جو کرتے تھے کہ یہ قرآن خود انکا بنایا ہوا ہی خدا کی طرف سے نہیں آیا اگر کسی اور زبان میں ہوتا تو ہم یقین کرتے یہ تو انہیں کی زبان میں ہی خود انھوں نے بنالیا ہی اسی کے جواب میں یہ آیۃ اوتری کہ یہ بہت بڑا خدا کا احسان ہی کہ جتنی قوم میں رسول اوسنے بھیجے سب اونہیں میں سے اور جتنی کتابیں اوتاریں اونہیں کی زبان میں نہیں تو پھر لوگوں کو جو دقتیں پیش آتیں اوسکا کچھ ٹھکانا نہیں۔ اپنی زبان ہونے پر تو یہ کفر و انکار ہے دوسری زبان ہوتی تو یہ عذر ہوتا کہ سمجھنے سے عاجز ہیں اسی واسطے ہمیشہ یہی دستور رکھا گیا ہے کہ ہر پیغمبر کو اسکی قوم کی زبان میں کتاب بھیجی تاکہ آسانی

منزل ۳

سے وہ خدا کے احکام اُن لوگوں تک پہونچا دین باقی رہا اُنکا ایمان لانا اور گمراہ رہنا تو وہ خدا کے ہاتھ ہی جس کو
چاہتا ہی اپنے علم ازلی کے موافق اُن آسمانی احکام کے پابند ہونے کی توفیق دیتا ہی اور جس کا گمراہی کی حالت پر دنیا سے
اُٹھنا اُسکے علم ازلی مین ٹھہر چکا ہی اُسکو وہ اُسکی حالت پر چھوڑتا ہی۔ وہو العزیز الحکیم۔ اس کا مطلب یہ ہی کہ اگرچہ وہ
ایسا زبردست اور صاحب قدرت ہی کہ اگر وہ چاہے تو ان منکروں کو مجبور کرکے راہ راست پر لانا اُسکی قدرت سے باہر
نہیں ہی چنانچہ سورۃ الانعام مین گزر چکا ہی ولو شاء اللہ ما اشرکوا جس کا مطلب یہ ہی کہ علم الٰہی مین جن لوگوں کا گمراہی کی حالت
میں دنیا سے اُٹھ جانا ٹھہر چکا ہی ایسے لوگوں کو مجبور کرکے راہ راست پر لانا اللہ کو منظور نہیں ہے کیونکہ اُسکے سب کام
حکمت کے ہیں انسان کو نیکی بدی کے کرنے کا اختیار دیکر دنیا کے پیدا کرنے میں نیک و بد کے جانچنے کی حکمت جو اُسنے رکھی
ہی مجبوری کی حالت مین وہ باقی نہیں رہتی حاصل کلام یہ ہی کہ یہ دنیا عالم اسباب ہی جس کا ہر ایک کام کسی نہ کسی سبب
پر منحصر ہے لیکن اُن اسباب میں تاثیر کا پیدا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے علم ارادہ اور حکم پر موقوف ہی جیسے مثلاً ایک ہی دوا کو
دو مریض استعمال کرتے ہیں پھر جس مریض کا اوس دوا سے شفا کا پانا اللہ کے علم اور ارادہ مین ٹھہر چکا ہی اُسکے حق میں
دوا کی تاثیر کا حکم ہو جاتا ہی نہیں تو نہیں اسی طرح رسولوں کا آنا آسمانی کتابوں کا نازل ہونا یہ ہدایت کے اسباب ہیں لیکن
اِن اسباب میں ہدایت کی تاثیر کا پیدا ہو جانا یہ اللہ تعالیٰ کے علم اور ارادہ ازلی کے موافق اُسی کے ہاتھ ہے غرض
فیضل اللہ من یشاء ویہدی من یشاء کی تفسیر اہل سنت کے مذہب کے موافق یہی ہی جو بیان کی گئی۔ صحیح بخاری
و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی مثال مینہ
کے پانی کی اور اچھے بُرے لوگوں کی مثال اچھی بُری زمین کی بیان فرمائی ہے۔ اِس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا
دخل ہی جس کا حاصل وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ جو لوگ علم الٰہی میں نیک ٹھہر چکے ہیں اُنکے دل پر قرآن کی نصیحت کا
ایسا ہی اثر پڑتا ہے جس طرح اچھی زمین پر مینہ کا پانی کا اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ علم الٰہی میں بد قرار پا چکے ہیں
اُنکے حق میں قرآن کی نصیحت ایسی رائگان ہی جس طرح بُری زمین میں مینہ کا پانی رائگان جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی قوم کے لوگ عرب تھے اسواسطے اِس آیۃ کے موافق قرآن شریف عربی زبان میں نازل ہوا لیکن سورۃ
الاعراف کی آیۃ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا سے اور صحیح بخاری و مسلم کی جابر بن عبد اللہ اور مسلم کی
ابو ہریرہ کی اس مضمون کی حدیثوں سے جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کل مخلوق کے
لئے ہے تو آیۃ کا یہ مطلب ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے لوگوں کو قرآن کا مطلب عربی زبان
میں سمجھا دین اور ہر قوم کے عالم لوگ اپنی زبان میں قرآن کا ترجمہ اور قرآن کی تفسیر کرکے باقی کے لوگوں کو سمجھا دیں
تاکہ عام نبوت کا اثر سب لوگوں میں پھیل جاوے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

اور بھیجا تھا ہمنے موسی کو اپنی نشانیاں دیکر نکال اپنی قوم کو اندھیروں سے اجالے کی طرف اور یاد دلا انکو دن اللہ کے البتہ اسمین نشانیان

لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿٥﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ

ہیں اسکو جو ثابت رہنے والا ہی حق ماننے والا اور جب کہا موسے نے اپنی قوم کو یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر جب چھڑایا تم کو فرعون کی قوم سے

يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿٦﴾

وہ دیتے تمکو بری مار اور ذبح کرتے بیٹے تمہارے اور جیتی رکھتے عورتیں تمہاری اور اسمین مدد ہوئی تمہارے رب کی بڑی

خلاصہ حضرت موسی کا ذکر اللہ تعالی نے اور انبیا سے مبہم ذکر کے بعد اسلیے فرمایا کہ قریش اس بات کو سمجھیں کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسی کی نصیحت مان لی اور نبی وقت کے کہنے کے موافق چلے تو انجام انکا یہ ہوا کہ ایک مدت تک ان میں حکومت اور بادشاہت اور دین کی سرداری قائم رہی اب اللہ تعالی نے بنی اسمعیل میں ان نبی آخر الزمان کو بھیجا ہی اگر تم بھی نبی وقت کی اطاعت کروگے تو تمکو بھی یہی حکومت اللہ دیگا اللہ سچا ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے چنانچہ جس طرح اللہ نے وعدہ فرمایا ہی ویسا ہی ظہور میں آیا کہ قریش میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا انکو حکومت اور خلافت ملی اور انکے خاندانوں میں ایک مدت دراز تک وہ حکومت قائم رہی خلفاء بنی امیہ و عباسیہ کی تاریخی کتابیں جسنے دیکھی ہیں وہ جانتا ہے کہ کس قدر وسیع زمانہ اس حکومت کا دنیا میں گزرا ہی جسکے آخر کو جس اطاعت کے سبب سے اس حکومت کا پایہ بڑا تھا اوس اطاعت کو ان لوگوں نے چھوڑ دیا تو وہ حکومت بھی جاتی رہی۔ ظلمات اور نور کی تفسیر میں مسند امام احمد نسائی اور دارمی کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود رضی کی معتبر روایت اوپر گزر چکی ہی وہی حدیث یہاں بھی آیۃ کے اس ٹکڑے کی تفسیر ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہی کہ جس طرح اے رسول اللہ کے ہم نے تم کو قرآن اور معجزات دیکر لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا ہی اسی طرح موسی علیہ السلام کو توراۃ اور معجزات دیکر بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا۔ مجاہد کے قول کے موافق ایام اللہ کی تفسیر اللہ تعالی کا وہی احسان کا زمانہ ہے جس میں اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو فرعون کے طرح طرح کے ظلم سے نجات دی۔ آگے کی آیۃ میں خود اللہ تعالی نے بھی اوس احسان کا ذکر فرمایا ہے جس سے مجاہد کے قول کی پوری تائید ہوتی ہی نسائی اور زوائد مسند امام احمد میں ابی بن کعب رضی کی ایک حدیث بھی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام اللہ کی یہی تفسیر فرمائی ہی۔ بنی اسرائیل نے فرعون کے ظلم پر صبر کیا جسکے اجر میں اللہ تعالی نے انکے دشمن کو ڈبو کر ہلاک کر دیا پھر اللہ کی اوس نعمت کے شکریہ میں اونھوں نے اللہ کے رسول موسی علیہ السلام کی فرمانبرداری کی اس لیے اللہ تعالی نے دشمن کی ہلاکت سے بڑھکر بنی اسرائیل پر یہ احسان کیا کہ انکو بادشاہت اور نبوت کا مرتبہ عنایت فرمایا حاصل کلام یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے اس قصہ میں صبر اور شکر دونوں کا نتیجہ ہی اسواسطے کہ اس قصے میں ہر صبر کرنے

والے اور شکر کرنے والے کے لئے اس بات کی نشانیاں ہیں کہ صبر اور شکر رائگان نہیں جاتا مطلب وہی ہی جو اوپر بیان کیا گیا کہ اگر قریش قرآن کی نعمت کے شکریہ میں قرآن کی نصیحت پر چلیں گے اور قرآن کے احکام کی تعمیل میں جو کچھ تکلیف ہے اوسپر صبر کرینگے تو انکا انجام بھی اچھا ہوگا بلا کے معنے عذاب اور نعمت دونوں کے ہیں۔ اس قصے میں فرعون کے ظلم اللہ کی نعمت دونوں کا ذکر ہے اسلئے بلا کا لفظ فرمایا۔ بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے بچانے میں اور اسکے بعد نبوت اور بادشاہت کے اونہیں ملجانے میں اللہ کی مدد تھی اسی واسطے شاہ صاحب نے بلا کا مرادی ترجمہ مدد کے لفظ سے کیا ہے۔ مدد کرنے والی کی نام وری ہوتی ہے اسلئے ایام اللہ کے فائدہ میں ساکے کا لفظ لکھا ہے جسکے معنے نام وری کے ہیں۔ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو جو فرعون قتل کراتا تھا اُسکا سبب اور فرعون کے ڈوبکر ہلاک ہونے کا قصہ سورہ بقر میں گزر چکا ہے۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝

اور جب سنادیا تمہارے رب نے کہ اگر حق مانو گے تو اور دونگا تم کو اور اگر ناشکری کرو گے تو میری مار سخت ہے

اس سے پہلے کی آیۃ میں موسیٰ علیہ السلام کے زبانی آنکی قوم بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ خدا نے تم پر کیا کیا احسان کئے فرعون کے ظلم سے تمہیں اور تمہارے بال بچوں کو بچایا جس کا شکر تم کسی طرح ادا نہیں کر سکتے پھر کہا کہ خدا نے یہ حکم موسیٰ علیہ السلام کی معرفت دے رکھا ہی کہ اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ نعمت ملیگی اور اگر ناشکری کرو گے تو یاد رکھو کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے معتبر سند سے انس رض کی ایک حدیث بخاری نے اپنی تاریخ میں نقل کی ہے کہ منجملہ اون پانچ چیزوں کے جنکے سبب سے دوسری پانچ چیزیں انسان کو مل جاتی ہیں ایک شکر بھی ہے کہ شکر کی عادت سے نعمت کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کا ایک ٹکڑا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اے بنی اسرائیل جس اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن فرعون کو ہلاک کر دینے کا احسان تم پر کیا ہے اوسکا یہ حکم ہے کہ آسکی اس نعمت کی شکر گزاری اگر تم کرو گے تو وہ تمکو اور نعمتیں دیویگا اور اگر تم اُسکی نعمت کی ناشکری کرو گے تو تم نے دیکھ لیا کہ ناشکری کا وبال فرعون اور اُسکی قوم پر کیسا پڑا۔ شکر کے مقابلہ میں کفر کے معنے ناشکری کے ہوتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں جب تک شکر گزاری کی عادت رہی اُسوقت تک نبوت بادشاہت سب کچھ رہا اور جب ان میں ناشکری پھیلی تو کچھ بھی نہ رہا۔ شکر گزاری کے زمانے تک بنی اسرائیل میں اور اس امت میں جو اقبال مندی رہی اور بعد اسکے ناشکری کے سبب سے اُس اقبال مندی میں جو زوال آیا وہ سب قصے گویا آیۃ کی تفسیر ہیں۔ معتبر سند سے زوائد مسند میں نعمان رض بن بشیر سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسان مندی کے طور پر اللہ کی نعمت کا تذکرہ زبان پر لانا یہ اللہ کی نعمت کی شکر گزاری ہی اور اللہ کی نعمت کو چھپانا اور بھول جانا یہ ناشکری ہے اور تھوڑی نعمت کی ناشکری بڑی نعمت کی ناشکری سکھا دیتی ہے اور لوگوں کے احسان

منزل ۳

کی ناشکری آدمی کو اللہ تعالیٰ کے احسانات کی ناشکری کی حد تک پہونچا دیتی ہے۔ شکر گزاری اور ناشکری کی تفسیر میں
اس حدیث کو بڑا دخل ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عمرو بن عوف انصاری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھکو اپنی امت کی تنگ حالی کا کچھ اندیشہ نہیں اندیشہ تو یہ ہے کہ پہلی امتوں کی طرح
انکو فارغ البالی ہوگی اور اوس فارغ البالی کے زمانہ میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو کر ایک دوسرے کی ریس اور حرص
کرنے لگے گا۔ اور آخر کو پہلی امتوں کی طرح انپر بھی تباہی آجاویگی۔ یہ حدیث بنی اسرائیل اور اس امت کے شکر گزاری اور ناشکری
کے زمانے کی گویا تفسیر ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں امتوں نے جب تھوڑی نعمت پر شکر گزاری کا برتاؤ کیا تو پوری
فارغ البالی حاصل ہوئی اور پوری فارغ البالی کے زمانے میں جب ناشکری کے ڈھنگ برتے تو بربادی آگئی۔

وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ حَمِيْدٌ ۝
اور کہا موسےٰ نے اگر منکر ہوگے تم اور جو لوگ زمین میں ہیں سارے تو اللہ بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو اللہ کی نعمتیں یاد دلادیں اور اللہ تعالیٰ
کی شکر گزاری اور فرمانبرداری کی نصیحت کریں اوس حکم الٰہی کے موافق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو وعظ کے
طور پر طرح طرح کی نصیحتیں جو کی ہیں ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اون نصیحتوں کا ذکر ہے یہ ایک عادت
الٰہی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اوس شکر گزاری کی جزا میں اور نعمت پر نعمت دیتا ہے اور جو
شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا آخر کو وبال میں گرفتار ہو جاتا ہے فرعون اور اسکا لشکر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی
ناشکری سے وبال الٰہی میں سب گرفتار ہوگئے بنی اسرائیل نے جب تک اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدردانی کی حکومت
بادشاہت نعمت پر نعمت پائی یہی عادت الٰہی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نصیحت میں جتلایا ہے اور
اللہ تعالیٰ نے قریش کی عبرت کے لئے اوس نصیحت کو ان آیتوں میں ذکر فرمایا ہے۔ صحیح مسلم کی حضرت ابوذر کی روایت
کی حدیث قدسی اوپر گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام دنیا کے جن و انس اگر اللہ تعالیٰ کی
فرمانبرداری اور شکر گزاری اختیار کریں تو اس سے خدا کی خدائی میں کچھ بڑھ نہیں جاتا اور اگر یہ سب کے سب نافرمان اور ناشکر
ہو جاویں تو خدا کی خدائی میں سے کچھ گھٹ نہیں جاتا اور یہ سب کے سب ملکر اپنی حاجتیں پوری ہونے کی اللہ تعالیٰ سے
دعا کریں اور اللہ تعالیٰ ان سب کی حاجت روائی کرے تو بھی اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں سے کچھ کم نہیں ہوتا غرض شکر
گزاری کے عوض میں اللہ تعالیٰ جو نعمتیں اپنی شکر گزار مخلوق کو دنیا میں دیتا ہے اور عقبیٰ میں ایک نیکی کا دس سے لیکر سات
سو تک اسنے اجر ٹھہرا رکھا ہے یہ محض اسکا فضل ہے ورنہ اسکو کسی کی شکر گزاری اور کسی کے نیک عمل کی کچھ پروا نہیں
ہے اسواسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نصیحت میں بنی اسرائیل کو سمجھا دیا کہ شکر گزاری اور فرمانبرداری کا بدلہ
جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ملتا ہے وہ اللہ کا فضل اور اسکی قدردانی ہے ورنہ تمام روئے زمین کی مخلوقات اگر ناشکر

اور نافرمان ہیجاوے تو خدا تعالیٰ کو اسکی کچھ پروا نہیں کیونکہ کسی کی ناشکری اور نافرمانی سے اُس بادشاہ حقیقی کی بادشاہی میں کچھ فرق نہیں آتا وہ بادشاہی دنیا کے بادشاہوں کی بادشاہی جیسی نہیں ہے کہ رعیت کی سرکشی یا فوج کی بغاوت سے اُس بادشاہی میں کچھ فتور پڑجاوے پہلی امتیں جو اللہ کی نافرمانی کے سبب سے غارت ہوگئیں اس نصیحت میں اونکا ذکر کرکے آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی بنی اسرائیل کو سمجھا دیا کہ جس طرح شکر گزاری کی جزا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عادت الٰہی قرار دیرکھی ہے اسی طرح یہ بھی عادت الٰہی ہے کہ ناشکرا اور نافرمان بردار لوگو نکو اللہ تعالیٰ دین و دنیا کے وبال میں گرفتار کر دیتا ہے۔

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۛ وَالَّذِينَ مِن بَعْدِهِمْ

کیا نہیں پہنچی تم کو خبر اُنکی جو پہلے تھے تم سے قوم نوح کی اور عاد اور ثمود اور جو اُنسے پیچھے ہوئے

لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا

اُنکی خبر نہیں مگر اللہ کو آئے اُن پاس رسول اُنکے نشانیاں لے کر پھر اُلٹے دئے اپنے ہاتھ منہ میں اور بولے ہم

كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ○

نہیں مانتے تمہارے ہاتھ بھیجا اور ہم کو شبہ ہے اس راہ میں جس طرف ہمکو بلاتے ہو جس سے خاطر جمع نہیں

مع عند المتقدمین

الثلثة

منزل

یہاں مفسرین نے دو معنے بیان کئے ہیں بعضے یہ کہتے ہیں کہ اوپر کی نصیحت کے سلسلہ میں یہ خطاب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کی طرف کیا ہے کہ کیا تم لوگوں کو نہیں معلوم ہے کہ تمسے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم اور قوم عاد اور قوم ثمود گزری ہیں جنکے پاس رسول معجزے اور نشانیاں لیکر آئے اور اون لوگوں نے اسکو قبول نہیں کیا منہہ پر ہاتھ رکھ لیا اور کہنے لگے کہ تم جو کچھ خدا کی طرف سے لیکر آئے ہو ہم اسکا انکار کرتے ہیں ہمیں تو یقین نہیں ہے کہ تم اللہ کے سچے رسول ہو اور جو تم ہمیں نصیحت کرتے ہو وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور بعضے مفسرین نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت علیحدہ ہے اوپر کی آیتوں سے اسکو لگاؤ نہیں ہے بلکہ خدا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خطاب کیا ہے اور قوم نوحؑ اور عاد و ثمود کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ بیشمار قومیں گزری ہیں جنکی گنتی سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں معلوم ہے اُنکے رسول طرح طرح کے معجزے لیکر آئے مگر قوم نے ہاتھوں کو منہہ پر رکھکر اُنہیں اشارہ کیا کہ چپ رہو اور اُنکو جھٹلایا فردوا ایدیہم فی افواہہم کی تفسیر یوں بھی بیان کی گئی ہے کہ کفار نے غصہ میں ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے کاٹا اور یوں بھی تفسیر کی گئی ہے کہ تعجب اور مسخراپن سے اس قدر ہنسے کہ ہاتھوں کو منہہ پر رکھ لیا بہرحال صاف انکار کر دیا کہ ہم تمہاری بات کی تصدیق نہیں کرتے اور ہمیں تو تمہاری رسالت میں بہت ہی شک ہے۔ حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کا ایک ٹکڑا ہے فردوا ایدیہم فی افواہہم کے یہ معنے حافظ ابو جعفر نے قوی ٹھہرائے ہیں کہ مشرک لوگ رسولوں سے اپنے بتوں کی مذمت سنکر جوش میں آجاتے تھے اور اس جوش کی حالت میں اپنی انگلیاں دانتوں سے کاٹنے لگتے تھے معتبر سند سے طبرانی اور مستدرک حاکم میں عبد اللہؓ بن مسعود کا قول بھی اسی کے موافق ہے

جس سے یہی معنے صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ
سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ابوطالب کی بیماری کے وقت ابوجہل اور بہت سے مشرک ابوطالب کی بیمار پرسی اور خبر
کو آئے تھے اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگون کو شرک کے چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار
کرنے کی نصیحت کی جس سے وہ لوگ بڑے جوش مین آنکر اوس مجلس سے اوٹھ کھڑے ہوئے۔ صحیح بخاری ومسلم کے
حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گزر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ
تعالیٰ نے اپنے علم غیب کے موافق لوح محفوظ مین یہ لکھ لیا ہی کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت کے قابل کام
کرینگے اور کتنے دوزخ کے قابل اور جس حالت کے قابل جو کوئی پیدا ہوا ہی اُسکو ویسے ہی کام آسان اور اچھے معلوم ہوتے
ہیں ان حدیثون کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ نوح علیہ السلام سے لیکر قریش کے شرک کی حالت پر مرنے
والے لوگون تک جو لوگ طرح طرح کے عذابون سے دنیا مین ہلاک ہوئے اور عقبیٰ مین دوزخ کے قابل ٹھہرے لوح محفوظ مین
اُنکی یہی حالت لکھی گئی تھی اسلئے اِس حالت کے برخلاف نصیحت کو سُن کر وہ لوگ جوش مین آجاتے تھے اور اللہ کے
رسولون کو جھٹلاتے تھے۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلٰى

بولے اُنکے رسول کیا اللہ مین شبہ ہی جسنے بنائے آسمان اور زمین تمکو بلاتا ہی کہ بخشے تم کو کچھ گناہ تمہارے اور ڈھیل دے تم کو

أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۖ تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ

ایک وعدہ تک جو ٹھیر چکا ہی کہنے لگے تم تو وہی آدمی ہو ہم سے چاہتے ہو کہ روک دو ہمکو ان چیزون سے جنکو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے سو لاؤ کوئی سند

جب کفار نے رسولون کو جھٹلا دیا اور یہ کہا کہ ہم کو تو شک ہے کہ تم اللہ کے رسول ہو یا نہیں اسپر رسولون نے یہ
جواب دیا کہ تم خدا کی ذات میں کس بات کا شک کرتے ہو کیا اُسکے موجود ہونے میں شک ہے یا اُسکے ایک ہونے میں شک
ہی بہر حال تمہارا شک محض غلط ہے کیا آنکھون سے یہ بھی نہین دیکھتے کہ اُسنے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور ایسے وقت
میں کہ کوئی مثال اِسکی نہ تھی بغیر نمونہ اور بے دیکھے بھالے کسی شئی کا پیدا کرنا کیا اِس بات کی نشانی نہیں ہے کہ خدا موجود ہی اور
ایسا ہے کہ مثل نہیں رکھتا اپنا نظیر آپ ہی ہے۔ کسی کو اُسکی ذات یا صفات مین شراکت نہیں ہی۔ اور پھر تم لوگون پر یہ
بڑا احسان اُسکا ہے کہ رسولون کو بھیجکر تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ آؤ میری طرف اور جو لوگ اُسکے رسول کو سچا جانکر حق بات کی
پیروی کرنے لگتے ہیں اور سچے دل سے خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لے آتے ہیں اُنکے گذشتہ گناہون سے درگزر کر کے مغفرت کا
خلعت دیتا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے اُنپر بھی یہ مہربانی کرتا ہے کہ جلد عذاب بھیجکر اُنکو ہلاک نہیں کرتا وقت مقرر تک اُنکی
زندگی قائم رکھتا ہی۔ اِن باتون کو سنکر اور لاجواب ہو کر کفار نے دوسرا اعتراض پیش کیا کہ اے رسول تم تو ہماری طرح انسان
ہو کھاتے پیتے ہو چلتے پھرتے ہو تمہیں ہمپر فضیلت ہی کیا ہی جو ناحق ہمکو ایک نئے دین و آئین پر لانا چاہتے ہو تمہارا

منزل ۳

اصل منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمکو ہمارے باپ دادا کے پرانے معبودون کی عبادت سے روکدو بھلا یہ ہو سکتا ہی کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ کو چھوڑ کر تمہارا دین اختیار کرلین اور تمہارے ان معجزون کی جو تم دکھلاتے ہو سند نہیں ہم تو جب جانین کہ ہماری فرمائش کے مطابق کوئی معجزہ اچھا سا کر دکھاؤ ۔ صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہی کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ مین یہ لکھ لیا ہی کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت کے قابل کام کرین گے اور کتنے دوزخ کے قابل اور جس حالت کے قابل جو کوئی پیدا ہوا ہے اُسکو ویسے ہی کام آسان اور اچھے معلوم ہوتے ہین ۔ اس حدیث اور آیۃ کو ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ یہ لوگ علم الٰہی کے موافق دوزخی قرار پاچکے تھے اسلئے انکی سمجھ مین اتنی موٹی بات نہیں آئی کہ جب آسمان و زمین انسان اور انسان کی سب ضرورت کی چیزونکو اللہ نے پیدا کیا ہے انکے بتون مین سے کوئی اس مین اوسکا شریک نہیں ہی تو پھر عبادت کے قابل بھی وہی ایک ذات وحدہٗ لاشریک ہی ۔ اس موٹی بات کے سمجھانے کے بعد بھی جو ان لوگون نے اللہ کے رسولون سے فاتونا بسلطان مبین کا سوال کیا تو اسکا سبب یہی تھا کہ اللہ تعالی کے علم غیب کے موافق انکی قسمت مین دوزخ میں جانا لکھا تھا ۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

اونکے رسولون نے ہم بھی آدمی ہین جیسے تم لیکن اللہ احسان کرتا ہے اپنے بندون میں جسپر چاہے

وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ وَمَا

اور ہمارا کام نہیں کہ لے آوین تم پاس سند مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ پر بھروسہ چاہیئے ایمان والون کو اور ہمکو

لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا ۚ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝

کیا ہوا کہ بھروسہ نکرین اللہ پر اور وہ سمجھا چکا ہمکو ہماری راہین اور ہم صبر کرین گے ایذا پر جو تم ہمکو دیتے ہو اور اللہ پر بھروسا چاہیئے

منزل ۳ ع ۱۴

یہ کفار کے اوس اعتراض کا جواب ہی جو انھون نے رسولون سے اعتراض کے طور پر یہ کہا کہ تم تو ہماری طرح انسان ہو کوئی فضیلت ہمپر نہیں رکھتے ہو اوسکا رسولون نے یہ جواب دیا کہ بیشک ہم تمہاری طرح انسان ہین اور انسانیت کا جو تقاضا ہے تمہاری طرح وہ ہم مین بھی ہی مگر اللہ پاک جسپر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اور اوسے پیغمبر بناتا ہے اور جس رسول کو جیسا چاہتا ہی معجزہ عطا کرتا ہے جسے وہ کر دکھاتا ہے اگر تم چاہو کہ تمہاری خواہش کے موافق کوئی معجزہ دکھایا جائے تو یہ کسی رسول سے بھی اُسوقت تک نہیں ہو سکتا جب تک خدا کا حکم نہ ہو اور ایمان لانے والے کا بھروسا تو خدا پر ہونا چاہیئے ایسے لوگون کو یہ بات واجب نہیں ہے کہ جب اپنی فرمائش کے مطابق معجزہ دیکھ لین تو ایمان لائین اور ہم تو اُسپر بھروسہ کرتے ہیں کیونکہ ہمیں تو اُسنے اپنے راہ حق کی ہدایت کی ہے اور تمہاری ایذا رسانی اور تکلیف دہی پر ہم کیون نہ صبر کرین کہ ہمکو تو اس صبر کے اجر کا اللہ پر بھروسہ ہے ۔ صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے اپنی چادر آپ کے گلے مین ڈالکر

پھانسی دیدی - اس قسم کی اور صحیح روایتین ہین جنمین یہ ذکر ہے کہ ہجرت سے پہلے مشرکین مکہ اپکو اور اپکے صحابہ کو بہت تکلیفین دیا کرتے تھے حاصل کلام یہ ہی کہ پہلے رسولون کے قصے مین امت کے لوگون کی ایذا رسانی اور رسولون کے صبر کا ذکر اسواسطے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی یہ تسلی ہو جاوے کہ مخالف لوگون کا ہمیشہ سے اللہ کے رسولون کے ساتھ یہی سلوک رہا ہے لیکن آخر کو اللہ کے رسولون اور اُنکے ساتھ کے نیک لوگون کا انجام اچھا ہوا ہے اب بھی یہی انجام ہونے والا ہی - اللہ سچا ہی اور اللہ کا وعدہ سچا ہے - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو ہریرہؓ کی روایتین گذر چکی ہیں کہ جن بتون کی حمایت میں مشرکین مکہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت تھی فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول نے ان بتونکو لکڑیان مار مار گرادیا اور کسی مشرک سے کچھ حمایت نہ ہو سکی - سب کام اللہ کو سونپ دینے کو توکل کہتے ہین اور آدمی کی جب تک یہ حالت نہ ہو تو اُس سے تکلیف کے وقت صبر نہیں ہو سکتا اسی واسطے قرآن شریف میں اکثر جگہ صبر اور توکل کا ذکر ساتھ آیا ہے -

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِىْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ

اور کہا منکروں نے اپنے رسولون کو ہم نکالدیں گے تمکو اپنی زمین سے یا پھر آؤ ہمارے دین میں تب حکم بھیجا اُنکو اُن کے

لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِىْ وَخَافَ وَعِيْدِ

رب نے ہم کھپا دینگے ان ظالمون کو اور بسا دینگے تمکو اس زمین میں انکے پیچھے یہ ملتا ہی اُسکو جو ڈرا کھڑے ہونیسے میرے سامنے اور ڈرا میرے

منزل ۳

یہ سلسلہ حضرت موسی علیہ السلام کے اوس وعظ کا چلا آتا ہے جس کا ذکر اوپر گزرا پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود بنی اسرائیل کو طرح طرح کی نصیحت وعظ کے طور پر کی پھر اوس وعظ مین سب سے اول صاحب شریعت نبی حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت شعیب علیہ السلام تک کے انبیا نے اپنی امتون کو جو جو نصیحتین کی تھیں اون سب کا ذکر کیا اور اون سب نصیحتون کو سنکر ان پہلی امتون کے لوگون نے اپنے اپنے رسولون کو جو جوابات دیئے ہیں اُن جوابون کا یہ ذکر ہے کہ یا اُنھون نے یہ کہا کہ ہم اور تم ایک سے انسان ہیں پھر ہم تمکو اللہ کا رسول کیونکر جان لیوین یا یہ کہا کہ تم نصیحت سے باز نہ آوٗگے اور اپنے آپکو اللہ کا رسول کہے جاوٗگے تو ہم تم کو اپنی بستی سے نکالدیوین گے یا تمکو زبردستی ہمارا طریقہ اختیار کرنا پڑیگا - منکر امتون کے جہان تک قرآن شریف مین قصے ہیں اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب حضرت نوحؑ علیہ السلام سے لیکر قریش تک یہی دو تین باتین اللہ کے رسولون سے کہتے رہے اسی واسطے سورہ والذاریات مین اللہ تعالی نے جو فرمایا ہے اوسکا حاصل مطلب یہ ہی کہ جس طرح ایک مرنے والا دوسرے کو اور دوسرا تیسرے کو وصیت کر جاتا ہے اور سب آپس کی وصیت پر چلتے اور عمل کرتے رہتے ہیں یہی حال ان پہلی امتونکا ہی کہ ایک سی ہی باتین یہ سب انبیا سے کرتے چلے آتے ہیں - پھر فرمایا کہ ان سب کا بہکانے والا شیطان ابتدا دنیا سے آخر تک ایک ہی ہے ایک سے ہی وسوسے اُسنے سب کے دلون مین ڈالے ہیں اسلئے ان سب نے ایک سی باتین

کی ہیں اس سارے مطلب کو اللہ تعالیٰ نے سورہ والذاریات کے ان مختصر لفظوں میں ادا فرمایا ہے اتواصوا بہ بل ہم
قوم طاغون حاصل کلام یہ ہے کہ ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جس نصیحت کا ذکر ہے یہ ایسی ایک فائدہ
مند صاحب تاثیر اور مختصر نصیحت ہے کہ عمل کرنے والے شخص کو نجات عقبیٰ کے لئے یہ ہی ایک نصیحت کافی ہے یہ اس
طرح کی ایک کامل نصیحت ہے جس طرح ایک دفعہ حضرت عائشہ رض نے معاویہ رض کو نصیحت کی ہے چنانچہ ترمذی میں روایت
ہے کہ معاویہ رض نے حضرت عائشہ رض کو اس مضمون کا خط لکھا کہ مجھکو کوئی ایسی مختصر اور فائدہ مند نصیحت لکھ کر بھیجدو کہ
اس نصیحت کے بعد پھر مجھکو کسی نصیحت کی ضرورت باقی نہ رہے حضرت عائشہ رض نے اس خط کے جواب میں جو خط لکھا
اسکا حاصل یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ کی رضامندی کا خیال اپنے دل میں رکھا اور دنیا کے لوگوں کی نارضامندی کی کچھ
پروانہ کی خدا تعالیٰ ایسے شخص کے لئے ایسے سبب کھڑے کر دیویگا کہ دنیا کے سب لوگ خود بخود اوس شخص سے راضی
اور خوشی رہوینگے۔ اور جس شخص نے دنیا کے لوگونکی رضامندی کو مقدم رکھا اور اللہ کی رضامندی کا خیال اپنے
دل میں نہ رکھا اوس سے نہ دنیا کے لوگ خوش رہ سکتے ہیں اور نہ خدا تعالیٰ خوش رہتا ہے۔ اس خط میں حضرت عائشہ
نے یہ بھی لکھا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا تھا وہی لکھا ہے۔ اس قصے کو ترمذی نے مرفوع اور موقوف
دونو طرح سے روایت کیا ہے جس سے ایک روایت کو دوسری سے تقویت ہو جاتی ہے۔ جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تک پہنچ جاوے اسکو مرفوع کہتے ہیں اور جس حدیث کی روایت کسی صحابی پر ٹھہر جاوے اسکو موقوف کہتے ہیں۔
حضرت عائشہ کے خط کا مضمون ایک غیب کی بات ہے عقل کا اس میں کچھ دخل نہیں ہے اسلئے ایسے موقع پر صحابی کا قول
حدیث نبوی کے حکم میں شمار کیا جاتا ہے۔ نبوت کے زمانہ سے پہلے اللہ کے رسول بتوں کی مذمت جو نہیں کرتے تھے
اس سبب سے بت پرستوں نے یہ سمجھا کہ اللہ کے نبی بھی پہلے ہمارے طریقہ پر تھے اس خیال سے ان لوگوں نے او لتعودن
فی ملتنا کہا ورنہ حقیقت میں اللہ کے نبی شرک سے معصوم ہیں۔ اور بسا دینگے تم کو اس زمین میں۔ سورۃ اعراف
میں اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کا ظہور گزر چکا ہے کہ نافرمان لوگوں کو برباد کر کے رسولوں کے فرمانبردار لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے
اوس زمین میں بسایا۔ آخر آیت میں فرمایا کہ ان فرمانبردار لوگوں کو اس زمین میں اسلئے بسایا کہ یہ لوگ اللہ سے ڈرتے تھے
اور حساب و کتاب کے لئے ایکدن اللہ کے روبرو کھڑے ہونے کا ان لوگوں کے دل میں اندیشہ تھا۔ معتبر سند سے ترمذی
میں ابوہریرہ رض سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا اسکو
عقبیٰ کے نجات کی منزل طے کرنے کا ایسا اندیشہ لگا رہے گا جس طرح بعضے چست مسافر کچھ رات سے راستہ طے کرنا شروع
کر دیتے ہیں اور سویرے سے مقام پر پہونچ جاتے ہیں۔ معتبر سند سے طبرانی میں عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے جس میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل عقبیٰ کی درستی کا خیال ہوگا اسکی دنیا بھی اچھی گزرے گی۔ ان
حدیثوں کو آیت کے آخری ٹکڑے کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی امتوں میں سے جن لوگوں کے دل میں

خدا کا خوف تھا انکی عقبیٰ تو یون درست ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو رسولون کی فرمانبرداری کی توفیق دی اور دنیا یون درست ہوئی
کہ نافرمانون کو برباد کرکے انکی جگہ ان فرمانبردارون کو بسایا گیا۔ آگے بھی جو شخص ایسا ہوگا کہ اسکے دل مین خدا کا خوف ہوگا تو
دین و دنیا مین اس کا یہی انجام ہوگا۔

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۙ

اور فتح مانگنے لگے اور نامراد ہوا جو سرکش تھا ضد کرنے والا پیچھے اسکے دوزخ ہے اور پلاوین گے اسکو پانی پیپ کا گھونٹ گھونٹ

يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ

لیتا ہے اسکو اور گلے سے نہین اتار سکتا اور چلی آتی ہے اسپر موت ہر جگہ سے اور وہ نہیں مرتا اور اسکے پیچھے مار ہے گاڑھی

رسولون نے اپنے رب سے کفار پر فتح چاہی اور بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہی کہ ان کفار نے بھی چاہا کہ یہ رسول سچے ہون
تو ان لوگون پر عذاب آجاوے غرضکہ دونون معنے یہان ممکن ہین۔ پھر فرمایا کہ تکبر کرنے والے اور خدا پر ایمان نہ لانے والے
کلمہ توحید سے منہہ موڑنے والے ہلاک ہوئے اور اللہ نے اپنے رسولون اور انکے ساتھ کے مومنون کو فتح دی اور پھر ان
کفار کے لئے یہ حکم فرمایا کہ فقط انکی ہلاکت پر ہی بس نہین ہے انکے سامنے جہنم بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا مین
تو یہ لوگ ہلاک ہوئے اور ساری ملکیت پر انکی مومنون کا قبضہ ہوا اور آخرت مین جہنم بھی انکے واسطے تیار ہے وہان
پانی کی جگہ پینے کو پیپ کا ملا ہوا جوش کھاتا ہوا پانی غرض ایسی چیزین پینے کو دیجاوین گی جنکو یہ لوگ پی نہ سکین گے
مارے بدبو کے حلق سے نیچے نہ اترین گی۔ فرشتے عذاب کے ہتھوڑے مار مار کر زبردستی پلائین گے بمشکل گھونٹ گھونٹ
حلق سے نیچے اتارین گے اور ہر طرف سے موت دکھلائی دیگی جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی تکلیف اور سختی ہوگی
کہ گویا اب موت آئی اور اب آئی مگر وہان موت کہان وہان تو موت ذبح کر دیجائے گی پھر مرنا کیسا اسکے بعد فرمایا کہ اسپر
بس نہ ہوگا بلکہ اس سے بھی اور سخت عذاب ہوگا اور ہر مرتبہ سختی اور تکلیف مین زیادتی کی جائے گی۔ مسند امام احمد
ترمذی اور مستدرک حاکم مین ابوامامہؓ سے ایک روایت ہے کہ دوزخیون کے منہہ کے پاس جب پیپ لائی جاویگی تو اس
کی گرمی اور حدت سے منہہ جھلس جائے گا اور سر کی کھال گل کر گر پڑے گی اور وہ لوگ اس پیپ کو پی لین گے تو
آنتین کٹ کر پاخانہ کی راہ سے نکل پڑین گی اگرچہ ترمذی نے ابوامامہ کی اس حدیث کو غریب کہا ہی لیکن حاکم نے اس کو
مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ یہان تو فقط دوزخیون کو جو چیزین پلائی جاوینگی انکا ذکر ہے سورۃ الغاشیہ مین آوے گا
کہ ان لوگون کو ایک کانٹون دار گھانس کھلائی جاویگی جو حلق مین پھنس جاویگی تو اسوقت یہ کھولتا ہوا پیپ کا پانی
ان لوگونکو پلایا جاویگا۔ صحیح بخاری و مسلم مین ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کی
آگ کی تیزی دنیا کی آگ سے ستر حصے زیادہ ہی سوا ان حدیثون کے دوزخ کے عذابون کی تفصیل اور بہت سی صحیح
حدیثون مین ہے یہ سب حدیثین عذاب غلیظ کی گویا تفسیر ہین۔

منزل ۳

مَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ اَعْمَالُھُمْ کَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ بِہِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ

احوال انکا جو منکر ہوئے اپنے رب سے انکے کیے جیسے راکھ زور کی چلی اسپر ہوا آندھی کے دن

لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا کَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ؕ ذٰلِکَ ھُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ۝

کچھ ہاتھ نہیں اپنی کمائی میں سے یہی ہے دور بہک پڑا

اس آیہ میں کفار کے اعمال کی مثال بیان کی گئی ہے کہ کفار جو نیکی کرتے تھے اسکا ثواب بھی انکو کچھ نہ ملے گا برے عمل کی سزا جو کچھ ہوگی وہ تو ہوگی مگر انکے نیک عمل جیسے صدقہ دینا صلہ رحمی کرنی محتاجوں کی حاجت برلانی باپ ماں کے ساتھ بھلائی کرنی انکی بھی ایسی مثال قیامت کے دن ہو جاویگی جیسے آندھی میں کوئی راکھ کو اڑنے سے بچا نہیں سکتا اسی طرح سے قیامت کے دن کافروں کو نیک عملوں سے کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ یہ لوگ اکیلے خدا پر ایمان نہیں لائے تھے بتوں کو خدا کا شریک کرتے تھے اسلئے انکی یہ سب نیکیاں بھی برباد جاوینگی اور انکا اپنی نیکیوں کی بابتہ یہ خیال کہ ہمکو اسکا اجر ملے گا بہت بڑی گمراہی ٹھہرے گی کیونکہ جو شخص خدا کو پورا پہچانتا ہی نہیں عقبی کے عذاب ثواب کا اسکو یقین نہیں اسکی نیکیاں خدا کے حکم کے موافق نہیں ہو سکتیں۔ معتبر سند سے مسند امام احمد میں محمود رضؓ بن لبید سے روایتہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے دکھاوے کے نیک عمل کو چھوٹا شرک فرمایا ہے۔ مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے انس رضؓ بن مالک کی معتبر روایتہ گزر چکی ہے کہ جس عمل میں دنیا کے دکھاوے کا لگاؤ ہوگا وہ اعمال نامہ میں سے نکالکر قیامت کے دن پھینک دیا جاویگا۔ ان حدیثوں سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب چھوٹا شرک نیک عملوں کو پھینکدینے کے قابل کر دیتا ہے تو بت پرستی کے بڑے شرک میں جو لوگ گرفتار ہیں انکے نیک عمل قیامت کے دن سوا پھینکدینے اور ہوا میں اڑا دینے کے اور کس کام کے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مشرکین مکہ عقبی کے اجر کے تو قائل نہیں تھے اسواسطے انکے نیک کام فقط دنیا کے نام نمود کے لئے ٹھہرے جو قیامت کے دن ہوا میں اوڑ جاوینگے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝ۙ وَّمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ۝

تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے بنائے آسمان اور زمین جیسی چاہیے اگر چاہے تمکو لیجاوے اور لاوے کوئی پیدائش نئی اور یہ اللہ پر مشکل نہیں

اس آیہ میں اللہ پاک نے مشرکوں کو قائل کرنے کے لئے اپنی قدرت کا حال بیان فرمایا اور بظاہر اگرچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا ہے مگر اس خطاب سے ساری امت مقصود ہے اسلئے فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا آسمان و زمین کا پیدا کرنا ساری مخلوق کے پیدا کرنے سے مشکل ہے کیونکہ اس میں عجیب عجیب حکمتیں ہیں بہر حال وہ اگر چاہے تو ساری دنیا کو نیست و نابود کر دے اور اسکی جگہ ایک نئی مخلوق پیدا کر دے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کیا پھر اسکی تعظیم اور عبادت میں جو لوگ دوسروں کو شریک کرتے ہیں انکے گناہ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گناہ نہیں صحیح بخاری کے حوالہ سے انس رضؓ بن مالک کی یہ حدیث بھی

منزل ۳

گزر چکی ہی کہ مشرکین مکہ نے عذاب کی جلدی کر کے یہ دعا مانگی تھی کہ اگر قرآن شریف اللہ کا کلام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں تو اسکے نہ ماننے کے وبال میں ہم لوگوں پر پتھروں کا مینہ برسے۔ ان حدیثوں کو آیہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ جب آسمان وزمین کو انسان کو انسان کی ضرورت کی سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا کیا کہ اس میں ان بت پرستوں کے بتوں کا کچھہ دخل نہیں ہے تو پھر یہ بت پرست ان بتوں کی پوجا کس استحقاق سے کرتے ہیں۔ عذاب کی جلدی جو یہ لوگ کرتے ہیں یہ بھی ان لوگوں کی نادانی ہے کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی بہت سی قوموں کو برباد کر کے ان لوگوں کو انکی جگہ بسایا اسی طرح انکو برباد کرکے نئی مخلوق کا پیدا کر دینا اسکی قدرت کے آگے کچھہ دشوار نہیں ہے اب آگے فرمایا کہ اگر کسی مصلحت سے یہ لوگ دنیا کے عذاب سے بچ بھی گئے تو قیامت کے دن اللہ کے روبرو کھڑے ہو کر اس شرک کی جوابدہی انکے سر سے کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔

وَبَرَزُوا لِلّٰهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوٓا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُّغْنُونَ

اور سامنے کھڑے ہونگے اللہ کے سارے پھر کہیں گے کمزور بڑائی والوں کو ہم تھے تمہارے پیچھے سو کچھہ بچاؤ گے تم ہم سے

عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ قَالُوا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۖ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ أَجَزِعْنَآ أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ ۝

اللہ کی مار سے کچھہ وہ بولے اگر ہم کو راہ پر لاتا اللہ البتہ ہم تم کو راہ پر لاتے اب برابر ہمارے حق میں ہم بے قراری کریں یا صبر

منزل ٣

اس آیہ میں فرمایا کہ ساری مخلوق قیامت کے دن ایک کشادہ میدان میں کٹھی یکجا ہو گی اور انکے اعمال وہاں ظاہر کئے جاوینگے۔ اگرچہ ہر شخص کے عمل کا علم خدا کو ہے مگر جزا سزا کا دار و مدار اسنے اپنے علم پر نہیں رکھا ہے اسلئے فرمایا کہ وہاں سبکے عمل ظاہر کئے جاوینگے تاکہ ہر ایک کو دوسرے کے عمل کی خبر ہو جائے اور پھر عمل کے مطابق جزا سزا کا ہونا عین انصاف پر خیال کیا جائے غرضکہ جب سب جمع ہو لینگے اور جزا سزا ہو جائیگی تو بیچارے کمزور اور چھوٹی حیثیت کے آدمی بڑے لوگوں سے یہ کہینگے کہ ہم تمہیں دیکھہ کر اور تمہارے کہنے سے ہر ایک بات میں تمہارے ہی تابع رہے اور خدا و رسول پر ایمان نہیں لائے تمہیں بھی اب مناسب ہے کہ یہاں ہمارے کچھہ کام آؤ اور خدا کے اس عذاب میں کسی قدر کمی کراؤ وہ جواب دینگے کہ اگر ہم دنیا میں ہدایت پاتے تو تمہیں بھی ہدایت پر لاتے ہم کیا کریں ہم آپ ہی مجبور ہیں اسوقت خواہ روئیں چلائیں یا صبر کریں اس عذاب سے کسی طرح رہائی نہیں ہو سکتی۔ صحیح بخاری مسلم ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت عائشہ رض سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے حساب میں قیامت کے دن کچھہ کرید نکالی گئی وہ عذاب میں پھنس جاویگا۔ معتبر سند سے ترمذی مسند بزار اور طبرانی میں ابی برزہ رض اور معاذ بن جبل رض سے روایتیں ہیں جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار باتوں کی جوابدہی کے لئے ہر شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑیگا (١) تمام عمر کس کام میں گزاری (٢) جوانی میں کیا کیا (٣) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا (٤) دین کی کوئی بات سیکھی تو اسپر کیا عمل کیا۔ سورہ نحل میں آویگا کہ لوگوں کے بہکانے والوں کو بہکنے

اور بہکانے کا دوہرا عذاب قیامت کے دن ہوگا - صحیح مسلم میں اس مضمون کی ایک حدیث بھی ابو ہریرہؓ کی روایت سے
ہے سورہ نحل کی آیۃ ومن اوزار الذین یضلونہم کو اور ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جن لوگوں
نے اوروں کو بہکا کر برے راستہ سے لگایا اس حساب کی کرید اور جوابدہی کے وقت جب ایسے لوگوں کو دوہرے عذاب
کا حکم ہوگا تو وہ گھبرا کر بہکنے والوں سے کہویں گے کہ ہم تو خود دوہرے عذاب میں گرفتار ہیں ہم سے کسی کی کیا مدد ہو سکتی ہے

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ

اور بولا شیطان جب فیصل ہوچکا کام اللہ نے تم کو دیا تھا سچا وعدہ اور میں نے وعدہ دیا پھر جھوٹ کیا اور میری

لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا

تم پر حکومت نہ تھی مگر میں نے بلایا تم کو پھر تم نے مان لیا مجکو سو الزام نہ دو مجھے اور الزام دو اپنے تئیں نہ میں

بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

تمہاری فریاد کو پہنچوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچو میں نہیں قبول رکھتا جو تم نے مجکو شریک ٹھیرایا تھا پہلے جو ظالم ہیں انکو دکھ کی مار ہے

اوپر چھوٹے بہکانے والوں کا ذکر فرما کر اس آیۃ میں سب سے بڑے بہکانے والے کا ذکر فرمایا اس آیۃ میں شیطان کی جن باتوں
کا ذکر ہے یہ اسوقت کی شیطان کی باتیں ہیں جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوچکیں گے چنانچہ خود اللہ
تعالیٰ نے آیۃ میں صراحت فرما دی ہے کہ جب فیصلہ ہوچکے گا اسوقت شیطان یہ باتیں کریگا تفسیر شعبی میں جو روایۃ
ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے طور پر کھڑے ہو کر شیطان یہ باتیں کریگا چنانچہ شعبی کی روایۃ کا حاصل یہ ہے
کہ قیامت کے دن دو خطیب لوگوں کے سامنے کھڑے ہونگے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام خطبہ پڑھ کر نصاریٰ کی
ان باتوں کو جھٹلا دیں گے جو نصاریٰ نے انکی اور حضرت مریم کی طرف شرک کے طور پر لگائی ہیں دوسرا خطبہ شیطان پڑھے
گا جس خطبہ میں ان باتوں کا ذکر ہوگا جن باتوں کا اس آیۃ میں ذکر ہے تفسیر ابن ابی حاتم کی روایۃ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ
اس خطبے سے پہلے میدان محشر میں بھی شیطان ایک خطبہ پڑھے گا اس خطبہ میں یہی باتیں ہوں گی جن باتوں کا اس آیۃ
میں ذکر ہے یہ خطبہ اسوقت وہ پڑھے گا جب اسکے فرمانبردار لوگ اوس سے کہویں گے کہ اچھے لوگوں کی جس طرح انبیا نے شفاعت
کی ہے تو ہماری شفاعت کر کیونکہ دنیا میں اچھے لوگ جیسا انبیا کا کہنا مانتے تھے اوسی طرح ہم تیرا کہنا مانتے تھے اوسوقت
شیطان صاف الگ ہو جاویگا اور کہویگا کہ انبیا نے تو اللہ کا سچا وعدہ پہونچایا تھا میں نے تو تمکو دم دیا تھا تم انبیا کی مضبوط
باتیں چھوڑ کر میرے دم میں کیوں آ گئے اسکا وبال تم پر ہے مجھ پر کیا الزام ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہؓ بن مسعود کی حدیث
گزر چکی ہے کہ نیک کاموں کی رغبت دلانے کیلئے اللہ کا ایک فرشتہ اور برے کاموں کی رغبت دلانے کے لئے ایک شیاطین ہر آدمی کے
ساتھ رہتا ہے معتبر سند سے ابو سعید خدریؓ کی حدیث بھی مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے گزر چکی ہے کہ آسمان پر سے
نکالے جانے کے وقت شیطان نے اللہ تعالیٰ کے روبرو جب بنی آدم کے بہکانے کی قسم کھائی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی جاہ وجلال کی قسم کھا کر فرمایا

منزل ۳

کہ تیرے بہکانے سے جو کوئی گناہ کریگا اور پھر خالص دل سے توبہ استغفار کریگا تو میں بھی اسکے گناہون کے معاف کردینے مین کبھی دریغ نکرونگا ان حدیثون کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے یہ تفسیر قرار پائی کہ ایک فرشتہ تعینات کرکے گناہ سے بچنے کا اور گناہ ہوجانے کے بعد توبہ استغفار سے گناہ کے معاف کردینے کا جب اللہ تعالی نے پورا انتظام کردیا ہے تو پھر جو شخص اس انتظام کی پابندی نکریگا اسکا الزام اسکے ذمہ ہی اسی واسطے قیامت کے دن گنہ گار لوگون سے شیطان صاف کہدیگا کہ تم لوگ مجھکو کیا الزام دیتے ہو اپنے آپکو الزام دو کہ تم نے اللہ کے انتظام کی پابندی نہیں کی - یہ ایک جگہ گزرچکا ہے کہ عامر بن شراحیل شعبی ثقہ تابعیون میں ہیں -

وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
اور داخل کئے گئے جو لوگ ایمان لائے تھے اور کام کئے تھے نیک باغون مین بہتی نیچے انکے ندیان رہا کرین ان میں
بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۖ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ○
اپنے رب کے حکم سے انکی ملاقات ہی وہان سلام

اس سے اوپر کی آیتہ مین اللہ جل جلالہ نے کفار کا حال بیان فرماکر اس آیتہ مین مومنون کے اجر اور ان پر اپنی خاص مہربانیونکا ذکر کیا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اچھے عمل کئے انکو جنت میں داخل کیا جاویگا جہان نہرین بہتی ہونگی اور پھر اپنے فضل سے انکو ہمیشہ ہمیشہ وہان رکھنے کا ذکر فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ آپس مین وہ لوگ مبارکبادی کے طور پر ایک دوسرے کو سلام کرینگے اور فرشتے بھی خدا کے حکم سے جاجاکر انہیں سلام کیا کرینگے یہانتک کہ سورہ یس کی آیتونکے موافق خود خدا بھی انپر سلام بھیجے گا اور جنت مین داخل ہونے کے بعد دنیا کے غم رنج اور فکر و مصیبت سے وہ امن میں رہین گے کیونکہ وہان دنیا کی کوئی آفت پاس بھی نہیں آئے گی ہر طرح چین و آرام سے صحیح و سلامت رہین گے - معتبر سند سے مسند امام احمد اور ترمذی مین معاذ بن حیدہ سے روایتہ ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر جنتی کے گھر مین پانی دودھ شہد اور شراب کی نہرین جاری ہونگی - انس بن مالک رضہ قسم کھاکر کہا کرتے تھے کہ جنت کی نہرون کے کنارے نہیں ہیں ہموار زمین پر وہ نہرین ہیں تاکہ جنتی لوگونکو نہر کے اندر کی چیز لینے مین کچھ دشواری نہ ہو - جنت کی نہرون کی زیادہ تفصیل سورہ محمد مین آویگی - صحیح بخاری و مسلم مین عبداللہ بن عمر رضہ سے روایتہ ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی جنت میں داخل ہوجاوین گے تو اللہ کے فرشتے انکو صحت و سلامتی سے ہمیشہ جنت مین رہنے کی خوشخبری سنادیوین گے حدیث کا یہ ٹکڑا گویا خالدین فیہا کی تفسیر ہے صحیح حدیثون میں آیا ہے کہ جب تک اللہ تعالی اپنے فضل سے جنت میں جانے کا حکم نہ دیگا فقط عملون کے سبب سے کوئی جنت کا مستحق نہیں ہوسکتا یہ حدیثین باذن ربہم کی گویا تفسیر ہیں - دنیا میں سلام علیک کا کرنا ایک سلامتی کی دعا ہی جنت مین ہمیشہ سلامتی سے رہنے کے باب مین عبداللہ بن عمر رضہ کی حدیث اوپر گزرچکی ہے اسلئے جنت کا آپس کا سلام اس ہمیشہ کی سلامتی کی مبارکباد کا ہوگا -

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ○

تونے نہ دیکھا کیسی بیان کی اللہ نے ایک مثال ایک بات ستھری جیسے ایک درخت ستھرا اس کی جڑ مضبوط ہی اور ٹہنی آسمان میں

تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ○

لاتا ہی پھل اپنا ہر وقت پر اپنے رب کے حکم سے اور بیان کرتا ہے اللہ کہاوتین لوگون کو شاید وہ سوچ کرین

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ○

اور مثال گندی بات کی جیسے درخت گندا اکھاڑ لیا اوپر سے زمین کے کچھ نہیں اسکو ٹھیراو

ان آیتون میں اللہ پاک نے مومنون اور کافرون کی ایک ایک مثال بیان فرمائی ہی کہ جیسے کوئی پاکیزہ درخت ہی کہ اسکی جڑ مضبوط ہو اور شاخین اوپر کو پھیلی ہوئی ہون اور ہمیشہ اسمین پھل لگتے ہون اسی طرح خدا کا کلمہ پاک لاآلہ الااللہ ہی کہ اسکی جڑ مومن کے دل مین مضبوطی سے جگہ پکڑے ہوئے ہوتی ہی اور اوسکے عمل شاخون کی طرح آسمان پر چڑھتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ اسکو قیامت کے دن معلوم ہوگا - اور کفر وگمراہی کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بے فیض درخت جسکی جڑ بالکل ہی مضبوط نہ ہو زمین کے اوپر ہی اوپر پھیلی ہوئی ہو اسکو کسی طرح قیام نہیں ذراسی ٹھیس میں اپنی جگہ سے اوکھڑ جاتا ہے - اسی طرح کفار کے غلط عقیدہ کی حالت ہے کہ اسکو وہ کسی مضبوط دلیل سے دنیا میں ثابت نہیں کر سکتے اسلئے عقبیٰ مین اس سے کوئی فائدہ انکو نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکی جڑ بالکل بے ثبات ہی - شجر طیبہ سے مفسرین نے کہجور کا درخت مراد لیا ہی بخاری مین حضرت ابن عمرؓ سے روایۃ ہے کہ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگون سے پوچھنے لگے کہ وہ کونسا درخت ہی جو مرد مسلمان کی طرح ہے جسکے پتے نہ جاڑے میں جھڑتے ہیں نہ گرمی مین اور اوس مین ہمیشہ پھل آتا رہتا ہے - ابن عمرؓ نے چاہا کہ مین کہدون کہ کہجور کا درخت ہی مگر وہان حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ وغیرہ بھی بیٹھے تھے اور بالکل خاموش تھے اسلئے مناسب سمجھا کہ مین بچہ ہو کر ان بزرگون کے سامنے بولون اور دخل دون جب کسی نے کچھ جواب ندیا تو حضرت نے خود فرمایا کہ وہ کہجور کا درخت ہی جب سب لوگ وہان سے اوٹھکر چلے تو ابن عمرؓ نے اپنے والد حضرت عمرؓ سے رستے میں کہا کہ واللہ میرے جی میں آئی تھی کہ کہدون کہجور کا درخت ہے حضرت عمرؓ نے کہا پھر تونے کیون نہیں کہا ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ آپ لوگون کو چپ دیکھ کر مین نے زبان کھولنی مناسب نہ جانی حضرت عمرؓ کہنے لگے اگر تو کہہ دیتا تو مین نہایت خوش ہوتا - اور شجر خبیثہ کی تفسیر مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ یہ ایک درخت ہے جسکو اندرائن کہتے ہیں اسکا پھل نہایت کڑوا زہر ہوتا ہی اور اسکی جڑ بھی زمین پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے آسانی سے اوکھڑ آتی ہے - ترمذی مین انسؓ بن مالک کی مرفوع اور موقوف روایتین ہیں ان مین بھی شجر خبیثہ کی تفسیر اندرائن کے درخت کو ٹہرایا گیا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر کی آیتون میں نیک وبد لوگون کا عقبیٰ کا حال بیان فرما کر ان آیتون مین نیکون کی مشابہت کہجور کے درخت سے اور بد لوگون کی مشابہت اندرائن کے درخت سے دی گئی ہے جس مشابہت کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح کہجور کا پھل خشک و تر

منزل ۳

ہمیشہ کام مین آتا ہے اسی طرح نیک لوگ عقبی مین ہمیشہ اپنے عقیدہ اور عمل کا پھل پاوینگے اور جس طرح اندراین کادرخت کڑوا اور بے فیض ہے یہی حال نافرمان لوگوں کے عقیدہ اور عمل کا ہے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۚ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ

مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والون کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور بچلا دیتا ہے اللہ بے انصافون کو اور کرتا ہے

بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد نسائی وغیرہ مین چند روایتوں سے جو تفسیر اور شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے اور اسکو اسکے عزیز و اقارب دفن کرکے الٹے پھرنے لگتے ہیں تو ابھی یہ لوگ اس مردہ کی قبر کے ایسے پاس ہوتے ہیں کہ انکے چلنے مین جو انکے پیرون کی کھس کھساہٹ کی آواز ہوتی ہے وہ مردہ کے کان میں جاتی ہے کہ اتنے مین منکر نکیر دو فرشتے آنکر مردہ کو اوٹھاکر بٹھلا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ رب تیرا کون ہے اور دین تیرا کیا ہے اگر یہ مردہ سچا مسلمان ہے تو ان فرشتون کی خوفناک صورت کا اثر اس مردہ کے دلپر کچھ بھی نہیں ہوتا اور اللہ تعالی کی طرف سے ایک ثابت قدمی اور جرات اس مردہ کے دلپر آجاتی ہے اور یہ شخص فوراً ان فرشتون کو جواب دیتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے اور اسلام میرا دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں وہ فرشتے کہتے ہیں انکا نبی ہونا تونے کیونکر پہچانا وہ مردہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کا کلام لائے اوسکو مینے پڑھا اور اوسپر ایمان لایا اس سے مجھکو معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالی کے رسول ہیں پھر وہ فرشتے اوس مردہ کو دوزخ دکھاکر کہتے ہیں کہ ایک ٹھکانا تیرا یہان بھی تھا لیکن اللہ تعالی نے تیرا یہان کا ٹھکانہ بدل دیا پھر اسکو اسکا وہ ٹھکانہ دکھاتے ہیں جو جنت میں اللہ تعالی نے اسکے لئے مقرر کیا ہے یہ ٹھکانہ دیکھ کر وہ مردہ بہت خوش ہوتا ہے اور اون فرشتون سے کہتا ہے خدا مجھکو دنیا میں جانا ملے تو میں اپنے عزیز و اقارب سے اس خوشحالی کا حال کہہ آؤن وہ فرشتے کہتے ہیں اب تو یہیں آرام سے سو جا یہان تک کہ قیامت آوے اور اگر یہ مردہ کافر یا منافق کا ہوتا ہے تو ان فرشتون کی خوفناک صورت دیکھکر ڈرجاتا ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے کچھ ثابت قدمی اور جرات اسکو عطا نہین ہوتی اس سبب سے ایسا شخص ہائے ہائے کرکے رہجاتا ہے اور اون فرشتون کے سوال کا جواب کچھ نہیں دیسکتا اسلئے ایسے شخص کو طرح طرح کا عذاب قبر مین ہوتا رہے گا سوائے جنات اور انسان کے اور سب چرند و پرند کو اس عذاب کا حال معلوم ہے انکو یہ عذاب نظر آتا ہے غرض ایماندار لوگون کو منکر نکیر کے جواب دینے کے وقت قبر مین ایک ثابت قدمی جو اللہ تعالی کی طرف سے عنایت ہوتی ہے جس ثابت قدمی کے سبب سے منکر نکیر کا جواب آسان ہو جاتا ہے وہ ثابت قدمی اس آیۃ کی شان نزول ہے اور اسی ثابت قدمی کا اس آیۃ میں ذکر ہے تفسیر عبدالرزاق میں عبید بن عمیر کا ایک موقوف اثر ہے کہ کافرون سے منکر نکیر کا سوال قبر میں نہین ہوتا کیونکہ وہ صریح صریح نبی اور دین اسلام کے منکر ہیں انسے اس سوال و جواب کی کیا ضرورت ہے اگرچہ یہ عبید بن عمیر اعلی درجہ کے تابعین ہیں اسوجہ سے بعضے مفسرون نے اپنی تفسیر میں انہی عبید بن عمیر کے قول کے بھروسہ پر یہ لکھ دیا ہے کہ کافرون سے منکر نکیر کا سوال نہ ہوگا لیکن اوپر

جن صحیح حدیثون کا حوالہ دیا گیا ہے اون میں کافر کے منکر نکیر کے سوال وجواب کا صاف ذکر آچکا ہے اسلئے صحیح مذہب یہی ہے
کہ کافرون سے بھی منکر نکیر کا سوال ہوگا بعضے علمانے یہ بھی لکھا ہے کہ سوال منکر نکیر کا فقط روح سے ہوگا مردہ کے جسم
کو اوس سے کچھ تعلق نہیں ہے لیکن صحیح حدیثون مین جو آیا ہے کہ فرشتے مردہ کو بٹھلاتے ہیں اور اگر مردہ منکر نکیر کے سوال
کا جواب پورا نہ دیوے تو فرشتے اسکی گردن پر گرز مارتے ہیں جس سے مردہ اس طرح چلاتا ہے کہ سوائے جن اور انسان کے
سب چرند پرند اسکے غل وشور کی آواز کو سنتے ہیں اور قبر کے بھینچنے سے پسلیان ٹوٹ جاتی ہیں اور اچھے لوگون کی روح کو
سوال وجواب کے بعد جنت مین پھرنے کی اجازت ہوجاتی ہے اور بدن خاک ہوجاتا ہے اور برے لوگون کی روح عذاب
قبر کے صدمہ سے نکل جاتی ہے اور بدن پاش پاش ہوجاتا ہے پھر بدن کا ڈھانچ تیار کیا جاتا ہے اور اس میں روح پھونکی
جاتی ہے اور عذاب جاری ہوتا ہے ان سب باتون سے صحیح مذہب یہی ہے جسکو جمہور علمائے اہل سنت ومفسرین
نے اختیار کیا ہے کہ منکر نکیر کے سوال وجواب اور عذاب قبر مین روح وجسم دونون کا تعلق ہی رہا یہ عقلی اعتراض کہ قبرون
مین تو سوائے ہڈیون کے یا خاک کے کہیں کچھ نظر نہیں آتا اس کا جواب یہ ہے کہ عالم ملکوت کی چیزون کو تو انسان کا
دیکھنا درکنار خاص جن لوگون کو اللہ تعالی نے اس طرح کی آنکھین دی ہیں وہی دیکھتے ہیں عام انسان تو دنیا کی بہت سی
چیزونکو بھی نہیں دیکھ سکتے خود اپنی روح اپنی اندرونی امراض کو نہیں دیکھ سکتے کہ کہان ہیں اور کیا ہیں غرض نگاہ کے
سامنے کی چیزون کی طرح نگاہ سے غائب چیزون پر قیاس لڑانا کوئی عقل کی بات نہیں ہے بلکہ عقل کے خلاف بات
ہے آخرت کے احوال سے عقل بے بہرہ ہے وہان کے حالات اللہ ہی جانتا ہے یا اللہ کی تعلیم سے رسول وقت نے
جو کچھ بتلایا ہے وہ حق ہی - ایماندار نیک عمل لوگونکو منکر نکیر کے سوال جواب کے وقت ایک ثابت قدمی تو اللہ تعالے
کی طرف سے ملے گی جسکا ذکر اوپر گزرا علاوہ اس ثابت قدمی کے ایک مدد ایسے لوگون کو اونکے اعمال صالحہ بھی دیوینگے
چنانچہ معتبر سند سے مسند امام احمد بن حنبل مین اسماء حضرت عائشہ کی بہن سے اور طبرانی وصحیح ابن حبان مین ابوہریرہؓ
سے روایتین ہیں جن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منکر نکیر ڈراؤنی صورت لیکر کافر اور منافق کے تو بالکل سر پر
ہی چڑھ آوینگے اور نیک عمل لوگون کے عمل نماز روزہ حج زکوۃ قبر کے چارون طرف چوکسی کرینگے اور ہر طرف سے
اون ڈراؤنی صورت کے فرشتے مردہ کے پاس نہ آسکینگے ہر مسلمان کو چاہیے کہ خالص دل سے جہان تک ہو سکے نیک
عمل بڑھانے کی پوری کوشش کرے تاکہ ایسی تنہائی اور بیکسی کے وقت ایک ایسی مضبوط اور دلاور چوکیدارون کی فوج
جو فرشتون سے بھی نہ ڈرین اسکے ساتھ ہوجاوے - معتبر سند سے ترمذی مین عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے جس مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخرت کے مقامون میں سے قبر اول مقام ہے جو شخص اس مقام میں ثابت قدم رہا
وہ باقی کے مقامون میں بھی پورا اتریگا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے منکر نکیر کا جواب ثابت قدمی سے دیدیا وہ
حساب وکتاب مین پل صراط سے گزرنے مین غرض عقبیٰ کے سب مقامون میں ثابت قدم رہیگا یہ حدیث وفی الآخرۃ

منزل ۳

کی گویا تفسیر ہے۔ اب آگے ایمان دار لوگون کے مقابلہ میں کافر اور منافقون کا ذکر فرمایا کہ جس طرح یہ لوگ علم الٰہی کے موافق زندگی مین گمراہ رہے اسی طرح اللہ تعالیٰ انکو عقبیٰ کے سب مقامون میں ثابت قدمی سے دور رکھے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے علم ازلی کے موافق جو چاہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ۝ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ

تونے نہ دیکھے جنہون نے بدلا کیا اللہ کے احسان کا ناشکری اور اتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں جو دوزخ ہے بیٹھینگے اوسمین اور برا

الْقَرَارُ۝ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ

ٹھکانا ہے اور ٹھیرائے اللہ کے مقابل کہ بہکاوین لوگون کو اللہ کی راہ سے تو کہہ برت لو پھر تم کو پھر جانا ہے طرف آگ کے

صحیح بخاری نسائی مستدرک حاکم تفسیر عبدالرزاق تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت علی کی روایتون سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ قریش پر اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا احسان کیا کہ اس قوم میں سے آنحضرت کو نبی بنایا تاکہ قریش کی دین و دنیا درست ہو جاوے دنیا میں رسول کی برکت سے غیر قومون پر فتح پاوین دین مین رسول سے راہ نجات سیکھ کر جنت کے دائمی عیش میں رہیں لیکن فتح مکہ سے پہلے قریش لوگ اللہ کی اس نعمت سے خبردار نہ ہوئے اور رسول وقت سے طرح طرح کی مخالفت کرتے رہے اور بت پرستی سے باز نہ آئے لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر کام کا وقت مقرر ہے اسلئے وقت مقررہ تک انکو مہلت دیگئی پھر آخر نتیجہ یہ ہوا کہ بدر کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے قریش کے اکثر ان بڑے بڑے سردارون کو جنہون نے اللہ کی اوس نعمت کی ناشکری کی تھی مسلمانون کے ہاتھ سے غارت کرادیا اسی باب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے نبی میہ مین سے بعضے لوگ تو وہ تھے کہ بدر اور احد میں مخالفت رسول کے سبب سے دنیا میں کتے کی موت مارے گئے اور آخرت مین فی النار ہوئے اور بعضے وہ جنہون نے اللہ کی اس نعمت کی قدر کی اسلام لائے رسول کی اطاعت کی اونھون نے دنیا میں بھی عیش کئے حکومت پائی خلافت پائی دین میں بھی عیش دائمی کا وعدہ اللہ نے انسے اور ہر سچے مسلمان سے کیا ہے اسی واسطے آگے کی آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے اسوقت کے جو دو فرض نماز اور زکوۃ تھے انکے ادا کرنیکی تاکید فرمائی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں اللہ کے وعدہ کا ظہور ہوا ہے مرتے دم تک جو اللہ کے رسول کی اطاعت میں ہے گا اور اللہ تعالیٰ نے اوسوقت تک جو چیز فرض ٹھرائی ہے اسکی ادائی میں کسی طرح کی کوتاہی نکریگا اوس سے آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ایسا ہی پورا کریگا جس طرح اسنے دنیا میں اپنا وعدہ سبکی آنکھون کے سامنے پورا کیا ہے صحیح روایتون کے حوالہ سے اوپر گزر چکا ہے کہ پہلے پہل ایک شخص عمرو بن لحی نے ملت ابراہیمی کو بگاڑ کر مکہ میں بت پرستی پھیلائی پھر اسکے بعد قریش کے سردارون میں ابوجہل وغیرہ ایسے لوگ تھے جو خود بھی عمرو بن لحی کی رسمون کے پابند تھے اور دوسرون کو بھی اسی کی رغبت دلاتے تھے مثلاً مستدرک حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیح روایۃ ایک جگہ گزر چکی ہے کہ ولید بن مغیرہ

منزل ۳

قرآن شریف کی آیتیں سنکر کچھ نرم دل ہو گیا تھا مگر ابوجہل نے پھر اسکو بہکا دیا حاصل کلام یہ ہی کہ ان آیتوں میں ایسی ہی لوگوں کو قوم کے بہکانے والے اور قوم کے تباہ کرنے والے فرمایا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایتہ گزر چکی ہے کہ قیامت کے دن ایسے لوگوں پر دوہرا عذاب ہو گا خود بہکنے کا جدا اور دوسروں کے بہکانیکا جدا اسواسطے ایسے لوگوں کو بڑے ٹھکانے کے لوگ فرمایا

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ

کہدے میرے بندوں کو جو یقین لائے ہیں قائم رکھیں نماز اور خرچ کریں ہماری دی روزی میں سے چھپے اور کھلے پہلے اس سے کہ آوے وہ دن جسمیں نہ سودا ہے نہ دوستی

بعض مفسروں نے اس آیۃ اور آیۃ الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین کو ملا کر یہ شبہ پیدا کیا ہی کہ ایک آیۃ سے تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ قیامت کے دن مطلق دوستی نہ ہو گی اور دوسری آیۃ سے معلوم ہوتا ہی کہ کچھ متقی لوگوں میں دوستی ہو گی جواب اس شبہ کا یہ ہی کہ قیامت کے حالات کئی طرح کے ہوں گے چنانچہ نامہ اعمال تقسیم ہونے اور حساب و کتاب کے ہو جانے سے پہلے تو لوگ اس طرح کے بدحواس ہونگے کہ آپسمیں میل جول اور دوستی تو درکنار ایک کو دوسرے کی طرف آنکھ اوٹھا کر دیکھنے کا موقع بھی نہ رہے گا چنانچہ بخاری مسلم نسائی ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ کی اور طبرانی میں حضرت ام سلمہؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت نے لوگوں کے ننگے قبروں سے اوٹھنے کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ نے کہا کہ بڑا افسوس ہے سب مرد ننگی عورتوں کو دیکھیں گے آنحضرت نے فرمایا اسوقت مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کے دیکھنے کا ہوش نامہ اعمال اور حساب کے خوف سے کہاں ہو گا پھر حضرت ابوسعید خدریؓ کی صحیح بخاری و مسلم کی روایۃ میں آپ نے فرمایا ہے کہ متقی لوگ جب جنت میں داخل ہونے کی اجازت حساب و کتاب سے فارغ ہو جانے کے بعد پاوینگے تو اپنے بھائی گنہگار مسلمانوں کی نجات کے لئے اللہ تعالیٰ سے ایسے جھگڑیں گے کہ وہ جھگڑا دیکھنے کے قابل ہو گا اسلئے دونوں آیتوں میں مختلف وقتوں کا حال ہی۔ حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہی کہ اے رسول اللہ کے اہل مکہ میں سے جو لوگ راہ راست پر نہیں آتے انکو تم انکی حالت پر چھوڑ دو اللہ کے علم ازلی میں جو انجام انکا ٹھہرا ہے وقت مقررہ پر وہ خود ظہور میں آجاویگا لیکن جو لوگ تمکو سچا رسول اور قرآن کو اللہ کا کلام مان چکے ہیں انکو نماز اور زکوۃ کی تاکید کر دو اور انکو یہ سمجھا دو کہ یہاں دنیا میں تو فرض اور نفل صدقہ خیرات میں تھوڑا سا مال خرچ کرنے سے ایک کے بدلہ میں سات سو تک کمانے کی تجارت کا موقع حاصل ہے جس سے نیکی کا پلڑا بھاری ہو کر آدمی کی نجات قیامت کے دن ہو سکتی ہی لیکن خاص اوس دن عذاب الٰہی سے چھٹکارہ ہو جانے کے بدلہ میں کوئی شخص تمام دنیا کا مال متاع بھی دینا چاہے گا تو چھٹکارہ نہ ہو سکے گا اور اس دن کوئی دوست بھی ایسا نظر نہیں آنے کا جو اللہ کی مرضی کے برخلاف سفارش کر کے کسی کا چھٹکارہ کرا دیوے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی کے موافق جو باتیں انسان پر فرض ٹھہرا دی ہیں خالص دل سے انکو پورے طور پر ادا کرنے کی کوشش ہر ایماندار شخص پر لازم ہے کہ قیامت کے دن یہی نجات کی صورت ہی صحیح قول حضرت عبداللہ بن عباس کا یہی ہی کہ انھوں نے ینفقوا مما رزقناھم کی تفسیر زکوۃ کے لفظ سے کی ہی اس لئے اس

منزل ۳

قول سے اون مفسرین کے مذہب کی بڑی تائید ہوتی ہے جو زکوۃ کے مکہ میں فرض ہونے کے قائل ہیں -

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ

اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان و زمین اور اتارا آسمان سے پانی پھر اوس سے نکالی روزی تمہارے میوے

رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

اور کام میں دی تمہارے کشتی کہ چلے دریا میں اوسکے حکم سے اور کام میں دیں تمہارے ندیاں اور کام میں لگائے

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ

تمہارے سورج اور چاند ایک دستور پر اور کام میں لگائے تمہارے رات اور دن اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ

اور اگر گنو احسان اللہ کے تو نہ پورے کر سکو بیشک آدمی بڑا بے انصاف ہے ناشکر

ان آیتوں میں اللہ پاک نے اپنے بندوں پر جو احسان کئے ہیں اونکا حال بیان فرمایا کہ ہم نے آسمان و زمین کو تمہارے فائدہ کے لئے بنایا اور آسمان سے مینہہ برسایا جسکی وجہ سے طرح طرح کے پھل درختوں میں لگتے ہیں اور ہزاروں قسم کے غلے پیدا ہوتے ہیں جس پر انسان کی زندگی کا دار و مدار ہے اور کشتیاں انسان کے قبضہ میں کر دیں دریا کو بس میں کر دیا تاکہ لوگ کشتیوں پر سوار ہو کر دریا کی راہ سے جہاں جی چاہے جائیں یہاں کی چیزیں وہاں اور وہاں کی یہاں لے جایا لے آیا کریں تجارت سے نفع اوٹھائیں اور اسکے علاوہ دریا سے کھیتوں اور باغوں کو سیراب کریں اوسکا پانی خود بھی پیویں اور اپنے جانوروں کو بھی پلائیں سورج چاند کو تمہارا محکوم بنا دیا رات دن گردش میں رہتے ہیں انکی روشنی سے رات دن برابر فائدہ اوٹھایا جاتا ہے سورج کی چال سے موسمی فصلیں گرمی جاڑہ برسات ہوا کرتی ہیں چاند کے دورہ سے مہینوں اور سال کا شمار ہوتا ہے رات اور دن بھی تمہارے ہی تابع ہیں دن کو اپنے کام دھندے کے لئے ادھر ادھر جایا کرتے ہو رات کے وقت تھکے ماندے آکر آرام کرتے ہو پھر ان نعمتوں کو بیان کرکے یہ فرمایا کہ بس اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تمہاری ہر ایک خواہش کو بھی پورا کیا اسلئے اگر خدا کی نعمتیں شمار کی جائیں تو گنتی میں نہیں آسکتیں اس قدر بے حد و بے حساب ہیں کہ انسان کو خود بھی نہیں معلوم کہ رات دن میں کیا کیا نعمت ملتی رہتی ہے اک ذرا سی بات ہے کہ انسان کے سانس کا آنا جانا ہی غور کیا جائے تو بہت بڑی نعمت ہے اگر سانس اندر نہ جائے تو دم گھٹنے لگتا ہے اور اندر جا کر پھر اوپر کو نہ آئے تو آدمی ہلاک ہو جائے یہ خدا ہی کا کام ہے روز خبر نہیں کتنی دفعہ سانس اندر باہر آیا جایا کرتا ہے انسان کے سونے کے وقت بھی اسکی آمد و رفت کا سلسلہ بند نہیں ہوتا اور اسی سے مردہ اور زندہ میں تمیز کیجاتی ہے غرضکہ ہر سانس میں خدا کی دو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں سانس کے اندر جانے سے زندگی کی امید بندھتی ہے اور پھر اوسی سانس کے باہر آنے جانے سے طبیعت بشاش ہو جاتی ہے اگر شکر بھی کوئی کرے

ع ۵ / ۱۷

منزل ۳

تو کتنا کریگا ایک سانس میں ایک شکر کر سکتا ہے اور اتنی دیر میں نعمتیں دو حاصل ہوتی ہیں اسلئے اسکی نعمتیں شمار سے باہر ہیں اور اسکا شکر کسی طرح بھی نہیں ادا ہو سکتا اسی واسطے اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ انسان ناشکرا ہے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر کہاں تک ادا کریگا وہ تو الٹی ناشکری کرنے لگتا ہے۔ ان آیتوں میں مشرکین مکہ کو یوں قائل کیا گیا ہے کہ جس اللہ نے انکو انکی سب ضرورت کی چیزوں کو اس طرح پر پیدا کیا کہ جس میں اسکا کوئی شریک نہیں تو پھر اسکی تعظیم اور عبادت میں یہ مشرک لوگ دوسروں کو جو شریک کرتے ہیں تو انکی ناشکری سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ناشکری نہیں ہے صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرک سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گناہ نہیں۔ یہ حدیث ان آیتوں کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب اللہ تعالی نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا تو اسکی تعظیم اور عبادت میں دوسروں کو شریک کرنا ایسا بڑا گناہ ہے کہ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گناہ نہیں انظلوم کفار۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا اپنی ہی جان پر یہ ظلم کیا کہ ایسی بڑی ناشکری کے بڑے گناہ میں قیامت کے دن پکڑے جاویں گے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۝ رَبِّ

اور جس وقت کہا ابراہیم نے اے رب کر اس شہر کو امن کا اور بچا مجکو اور میری اولاد کو اس سے کہ ہم پوجیں مورتیں اے رب

إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ ۖ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

انھوں نے بہکایا بہت لوگوں کو سو جو کوئی میری راہ پر چلا سو وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا سو تو بخشنے والا مہربان

منزل۳

یہ دعا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو انھوں نے حرم شریف کے امن اور اپنی اولاد کے لئے بتوں کی پرستش سے بچنے کو کی تھی اللہ پاک نے بطور حجت کے اسکو ذکر کیا کہ جب مکہ معظمہ کا شہر بسایا گیا اور خانہ کعبہ بنا اسوقت ابراہیمؑ نے جن کے سبب سے یہ شہر آباد ہو یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ تو شہر کو امن میں اور ویران ہونے سے محفوظ رکھیو سورہ بقرہ میں بھی یہ دعا گزر چکی ہے مگر اس میں اور اس دعا میں یہ فرق ہے کہ وہاں کی دعا کعبہ کے تیار ہونے سے پہلے کی تھی اسلئے وہاں یہ دعا کی تھی کہ اسکو آباد کرنا اور امن میں رکھنا اور یہاں تیاری کے بعد کی دعا ہے یہاں صرف امن مقصود ہے اکثر مفسر کہتے ہیں کہ یہ دعا حضرت ابراہیمؑ کی قبول ہوئی حرم کے اندر کسی کا خون نہیں ہوتا شکار تک نہیں کیا جاتا اور نہ کسی پر ظلم ہوتا ہے پرندے بھی حرم کے اندر آکر بیخوف ہو جاتے ہیں کعبہ کی امن کی دعا کے ساتھ ہی اسبات کی بھی دعا کی تھی کہ اے خدا میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچانا ان بتوں کی وجہ سے بہتیرے آدمی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور جو میری پیروی کریگا وہ تو میرے گروہ میں ہے اور جو میرے طریقہ پر نہیں ہے اوسکا تو مختار ہے تو غفور الرحیم ہے تو جیسا مناسب سمجھے اسکے حق میں ویسا کر چاہے بخش دے چاہے نہ بخش۔ جس زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ

اور اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ کے میدان میں چھوڑا تھا اسوقت اِس میدان کے گرد ولواح میں بت پرستی کا بڑا زور تھا اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اندیشہ ہوا کہ اولاد اسمٰعیل میں کہیں بت پرستی کی آفت نہ پھیل جائے اِس اندیشہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم تھا کہ انبیا شرک سے معصوم ہیں لیکن بت پرستی سے نفرت اور بیزاری کے جوش میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو بھی اِس دعا میں شریک کر لیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اِس دعا کے اثر سے اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد چند پشتون تک بت پرستی کی آفت سے محفوظ رہے پھر آخر ابراہیم علیہ السلام کے اندیشہ کا ظہور ہوا اور عمرو بن لحی کے زمانہ سے مکہ میں بت پرستی پھیل گئی جس کا قصہ ایک جگہ گزر چکا ہی۔ اِس بت پرستی کے مٹ جانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُس دعا کے اثر کا ظہور ہوا جو انھون نے اولاد اسمٰعیل میں سے نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کے لئے کی تھی جسکا ذکر سورہ بقر میں گزر چکا۔ اِس دعا کا اثر ایسا پائدار ہوا کہ مکہ تو مکہ جزیرہ عرب سے بت پرستی ایسی مٹ گئی کہ اب قیامت تک وہان اُسکے دوبارہ آنے کا خوف باقی نہ رہا چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے جابر بن عبد اللہ کی روایۃ سورہ بقر میں گزر چکی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جزیرہ عرب کی بت پرستی سے شیطان اب ناامید ہو گیا معتبر سند سے مسند امام احمد بن حضرت عبد اللہ بن عباس سے ایک اور روایۃ ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ فتح مکہ کے بعد شیطان نے اپنے شیاطینون کو جمع کیا اور اُنسے رو رو کر یہ کہا کہ بت پرستی سے تو اب ناامیدی ہو گئی اسلئے امت محمدیہ کو اور ہر طرح بہکانے کی کوشش کیجا دے۔

رَبَّنَآ إِنِّيٓ أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ ٱلْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ

اے رب مین نے بسائی ہے ایک اولاد اپنی میدان میں جہان کھیتی نہیں تیرے ادب والے گھر پاس اے رب ہمارے تا قائم رکھین نماز

فَٱجْعَلْ أَفْـِٔدَةً مِّنَ ٱلنَّاسِ تَهْوِيٓ إِلَيْهِمْ وَٱرْزُقْهُم مِّنَ ٱلثَّمَرَٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ○

سو رکھہ بعضے لوگون کے دل جھکتے انکی طرف اور روزی دے انکو میوون سے شاید وہ شکر کریں

حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول معتبر سند سے تفسیر ابن جریر میں یہ ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ کہا کہ یا اللہ دنیا کی مخلوقات میں سے کچھہ لوگون کے دل مکہ کی طرف مائل فرما دے اگر بجائے اسکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منہہ سے یہ نکل جاتا کہ یا اللہ دنیا کے لوگون کے دل مکہ کی طرف مائل فرما دے تو کسی قوم کا کوئی آدمی ایسا دنیا میں باقی نہ رہتا جسکے دل میں مکہ کا شوق پیدا نہ ہو جاتا اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے حق میں بت پرستی کے بچنے کی جو دعا کی تھی یہ دعا چند پشت کے حق میں قبول ہوئی پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کے سلسلہ میں قریش پیدا ہوئے اور ان مین بت پرستی پھیلی جس بت پرستی کی اصلاح نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ جسوقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو مکہ کے جنگل میں چھوڑا اُسوقت تک اگرچہ بیت اللہ نہیں بنا تھا اور بیت المعمور حضرت نوح علیہ السلام

کے طوفان کے وقت آسمان پر اٹھ چکا تھا لیکن الہام کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس میدان میں اللہ کا گھر بنے گا اسواسطے انھوں نے اپنی اس دعا میں یہ کہا کہ یا اللہ تیرے ادب والے گھر کے پاس کے جنگل میں اپنے اہل وعیال کو چھوڑتا ہوں اور حضرت اسحاق علیہ السلام اگرچہ اس دعا کے بہت روز کے بعد پیدا ہوئے ہیں لیکن حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے شکریہ کی دعا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی اوسکا ذکر ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اس لئے فرمادیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سب دعا کا ذکر ایک جگہ ہو جاوے اور مشرکون کے لئے مغفرت کی دعا کی ممانعت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہوئی اوس سے پہلے مشرک ماں باپ کے حق میں یہہ مغفرت کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو یوں قایل کیا ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو بنی اسمٰعیل کہتے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں بنی اسمٰعیل کے لئے یہ تمنا ظاہر کی تھی کہ مکہ کے جنگل میں شہر آباد ہو جاویگا تو یہ لوگ یہاں اللہ کی عبادت کریں گے ملۃ ابراہیمی کے موافق نماز پڑہیں گے لیکن یہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کی تمنا کے برخلاف کام کر رہے ہیں اللہ کے گھر میں انھوں نے بت رکھ چھوڑے ہیں اور تمام مکہ میں انھوں نے بت پرستی پھیلا رکھی ہے صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی اور صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی روایتیں گزر چکی ہیں کہ فتح مکہ کے وقت تین سو ساٹھ بت بیت اللہ کے اندر تھے جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑیاں مار مار کر گرایا۔ صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباسؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ ان مورتوں میں ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی مورتیں بھی تھیں جنکے ہاتھوں میں مشرکوں نے فال دیکھنے کے تیر دے رکھے تھے۔ اسکو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان مشرکون کو غارت کرے کیا انکو یہ معلوم نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے کبھی تیروں سے فال نہیں دیکھی حاصل کلام یہ ہے کہ ان حدیثوں کو آیۃ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ بنی اسمٰعیل کے لئے ابراہیم علیہ السلام نے دل میں تمنا کیا تھی اور بنی اسمٰعیل کہلا کر مشرکین مکہ نے اس تمنا کو کیا خاک میں ملایا۔ تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن جریر میں قتادہ کا قول یہی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں بیت المعمور زمین پر کعبہ کی جگہ رکھا گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے زمانے میں پھر آسمان پر اٹھ گیا زیادہ تفصیل اسکی سورہ حج میں آویگی بیت المعمور ساتوین آسمان پر فرشتوں کا کعبہ ہے جسکا ذکر تفصیل سے سورہ والطور میں آویگا۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۝

اے رب ہمارے تو تو جانتا ہے جو ہم چھپاویں اور جو کھولیں اور چھپا نہیں اللہ پر کچھ زمین میں نہ آسمان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ
شکر ہے اللہ کو جسنے بخشا مجھ کو بڑی عمر میں اسمٰعیل اور اسحٰق بے شک رب میرا سنتا ہے پکار اے رب میرے کر مجھکو قائم
الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝
رکھوں نماز اور بعضے میری اولاد کو اے رب میرے اور قبول کر میری دعا اے رب ہمارے بخش مجھکو اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان

ابراہیم علیہ السلام نے دعا کرنے کے بعد یہ بات کہی کہ اے رب تو خوب جانتا ہے کہ میری غرض اس دعا سے کیا ہے میرا مقصد یہی ہے
کہ تیری خوشنودی اور رضامندی ہو تجھپر کوئی بات ظاہر اور پوشیدہ چھپی نہیں رہتی تجھے سب باتوں کا علم ہے تجھپر زمین و آسمان
میں کی کوئی شی پوشیدہ نہیں ہے اسکے بعد خدا کا شکر کیا کہ بڑھاپے میں جبکہ اولاد ہونے کی کوئی امید نہیں ہوتی تو نے اسمٰعیل و
اسحٰق دو صاحبزادے مجھکو عطا کئے اور میری دعا کو قبول کر لیا پھر اپنے واسطے اور اولاد کے واسطے دعا کی کہ مجھکو اور میری
اولاد کو نماز پر قائم رکھنا اور اپنے لئے اور ماں باپ کے لئے اور سارے مومنوں کے لئے قیامت کے روز مغفرت ہونے کی
دعا کی بعض مفسروں نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ دعا ابراہیم علیہ السلام نے اوسوقت کی تھی جب تک یہ اپنے ماں باپ کے کفر
کے حال پر مرنے سے واقف نہ تھے مکہ کے بسنے اور بیت اللہ کے بنانے سے پہلے کی اس دعا کو ابراہیم علیہ السلام نے ربنا
انک تعلم ما نخفی وما نعلن کہہ کر مختصر کر دیا لیکن بیت اللہ کے بنانے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل کی
اس چھپی ہوئی بات کو ظاہر کیا اور بنی اسمٰعیل میں نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کی وہ دعا کی جس کا ذکر سورہ بقر میں
گزر چکا ہے اور مسند امام احمد ابن ماجہ اور بیہقی کے حوالہ سے عرباض بن ساریہؓ کی معتبر حدیث بھی گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے اگرچہ میرا نام لوح محفوظ میں خاتم النبیین لکھا
ہوا تھا لیکن انبیاء کے گروہ میں سے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے جواب میں پہلے پہل ابراہیم علیہ السلام کو آخری زمانہ
میں میرے پیدا ہونے کا حال معلوم ہوا حاصل کلام یہ ہے کہ سورہ بقر کی آیہ ربنا وابعث فیہم رسولا اور عرباض بن ساریہ
کی یہ حدیث ربنا انک تعلم ما نخفی کی گویا تفسیر ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ مکہ کے بسنے سے پہلے جب ابراہیم علیہ السلام نے
اسمٰعیل علیہ السلام کو جنگل میں چھوڑا تو انکے دل پر اس کا صدمہ تھا اور اس رنج اور صدمہ کی اودھیڑ بن میں انکے
دل میں یہ بات تھی کہ جس جنگل میں حضرت ہاجرہ اور دودھ پیتے بچے اسمٰعیل علیہ السلام کو چھوڑ رہے ہیں یہاں ایک شہر آباد
ہو جائے اور اسمٰعیل علیہ السلام یہاں خیریت سے بڑے اور صاحب اولاد ہوں اور انکی اولاد کی اولاد میں نبی آخر
الزمان پیدا ہوں تو اسمٰعیل علیہ السلام کی جدائی کا جو رنج ہے اوس کا بدلہ ہو جاوے - یوم یقوم الحساب سے قیامت کا
دن مقصود ہے کہ اوس دن ساری خلقت حساب و کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑی ہوگی - ترمذی مسند
بزار اور طبرانی کے حوالہ سے ابی برزہؓ اور معاذ بن جبلؓ کی معتبر روایتیں ایک جگہ گزر چکی ہیں کہ چار باتوں کی جوابدہی کے
لئے ہر شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑیگا (۱) تمام عمر کن کاموں میں گزاری (۲) جوانی میں

منزل ۳

کیا کیا (۳) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہاں خرچ کیا (۴) دین کی کوئی بات سیکھی تو اسپر کیا عمل کیا۔ یہ حدیثیں یوم یقوم الحساب کی گویا تفسیر ہیں جنسے معلوم ہو جاتا ہی کہ قیامت کے دن حساب کیونکر ہو گا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۵

اور مت خیال کر کہ اللہ بے خبر ہے اُن کاموں سے جو کرتے ہیں بے انصاف

شریعت میں ظلم کا لفظ شرک اور کبیرہ گناہ دونوں معنوں میں بولا جاتا ہی چنانچہ صحیح بخاری صحیح مسلم مسند امام احمد ترمذی اور نسائی میں جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہی کہ جب سورہ انعام کی آیۃ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم نازل ہوئی تو صحابہ کرام کو بڑا اندیشہ ہوا اور صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت ہم میں ایسا کون شخص ہی جو اپنے نفس پر ظلم نہیں کرتا اور طرح طرح کے گناہ نہیں کرتا آپ نے فرمایا اس آیۃ میں ظلم کے معنے شرک کے ہیں لیکن صحابہ نے ظلم کے معنے گناہ کے جو سمجھے تھے اُسکی ایک طرح سے آپ نے تائید فرمائی کہ سورہ لقمان کی آیۃ ان الشرک لظلم عظیم پڑھ کر صحابہ کو سنائی جس سے معلوم ہوا کہ شرک بڑا ظلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان کے کھانے پینے اور سب ضروریات کی چیزوں کو پیدا کیا اور انسان ظالم یہ ظلم کرتا ہی کہ بغیر کسی استحقاق کے غیروں کو اللہ کی عبادت میں شریک کیا کرتا ہی۔ عبادت نام ہی نہایت درجہ کی تعظیم کا پھر جسنے انسان کی ہر طرح کی ضرورت رفع کی اسکو چھوڑ کر دوسروں کی نہایت درجہ کی تعظیم کا کرنا اس سے بڑھکر کونسا ظلم دنیا میں ہو سکتا ہی اسطرح اپنے پیدا کرنے والے کے خلاف مرضی کوئی کام کرنا یہ بھی ظلم تو ہے مگر پہلے ظلم سے چھوٹا ہی اسواسطے شریعت میں یہ حکم رکھا گیا ہی کہ شرک بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا اور اگر بغیر توبہ کے ایسا کوئی شخص مرجاوے جو مشرک تو نہ ہو لیکن کبیرہ گناہوں کا گنہ گار ہو تو ایسے شخص کے گناہوں کے معافی کی امید شریعت میں اللہ کی ذات سے رکھی گئی ہی غرض اوپر کی صحیح حدیثوں کو ان آیتوں کی تفسیر قرار دینے سے حاصل معنے ان آیتوں کے یہ ہیں کہ مشرکوں کے شرک اور گنہ گاروں کے گناہ کی سزا فوراً دنیا میں جو اللہ تعالیٰ نہیں دیتا اسکا سبب یہ نہیں ہی کہ اللہ تعالیٰ اُنکے کاموں سے بے خبر ہے بلکہ اس کا سبب یہ ہی کہ سزا کا ایک دن اللہ نے ٹھہرا رکھا ہی اُسدن جو ہونا ہی وہ ہو جاویگا اسلئے اوس دن کے آنے سے پہلے اے رسول اللہ کے ان لوگوں کو اوس دن سے ڈراؤ کہ اوس دن غافل لوگ دنیا کی فرصت اور فراغت کے وقت کو بہت یاد کرینگے اور وہ یاد کرنا اُنکے کچھ کام نہ آویگا جو شرک یا گنہ گاری کے سبب سے حق اللہ میں قصور ڈالکر اپنے نفس پر ظلم کرتے اور اس ظلم کے سبب سے اپنے آپکو عذاب الٰہی کا سزاوار ٹھہراتے ہیں یہ تو اونکا حال ہوا اب بعضے وہ لوگ ہیں جو شرک سے بچنے اور نماز روزہ کے ادا کرنے میں حق اللہ کے تو پابند ہیں مگر مخلوق الٰہی کو طرح طرح کی ایذا دیتے ہیں یہ حق العباد کا ظلم کہلاتا ہی اسطرح کے ظلم کی سزا کا ذکر جو صحیح حدیثوں میں ہی اُسکے پڑھنے سے بڑا افسوس ہوتا ہی کہ اس طرح کے ظالم لوگ تمام عمر عقبیٰ کے لئے نیکیاں کمائیں گے اور پھر عقبیٰ میں خالی ہاتھ رہجاوینگے۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضہ سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ رضہ سے پوچھا کہ مفلس کس شخص کو کہتے ہیں صحابہ نے

منزل ۳

عرض کیا کہ حضرت ہم لوگ تو مفلس اوس شخص کو کہتے ہیں جسکے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو آپ نے فرمایا اصل مفلس وہ شخص ہی کہ جسکے نامۂ اعمال میں قیامت کے دن نماز روزہ سب کچھ ہوگا لیکن اوس شخص نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر بہتان لگایا ہوگا کسی کو جان سے مارا ہوگا کسی کا مال دبالیا ہوگا اسلیئے اوسکی نیکیونکا ثواب مظلوموں کو مل جاوے گا اور نیکیوں کا ثواب کم رہے گا تو مظلوم لوگوں کی بدیاں اسکے ذمہ پڑجاوین گی اور شخص خالی ہاتھ دوزخ مین جاپڑے گا۔

اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ

انکو چھوڑ رکھنا ہی اسدن پر جسدن میں اوپر لگ جاوینگی آنکھیں دوڑتے ہونگے اوپر اٹھاکے اپنے سر پھرتی نہیں انکی طرف انکی آنکھ اور دل انکے اڑ گئے ہیں

اللہ پاک نے اس آیہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی کہ تم یہ گمان نہ کرو کہ خدا ظالموں کے عمل سے غافل ہی بلکہ اللہ نے انکو اس دن کے واسطے مہلت دے رکھی ہی جب قیامت کے دن آسمان کے دروازے کھولکر فرشتے اترنے لگین گے اور لوگوں پر عذاب کرین گے اسوقت انکی آنکھیں اودھرہی کو لگ جاوین گی اور جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو قبروں سے نکل نکل کر جلدی جلدی میدان محشر کی طرف بھاگنے لگین گے اور نظر نیچی نکرین گے اور نہ پلک جھپکائیں گے انکی دل کی حالت خوف و دہشت کی وجہ سے اسوقت ایسی ہوگی جیسے کوئی چیز اڑی جاتی ہی مطلب یہ ہی کہ دہشت کے سبب سے دل بے ٹھکانے ہوجاویگا۔ معتبر سند سے مسند امام احمد اور اوسط طبرانی میں انس بن مالک رضی سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگرچہ موت انسان کے لئے ایک سخت چیز ہے لیکن موت کے بعد جو باتین پیش آنے والی ہیں وہ موت سے زیادہ سخت ہیں۔ صحیح ابن حبان مسند ابی یعلی اور طبرانی کبیر میں عبداللہ بن مسعود رضی کی صحیح روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کی گرمی سورج کی گرمی اور پسینہ کی تکلیف محشر کے میدان میں ایسی ہوگی کہ اسکے سبب سے لوگ گھبراکے یہ کہوین گے کہ اس سے تو ہم دوزخ میں بھیجدیئے جاوین تو اچھا ہی یہ حدیثین اور اس قسم کی اور صحیح حدیثیں آیۃ کے ساتھ ملائی جاوین تو حشر کے دن لوگوں کی آنکھوں کا حیرت سے کھلی کی کھلی رہ جانا اور انکے دلوں کا بے ٹھکانے ہوجانا اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہی۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ

اور ڈراوے لوگوںکو اوس دن سے کہ آویگا ان کو عذاب تب کہیں گے بے انصاف اے رب ہمارے فرصت دے ہمکو تھوڑی

دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝ وَّسَكَنْتُمْ

مدت کہ ہم مانیں تیرا بلانا اور ساتھ ہوں رسولوں کے تم آگے قسم نہ کھاتے تھے کہ تمکو نہیں کسی طرح ٹلنا اور بسے تھے تم

فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝ وَقَدْ

بستیوں میں انہیں کے جنہوں نے ظلم کیا اپنی جان پر اور کھل چکا تم کو کہ کیسا کیا ہم نے انپر اور بتائیں ہم نے تمکو کہاوتیں اور

مہنزل ٣

وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۚ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝

اور بنا چکے ہیں اپنا داؤں اور اللہ کے آگے ہے اُن کا داؤ اور نہ ہوگا اُنکا داؤ کہ ٹل جاویں اُس سے پہاڑ

اس آیۃ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہی کہ تم لوگو نکو یہ ڈر سنا دو کہ قیامت میں جب عذاب ہوگا اُسوقت یہ لوگ جنہون نے ظلم کیا ہی اور راہ حق پر نہیں آئے یہ کہیں گے کہ اے خدا اک ذرا ہمیں مہلت دیدے تو ہم تیرے حکم کو قبول کرلین اور رسول پر ایمان لے آئین اسکے جواب میں اللہ پاک اُنسے کہے گا کہ کیا تم نے دنیا میں قسم کھا کر یہ بات نہیں کہی تھی کہ آخرت کوئی چیز نہیں ہی مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا کیسا ہمیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہونچے گا کوئی جزا سزا نہیں ہی اور کیا تم ایسی سرزمین میں نہیں رہتے تھے جہاں تم سے پہلے منکرین حشر گزر چکے تھے اور انہیں بالتفصیل اُنکا انجام کیا ہوا کس طرح اُنپر عذاب بھیجے اور کیسی بے بسی کی حالت میں اُنکو ہلاک کیا اور تم لوگو نکو مثالیں دیدیکر سمجھایا گیا مگر تم لوگون نے کچھ غور و فکر نہ کیا اور نہ عبرت حاصل کی اور اُن لوگون نے بہتیرے مکر کیے کہ کسی طرح حق بات ضعیف ہوجائے اور وہ مکر اُنکے اگرچہ ایسے تھے کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے اوکھڑ جاتا مگر خدا اپنے دین کا حامی رہا اور کچھ اُنکی پیش نہ چلی معتبر سند سے صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں انس رضؓ بن مالک اور عبداللہ رضؓ بن مسعودؓ سے دو روایتیں ہیں جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ کے بعد جس شخص کے دلمیں شرمندگی آئی اُس شخص کی توبہ ہی ان حدیثون کو آیتون کے ساتھ ملانے سے دنیا اور عقبیٰ کی حالت میں جو فرق ہی وہ اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہی کہ دنیا مین فقط دلکی ندامت توبہ ہی اور عقبیٰ مین نافرمان لوگ دلکی ندامت کا زبان سے بھی اقرار کرکے دنیا میں دوبارہ آنے اور فرمانبردار بنکر عمر گزارنے کی خواہش کرینگے تو وہ خواہش منظور نہ ہوگی اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ قیامت کے دن سے ان لوگون کو دنیا ہی میں جو کچھ ڈرانا ہی ڈرادیا جاوے ورنہ قیامت کے دن کوئی ڈر کوئی ندامت کار آمد نہیں ہی سورہ النحل مین آویگا کہ مشرکین مکہ قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ نہ ہون گے اُسی کو فرمایا تم لوگ تو اسبات پر قسمیں کھاتے تھے کہ دنیا کی زندگی کی حالت ٹل کر اسکو کوئی دوسری حالت بدلنے والی نہیں پھر ایسا دوبارہ زندہ ہونے کو تم سے ٹالا جاوے تو ٹالدو ملک شام کے سفر میں مشرکین مکہ کا گزر پہلی امتون کی اجڑی ہوئی بستیون پر ہوا کرتا تھا اسی کو فرمایا کہ اُن بستیونکا حال دیکھ کر تم لوگون نے عبرت کیون نہیں حاصل کی اور مثال کے طور پر اُن پہلی امتونکا حال قرآن مین سمجھایا گیا تو اسکو تم نے اس کان سے سنکر اُس کان سے کیون اوڑا دیا نافرمان لوگون کے مکر و فریب بھی تھے مثلاً جیسے فرعون نے جادوگرون کا مقابلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کرایا جسکا ذکر قرآن شریف میں کئی جگہ ہی یا مثلاً جیسے مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کرڈالنے کا قصد کیا جسکا ذکر سورہ انفال میں گزر چکا ہی

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

سو مت خیال کر کہ اللہ خلاف کریگا اپنا وعدہ اپنے رسولوں سے بیشک اللہ زبردست ہی بدلہ لینے والا

منزل ۳

اللہ پاک نے اس آیت میں اپنے رسول برحق کو خطاب کر کے مسلمانوں کو یہ سمجھایا ہی کہ یہ گمان نکرو کہ اللہ نے جو تم سے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری مدد کروں گا اور کفار پر تمہیں غلبہ دونگا دین حق کو پھیلادوں گا تو وہ اسکو پورا نہیں کریگا کیونکہ خدا کسی سے جھوٹا وعدہ نہیں کرتا ہی پھر وہ اپنے رسول سے کیونکر جھوٹا وعدہ کریگا غرضکہ اللہ نے مسلمانوں کی یہ تسکین و تسلی کی ہی کہ تم اطمینان رکھو جو تم سے وعدہ کیا ہی وہ پورا کروں گا اور ان کافروں کے ساتھ بھی نہایت انصاف سے فیصلہ کرونگا کیونکہ خدا سب پر غالب ہی اس سے بڑھ کر کوئی بدلہ لینے والا نہیں ہی۔ حاصل کلام یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اس رکوع میں دو جگہ ولاتحسبن اللہ جو فرمایا ہی اس سے اون مسلمانوں کی تسکین مقصود ہی جو مشرکوں کے ستانے سے گھبرا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت اور مشرکون کے حق میں بددعا کرنے کی آپ سے خواہش کرتے تھے چنانچہ صحیح بخاری میں جناب ابن الارت کی حدیث ہی جس میں وہ کہتے ہیں کہ جب انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کے ستانے کی شکایت اور مشرکون کے حق میں بددعا کرنے کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ اسلام کی مدد کے وعدہ کو ضرور پورا کریگا۔ مشرک لوگ جس قدر تم لوگ مسلمانوں کو ستاتے ہیں یہ تو کچھ بھی نہیں ہی تم سے پہلے نیک لوگوں کو مخالفوں کے ہاتھ سے اس سے بھی زیادہ تکلیفیں پہونچی ہیں یہان تک کہ بعضے نیک لوگ پہلے زمانے میں آروں سے چیرے گئے ہیں غرض ولاتحسبن اللہ کی یہ صحیح حدیث گویا تفسیر ہے جس سے رسول مقبول کو اس خطاب سے یاد فرمانے اور مخاطب ٹھہرانے کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوموسے اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہی نافرمان لوگوں کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہی تو بالکل ہلاک کر دیتا ہی یہ حدیث ان اللہ عزیز ذوانتقام کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا اسنے مکہ کے نافرمان سرکشوں کو مہلت دی اور پھر بدر کی لڑائی کے وقت جب پکڑا تو اون سرکشوں کی ساری سرکشی خاک میں مل گئی چنانچہ اسکی تفصیل انس بن مالک کی صحیح روایتوں کے حوالہ سے اوپر گزر چکی ہی۔ اسکے بعد اپنی مدد سے مکہ کو فتح کرادیا جس سے باقی کے اہل مکہ اسلام کے مددگار بنگئے۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

جس دن بدلی جاوے اس زمین سے اور زمین اور آسمان اور لوگ نکل کھڑے ہوں سامنے اللہ اکیلے زبردست کے

بعضے مفسروں نے اس میں اختلاف کیا ہی کہ قیامت کے دن زمین و آسمان کی کچھ حالت بدل جاوے گی مثلاً زمین کے پہاڑ ٹیلے سب برابر کئے جاکر ایک چورس میدان کردیا جاویگا اور آسمان کے چاند سورج تارے نکال دئے جاویں گے یا اصل میں زمین و آسمان بدل جاویں گے۔ رفع اس اختلاف کا یہ ہی کہ خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اختلاف کو رفع فرمایا ہی۔ چنانچہ مسلم ترمذی ابن ماجہ مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی کی جو حدیث ہی اس کا حاصل یہ ہی کہ حضرت عائشہ نے آنحضرت سے اس آیت کو پڑھ کر پوچھا کہ جب زمین بدل جاویگی تو اسوقت سب آدمی کہاں جاویں گے آپ نے فرمایا سب آدمی اس وقت پل صراط پر ہوں گے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت نے آیۃ کا یہی مطلب

قرار دیا ہے کہ اصل زمین بدل جاویگی ورنہ اب حضرت عائشہ کو یہ جواب دیتے کہ زمین کے پہاڑ ٹیلے بدل جاوینگے اور آدمی جس طرح دنیا کے بسنے کے زمانہ میں زمین کے چوڑیں ٹکڑے پر بستے رہتے تھے ویسے ہی قیامت کے دن رہوینگے غرض آیت کے مطلب کو خود صاحب وحی نے حل کردیا ہے جو علما اس بات کے قائل ہیں کہ زمین کی فقط حالت بدل جاویگی۔ خود زمین نہیں بدلی جاوے گی وہ علما اپنے قول کی تائید میں مستدرک حاکم کی عبد اللہ بن عمر بن العاص اور جابر بن عبد اللہ کی وہ روایتیں پیش کرتے ہیں جن میں یہ ہے کہ قیامت کے دن زمین کے ٹیلے اور پہاڑوں کو چوڑیں کردیا جاویگا اول تو یہ روایتیں صحیح مسلم کی روایت کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتیں دوسرے ان روایتوں کے صحابہ کے نام میں نیچے کے راویوں کا اختلاف ہے کوئی کسی صحابی کا نام لیتا ہے اور کوئی کسی دوسرے کا وبرزوا للہ الواحد القہار اسکا مطلب یہ ہے کہ جس دن آسمان و زمین بدلے جاوینگے اس دن یہ مشرک لوگ شرک کی جوابدہی کے لئے اس اللہ کے روبرو کھڑے ہوں گے جو اکیلا وحدہ لاشریک ہے اور اس جوابدہی میں جب یہ لوگ لاجواب ہو جاوینگے تو قہاری کی صفت کے موافق ان لوگوں کے حق میں وہ سزا تجویز کی جاویگی جسکا ذکر آگے کی آیۃ میں ہے صحیح مسلم کے حوالے سے ابو ہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قہاری کی صفت کی تفصیل لوگوں کو معلوم ہوجاوے تو کسی شخص کے دل میں جنت کی خواہش باقی نہ رہے اور اگر اسکی رحمت کی تفصیل لوگوں کو معلوم ہوجاوے تو اسکی رحمت سے کوئی شخص ناامید نہ ہو یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی قہاری اور رحیمی دونوں صفتوں کی گویا تفسیر ہے۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ○ سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشَى

اور دیکھے تو گنہگار اسدن جوڑے ہوئے زنجیروں میں کرتے انکے ہیں گندھک کے اور ڈھانکے لیتی ہے

وُجُوهَهُمُ النَّارُ ○ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ○

انکے منہ کو آگ تا بدلا دے اللہ ہر جی کو اس کی کمائی کا بیشک اللہ شتاب لینے والا ہے حساب

ان آیتوں میں یہ ارشاد ہے کہ جب قیامت کے دن یہ آسمان و زمین نہ ہونگے اور کل مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑی کی جاوے گی تو جن لوگوں نے دنیا میں فساد مچا رکھا تھا خود بھی راہ حق سے علیحدہ رہے اور اوروں کو بھی علیحدہ رکھا تھا یہ ہم طوق اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے آوینگے انکا کرتہ گندھک کے تیل کا ہوگا جس میں ذرا سی آگ لگنے سے بھڑک اٹھتی ہے اور بجھائے نہ بجھے گی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے قطران کی یہ تفسیر کی ہے کہ انکے کرتے پگھلے ہوئے تانبے کے ہوں گے خدا ہر شخص کو اسکے عمل کا بدلہ دیگا جس کا عمل اچھا ہوگا تو اپنی رحمت میں شامل کریگا اگر عمل برے ہوں گے تو ویسا بدلہ دیگا اور خدا حساب کتاب لینے میں کچھ بھی دیر نہ لگائیگا جھٹ پٹ فارغ ہوجائے گا مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں ابو مالک اشعری کی ایک حدیث ہے کہ حضرت نے فرمایا میری امت میں چار باتیں جاہلیت کی باقی ہیں لوگ اسکو چھوڑتے نہیں ہیں حسب نسب کا فخر کرتے ہیں تاروں کی گردش سے مینہ طلب کرتے ہیں مردے پر نوحہ کرتے ہیں فرمایا نوحہ کرنے والی کو ایک کرتہ گندھک کے تیل کا یا پگھلے ہوئے تانبے کا پہنایا جاویگا۔ اصل میں قطران ایک تیل ہے جو کھجلی والے اونٹوں کی کھال پر لگایا جاتا ہے۔

جس سے کھال جل جاتی ہے اور اونٹ کی کھال میں زخم پڑ جاتا ہے اس تیل میں یہ خاصیت بھی ہے کہ آگ میں ڈالنے سے اس کی آنچ بہت تیز ہوتی ہے۔ گندھک کے تیل میں بھی یہ باتیں پائی جاتی ہیں اسلئے بعضے مفسروں نے قطران کے معنے گندھک کے تیل کے لکھے ہیں شاہ صاحب نے ترجمے میں یہی قول لیا ہے سلف میں سے جن علماء نے قطر آن کے معنے پگھلے ہوئے تانبے کے کیے ہیں اونھوں نے قطر کو الگ لفظ قرار دیا ہے اور آن کو الگ کیونکہ قطر پگھلے ہوئے تانبے کو کہتے ہیں اور آن نہایت گرم کھولتی ہوئی چیز کو حاصل کلام یہ ہے کہ دوزخ کی آگ کا اثر اور تیزی بڑھانے کے لئے یہ چیزیں لباس کی طرح دوزخیوں کے جسم پر ملی جاویں گے۔ شرک کے کلمے زبان سے نکلتے ہیں اور دل میں شرک کا اعتقاد ہوتا ہے اسواسطے یہاں منہ کے جلنے کا اور دیل الکل میں دل کے جلنے کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔ اذا السماء انشقت میں آویگا کہ جن لوگوں کے اعمال نامے سیدھے ہاتھ میں دئے جا دینگے اون کا حساب تو سرسری طور پر آسانی سے یوں ہو جاویگا کہ بعضوں کے گناہ معاف ہو جاویں گے اور بعضوں کے گناہ نیکیوں سے بدل جاویں گے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں عبد اللہ بن عمرؓ سے اور صحیح مسلم میں ابوذرؓ سے جو روایتیں ہیں اون میں اسکا ذکر تفصیل سے ہے اس صورت میں کرید اور جانچ سے اونہیں لوگوں کا حساب ہوگا جو علم الٰہی کے موافق عذاب کے قابل ٹھہریں گے اور اسی واسطے انکے نامہ اعمال الٹے ہاتھ میں دئے جاویں گے لیکن ان لوگوں کے سب کام اللہ کی نظر میں ہیں سب غیب کا حال اسی کو معلوم ہے اسلئے یہ کرید اور جانچ بھی جلدی طے ہو جاوے گی اس جانچ کے وقت جو لوگ نامہ اعمال کو جھٹلا دیں گے اون کے ہاتھ پیروں سے گناہوں کی گواہی دلوائی جا کر انکا حساب طے ہو جاویگا۔ چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت اس باب میں گذر چکی ہے حاصل یہ ہے کہ یہ حدیثیں اور اس قسم کی اور صحیح حدیثیں ان اللہ سریع الحساب کی گویا تفسیر ہیں۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِیَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝

یہ خبر کر دی ہے لوگوں کو اور تا چونک رہیں اس سے اور تا جانیں کہ معبود وہے ایک ہی اور تا سوچ کریں عقل والے

اس آیت میں اللہ پاک نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ یہ قرآن جو تم پر نازل کیا گیا ہے یہ ایک نصیحت ہے تاکہ لوگ خدا سے ڈریں اور جو نصیحت اس میں ہے اوس سے معلوم کرلیں کہ سوائے اس ایک خدا کے دوسرا کوئی معبود نہیں ہے اور نہ اسکا کوئی شریک ہے اسلئے کہ جو لوگ صاحب فہم ہیں عقل رکھتے ہیں انکو اس میں غور و فکر کرنا چاہیئے اور نصیحت حاصل کرنی چاہیئے۔ ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوس کی معتبر روایت ایک جگہ گذر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو مرنے سے پہلے مرنے کے بعد کا کچھ عقبیٰ کا سامان کر لیوے اور عقل سے عاجز وہ شخص ہے جو عقبیٰ سے غافل ہو کر عقبیٰ کی بہبودی کی تمنا دل میں رکھے یہ حدیث ولیذکر اولوا الالباب کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ علم الٰہی کے موافق جن لوگوں کو قرآن کے نصیحت کے سمجھنے کی عقل دیگئی ہے وہی قرآن کی نصیحت پر عمل کر کے اپنی عقبیٰ کو درست اور مرنے سے پہلے مرنے کے بعد کا کچھ سامان کرتے ہیں اور جو لوگ عقبیٰ کے منکر یا عقبیٰ سے غافل ہیں وہ یا تو قرآن کی نصیحت کو سنتے ہی نہیں یا ایک کان سے سنکر دوسرے کان سے اوڑا دیتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَسِتَّةُ رُكُوْعَاتٍ

یہ سورۃ کل مفسروں کے نزدیک مکی ہی حجر ایک صحرا ہی مدینہ اور شام کے بیچ میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الۤرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ

یہ آئتیں ہیں کتاب کی اور کھلے قرآن کی

الرٰ حروف مقطعات میں سے ہی جسکا ذکر سورہ بقرمیں ہوچکا ہی کہ اسکے معنے سوائے خدا کے کسی کو نہیں معلوم اور جس طرح تمام سورتوں میں جو حروف مقطعات سے شروع ہوئی ہیں قرآن کی عظمت بیان فرمائی ہی اسی طرح اس سورۃ میں بھی حروف مقطعات کے بعد فرمایا کہ یہ سورۃ قرآن مجید کی آیتوں میں سے تھوڑی سی آیتیں ہیں اور پھر قرآن کی صفت بیان فرمائی کہ اس سے حق بات ناحق بات سے صاف طور پر واضح ہوجاتی ہی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور معجزوں کے علاوہ مجھکو قرآن شریف ہی کا ایک ایسا معجزہ دیا گیا ہی جسکے سبب سے مجھے امید ہی کہ قیامت کے دن میری امت کے نیک لوگونکی تعداد اور امتوں کے نیک لوگونکی تعداد سے زیادہ ہوگی۔ یہ حدیث وقرآن مبین کی گویا تفسیر ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ قرآن شریف کی آیتوں میں ایسی صاف صاف نصیحتیں ہیں جنسے قیامت تک بہت لوگوں کو ہدایت ہوگی اگرچہ بعضے سلف نے کتاب کی تفسیر توراۃ اور انجیل کو ٹھرایا ہی مگر توراۃ اور انجیل کا اوپر کہیں ذکر نہیں ہی اسلیے صحیح قول یہی ہی کہ کتاب اور قرآن دونوں لفظوں سے مقصود قرآن ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یہ آئتیں ایسی صاحب عظمت کتاب کی ہیں جسکا نام قرآن ہی۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ

کسی وقت آرزو کریں گے جو منکر ہیں کسی طرح ہوتے مسلمان

طبرانی میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہی کہ آنحضرت نے فرمایا بعضے کلمہ گو مسلمان گناہ گار جسوقت دوزخ میں جاوینگے تو کافر انپر طعن کرینگے کہ تمہاری مسلمانی تمہارے کچھ کام نہ آئی آخر تم بھی ہمارے ساتھ عذاب میں ہو تب اللہ تعالیٰ ان کافروں کے یہ طعن سنکر جھٹ اون مسلمان کلمہ گو لوگوں کو دوزخ سے نکالنے کا حکم دیویگا اوسوقت کافر لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش کے ہم بھی کلمہ گو ہوتے۔ یہ ذکر فرماکر آپنے یہ آیۃ پڑھی جس سے معلوم ہوا کہ اصل شان نزول اس آیۃ کی یہی ہی سوائے اسکے علمائے متقدمین و متاخرین نے اور شان نزول جو اس آیۃ کی بیان کی ہی مثلاً کافروں کا موت کے وقت عذاب کے فرشتوں کو دیکھ کر اسلام کی تمنا کا ظاہر کرنا اس سے اون علما کا مقصد یہ ہی کہ اس حالت پر بھی آیۃ کا مطلب صادق آتا ہی ورنہ اصل شان نزول وہی ہی جسکی صراحت اس حدیث میں آچکی ہی یہ بات اوپر بیان ہوچکی ہی کہ صحابہ اور تابعین میں یہ ایک طریقہ جاری

منزل ۳

الحجر

تھا کہ جس معاملہ پر آیۃ کا مطلب صادق آتا تھا خواہ وہ معاملہ آیۃ کے پہلے کا ہو یا بعد کا وہ لوگ اوس معاملہ کو بھی آیۃ کی شان نزول قرار دیا کرتے تھے اگرچہ طبرانی کی سند میں ایک راوی خالد بن نافع کو بعضے علما نے ضعیف ٹھہرایا ہے لیکن ذہبی نے اسکو ناقابل اعتراض قرار دیا ہے علاوہ اسکے یہ حدیث طبرانی میں انس رضی بن مالک کی روایۃ سے بھی ہے جسکی سند میں خالد بن نافع نہیں ہے اسلئے ایک روایۃ کو دوسری روایۃ سے تقویت ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اوسط طبرانی میں صحیح سند سے ایک روایۃ جابر رضی بن عبد اللہ کی بھی اس مضمون کی ہے حاصل یہ ہے کہ خالد بن نافع کے ضعیف ہونے کے سبب سے اس شان نزول کی روایۃ کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا بعث ونشور بیہقی میں ایک قصہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز حضرت عبد اللہ بن عباس اور انس بن مالک میں اس آیۃ کی شان نزول کی بابتہ بڑی بحث ہو کر آیۃ کی یہی شان نزول صحیح قرار پائی جسکا ذکر ابو موسٰے اشعری کی روایۃ سے اوپر گزرا۔

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ

چھوڑ دے انکو کھالیں اور برت لیں اور امید پر بھولے رہیں کہ آگے معلوم کریں گے

اس سے اوپر کی آیۃ میں یہ ذکر تھا کہ قیامت کے دن کفار بعضے مسلمان گنہگاروں کو دوزخ سے نکلتے ہوئے دیکھ کر یہ کہیں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو اسوقت یہاں سے نکال لئے جاتے اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہتے اب اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا کہ ان کافروں کو انکے حال پر چھوڑ دو اور انکے پیچھے نہ پڑو کہ خواہی نخواہی یہ ایمان ہی لائیں اور اچھے عمل کریں بت پرستی چھوڑ دیں دین حق کو قبول کریں یہ کبھی راہ راست پر نہیں آئیں گے انسے کہدو کہ دنیا میں جتنا جی چاہے کھا پی لو اور عیش و آرام کر لو اور ہمیشہ جینے کی امید پر بیٹھے رہو آگے جو ہوگا وہ سب تمہیں معلوم ہو جائے گا یہی تو یہی گمان کرتے رہو کہ ہماری عمر بہت بڑی ہے ہم ابھی کیا مرنے والے ہیں اس آیۃ میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ دنیا کی لذتوں میں پڑے رہنا اور طول طویل امید پر بیٹھے رہنا ایماندار شخص کے لئے زیبا نہیں ہے۔ حضرت علیؓ بن طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تم لوگوں پر دو باتوں کا خوف کرتا ہوں طول امل اور خواہش نفس۔ طول امل آخرت کو بھلا دیتی ہے کیونکہ جو شخص کسی طویل امید پر بیٹھا ہوگا اسکے دل میں کبھی یہ بات نہ گزریگی کہ ہم جلد مر جاویں گے اور جب مرنے کا خیال نہ آئیگا تو وہ آخرت کی یاد کو بھول جائیگا۔ اور خواہش نفس حق سے روک دیتی ہے بھلے برے کی تمیز جاتی رہتی ہے۔ صحیح بخاری ترمذی نسائی ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں عبد اللہ رضی بن مسعود اور انس رضی بن مالک سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ایک چھوٹی اور دوسری بڑی لکیر کھینچ کر فرمایا کہ چھوٹی لکیر آدمی کی عمر کی ہے اور بڑی لکیر اسکی بڑی بڑی دنیا کی امیدیں ہیں ایک دن اسکی عمر ختم ہو جاوے گی اور یہ بڑی بڑی امیدیں یونہی ناتمام رہ جاوینگی اس صحیح حدیث سے حضرت علیؓ کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے اور حدیث کو حضرت علیؓ کے قول کے ساتھ ملا کر ویلہہم الامل کی تفسیر کی جا سکتی ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے انس رضی بن مالک کی حدیث ایک جگہ گزرچکی ہے کہ بڑے بڑے مالدار دوزخیوں

منزل ۳

سے دوزخ کے پہلے ہی جھونکے کے بعد فرشتے پوچھیں گے کہ دنیا کے جس عیش و آرام نے تم کو عقبیٰ سے غافل رکھا اس عذاب کے آگے وہ عیش و آرام تم کو کچھ یاد ہے وہ لوگ قسم کھا کر کہویں گے کہ نہیں۔ حدیث کا یہ ٹکڑا فسوف یعلمون کی گویا تفسیر ہے۔

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝

اور کوئی بستی ہم نے نہیں کھپائی مگر اوسکا لکھا تھا مقرر نہ شتابی کرے کوئی فرقہ اپنے وعدے سے اور نہ دیر کرے

اس آیہ میں اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ کوئی گانوں بغیر حجت تمام کئے ہوئے ہلاک نہیں کیا گیا اور جب تک اسکا مقرر وقت نہ آچکا عذاب نہیں نازل کیا گیا جب کسی قوم کا وقت مقرر آجاتا ہے تو پھر نہ اس سے گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے اجل کے معنے وقت مقرر کے ہیں اس سے زیادہ اسکی تفصیل سورہ انعام گذر چکی ہے۔ اس آیہ میں اہل مکہ کو جو کافر اور مشرک تھے خوف دلایا گیا ہے کہ تم جس کفر اور شرک پر جمے بیٹھے ہو ایک روز یہ کفر اور شرک جڑ سے اوکھڑ جاویگا وقت مقرر کے آنے کی دیر ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ دنیا میں ہونے والا تھا اللہ تعالیٰ نے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے یہ حدیث کتاب معلوم کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انتظام میں دنیا کے ہر کام کا وقت دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے لکھا جا چکا ہے اس واسطے ہر کام اپنے وقت مقررہ پر ہوتا ہے۔ مشرکین مکہ عذاب کی جلدی جو کرتے ہیں پہلی امتوں کی طرح انکے حق میں بھی عذاب کا وقت مقررہ جب آجاویگا تو انکو اس جلدی پر پچھتانا پڑیگا۔ صحیح سند سے تفسیر ابن ابی حاتم میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ عذاب کی جلدی کرنے والے مشرکین مکہ میں کے سرکش ابوجہل وغیرہ جب بدر کی لڑائی میں مارے گئے تو مرنے کے بعد اپنی حالت پر انکو پچھتانا پڑا مگر بے وقت کا پچھتانا کچھ انکے کام نہ آیا وقت مقررہ پر ان سرکشوں کے مارے جانے کے قصہ کو اور فتح مکہ کے قصہ کو بھی آیہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ بدر کی لڑائی کا قصہ پہلے گزر چکا ہے۔ فتح مکہ کے وقت ان مشرکوں کی کم روزی جس حد تک پہونچی اسکا ذکر بھی ایک جگہ گزر چکا ہے کہ اللہ کے رسول نے ان کے جھوٹے معبودوں کو لکڑیاں مار مار کر زمین پر گرا دیا۔

وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝

اور لوگ کہتے ہیں اے شخص کہ تجھ پر اتری ہے نصیحت تو مقرر دیوانہ ہے

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو قرآن شریف کی آیتیں پڑھ کر سنائیں اور قریش سے یہ کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو قریش نے یہ دو باتیں کہیں جن کا ان آیتوں میں ذکر ہے ایک تو یہ کہ اللہ کے رسول کو انھوں نے دیوانہ بتلایا دوسری بات یہ کہی جسکا ذکر آگے ہے کہ اگر تم اللہ کے رسول ہو تو تمہارے کلام کی تصدیق کو آسمان سے فرشتے ہمارے آنکھوں کے سامنے کیوں نہیں آتے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر اپنے رسول کو تسلی دی اور قریش کی پہلی بات کا جواب یہ دیا کہ اے رسول اللہ ان لوگوں کے دیوانہ کہنے سے تم کو کچھ رنج و الم میں نہ پڑنا چاہیے یہ کچھ نئی بات نہیں ہے تم سے پہلے جو اللہ کے رسول آئے

منزل ۳

اُنسے بھی مخالف لوگ اسیطرح ٹھٹھا کیتے رہے ہیں دوسری بات کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہاں اور سورہ انعام میں جو دیا ہو اسکا حاصل یہ ہو کہ فرشتوں کی اصلی صورت تو ان منکروں کو موت کے وقت یا عذاب آلہی کیوقت نظر آویگی اب بیچ میں اگر فرشتوں کو انسانی صورت میں انکے پاس بھیجدیا جاوے تو ان منکروں کو شک یہی ہوگا کہ یہ انسان اللہ کا رسول کیونکر ہوا پھر فرمایا یہ لوگ تو ایسے ہٹھیلے ہو گئے ہیں کہ دن دہاڑے آسمان پر چڑھکر سب فرشتوں کو بھی اگر یہ دیکھ لیویں تو بھی اسکو بھی جادو بتلاویں گے ترمذی اور مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے معتبر روایت ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جبکہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے سب مخلوق کو پیدا کیا تو ایک نور ہدایت بھی پیدا کیا تھا اور جو شخص علم آلہی میں بد ٹھہر چکا تھا وہ اُس نور کے حصہ سے محروم رہا اُس ہدایت اور گمراہی کا اثر دنیا کے لوگوں میں پایا جاتا ہو ان آیتوں میں آگے یہ جو فرمایا کہ جن گنہگاروں کے دل میں اللہ کی طرف سے اللہ کے رسولوں کا انکار بس گیا ہی اس طرح کے لوگ اللہ کے کلام اور اللہ کے رسول پر ہرگز ایمان نہ لاویں گے اوپر کی حدیث کے مضمون کے موافق اور فطرت اسلامی کی صحیح بخاری و مسلم کی ابو ہریرہؓ کی صحیح حدیث کے مضمون کے موافق اسکا مطلب یہ ہی کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو فطرت اسلام پر پیدا کرتا ہی لیکن مرتے دم تک اس فطرت اسلامی پر قائم وہی رہے گا جو علم ازلی میں نیک قرار پا چکا ہی اور نور ہدایت ازلی کا حصہ جسکو ملا ہے قریش میں سے جو لوگ اُس گروہ میں سے نہیں ہیں اُنکے دل میں حق بات کا انکار جم گیا ہو وہ مرتے دم تک اس طرح کبھی اللہ کے رسول کو دیوانہ بتلاویں گے کبھی اللہ کے رسول کی صداقت کے لئے آسمان سے فرشتوں کے اُترنے کی خواہش کریں گے۔ سورۃ الاعراف میں گزر چکا ہی کہ قوم نوح نے نوح علیہ السلام کو انا نراک فی ضلال مبین اور قوم عاد نے ہود علیہ السلام کو انا نراک فی سفاہۃ کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر قوم کے مشرک لوگ اللہ کے رسولوں کو اسی طرح کم عقل دیوانہ بتلاتے رہے ہیں۔

لَوْمَا تَأْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا

کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس فرشتے اگر تو سچا ہے ہم نہیں اتارتے فرشتے مگر کام ٹھیرا کر اور اسوقت نہ ملیگی

اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ○ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○

اون کو ڈھیل ہم نے آپ اتاری ہے نصیحت اور ہم آپ اسکے نگہبان ہیں

اس سے پہلے ذکر تھا کہ مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ تمپر قرآن وغیرہ کچھ نہیں اترا ہے سب جھوٹ ہی اور تم دیوانے ہو گئے ہو جو یہ دعویٰ رسالت کا کرتے ہو اور اپنے ساتھ ہم لوگوں کو بھی باپ دادا کے پرانے مذہب بت پرستی سے چھوڑا کر ایک خدا کی عبادت کو کہتے ہو اگر سچ مچ تم سچے ہو اور خدا نے تمہیں رسول بنا کر لوگوں کی ہدایت کو بھیجا ہے تو خدا تو تمہاری ہر ایک بات کو فوراً مان لیگا جو کہوگے وہ سنے گا تم اوس سے کہو کہ آسمان سے فرشتہ کو بھیجدے وہ یہاں آکر ہم لوگوں سے تمہارا سب جھوٹ سچ کہدے فرشتے کے کہنے سے ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ ہاں تم خدا کے رسول ہو اور ہدایت کو بھیجے گئے ہو اور جس کتاب کو تم قرآن کہتے ہو اسکی بھی تحقیق ہو جائے گی کہ یہ خدا کا کلام ہی جو تمپر اترا کرتا ہی اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں مشرکوں کی اون باتوں کا جواب اس طرح دیا کہ فرشتے اس کام کے لئے نہیں ہیں فرشتے کام ٹھہرا کر

منزل ۳

آسمان سے بھیجے جاتے ہیں مجاہدؔ نے بالحق کی یہ تفسیر کی ہی کہ خدا فرشتوں کو اُسوقت بھیجتا ہی جب اپنے رسول پر وحی نازل کرتاہے
اور ایک اُسوقت فرشتے کو بھیجتا ہی جب کسی قوم پر عذاب بھیجنا چاہتاہے یا انسان کی موت لیکر فرشتے کو بھیجتا ہی پھر جب انپر
عذاب آئے گا تو ایک ذرا بھی مہلت نہیں ملے گی پھر فرمایا کہ اپنا کلام یہ قرآن مجید اپنے رسول پر ہم اوتارتے ہیں ہم ہی اُسکی حفاظت
کرنے ہیں یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت اپنے ہاتھ میں لی ہی کبھی اس میں ردوبدل نہ
ہوگا جس طرح پہلی کتابوں توریت وانجیل میں ردوبدل ہوگیا۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث
گزرچکی ہی کہ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہی نافرمان لوگوں کو مہلت دیتا ہی اور پھر جب پکڑ لیتا ہی تو اُنکو بالکل غارت کردیتاہے
یہ حدیث وما کانوا اذا منظرین کی گویا تفسیر ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ اس آیۃ کے نازل ہونے تک مہلت کا زمانہ تھا اسلئے اس آیۃ
میں اتناہی فرمادیا تھا کہ اللہ کے فرشتے آسمان سے اوتریں گے تو ان سرکشوں پر ایسا عذاب آجاویگا جس سے انکو بچنا دشوار
ہی اللہ سچا ہی اللہ کا وعدہ سچا ہی بدر کی لڑائی میں مہلت کا وقت ختم ہوگیا تھا اسواسطے فرشتے آسمان سے اوترے اور
بڑے بڑے سرکشوں کو ہلاک کرڈالا چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہؓ بن عباس سے روایۃ ہی کہ بدر کی لڑائی میں بعضے بعضے مشرک
خودبخود مرکر زمین پر گر پڑے اور ایسی آواز آئی جیسے کسی نے انکو کوڑا مار کر مار ڈالا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا ذکر
آیا تو آپنے فرمایا تیسرے آسمان کے فرشتے جو مدد کے لئے آئے تھے اونہوں نے ان مشرکوں کو مار ڈالا بیہقی وغیرہ میں جو
روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہی کہ بدر کی لڑائی میں فرشتوں نے جن مشرکوں کو ہلاک کیا اون مشرکوں کی لاشوں پر آگ سے جل
جانے کے نشان تھے کیونکہ فرشتوں نے انکو دوزخ کی آگ کے کوڑوں سے مارا تھا بدر کی لڑائی کا باقی قصہ ایک جگہ گزرچکا ہی
اس تفسیر کے مقدمہ میں صحیح بخاری مسلم ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی حدیث گزرچکی ہی کہ قرآن شریف
کے نزول کے زمانہ میں آسمان تک جنات کا جانا بند ہوگیا تھا تاکہ جنات چوری سے قرآن شریف کے لفظ سنکر کاہنوں سے نہ
بیان کرسکیں اور قرآن شریف کے لفظوں کی حفاظت جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے اُس میں کچھ خلل نہ ڈال سکیں۔ یہ باتیں بھی صحیح
حوالوں سے گزرچکی ہیں کہ بیس برس کے عرصہ میں قرآن شریف نازل ہوا ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک جس قدر
حصہ قرآن شریف کا نازل ہوتا تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسکا دور کیا کرتے تھے۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے سال میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دو دفعہ دور کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں
متفرق طور پر جو قرآن لکھا ہوا تھا آپ کی وفات کے بعد صحابہ نے بڑی احتیاط سے اُسکو ایک جا کیا اسکے بعد ہمیشہ سے ہر سال
سینکڑوں ہزاروں حافظ قرآن ہوتے چلے آتے ہیں کوئی کاتب زیر زبر کی غلطی بھی قرآن شریف کے لکھنے میں کردیتا ہی تو حافظوں کی
زبانی سے وہ غلطی صحیح ہوجاتی ہی یہ سب قصے وانا لہ لحافظون کی گویا تفسیر ہیں جنکا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کے
موافق قرآن شریف کے نازل ہونے کے زمانہ سے قیامت تک قرآن شریف کی حفاظت کا ایسا انتظام کردیا ہی جس سے قرآن
شریف میں کسی طرح کا ردوبدل ممکن نہیں اور یہ انتظام اس بات کو پورے طور پر جتلاتا ہی کہ قرآن شریف اللہ کا کلام ہے اور

منزل ۳

اور جنپر یہ اللہ کا کلام اترا وہ اللہ کے سچے رسول ہیں +

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۰ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۰ كَذٰلِكَ

اور ہم بھیج چکے ہیں رسول تجھ سے پہلے کئی فرقوں میں اگلے اور نہیں آتا اُن پاس کوئی رسول مگر کرتے رہے ہیں اُس سے ہنسی اسی طرح

نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۰ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۰

پیٹھلاتے ہیں ہم اُسکو دل میں گنہگاروں کے یقین نہ لاوینگے اسپر اور ہو آئی ہے رسم پہلوں کی

ان آیتوں میں اللہ پاک نے اپنے رسول کو یہ تسلی دی کہ کفار اور مشرکین جو تمہارے ساتھ ٹھٹھے کرتے ہیں اور تمہیں چھیڑتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہو تم سے پہلے جو رسول گزرے ہیں اُنکے ساتھ بھی اُنکی قوم نے یہی معاملہ کیا ہو تم اُنکی دل لگی سے بیدل نہو اور جس طرح ان رسولوں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو اُنکے مسخرا پن کرنے سے ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم وحی کا بھیجنا اور قرآن کا اُتارنا بند کردیں گے یہ لوگ جس بات پر جمے ہوئے ہیں جسنے دو ہم اُنکے بہکے ہوئے خیال کو اور بھی پختہ کر دیتے ہیں کہ تمہارا اور قرآن پاک پر یہ لوگ ایمان نہ لائیں اور اس ایمان نہ لانے کا جو نتیجہ پہلی قوموں کا ہوا وہ ان لوگوں کو معلوم ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ بھی اونہیں لوگوں کی طرح قہر آلہی میں آجائیں اور ہلاک کر دئے جائیں اور دنیا سے بالکل اُنکی بنیاد ہی اُکھیڑ دیجائے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہو جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں اپنے علم ازلی کے موافق یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کریں گے اور کتنے آدمی دوزخ میں جانے کے قابل۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہو جس کا حاصل یہ ہو کہ پہلے صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لیکر اس آخر زمانہ تک جو گنہ گار لوگ اللہ کے رسولوں سے مسخرا پن کرتے چلے آئے ہیں اسکا سبب یہی ہو کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے علم آلہی کے موافق ان لوگوں کی یہی حالت لوح محفوظ میں لکھی گئی ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے اگرچہ عام طور پر سب لوگوں کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے کتابیں نازل کیں لیکن راہ راست پر وہی لوگ آوینگے جنکی قسمت میں راہ راست آنا لکھا گیا ہے یہ ازلی بدقسمت لوگ کسی طرح راہ راست پر نہ آوینگے ازلی بدقسمتی کے سبب سے دوزخ میں جانے کے قابل کام ان کے خیال اُنکے دل میں آوینگے اور جمینگے اور مرتے دم تک یہ لوگ کام بھی ویسے ہی کرینگے اور آخر انکا انجام بھی وہی ہوگا جو ان سے پہلے کے نافرمان لوگوں کا ہوا کہ دنیا میں طرح طرح کے عذابوں سے وہ لوگ ہلاک کر دئے گئے اور عقبیٰ کے عذاب میں بھی گرفتار ہوئے اللہ سچا ہو اللہ کا کلام سچا ہو صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی حدیث گزر چکی ہے کہ بدر کی لڑائی میں مشرکین مکہ کے سرکش لوگوں کو اللہ کے فرشتوں نے دوزخ کی آگ کے کوڑے مار کر مار ڈالا اور صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی یہ روایتیں بھی گزر چکی ہیں کہ مرتے ہی یہ لوگ عقبیٰ کے عذاب میں گرفتار ہو گئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو سچا پایا۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝ لَقَالُوٓا إِنَّمَا سُكِّرَتْ

اور اگر کھولدین ہم اونپر دروازے آسمان سے اور سارے دن اُس مین چڑھتے رہیں یہی کہیں کہ ہماری نگاہ ہی

أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ۝

بند کی گئی ہے نہیں ہم لوگو نپر جادو ہوا ہے

اس آیۃ میں اللہ پاک اون کفار اور مشرکین کے انتہا درجے کی گمراہی کو بیان فرماتا ہے کہ یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے معجزہ تو کیا چیز ہے اگر آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھولدیا جائے اور اپنی آنکھوں سے یہ لوگ وہاں کے عجائبات کو آسمان پر چڑھکر دیکھ لیں جب بھی تو کفر سے باز نہیں آئیں گے بلکہ اون عجائبات کو دیکھکر یہ کہنے لگیں گے کہ ہماری نظر بندی کی گئی ہی آنکھیں اپنی اصلی حالت پر نہیں ہیں ہمپر جادو کر دیا گیا ہی جو ایسے ایسے تماشے ہمکو نظر آرہے ہیں جب انکے کفر و سرکشی کی یہ حالت ہی تو کوئی قدرتی نشانی انکے ایمان لانے کو کارآمد نہیں ہوسکتی فرشتے آسمان سے آئین یا یہ خود آسمان پر چڑھ جادین یا پہاڑ کو سونا بنا دیا جائے چٹیل میدان کو گلزار کر دیا جائے کچھ بھی مفید مطلب نہ ہوگا یہی جواب ور اسی قسم کی بیہودہ باتین یہ کرتے رہیں گے صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیاطین رہتا ہے فرشتہ نیک کامون کی رغبت دلاتا رہتا ہے۔ اور شیاطین برے کاموں کی سورۃ الزخرف میں آویگا کہ جو لوگ یاد الٰہی سے آنکھ چراتے ہیں اونپر شیاطین کا تسلط زیادہ ہو جاتا ہے۔ اسلئے وہ شیاطین ایسے لوگون کے دل میں برے کاموں کی ہمیشہ وسوسے ڈالتے رہتے ہیں اور اللہ کے فرشتے کی نصیحت کو آدمی کے دل میں جمنے نہیں دیتے اس حدیث اور سورۃ الزخرف میں جو آیتین آدیں گی انکو ان آیتون کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ اگرچہ یہ مشرک کہتے ہیں کہ آسمان سے کوئی فرشتہ آن کر اللہ کے رسول کے سچا ہونے کی گواہی دیدے گا تو یہ لوگ اللہ کے رسول کو سچا مان لیوین گے لیکن اللہ تعالیٰ کو انکا خوب حال معلوم ہی کہ اللہ کے رسول کے سچا ہونے کی گواہی دینے کو فرشتے آسمان سے آدین یا خود یہ لوگ آسمان پر چڑھکر فرشتوں کی گواہی کا حال آسمان پر سے سن آدین اس سب کو یہ لوگ نظر بندی اور جادو تبلا دین گے کیونکہ یاد الٰہی سے غافل اور بتوں کی یاد میں لگے رہنے سے انکے دلونپر شیاطین کا ایسا تسلط ہو گیا ہے کہ کسی نیک کام کا خیال ان کے دل میں جم نہیں سکتا فرشتے کا اصلی صورت میں دیکھنا تو انسان کی طاقت سے باہر ہے اسلئے کوئی فرشتہ آسمان سے آدیگا تو وہ بھی اس طرح اللہ کے رسول کے سچا ہونے کا خیال انکے دل میں پیدا کریگا جس طرح اب بھی اس خیال کے پیدا کرنے کے لئے ان میں سے ہر ایک شخص کے ساتھ ایک فرشتہ تعینات ہے پھر شیاطینوں کے وسوسے کے آگے یہ لوگ اُس فرشتے کی بات کو کیا سنتے ہیں جو نئے فرشتے کی بات کو سن لیوین گے ۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوجًا وَّزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ۝ وَحَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ

اور ہم نے بنائے ہیں آسمان میں برج اور رونق دی اُسکو دیکھنون کے آگے اور بچا رکھا ہم نے اُسکو ہر شیطان

ربع

منزل ۳

رَّجِيْمٍ ۝ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۝

مردود سے مگر جو چوری سے سن گیا سو اسکے پیچھے پڑا انگارا چمکتا

ان آیتوں میں اللہ پاک اپنی قدرت کا حال بیان فرماتا ہے کہ اس آسمان کو ہمنے کیسی حکمت اور ترکیب سے بنایا اسمیں بڑے بڑے تاروں کے محل برجوں کی طرح کے بنائے ہیں اور چاند سورج ستاروں سے آسمان کو زینت دی ہے۔ آسمان میں بارہ برج ہیں ہر برج میں تیس تیس درجے جسمیں آفتاب ہر روز سیر کرتا ہے ہر درجہ کو ایک ایک روز میں تمام کرتا ہے اور اس حساب سے تین سو ساٹھ دن میں یعنے ایک سال میں آسمان کا پورا دورا ختم کر لیتا ہے جسکی وجہ سے جاڑا گرمی برسات کی فصلیں ہوتی ہیں اور ان فصلوں سے دنیا میں عجیب عجیب تغیر ہوتے رہتے ہیں اور طرح طرح کے نفع حاصل ہوتے ہیں جس دورہ کو سورج برس دن میں پورا کرتا ہے چاند اوس کو اٹھائیس دن میں پورا کرتا ہے اور جس طرح سورج کا دورہ فصلوں کے لئے ہے اسی طرح چاند کا دورہ مہینوں اور برس کے حساب کے لئے ہے چنانچہ اسکا ذکر سورہ یونس میں گزر چکا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ چاند سورج ستارے بروج ایسی کھلی کھلی دلیلیں ہیں جن سے ہر ذی ہوش خدا کی وحدانیت اور اوسکے قادر مطلق ہونے پر دلیل پکڑ سکتا ہے۔ اسکے بعد یہ فرمایا کہ آسمان کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ شیاطین یہاں اکر فرشتوں کی باتیں سن جاویں اور دنیا میں جا کر نئے نئے شعبدے اوٹھاویں کیونکہ جب وہ یہاں کا قصد کرتے ہیں تو فرشتے آگ کے انگارے لئے کھڑے رہتے ہیں اور پھینک مارتے ہیں یہ جل بھن کر راکھ ہو جاتے ہیں ابو ہریرہؓ کی صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کوئی حکم فرماتا ہے تو فرشتے تعظیم کے طور پر اپنے پر مارتے ہیں جس سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے لوہے کی زنجیر پتھر پر رگڑی اور گھسیٹی جاوے جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو آپس میں پوچھتے ہیں کہ ہمارے رب نے کیا ارشاد کیا پاس والے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ جو کچھ اوس پاک اور برتر نے فرمایا بالکل ٹھیک اور برحق فرمایا وہ بڑا بزرگ ہے اور شیاطین بھی وہاں لگے رہتے ہیں ایک کے کاندھے پر ایک ایک پر ایک چڑھ کر آسمان تک پہونچتے ہیں اور وہاں کان لگائے فرشتوں کی یہ باتیں سنا کرتے ہیں اور سب سے اوپر کا شیطان اگر کوئی بات فرشتوں کی باتوں میں سے سن لیتا ہے تو اپنے نیچے کے شیطان سے کہدیتا ہے پھر وہ اس سے نیچے والے کو یہاں تک کہ وہ اس بات کو کاہنوں سے آنکر بیان کرتے ہیں اور کاہن ایک سچ میں سو جھوٹ ملا کر ظاہر کرتا ہے اسی واسطے کاہنوں کی بعض بعض باتیں سچ ہو جایا کرتی ہیں بہرحال جس وقت یہ شیطان کان لگاتا ہے تو فرشتے اوپر سے انگارے پھینک مارتے ہیں جس سے یہ شیطان جھلس جاتا ہے اور جلدی سے اس بات کو اپنے ساتھی سے کہنا چاہتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جلنے سے پہلے ہی کہہ چکتا ہے اور کبھی کہنے سے پہلے مر چکتا ہے۔ اس مضمون کی حدیث صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے بھی ہے۔ شیاطین آسمان پر کی سنی ہوئی باتیں جن لوگوں سے آنکر کہتے تھے یہ لوگ کاہن کہلاتے تھے۔ یہ کاہن لوگ شیاطینوں کی نذر نیاز کرتے رہتے تھے اسلئے شیاطین اپنا مرتبہ ان کاہنوں کی نظر میں

منزل ۳

بڑھانے کے لئے آسمان کی خبریں سنکر ان کاہنوں سے آکر کہا کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث میں اسی واسطے کاہنوں کو شیاطینوں کے دوست فرمایا ہے صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ بعضے صحابہ نے کاہنوں کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا یہ لوگ جو باتیں کہتے ہیں وہ اعتبار کے قابل نہیں ہوتیں اسپر کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت کوئی کوئی بات تو ان کاہنوں کی سچی ہوتی ہے آپ نے فرمایا انگارے برسنے سے پہلے کبھی جو بات حقیقت میں شیاطین آسمان پر سے سن آتے ہیں فقط وہ سچی نکل آتی ہے ورنہ کاہنوں اور انکے شیاطینوں کی سب باتیں جھوٹی اور گھڑی ہوئی ہوتی ہیں صحیح مسلم میں معاویۃ بن الحکم سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاہنوں کے پاس جاکر انہوں نے ان سے پوچھنے کو منع فرمایا ہے۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝

اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور ڈالے اوسپر بوجھ اور اگائی اوس میں ہر چیز اندازے کی

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۝

اور بنا دیں تم کو اس میں روزیاں اور جنکو تم نہیں روزی دیتے

آسمان چاند سورج تاروں کے پیدا کرنے کا حال بیان کر کے زمین کے پیدا کرنے کا ذکر کیا کہ ہمنے زمین کو مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک پانی پر بچھا دیا ہے اور اسپر جابجا پہاڑوں کے بوجھ رکھدیئے ہیں اور خوب اچھی طرح مضبوط کر دیا ہے جس طرح کیلیں ٹھونک کر تخت وغیرہ مضبوط بنائے جاتے ہیں اور زمین میں سے طرح طرح کی اشیا پھل میوے ترکاریاں غلے روئی اور اسی طرح پہاڑوں میں سے چاندی سونے لوہے وغیرہ کی کانیں غرض ہر چیز نہایت موزونیت سے پیدا کی اور اوس میں تمہاری روزی رکھی ہے تم بھی کھاتے پیتے ہو اور اپنے بال بچوں کو بھی کھلاتے پلاتے ہو اپنے جانوروں کو بھی چراتے ہو اور جس مخلوق کو تم جانتے بھی نہیں کہ کہاں ہیں اور کیا ہیں انکی بھی روزی خدا نے اسی زمین میں رکھی ہے یہ اسی خدا کا کام ہے کہ وہ اپنے ہر ایک مخلوق کو روزی پہنچاتا ہے تمہاری کچھ حقیقت نہیں ہے جو یہ سمجھو کہ ہم خود روزی حاصل کر کے کھاتے پیتے ہیں اور اپنے اہل وعیال لونڈی غلاموں اور سواری کے جانوروں کو بھی ہم دیتے ہیں تو کھاتے ہیں اگر ہم نہیں دینگے تو بھوکے مریں گے یہ گمان تمہارا محض غلط ہے سب کی روزی خدا کے ہاتھ میں ہے نہ ہی تم سے دلواتا ہے نہیں تو تم کیا دیسکتے ہو۔ سورہ النحل میں آویگا کہ جب زمین پانی پر بچھائی گئی تو ہلتی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے زمین کے خوب جم جانے کے لئے اوس میں پہاڑ ٹھونکے صحیح بخاری کے حوالہ سے سعید بن زیدؓ کے قصہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بالشت بھر زمین بھی کسی کی ناحق طور پر دبا لیویگا تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کے اوسی قدر ٹکڑے کا ایک طوق بنایا جاکر اوس شخص کے گلے میں ڈالا جاویگا معتبر سند سے مسند امام احمد اور ترمذی میں ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمین سے دوسری زمین تک

منزل ۳

پانسو برس کے راستے کا فاصلہ ہے سورہ نحل کی آیت والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم اور اوپر کی حدیثوں کو ان آیتوں کے
ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ اوپر تلے سات زمینیں پانی پر لمبائی میں بچھائی گئی ہیں ایک زمین سے دوسری زمین پانسو
برس کے راستے پر ہے اس سے اہل ہیئت کے اوس قول کا ضعیف ہونا نکلتا ہے کہ ایک زمین سے دوسری زمین تک
کچھ فاصلہ نہیں ہے اور بعضے متکلمین نے یہ جو لکھا ہے کہ زمین ایک ہے سات نہیں ہیں یہ قول بھی سعید بن زید کی حدیث
کے مخالف پڑتا ہے معایش معیشت کی جمع ہے کھانے پینے پہننے کی وہ سب چیزیں معیشت کہلاتی ہیں جن پر آدمی کی زندگی
کا مدار ہے مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں معتبر سند سے حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے
سے آدمی کا رزق بڑھتا ہے صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں ثوبانؓ کی معتبر حدیث ہے کہ کثرت گناہوں کے سبب سے
آدمی کا رزق گھٹ جاتا ہے ان حدیثوں کو آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ جس طرح
آدمی کی معیشت کی چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اسی طرح اون کے گھٹنے اور بڑھنے کے اسباب بھی دنیا میں پیدا کئے ہیں۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ
اور ہر چیز کے ہم پاس خزانے ہیں اور اوتارتے ہیں ہم ٹھیرے ہوئے اندازے پر اور چلادیں ہم نے بادیں رس بھری پھر اتارا ہم نے
السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۝
آسمان سے پانی پھر تم کو وہ پلایا اور تم نہیں رکھتے اسکا خزانہ اور ہم ہی ہیں جلاتے اور مارتے اور ہم ہی ہیں پیچھے رہتے

ان آیتوں میں اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ جتنی چیزیں دنیا میں ہیں خواہ کسی قسم کی ہوں اون سب کا خزانہ اللہ کے پاس ہے
جب جتنی ضرورت ہوتی ہے اوس میں سے ضرورت کے موافق دنیا میں اوتاری جاتی ہیں۔ اکثر مفسرین خزائن کے
معنے مینہ کا خزانہ بیان کرتے ہیں اور بقدر معلوم کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ ایک جگہ کم بارش ہوتی ہے اور دوسری جگہ
زیادہ یا ایک جگہ بالکل بارش نہیں ہوتی اور دوسری جگہ خوب ہوتی ہے اور بارش کے ایک ایک قطرے کے ساتھ فرشتے
مقرر ہوتے ہیں جو اوس قطرے کو وہیں گرنے دیتے ہیں جہاں حکم ہوتا ہے اور یہ بات یاد رکھتے ہیں کہ اس قطرے
سے کیا کیا پیداوار ہوئی۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ ہوا کو حکم دیتا ہے وہ چلنے لگتی ہے اور بادلوں کو ادھر سے ادھر لیجاتی
ہے اور جس طرح دودھ والے جانوروں کا دودھ دوہا جاتا ہے اسی طرح بادلوں میں سے مینہ برسنے لگتا ہے جس سے ندی
نالے تالاب بھر جایا کرتے ہیں اور لوگ پھر اوسکو کام میں لاتے ہیں آپ بھی پیتے ہیں اپنے جانوروں کو بھی پلاتے ہیں اور کھیتوں
اور باغوں کو سیراب کرتے ہیں کسی میں یہ قدرت نہیں ہے جو پانی کو جمع کرکے رکھ چھوڑے یہ اوسی کی ادنیٰ قدرت اور
بندوں پر مہربانی ہے کہ ہر جگہ خزانے پانی کے مہیا رکھتا ہے اگر وہ چاہے تو فوراً پانی خشک ہو جائے۔ سورہ حم السجدہ
میں آدیگا وبارک فیہا وقدر فیہا اقواتہا جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے کھانے پینے کی چیزیں اس طرح
برکت دیکر زمین میں رکھی ہیں کہ ایک اناج کے دانہ سے سینکڑوں دانے اور ایک گٹھلی سے ہر طرح کے بہت سے

پھل ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ معتبر سند سے تفسیر ابن جریر میں عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ مینہہ برسانے سے پہلے ہوا کو حکم دیتا ہے وہ آسمان کے دریا میں سے پانی لیکر بادلوں میں پہونچاتی ہے اور پھر بادلوں میں سے پانی برستا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ آسمان و زمین میں اللہ کی قدرت سے ہر چیز کا ہمیشہ کے لئے جو یہ ذخیرہ ہے اسکو فرمایا کہ جتنی چیزیں دنیا میں ہیں اون سب کا خزانہ اللہ کے پاس ہے اکثر سلف نے مینہہ کو جو اللہ تعالیٰ کا خزانہ تبلایا ہے اوسکا یہ مطلب ہے کہ زمین میں اللہ کی قدرت سے ہر چیز کی پیداوار کے جو خزانے ہیں اونکا ظہور مینہہ کے سبب سے ہوتا ہے ایک سال مینہہ نہو تو اناج میوہ اور ترکاریوں کی پیداوار میں کمی پڑ جاتی ہے اسلئے اصل سب چیزوں کا خزانہ گویا مینہہ ہے ورنہ آسمان و زمین دونوں میں اللہ کے خزانے موجود ہیں چنانچہ سورہ انعام میں گزر چکا ہے کہ سب غیب کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں سوا اوسکے اور کسی کو اون کنجیوں کا حال معلوم نہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے اوسکے خزانوں میں سے بہتے ہوئے پانی کی طرح ہر چیز خرچ ہو رہی ہے مگر اوسکے خزانوں میں کچھ بھی کمی نہیں ہوئی۔ صحیح مسلم میں ابوذرؓ کی روایت سے حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمام دنیا کے جنات اور انسان ایک جگہہ اکھٹے ہو کر اپنا اپنا مطلب چاہیں اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کے مطلب کو پورا کرے تو اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے آگے یہ اتنا خرچ ہے جیسے دریا میں سے کوئی ایک سوئی ڈبو کر نکال لے۔ ان حدیثوں سے اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی کثرت اور اونکے بے انتہا ہونے کی تفسیر اچھی طرح سمجھہ میں آسکتی ہے۔ پھر فرمایا یہ سب انتظام دنیا کے قیام تک ہے آخر جسنے دنیا کو پیدا کیا ہے اوسی کے حکم سے ساری دنیا فنا ہو جاویگی اور دنیا کی چیزوں پر سے لوگوں کا عارضی قبضہ اوٹھکر سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے قبضے میں چلی جاوینگی۔ یہاں مختصر طور پر وانا لنحن نحی ونمیت ونحن الوارثون فرمایا سورہ مریم میں آویگا انا نحن نرث الارض ومن علیہا والینا یرجعون۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے فنا ہو جانے اور دنیا کی چیزوں پر سے لوگوں کا عارضی قبضہ اوٹھہ جانے کے بعد اون چیزوں کے برتنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہو کر یہ حساب دینا پڑیگا کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو ان لوگوں نے کیونکر برتا۔ ترمذی مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے ابوبرزہؓ اور معاذ بن جبل کی صحیح روایتیں ایک جگہ گزر چکی ہیں کہ قیامت کے دن چار چیزوں کے حساب کے لئے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑیگا (۱) تمام عمر کن کاموں میں صرف کی (۲) جوانی میں کیا کیا (۳) دنیا میں مال کیونکر کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا (۴) دین کا کوئی مسئلہ سیکھا تو اوسپر کیا عمل کیا۔ سورہ مریم کی آیۃ اور اس حدیث سے ونحن الوارثون کا مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے۔ کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اختیاری کی چیزوں پر جس طرح کسی کا عارضی قبضہ نہ تھا دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد وہی حال پھر ہو جاوے گا۔ اور اللہ تعالے اوس عارضی برتاوے کا حساب ہر شخص سے لے ویگا۔

منزل ۳

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ۝

اور ہم نے جان رکھا ہے جو آگے بڑھتے ہیں تم میں اور جان رکھے ہیں پچھاڑی والے

ترمذی نسائی حاکم ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی ہے اوس کا حاصل یہ ہو کہ آنحضرت کے وقت میں عورتیں اور مرد جماعت میں آنکر بعضی بدرویہ عورتیں اگلی صف میں اور بدرویہ مرد اُس صف کی پچھلی صف میں کھڑے ہوکر وہ مرد عورتوں کو گھورتے رہتے تھے اوسپر یہ آیۃ نازل ہوئی ہے لیکن اس شان نزول میں تردد یہ ہے کہ اس شان نزل کی روایۃ صحیح طور پر حضرت عبد اللہ بن عباس تک نہیں پہونچتی کس لئے کہ ترمذی میں عمرو بن مالک سے نوح بن قیس اور جعفر بن سلیمان ان دونوں شخصوں نے اس شان نزول کو مختلف طور پر روایۃ کیا ہی جس میں نوح بن قیس نے تو روایۃ کو حضرت عبد اللہ بن عباس تک پہونچایا ہے اور جعفر بن سلیمان نے نہیں پہونچایا بلکہ ابوجوزا اوس بن عبد اللہ تابعی پر ہی روایۃ کو موقوف رکھا ہے اور ترمذی نے جعفر بن سلیمان کی روایۃ کو بہ نسبت نوح بن قیس کی روایۃ کے زیادہ معتبر کہا ہی اس سبب سے صحیح شان نزول وہی ہے جو معتبر سند سے تفسیر ابن جریر وغیرہ کی دوسری روایۃ میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے آئی ہے کہ اولاد آدم میں سے جو لوگ آجتک مرچکے ہیں اور جو آیۃ کے نزول کے وقت موجود ہیں اور جو آیندہ پیدا ہوں گے ان سب اگلے پچھلوں کا ایک ایک کا حال اللہ کو معلوم ہے۔ اوپر کی آیۃ میں لوگوں کے مرنے اور اللہ کے اُنکے وارث ہونے کا ذکر ہے اسلئے اس شان نزول کو سیاق کلام سے بھی ایک ربط اور لگاو اوپر کے کلام سے ہے۔ غرض یہ ہے کہ جب اس شان نزول کو مجاہد بن جبیر نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایۃ کیا ہے جنہوں نے تین ۳ دفعہ سارا قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس سے تفسیر کے آجانے اور روایتوں کے یاد رہنے کی غرض سے پڑھا ہے اسی واسطے سفیان ثوری نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ تفسیر کے باب میں مجاہد کی روایۃ آجاوے تو پھر دوسرے کسی کی روایۃ کی ضرورت نہیں اور اسی واسطے امام بخاری نے صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں مجاہد کی روایۃ پر زیادہ بھروسہ کیا ہے تو یہی شان نزول زیادہ مقبول ہی مشرکین مکہ کا حشر پر یہ اعتراض تھا کہ انسان کے مرجانے کے بعد جب اُسکی خاک رواں دواں ہو گئی تو پھر یہ خاک کیونکر جمع ہو جاویگی اور اُسکا پتلہ کیونکر بنجاویگا اس آیۃ میں تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے اس اعتراض کا جواب مختصر طور پر دیا ہے سورہ ق میں آویگا کہ ہوا میں اُڑجانے یا پانی کے ریلے میں بہ جانے سے انسان کی خاک جہاں جہاں رواں دواں ہوگی اوسکا سب حال لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اس لئے آسانی سے وہ سب خاک جمع ہو سکتی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ ایک شخص نے اپنے مرنے کے بعد اپنی لاش کو جلانے کی اور آدھی خاک کو ہوا میں اوڑا دینے اور آدھی کو دریا میں بہا دینے کی وصیت کی اور وصیت کے موافق عمل بھی ہوا۔ جنگل اور دریا میں سے اللہ تعالیٰ نے اوس خاک کے جمع ہو جانے کا حکم دیا جب وہ خاک جمع ہو گئی تو اوسکا پتلا بنایا گیا اور اُس پتلے میں روح

منزل ۳

پھونکی گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے پوچھا کہ تو نے یہ وصیت کیوں کی اس نے جواب دیا کہ یا اللہ مجھکو تیرے روبرو کھڑے ہونے کی وہشت بہت تھی اسپر اللہ تعالیٰ نے اوس شخص کے سب گناہوں کو معاف کردیا۔ رواں رواں خاک کے جمع ہوجانے کا مطلب اِس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝

اور تیرا رب وہی گھیر لا دیگا انکو بیشک وہی ہے حکمتوں والا خبردار

اِس سے اوپر کی آیۃ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ اللہ پاک نے ہر ایک شئی کو پیدا کیا ہے اور پھر وہی ہر شئی کو نابود بھی کریگا اور جو لوگ مرچکے ہیں انکو بھی وہ جانتا ہے اور جو لوگ موجود ہیں یا پیدا ہونے والے ہیں اونکی بھی اوسکو خبر ہے اِسکے جتلانے کے بعد اب یہ فرمایا کہ اُسنے اپنی حکمت اور علم کے موافق حشر کا دن قرار دیا ہے وہ لوگوں کو اوس روز اکٹھا کریگا اور نیک عمل کرنے والوں کو نیک جزا دیگا اور بُرے عمل کرنے والوں کو بُرائی کی سزا دیگا وہ بڑا حکمت والا ہے سب کام اسکی حکمت سے ہوا کرتے ہیں اوسکا علم ایسا ہے کہ کوئی شئی اوس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ سورۃ القلم میں آویگا افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون جسکا مطلب یہ ہے کہ جسکی آنکھوں کے سامنے دنیا کے حاکموں نے قصوروار لوگوں کو سزا دینے اور بے قصور لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا قانون ٹھہرا رکھا ہے پھر یہ منکرین حشر اللہ تعالیٰ کی شان میں ظلم اور ناانصافی کیونکر جائز رکھتے ہیں کہ وہ اپنے نافرمان لوگوں کو اور فرمانبرداروں کو یکساں کردیوے گا یہ اِن منکرین حشر کی نادانی ہے جو یہ لوگ حشر کا انکار کرتے ہیں اور اللہ کے انصاف کو دنیا کے حاکموں کے انصاف سے بھی گھٹانا چاہتے ہیں ورنہ حشر کے دن جو کچھ ہونے والا ہے ان منکرین حشر کی آنکھوں کے سامنے دنیا کے حاکم وہی ہر روز کررہے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ سورۃ القلم کی آیۃ اور صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی وہ حدیث قدسی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظلم میں نے اپنی ذات پر حرام ٹھہرا لیا ہے گویا اِس آیت کی تفسیر ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور اپنے علم کے موافق حشر کا دن جو قرار دیا ہے وہ عین انصاف اور دنیا کے انصاف پسند حاکموں کا بھی یہی شیوہ ہے اور جو لوگ حشر کے منکر ہیں وہ بڑے ناداں ہیں کہ اللہ کی شان میں ظلم اور ناانصافی کو جائز رکھتے ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝

اور بنایا ہمنے آدمی کھنکھناتے سنے گارے سے اور جان کو بنایا ہم نے اِس سے پہلے لو کی آگ سے

فرمایا کہ انسان کنکھناتی ہوئی مٹی سے بنایا اور جنکو آگ کی لو سے حضرت عبداللہ بن عباس و مجاہد و قتادہ کا قول ہے کہ صلصال خشک مٹی کو کہتے ہیں اور حماء مسنون گو ندھی ہوئی کیچڑ کو کہتے ہیں اللہ پاک نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ تو پاک و صاف سوکھی مٹی کو پانی میں گوندھکر خمیر بنایا اور اس سے آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر اس میں روح کو پھونکدیا ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں

ع ۲

منزل ۳

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام کا پتلہ بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کی مٹی لی ہے - اسی واسطے اولاد آدم کی حالت مختلف ہی کوئی گورا ہی کوئی کالا کوئی خوش مزاج ہی - اور کوئی بدمزاج ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی یہ حدیث اس بات کی تفسیر ہے کہ آیت مین انسان سے مقصود آدم علیہ السلام ہین کیونکہ اس حدیث کے موافق اون ہی کے پتلہ کیلئے تمام زمین کی مٹی لی گئی ہے پھر اسکے بعد اولاد آدم کی پیدائش کا سلسلہ منی سے جو قرار پایا ہے اُسکا ذکر قرآن شریف اور صحیح حدیثون مین جدا آیا ہے سورہ بقر مین سلف کے قول گزر چکے ہین کہ حضرت آدمؑ کے پیدا ہونے سے دو ہزار برس پہلے زمین پر جنات رہتے تھے وہی قول اس بات کی تفسیر ہین کہ جنات کی پیدائش انسان سے پہلے ہے سورہ رحمن مین آویگا وخلق الجان من مارج من نار اسکی تفسیر مین صحیح قول حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو خالص آگ کی لو سے پیدا کیا ہے کہ اُس مین دہوین کا کچھ ملاؤ نہیں تھا اگرچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہی قول نار السموم کی تفسیر ہے لیکن بعض روایتون مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے السموم کی تفسیر گرم ہوا کی بھی آئی ہے اوپر کی تفسیر سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کا پتلہ مٹی اور پانی سے اور جنات کا پتلہ آگ کی لو سے بنا ہے لیکن حکما کہتے ہین کہ انسان مین مٹی کا جز اور جنات مین آگ کا غالب ہے ورنہ پوری سرشت دونون پتلون کی آگ پانی ہوا خاک ان چار چیزون سے ہی صحیح مسلم مین ابوہریرہ سے روایت ہی جسمین انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا پتلہ بنا کر بغیر روح پھونکنے کے یونہی چھوڑ دیا تھا شیطان اُس پتلے کو اندر سے خالی دیکھکر یہ کہا کرتا تھا کہ جاندار ہونے کے بعد یہ پتلہ کسی بات کی سہار اور برداشت نکر سکے گا - اس حدیث سے حکما کے قول کے پابند لوگ یہ بات نکال سکتے ہین کہ روح کے پھونکے جانے سے پہلے اُس کھوکھلے پتلے مین ٹھنڈی گرم ہوا گھسی اور حکما کے قول کے موافق آگ پانی ہوا خاک ان چار چیزون سے پتلے کی سرشت قرار پائی مگر حکما کے قول کی تائید مین کوئی صاف دلیل شرعی نہیں ہے -

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ فَاِذَا
اور جب کہا تیرے رب نے فرشتون کو مین بناؤنگا ایک بشر کھنکھناتے سنے گارے سے

سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝
پھر جب ٹھیک کرون اُسکو اور پھونکدون اُس مین اپنی جان سے تو گر پڑیو اُسکے سجدہ مین تب سجدہ کیا اُن فرشتون نے سارے

اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ۝ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ۝ قَالَ لَمْ
مگر ابلیس نے نہ مانا کہ ساتھ ہو سجدہ کرنے والون کے فرمایا اے ابلیس کیا ہوا تجھکو کہ ساتھ نہ ہوا سجدے والونکے بولا مین

اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝
وہ نہین کہ سجدہ کرون ایک بشر کو کہ تو نے بنایا کھنکھناتے سنے گارے سے

اللہ پاک نے انسان کی پیدائش کا ذکر کرنے کے بعد جو باتین اُسکے پیدا کرنے کیوقت پیش آئی تھین اونکا ذکر فرمایا کہ پہلے

منزل ۳

فرشتوں کو جمع کرکے اللہ تعالیٰ نے یہ بات کہی کہ میرا ارادہ ہے کہ مٹی سے انسان کو پیدا کروں اور جب آدم کا پتلہ بنا لوں اور اُسکے بدن
میں روح پھونکدوں تو تم سب کے سب اوسے سجدہ کرنا اس حکم کو سنکر فرشتوں نے جو جواب دیا اوسکا قصہ سورہ بقر میں مفصل
گزر چکا ہے غرضکہ کل فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر ابلیس جو جنات کی قوم میں سے تھا اور خدا کی عبادت کثرت
کے ساتھ کرنے سے فرشتوں کے زمرہ میں داخل کر لیا گیا تھا اوسنے آدم کے پتلے کو تعظیمی سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اپنی عقل
لڑائی کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور آگ ایک لطیف شے ہے اور مٹی ایک
کثیف جسم ہے اسلئے میں اُنسے بہتر ہوں اونہیں کیونکر سجدہ کروں اسپر جب اوس سے اللہ جل شانہ نے پوچھا کہ کیا وجہ
ہے کہ تو آدم کو سجدہ نہیں کرتا تو شیطان نے جواب دیا کہ میں ایسے شخص کو ہرگز سجدہ نکروں گا جسکو تو نے مٹی کا خمیر بنا کر پیدا
کیا اور شیطان یہ نہیں سمجھا کہ عزت و شرف اُسی کو ہے جسکو خدا نے صرف اپنے گمان سے کوئی کسی سے بہتر نہیں ہو سکتا
صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کی حدیث سورہ بقر میں گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے
نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور ابلیس آگ کے شعلہ سے۔ اس حدیث سے اون علمائے سلف کے قول کی پوری تائید ہوتی
ہے جو کہتے ہیں کہ ابلیس ملائکہ کی طرح نوری جسم کا نہیں ہے بلکہ جنات کی طرح ناری جسم کا ہے سورہ بقر میں یہ بھی گزر چکا ہے
کہ اس طرح کا تعظیمی سجدہ اور شریعتوں میں جائز تھا شرع محمدی میں جائز نہیں ہے۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ۝ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي
فرمایا تو تو نکل یہاں سے تجھ پر پھینک مار اور تجھپر پھٹکار ہے انصاف کے دن تک بولا اے رب تو مجھ کو

إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ۝ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝
ڈھیل دے اُسدن تک کہ مردے جیویں فرمایا تو تجھ کو ڈھیل دی ہے اسی ٹہرے وقت کے دن تک کہ مردے جیویں

جب شیطان نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور تکبر کی راہ سے اپنے کو آدم سے افضل سمجھا تو اللہ پاک
کا یہ حکم اُسکے حق میں صادر ہوا کہ تو فرشتوں کے زمرہ سے نکل جا اور اگر کبھی ادھر کا قصد کریگا تو تجھپر انگارے برسیں گے
اور قیامت تک تجھپر پھٹکار ہوتی رہے گی یہاں مفسروں نے یہ بیان کیا ہے کہ قیامت تک پھٹکار ہونے سے یہ مطلب
نہیں ہے کہ قیامت کے بعد پھر اسپر لعنت نہ ہوگی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُسوقت تک صرف لعنت ہی لعنت ہے اور بعد
قیامت کے لعنت سے بڑھکر اسپر عذاب بھی ہوگا اُس عذاب کے سامنے وہ اس پھٹکار کو بھول جائے گا بہرحال
جب اُسکو یہ معلوم ہو گیا کہ خدا نے قیامت تک عذاب کو اُسکے حق میں موقوف رکھا ہے تو اُسنے خدا سے یہ سوال کیا کہ
مجھے اُس وقت مقرر تک ڈھیل دیجائے اور میں اوس روز تک زندہ رہوں اس سے پہلے نہ مروں اللہ جل شانہ نے
اسکی بات منظور کی اور فرمایا کہ اُس وقت معلوم تک تجھکو ڈھیل دیگئی اور اس سے پہلے تجھے موت بھی نہیں آئے گی
اس نے اس خیال سے قیامت تک زندہ رہنے کا سوال کیا کہ آدم کی اولاد جب تک زندہ رہے گی میں اُسکو بہکا بہکا کر راہ

راست سے علیحدہ رکھونگا اور جس طرح آخرت میں مجھپر عذاب ہوگا اوسی طرح آدم کی اولاد پر بھی عذاب ہوتے دیکھوں گا حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول ہے کہ اسرافیل علیہ السلام جو پہلی مرتبہ صور پھونکیں گے جس سے کل مخلوق بیہوش ہوجائیگی اسوقت تک ابلیس کی موت ٹل گئی ہے پہلے صور پر سب لوگوں کے ساتھ یہ بھی بیہوش ہوجائے گا پھر دوسرا صور چالیس برس کے بعد پھونکا جائے گا جس سے کل لوگ ہوشیار ہونگے یہاں تک کہ قبروں سے مردے بھی جی اوٹھیں گے اوس وقت ابلیس بھی اوٹھے گا اور یہی چالیس برس تک اسکا بیہوش پڑا رہنا گویا اسکی موت ہے۔ اگرچہ حکم الٰہی کی مخالفت اور گنہ گاروں سے بھی ہوجاتی ہے کیونکہ گناہ کا ہر ایک کام حکم الٰہی کے مخالف ہے لیکن شیطان نے یہ نافرمانی تکبر کی راہ سے کی اور سرکشی سے اسکا اقرار اللہ تعالیٰ کے روبرو کرکے پھر اسپر اصرار بھی کیا اسلئے اللہ تعالیٰ کی اوسپر یہ خفگی ہوئی کہ بغیر توبہ کی توفیق کے اسکو ہمیشہ کے لئے ملعون ٹھہرا دیا برخلاف آدم علیہ السلام کے کہ وہ گیہوں کھاکر نادم اور پشیمان ہوئے اسواسطے اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ قبول کی۔ معتبر سند سے طبرانی کبیر اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبر کو اللہ تعالیٰ کے غصہ کا سبب فرمایا ہے یہ حدیث شیطان کے آسمان پر سے اتارے جانے اور ہمیشہ کے لئے ملعون ٹھہرنے کی گویا تفسیر ہے۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ

بولا اے رب جیسا تو نے مجکو راہ سے کھویا میں ان سب کو بہاریں دکھاؤنگا زمین میں اور راہ سے کھوؤنگا ان سبکو مگر جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں

مسند امام احمد بن حنبل اور مستدرک حاکم میں حضرت ابوسعید خدری کی روایۃ میں شیطان کے اس قول کی اور اس قول کے جواب کی جو اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دیا ہے پوری تفسیر ہے جسکو اس آیۃ کی تفسیر کہنا چاہیئے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے حاصل مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے اللہ کی عزت کی قسم کھاکر یہ کہا کہ جب تک ہر انسان میں جان باقی ہے جس طرح اور جہاں تک مجھ سے ہوسکے گا ہر ایک آدمی کو بہکانے میں اور بہکا کر ہر طرح کے برے کام انسے کرانے میں کوتاہی نکرونگا اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے عزت و جلال کی قسم کھاکر شیطان کو جواب دیا کہ میں بھی جب تک مجھسے وہ تیرے بہکائے ہوئے گنہگار توبہ و استغفار کرین گے انکو بخشتا ہی جاؤں گا اس سے معلوم ہوا کہ شیطان بہکانے سے نہیں تھکتا اور اللہ بخشنے اور مغفرت اور توبہ کے قبول کرنے سے نہیں تھکتا گنہ گار بندہ ہی اپنی بے نصیبی سے توبہ و استغفار کرنے سے تھک جاوے تو تھک جاوے صحیحین میں حضرت انسؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جس طرح خون آدمی کے سارے جسم میں چکر مارتا ہے اسی طرح شیطان آدمی کے سارے جسم کو ہر وقت گھیرے رہتا ہے اور مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ شیطان بادشاہوں کی طرح سمندر کے پانی پر اپنا تخت بچھا کر بیٹھتا ہے اور اپنے شیاطینوں کو لوگوں کے بہکانے کے لئے بھیجتا ہے کوئی شیاطین میاں بی بی میں لڑائی کروا دیتا ہے تو اوس سے بہت ہی خوش ہوتا ہے اور اسکو گلے سے لگاتا ہے اور کہتا ہے تو نے بڑا کام کیا صحیح مسلم میں حضرت

عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک شیاطین اور ایک فرشتہ ہر انسان پر تعینات ہے فرشتہ ہر وقت نیک کام کی صلاح دیتا رہتا ہے اور شیطان بد کام کی رغبت ہر وقت دلاتا رہتا ہے آدمی کو چاہیے کہ نیک کام کی توفیق کی وقت اللہ کا شکر کرے اور برے کام کے خیال کیوقت لاحول پڑھے حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا نیک و بد کے امتحان ہی کیلئے خدا نے پیدا کی ہے مال اولاد جہان اور امتحان کی چیزیں ہیں وہاں شیطان اور اسکے شیطین بھی ایک امتحان کی چیز ہیں اس امتحان میں پورا اترنے کا اول اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی شیطان کے بہکاوے میں نہ آوے لیکن یہ درجہ ہر انسان کے لئے مشکل ہے ہاں اس درجہ کے حاصل کرنیکی ہر انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ شیطان کے بہکانے سے جب کوئی گناہ کرے تو فوراً صدق دل سے توبہ و استغفار کرلے کیونکہ ترمذی اور ابو داؤد اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوبکر صدیق کی روایت سے یہ آچکا ہے کہ دن میں ستر دفعہ بھی کوئی شخص گناہ کرکے توبہ کرے تو وہ شخص گناہ ہونیپر اصرار کرنے والا نہ لکھا جاویگا ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور صحیح ابن حبان کی سند بھی صحیح ہے ترمذی ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہر انسان گنہ گار ہے مگر وہ گنہ گار خوب ہیں جنکو توبہ نصیب ہو حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے مسند امام احمد ترمذی ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ہر گناہ سے دلپر ایک سیاہ دھبہ لگجاتا ہے اگر آدمی فوراً توبہ کرتا رہے تو وہ دھبہ بڑھنے نہیں پاتا ورنہ بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرنے سے سارے دلپر زنگ آجاتا ہے ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ۝ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

فرمایا یہ راہ ہے مجھ تک سیدھی جو میرے بندے ہیں تجکو انپر کچھ زور نہیں مگر جو تیری راہ چلا خراب

الْغَاوِينَ ۝ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ ۝

لوگوں میں اور دوزخ پر وعدہ ہے ان سبکا اسکے سات دروازے ہیں ہر دروازہ کو ان میں ایک فرقہ بٹ رہا ہے

منزل ۳ ع ۳

جب شیطان نے قیامت تک مہلت چاہی اور اسکو مہلت ملگئی اور اسنے بنی آدم کے بہکانے کا اور راہ حق سے پہیرنے کا بیڑا اوٹھالیا اور یہ کہا کہ تیرے خالص بندونکو نہیں بہکا سکتا ہوں تو اسکا جواب اللہ پاک نے یہ دیا کہ یہی نیت کا خالص ہونا ہی تو سیدہا رستہ ہے جو مجھ تک ان لوگونکو پہونچائے گا اور جو میرے چنے ہوئے بندے ہیں انپر تیرا ایسا زور نہیں چلتا جو وہ تیرے بہکانے میں آجائیں گے ہاں جو لوگ ازلی گمراہ ہیں وہ البتہ تیرے بہکانے میں آجائیں گے تو انکے واسطے مینے جہنم کو بھی تیار کر رکھا ہے اور جہنم بھی وہ جس کے سات دروازے اور سات طبقے ہیں ہر ایک کے واسطے اون کے عمل کے مطابق یہ ساتوں طبقے جہنم کے ہیں جس میں یہ لوگ داخل کئے جائیں گے اور اپنے کئے کی سزا پائیں گے بعض مفسرین نے ان ساتوں طبقوں کے یہ نام بتلائے ہیں اول کا نام جہنم دوسرے کا نام لظی تیسرے کا نام حطمہ چوتھے کا نام سعیر پانچویں کا نام سقر چھٹے کا نام جحیم ساتویں کا نام ہاویہ ہے ہر طبقہ میں ایک سے بڑھ کر ایک میں سخت عذاب کا ٹھکانا ہے صحیح مسلم میں سمرہ بن جندب سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

دوزخ کی آگ کسی کے ٹخنون تک ہوگی اور کسی کی کمر تک اور کسی کے گلے تک۔ آخری آیت اور اس حدیث کے ملانے سے ہر ایک فرقے کے عمل کے موافق دوزخ کے عذاب کی تقسیم اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہے معتبر سند سے ترمذی نسائی مستدرک حاکم میں حارث بن حارث اشعری سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یاد الٰہی میں لگا رہتا ہے شیطان کا کچھ قابو اس پر نہیں چل سکتا مسند امام احمد صحیح بخاری مسلم وغیرہ مین ابوہریرہ کی روایت سے حدیث قدسی ہے جس مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص میری یاد کرتا رہے مین بھی اس کو اپنی رحمت کی یاد مین رکھتا ہون ان حدیثون کو اور صحیح حدیثون کو ان عبادی لیس لک علیہم سلطان کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ تلاوت قرآن نفل نماز یا اور کلمہ کلام شرعی سے جو شخص اکثر خدا کی یاد مین لگا رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی یاد مین رہتا ہے اسلئے شیطان کو ایسے شخص پر قابو پانے کا کوئی موقع نہیں ملتا۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ

جو پرہیزگار ہیں باغون میں ہیں اور ندیون میں جاؤ اس مین سلامتی سے خاطر جمع سے اور نکالڈالی ہمنے جو انکے جیون مین تھی

غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۝

بھائی ہوگئے تختون پر بیٹھے سامنے نہ پہونچے گی انکو وہان کچھ تکلیف اور نہ انکو وہان سے کوئی نکالے

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝

خبر سنادے میرے بندونکو کہ مین ہون بخشنے والا مہربان اور یہ بھی کہ میری مار وہی دکھ کی مار ہے

منزل ۳

اللہ پاک نے دوزخ والون کا حال بیان کرکے اہل جنت کا ذکر کیا کہ متقی لوگ جنت کے باغ اور نہرون مین ہون گے اور صحیح وسالم وہان رہیں گے کوئی رنج کوئی تکلیف کوئی بیماری وہان نہین ہوگی اور دنیا مین جن جنتی دو شخصون کے درمیان شکر رنجی ہوگی وہ رنج وکدورت ان کے دلون سے نکال دی جاوے گی اور جنت مین بھائی بھائی بنکر آمنے سامنے مسندون پر بیٹھے ہون گے بعض مفسرون نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ دس صحابہ ہین حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی طلحہ زبیر عبدالرحمن بن عوف سعد بن ابی وقاص زید عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ان کے دلون مین آپس مین جو کچھ دنیا مین ملال تھا وہ جنت مین بالکل نہیں رہے گا اور آمنے سامنے کرسیون پر بیٹھے ہون گے اور جنت میں کسی قسم کی مشقت وغیرہ نہ ہوگی اور نہ لوگ وہان سے نکلین گے بلکہ نہایت آرام کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اس کے بعد حضرت صلعم کو اللہ پاک نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بندون کو یہ خبر دیدو کہ مین رحمت والا بھی ہون اور میرا عذاب بھی سخت ہوا کرتا ہے تفسیر ابن ابی حاتم مین مصعب بن ثابت کی روایت سے جو حدیث ہے اس مین نبئ عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی هو العذاب الالیم کی شان نزول یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے چند صحابہ کی طرف ایک روز جا نکلے وہ لوگ ہنس رہے تھے آپ نے فرمایا جنت اور دوزخ کو یاد کرو تو آیت اونتری اور
قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں یوں کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بندہ خدا کی رحمت کی قدر جانے تو کبھی
گناہوں سے نہ بچے اور اگر اسکے عذاب کو جان لیوے تو اپنے کو ہلاک کر ڈالے اسکے بعد کی آیتوں میں اللہ پاک نے اپنے اگلے
رسولوں کے قصہ کو بیان کیا تا کہ لوگ اسکی عبادت کی رغبت کریں اور گناہوں سے بچیں اور بدبختوں کا انجام سنکر اوس سے
عبرت پکڑیں۔ اس جگہ چار قصے بیان کئے ہیں ابراہیم علیہ السلام کا لوط علیہ السلام کا شعیب علیہ السلام کا پھر صالح علیہ السلام
کا اور پہلے ابراہیمؑ کے قصہ سے شروع کیا ہے۔ ان قصوں میں نیک فرمانبردار لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے امن
میں رکھا اور عذاب سے بچایا ہے اور نافرمان لوگوں کو طرح طرح کے عذاب سے ہلاک کیا ہے اسواسطے یہ قصے اللہ کی
رحمت اور اوسکے عذاب کی گویا تفسیر ہیں۔ اوپر دس صحابہ کی آپسمیں رنجش اور ملال ہونے کا جو ذکر گزرا یہ روایتہ تفسیر ابن
میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے ہے۔ بعضے سلف نے اس روایتہ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اسلام سے پہلے
عرب کے قبائل جو آپسمیں لڑتے رہتے تھے اوس زمانہ کی حق العباد کے طور کی کچھ خفگی جوان لوگوں کے دل میں ہوگی تو جنت
میں جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ اسکو آپس کی محبت سے بدل دیویگا۔ اس قول کی تائید ابو سعید خدریؓ کی صحیح بخاری کی اس
روایتہ سے ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پلصراط سے اوتر جانے کے بعد دوزخ اور جنت کے درمیان
میں ایک پل ہے وہاں اہل جنت کو روکا جاکر اونکی آپس کی رنجش دور کردی جاویگی تذکرہ قرطبی میں حضرت علیؓ کا ایک
قول ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے قابل جنت لوگوں کو ایک چشمہ میں نہانے کا حکم
ہوگا جس سے اون کی آپس کی رنجش دور ہوجاویگی یہ چشمہ اوسی پل کے پاس ہے جس کا ذکر ابو سعید خدریؓ کی اوپر
کی حدیث میں ہے +۔

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا ۚ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ۝ قَالُوا
اور احوال سنا انکو ابراہیم کے مہمانوں کا جب چلے آئے اسکے گھر میں اور بولے سلام وہ بولا ہمکو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہی بولے
لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيمٍ ۝ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلٰى أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ۝
درمت ہم تجکو خوشی سناتے ہیں ایک ہوشیار لڑکے کی بولا تم خوشی سناتے ہو مجکو جب پہونچ چکا مجکو بڑھاپا اب کاہے پر خوشی سناتے ہو
قَالُوا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقٰنِطِينَ ۝ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ۝
بولے ہمنے تجکو خوشی سنائی تحقیق سو تو مت ہو نا امیدوں میں بولا اور کون آس توڑے اپنے رب کی مہر سے مگر جو راہ بھولے ہیں

ان آیتوں میں فرمایا کہ اے رسول ان لوگوں کو خبر دیدو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی کہ اون مہمانوں نے حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے پاس آکر سلام کیا ابراہیم علیہ السلام نے اون سے کہا کہ مجھے تم لوگوں سے ڈر لگتا ہے یہ قصہ سورۃ
ہود میں مفصل گزر چکا ہے کہ جب خدا کے فرشتے وہاں آئے اور سلام کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے بھی انکے سلام کا جواب

منزل ۳

دیا اور گھر سے ایک فربہ بچھڑا تل کر انکی ضیافت کے واسطے لائے انکے ہاتھ وس کھانے کی طرف جب نہیں بڑھے تو ابراہیم علیہ السلام خوف زدہ ہوئے مہمانوں نے کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے قوم لوط پر عذاب لیکر چلے ہیں اور تمہیں اولاد کی خوشی سنانے آئے ہیں تمہارے گھر میں ایک ہوشیار لڑکا اسحق پیدا ہوگا اور پھر تمہارا پوتا اسحق کا بیٹا یعقوب - اسکے جواب میں ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہا کہ میں بوڑھا ہوں قریب قریب سو برس کی عمر آن پہونچی اور میری بیوی بھی نوے بانوے برس کی بوڑھی ہے اور بانجھ بھی ہے اس صورت میں اولاد کی کیا خوشی سناتے ہو یہ امر تو تعجبات سے ہے فرشتے بولے کہ یہ حق بات کی خوشی تمکو سنائی جا رہی ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور یقینی اسکا ظہور ہوگا کیونکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے کبھی اسکا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا اوسے ہر طرح کی قدرت حاصل ہے اسکے نزدیک کیا دشوار ہے آپ اس خوشی سے ناامید نہ ہوں اللہ پاک تو اس بات پر بھی قادر ہے کہ بے ماں باپ کے بھی لڑکا پیدا کردے آپکا عذر تو صرف بڑھاپا اور بانجھ ہونا ہے ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات سنکر جواب دیا کہ بیشک خدا کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے اسکی رحمت سے تو گمراہ لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں - اس قصہ میں ایک قسم کا خوف اور اسکے ساتھ ہی خوشی بھی ہے اسلئے ذکر کیا کہ لوگ جان لیں کہ خدا کی عادت یوں ہی جاری ہے اور قصہ میں ایماندار لوگوں کی نجات اور کفار کی ہلاکت کا ذکر ہے جس سے خداوند جل شانہ کا غفور رحیم اور اسکے عذاب کا سخت ہونا قریش کو سمجھایا گیا -

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ

بولا پھر کیا مہم ہے تمہاری اے اللہ کے بھیجے ہوؤ — بولے ہم بھیجے آئے ہیں ایک قوم گنہگار پر — مگر لوط کے گھر والے

اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝

انکو بچالیں گے سبکو — مگر ایک اسکی عورت ہمنے ٹھیرالیا وہ ہے رہجانے والوں مین

جب فرشتون نے ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کی خوشی سنادی اور انکے دلسے خوف جاتا رہا تو اونھوں نے فرشتون سے پوچھا کہ اے خدا کے بھیجے ہوئے فرشتو تمہارا ارادہ کس کام کا ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ فقط بشارت ہی دینے کو نہیں آئے ہیں انکا آنا کسی اور کام کی غرض سے ہوا ہے اگر خوشی صرف سنانی تھی تو ایک آتا ابراہیم علیہ السلام کے پوچھنے پر اونھوں نے کہا کہ ہم لوط علیہ السلام کی مجرم قوم پر عذاب لیکر بھیجے گئے ہیں سوائے لوط علیہ السلام کے گھر والوں کے سب لوگ گانون کے گانوں ہلاک ہوجائیں گے اسی میں لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ہلاک ہونگی یہ دل میں منافق تھیں مگر خداوند تعالی جب تک ظاہر قصور نہیں دیکھتا ہے اسوقت کسی کو نہیں پکڑتا ہے اسلئے فرشتوں نے لوط سے کہا کہ آپ سب لوگ گھر میں سے باہر چلے جائیں اور پیچھے پھر کر نہ دیکھئے گا لوط علیہ السلام کے ساتھ انکی بیوی بھی جا رہی تھیں اور کسی نے تو مڑکر نہیں دیکھا انکی بیوی نے پیچھے پھر کر دیکھا خدا نے انکو پکڑلیا اور یہ بھی اپنی قوم کے ساتھ ہلاک ہوئیں - سورہ ہود میں گزر چکا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کے دلسے خوف جاتا رہا اور انھوں نے فرشتون

نے قوم لوط کے عذاب کا حال سنا تو وہ اللہ کے فرشتون سے جھگڑنے لگے کہ اس بستی مین لوط بھی ہیں ساری بستی پر عذاب کیونکر آویگا اسکا جواب اللہ کے فرشتون نے یہ دیا ہے کہ سوائے لوط علیہ السلام کی بی بی کے اور سب انکے گھر والے بچ جاوینگے سورہ ہود کا قصہ گویا یہان کے قصے کی تفسیر ہے۔ سورہ توبہ کی آیۃ ان ابراہیم لاواہ کی تفسیر مین حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نرم دل بہت تھے صحیح بخاری وغیرہ مین ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کی نجات چاہین گے لیکن وہ منظور نہ ہوگی اس حدیث سے حسن بصری اور قتادہ کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے اور آخری آیۃ کی تفسیر کا حاصل یہ ٹھرتا ہے کہ نرم دلی کے سبب سے ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے فرشتون سے قوم لوط کے باب مین جھگڑا کیا اور اللہ کے فرشتون نے یہ جواب دیا جسکا ذکر آیۃ مین ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ۙ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ

پھر جب پہنچے لوط کے گھر وہ بھیجے ہوئے — بولا تم لوگ ہو گے اوپری سے — بولے نہیں پر ہم لائے ہین

بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۙ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

تجھہ پاس جس میں وہ جھگڑتے تھے — اور ہم لائے ہین تجھہ پاس مقرر بات اور ہم سچ کہتے ہین

اب یہان سے لوط علیہ السلام کا قصہ شروع ہوا فرشتے خدا کے بھیجے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہوکر یکبایک لوط علیہ السلام کے یہان پہونچے وہ انکو خوبصورت نوعمر لڑکے دیکھکر ڈرے کہ یہ لوگ کسی اور شہر کے رہنے والے ہیں یہان جو اسطرح آگئے ہیں بڑی قباحت کی بات ہے میری قوم کو لڑکون سے بدفعلی کرنیکی عادت ہے جسوقت ان لوگو نکو ان نوعمر لڑکون کے آنیکی خبر معلوم ہوگی تو فوراً یہان آجائین گے اور مجھسے سخت جھگڑا ہوگا دیکھئے کیونکر انسے پیچھا چھوٹتا ہے اسی خیال سے حضرت لوط علیہ السلام نے ان آنے والون سے کہا کہ تم کون لوگ ہو ہم تمھین نہین پہچانتے ان فرشتون نے کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں آپ کچھہ خوف نکرین ہم اس قوم کی سرکوبی کیلئے آئے ہین یہ لوگ آپ سے جھگڑتے ہیں کہ عذاب کیا ہو اور عذاب کے آنے مین شبہ کرتے ہیں اسلئے ہم اللہ کے حکم سے آئے ہیں اور عذاب لیکر آئے ہیں اب ان لوگون کو عذاب کے آنے کا پورا یقین ہوجائے گا اور ہم جو کچھہ کہتے ہیں اس مین ذرا بھی فرق نہیں ہے ہم بالکل سچ کہہ رہے ہیں کہ یہ لوگ ہلاک ہون گے۔ سورہ اعراف میں گزرچکا ہے کہ حضرت لوط کی قوم کے لوگ حضرت لوط کو بستی سے نکال دینے کی دھمکی دیا کرتے تھے اس لئے اللہ تعالے نے اس بستی کو الٹ دینے کا حکم دیا تھا کہ یہ لوگ اللہ کے رسول کو جس بستی سے نکال دینے کی دھمکی دیتے تھے اس بستی کا نام بھی دنیا مین باقی نہ رہے۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوموسی اشعری کی حدیث گزرچکی ہے کہ اللہ تعالے جب تک چاہتا ہے اس طرح کے نافرمان لوگون کو مہلت دیتا ہے اور جب پکڑتا ہے تو ان کو بالکل غارت کردیتا ہے اس حدیث کو آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب تک مہلت کا زمانہ رہا قوم لوط کے لوگ طرح طرح سے جھگڑتے اور اللہ کے رسول کو بستی سے نکال دینے کی دھمکی دیتے رہے

جب عذاب کا وقت آگیا تو خود ہی بستی سے ایسے نکلے کہ سیدھے جہنم کو گئے اور بستی بھی اوندھی ہوگئی۔

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۝ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۝

سو لے نکل اپنے گھر کو رات رہتے سے اور آپ چل اُنکے پیچھے اور مڑ کر نہ دیکھے تم مین کوئی اور چلے جاؤ جہان تمکو حکم ہے اور چکا دیا ہمنے اُسکو یہ کام کہ اُنکی جڑ کٹی ہے صبح ہوتے

اللہ پاک یہ کلام فرشتونکی زبان سے فرماتا ہے کہ اونھون نے لوط علیہ السلام سے یہ بات کہی کہ تم اپنے اہل بچوں کو لیکر راتوں رات یہان سے نکل جاؤ گھر والوں کو آگے رکھو اور آپ اُنکے پیچھے ہو تاکہ تمہین اطمینان رہے کہ کوئی عزیز پیچھے تو نہیں رہ گیا اور فرشتوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ دیکھنا کبھی تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر نہ دیکھے کہ قوم پر کیا عذاب ہو رہا ہے تمہیں راستہ طے کرنے میں دیر ہو جائیگی اور طبیعت قوم کے عذاب کی طرف مشغول رہنے لگی پھر فرمایا کہ جہاں تم کو حکم ہوا ہے وہاں چلے جاؤ دیر نکرو جسکا مطلب یہ ہے کہ ملک شام کو چلے جاؤ پھر فرمایا کہ اللہ نے یہ بات ٹھہرا دی ہے کہ صبح ہوتے ہی اس قوم کی جڑ بنیاد بالکل نیست و نابود ہو جائیگی لوط علیہ السلام معہ اپنی دونوں بیٹیوں کے گھر سے نکلے انکی بیوی بھی چلی تھیں مگر رستے میں پیچھے پھر کر دیکھا وہ اپنی قوم کے حال میں شریک ہوئیں انکو بھی عذاب نے پکڑ لیا اور لوط علیہ السلام ملک شام کی طرف چل نکلے خدا نے زمین کو پلٹ دیا آپ ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے ابو موسیٰ اشعری کی جو حدیث اوپر گزر چکی ہے وہی حدیث ان آیتون کی بھی تفسیر ہے مطلب اس تفسیر کا وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۝ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ۝ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

اور آئے شہر کے لوگ خوشیان کرتے بولا یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجکو رسوا مت کرو اور ڈرو اللہ سے اور میری آبرو مت کھوؤ بولے ہمنے تجکو منع نہیں کیا جہان کی حمایت سے بولا یہ حاضر ہیں میری بیٹیان اگر تم کو کرنا ہے قسم ہے تیری جان کی وہ اپنی مستی میں مدہوش ہیں

جب لوط علیہ السلام کی قوم کو یہ خبر ہوگئی کہ حضرت لوط کے گھر میں دو تین مہمان آئے ہیں تو وہ لوگ دوڑتے ہوئے لوط علیہ السلام کے مکان پر آئے اور ان مہمانوں کو خوبصورت چودہ پندرہ برس کے سن کا دیکھکر اپنے جی میں بہت خوش ہوئے لوط علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ لوگ میرے عزیز مہمان ہیں اونکی طرف کسی قسم کا برا خیال نہ کرو اور میری رسوائی نہ چاہو اور خدا سے ڈرو کسی کی آبرو کے پیچھے پڑنے سے کیا حاصل کیوں میری عزت کے درپے ہو رہے ہو ان کی قوم نے جواب دیا کیا ہم نے تم کو منع نہیں کر رکھا ہے کہ تم کسی کی حمایت نہ لو تم کسی کو کیوں اپنا مہمان بناتے ہو ساری دنیا سے

منزل ۳

تمہین کیا سروکار سورہ ہود مین ترتیب کے ساتھ یہ قصہ بیان ہوچکا ہے یہاں قصے میں ترتیب نہیں ہے سورہ ہود
مین لوط علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ آج کا روز بڑا سخت ہے اِس قوم سے پیچھا چھوڑانا مشکل ہے۔ کیونکہ پہلے سے اون کو یہ
نہیں معلوم تھا کہ یہ مہمان درحقیقت فرشتے ہیں جب قوم نے بے حد اصرار کیا اور کوئی بات نہ مانی تو فرشتوں نے کہا تھا کہ تم اپنے
دل میں رنجیدہ نہ ہو یہ ہمارا کیا کرسکتے ہیں ہم آدمی نہیں ہیں خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اِسی قوم کو اس کے بد افعال کی سزا
دینے آئے ہیں غرضکہ لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو بہتیرا سمجھایا یہان تک کہا کہ تمہیں لڑکون کے ساتھ فعل بد کے مرتکب ہوتے
شرم نہیں آتی لو یہ میری لڑکیان حاضر ہیں اِنسے نکاح کر لو خدا نے عورتون کو مردون کے واسطے پیدا کیا ہے اِن سے نفع اوٹھاؤ
اور لڑکون کی رغبت چھوڑ دو لڑکون کے ساتھ بدفعلی کرنے کی عادت سے کیوں اپنے کو ہلاک کرنا چاہتے ہو سورہ قمر میں آوے گا
کہ جب اِن لوگون نے حضرت لوط کی نصیحت نہ سنی اور حضرت لوط کے گھر کا دروازہ توڑ کر گھر کے اندر گھس جانے اور مہمانوں کو چھین
لینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیل نے اللہ کے حکم سے ایک پر مار کر ان سب کو اندھا کر دیا یہ لوگ صبح کو پھر آنے کی دھمکی دیکر وہان سے
چلے گئے اور صبح کو ہلاک ہوگئے اب آگے اللہ جل شانہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو لوط علیہ السلام کی قوم
کی خبر دیتا ہے کہ اے ہمارے رسول ہم تیری حیات اور عمر کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ لوگ اپنی بدمستی میں بیہوش ہو رہے تھے
وہ کب کسی کی سنتے مفسرین نے یہان یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت کی عمر کی قسم جو اللہ پاک نے کھائی ہے اِس سے آپکا مرتبہ
معلوم ہوتا ہے کیونکہ اور کسی رسول و نبی کی حیات کی قسم اللہ تعالیٰ نے نہیں کھائی ابن جریر نے حضرت ابن عباس کی ایک حدیث
نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی جان ایسی نہیں پیدا کی جو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے
کبھی کسی جان کی قسم نہیں کھائی سوائے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے جیسا اِس آیۃ میں مذکور ہوا صحیح بخاری
ومسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث جو اوپر گزر چکی ہے اوس حدیث کو ان آیتون کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل
یہ ہے کہ مہلت کے زمانہ تک اِن لوگونکی سرکشی کا یہ حال تھا کہ اللہ کے رسول کے گھر کا دروازہ توڑ کر گھر کے اندر گھس جانے اور
مہمانون کے چھین لینے پر مستعد تھے مہلت کا وقت گزرتے ہی آنکھون سے اپاہج اور اسی اپاہجی کی حالت میں تھوڑی دیر کے
بعد ہلاک ہوگئے اور صبح کو پھر اللہ کے رسول کے گھر پر چڑھ کر آنے اور مہمانون کو زبردستی چھین لینے کی دھمکی جو ان لوگون نے
دی تھی اوس دھمکی کے ظہور کی تمنا ان لوگون کے دل مین ہی رہی۔ معتبر سند سے مسند ابویعلیٰ مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ
کا قول ہے جس میں اونھون نے لعمرک کی تفسیر بحیاتک فرمائی ہے۔ معتبر سند سے طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے
روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عین صبح کی اذان کے وقت قوم لوط پر عذاب آیا۔

فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُشۡرِقِيۡنَ ۙ۝ فَجَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ۝

پھر پکڑا انکو چنگھاڑنے سورج نکلتے پھر کر ڈالی ہمنے وہ بستی اوپر تلے اور برسائے ہمنے اونپر پتھر کنکر کے

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ۝ وَاِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝

بیشک اس میں پتے ہیں دہیان کرنے والون کو اور وہ بستی ہے سیدہی راہ پر البتہ اس میں نشانی ہے یقین کرنے والون کو

وَاِنْ کَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْکَةِ لَظٰلِمِیْنَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَلَقَدْ کَذَّبَ

اور تحقیق تھے بن کے رہنے والے گنہگار سو ہمنے بدلا لیا انسے اور یہ دونون شہر راہ پر ہیں نظر آتے اور تحقیق جھٹلایا

اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَاٰتَیْنٰهُمْ اٰیٰتِنَا فَکَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ۝ وَکَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ

حجر والون نے رسولوں کو اور دین ہمنے انکو نشانیان سو رہے انکو ٹلاتے اور تھے تراشتے

الْجِبَالِ بُیُوْتًا اٰمِنِیْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُصْبِحِیْنَ ۝ فَمَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝

پہاڑوں کے گہر خاطر جمع سے پہر پکڑا انکو چنگھاڑنے صبح ہوتے پہر کام نہ آیا انکو جو کماتے تھے

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ

اور ہمنے نہین بنائے ہیں آسمان وزمین اور جو انکے بیچ میں ہے بغیر تدبیر اور قیامت مقرر آنیوالی ہے

جب لوط علیہ السلام کی قوم نے انکی ایک نہ سنی اور اپنی ہٹ دہرمی کیے گئے تو اللہ پاک نے فرشتونکو حکم دیدیا کہ انکو غارت کرڈالو صبح ہوتے ہی جبرئیل علیہ السلام نے ایک ایسی چیخ ماری کہ لوگون کے کلیجے دہل گئے اور پہر اوس بستی کی تہ میں اپنے پر ڈالکر اوکھیڑ لیا اور آسمان کی طرف لیجا کر وہان سے اولٹا گرادیا اور پہر اوپر سے چھوٹے چھوٹے پتھر کے ریزے برسے جس سے ایک متنفس بھی جان بر نہ ہوسکا پہر اللہ پاک نے فرمایا کہ اس قصہ میں عبرت کرنے والوں اور غور و فکر کرنے والون کے لئے بڑی نشانی ہے۔ بعضے مفسرین نے للمتوسمین کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ عقلمندون کے واسطے اس قصہ میں پتے ہیں اور ابوسعید کی حدیث ترمذی نے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالی کے نور سے دیکھتا ہے اگرچہ ترمذی نے ابوسعید خدری کی حدیث کو غریب کہا ہے لیکن مسند بزار میں یہ حدیث انس بن مالک کی روایت سے جو ہے اوسکی سند معتبر ہے اور اسی مضمون کی حدیث ابن جریر نے بھی ابوسعید سے اور ثوبان سے روایت کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی حدیث نقل کی ہے پہر اللہ پاک نے فرمایا کہ وہ بستی سدوم ملک شام کی طرف لودار بانی کے چشمہ کی صورت میں آجتک باقی ہے پہر فرمایا کہ جو لوگ ایماندار ہیں اس قصے سے خدا کی نشانی پہچانتے ہیں۔ پہر بن کے رہنے والی قوم شعیب کے لوگون کا اور حجر کے رہنے والی قوم ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی امت کا قصہ مختصر طور پر ذکر فرماکر قریش کو یہ تنبیہ فرمائی کہ ایک دن قیامت ضرور آنے والی ہے تاکہ نیک و بدکی جزا و سزا ہو کر دنیا کا پیدا کیا جانا ٹھکانے سے لگے کیونکہ آسمان وزمین کو اللہ تعالی نے کھیل تماشے کے طور پر نہیں پیدا کیا ہے اگر انکے پیدا کرنے میں جزا و سزا کی حکمت کا انکار کیا جاوے تو انکا پیدا کیا جانا کھیل تماشے کے طور پر ٹھہر تاہے جو اللہ کی شان سے بہت بعید ہے۔ سورہ اعراف میں ترتیب وار پہلے ثمود کا اور پہر قوم لوط اور قوم شعیب کا قصہ تفصیل سے گزر چکا ہے یہاں یہ قصے قریش کی تنبیہ کے لئے بلاترتیب مختصر

ربع ۵ ع ۵

منزل ۳

طور پر ذکر فرمائے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ سورہ اعراف کے مفصل قصے ان مختصر قصوں کی گویا تفسیر ہیں۔ فما اغنی عنہم ما کانوا یکسبون اس کا مطلب یہ ہے کہ کھیتی اور دودھ کے جن جانوروں کو یہ لوگ اپنی بڑی کمائی جانتے تھے اور اوس کمائی کی حمایت میں انھوں نے معجزہ کی اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا آخر کو وہ کمائی ان لوگوں کے کچھ کام نہ آئی۔

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۝

سو کنارہ پکڑ اچھی طرح کنارہ

بعضے مفسرین نے حکم جہاد سے اس آیۃ کو منسوخ کہا ہے لیکن یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حسن خلق اور درگزر کی کوئی آیۃ حکم جہاد سے منسوخ نہیں صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی امر خلاف شریعت کو ہاتھ سے مٹانے کی طاقت جب اہل اسلام میں نہ ہو تو ایسے وقت پر زبانی وعظ و نصیحت کافی ہے اس حدیث سے ان علما کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ضعف اسلام کے وقت درگزر کا حکم قیامت تک باقی ہے اسی واسطے اللہ کے رسول نے ضعف اسلام کے وقت کسی امر خلاف شریعت کے ہاتھ سے مٹانے کی جگہ زبانی وعظ و نصیحت کو جائز رکھا ہے ورنہ منسوخ حکم کے موافق عمل کرنے کا آپ ہرگز حکم نہ دیتے۔ آیۃ کے اس ٹکڑے کا حاصل مطلب یہ ہی ہے کہ پہلی امتوں کی تباہی کے قصے سنا کر ان مشرکین مکہ کی تنبیہ کر دی گئی ہے اس پر بھی یہ لوگ اپنی شرارت سے باز نہ آویں تو ضعف اسلام کے زمانے تک درگزر کو کام میں لایا جاوے۔

منزل ۳

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝

تیرا رب جو ہے وہی ہے بنانے والا خبردار

اس آیۃ میں اللہ پاک نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ قیامت ضرور ہونے والی ہے خدا ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے اوس کو قیامت کے قائم کرنے پر کامل قدرت ہے کیونکہ وہ کسی چیز کے پیدا کرنے سے نہ پہلی دفعہ عاجز تھا نہ دوسری دفعہ عاجز ہی اوسکا علم بہت وسیع ہے دنیا میں کوئی چیز اوس سے پنہاں نہیں ہے اپنے اس علم کے موافق وہ سب کچھ دوبارہ پیدا کریگا۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب سب کی آنکھوں کے سامنے اللہ نے اس جہان کو پیدا کر دیا تو جو لوگ دوبارہ پیدا کئے جانے کے منکر ہیں وہ بڑے ناداں ہیں اور اپنی نادانی کے سبب سے وہ اس باب میں خلاف عقل کلام الٰہی کو جھٹلاتے ہیں کیونکہ معمولی عقل کا آدمی بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ جو کام ایک دفعہ کیا جا چکا اوسکا پھر دوبارہ کیا جانا کیا مشکل ہے یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے جس سے منکرین حشر کے قائل کرنے کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى

اور ہم نے دی ہیں تجکو سات آیتیں وظیفہ اور قرآن بڑے درجے کا مت پسار اپنی آنکھیں ان چیزوں پر

مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

جو برتنے کو دین ہمنے آنکو کئی طرح کے لوگو نکو اور تو غم کہا اونپر اور جہکا اپنے بازو ایمان والون کے واسطے

ان آیتوں میں اللہ پاک نے اون نعمتوں کا ذکر کیا جو آپنے خاص اپنے رسول برحق کو عطا کی ہیں اسلئے فرمایا کہ ہم نے دیئیں تم کو سات آیتیں وظیفہ کی اور قرآن بڑے درجہ کا عنایت کیا اکثر مفسرین نے سبعا من المثانی کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ اِس سے سورہ فاتحہ مراد ہے کیونکہ سورہ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں اور ہر نماز میں یہ دوہرائی جاتی ہے خواہ فرض ہو خواہ نفل اور ہر ختم قرآن میں یہ دو دفعہ پڑہی جاتی ہے ایک ابتدا میں اور پہر ختم کرنے کے بعد۔ اسکے علاوہ اور بھی چند باتیں ہیں جنکو مفسرین نے بیان کیا ہے مثلاً اسکی آیتیں دو قسم کی ہیں خدا کی تعریف اور دعا اسلئے بندے اور اسکے رب کے درمیان میں یہ سورۃ ملی جلی ہے۔ صحیح بخاری میں سعیدؓ بن معلی کی ایک حدیث ہے جس میں سعیدؓ بن معلی کہتے ہیں کہ میں ایک روز نماز پڑہ رہا تہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھکو بلایا مگر میں نماز پڑہ رہا تھا اسلئے میں آپکے پاس نہ جا سکا جب نماز سے فارغ ہو کر حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تو میرے بلانے سے کیوں نہیں آیا کیون رک گیا تہا سعید بن معلی نے کہا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اسلئے نہ آسکا آپ نے فرمایا کہ کیا خدا نے یہ نہیں کہا ہے کہ اے ایمان والو خدا اور اسکے رسول کا حکم مانو اور کہا میں تجھکو مسجد سے نکلنے کے پہلے ایک بڑے درجے کی سورۃ نہ تبلادون جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر نکلنے لگے تو سعید بن معلی نے یاد دلایا کہ آپنے سورۃ تبلانے کو فرمایا تہا آپ نے سورۃ فاتحہ پڑہی اور فرمایا یہ بڑے درجے کا قرآن اور سبع مثانی ہے۔ دوسری حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری میں ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ ام القرآن ہے اور سبع مثانی ہے اور بڑے درجے کا قرآن ہے یہ حدیثیں سورہ فاتحہ کے سبع مثانی ہونے کی تفسیر ہیں مگر اور سورتوں کو بھی سبع مثانی کہا جائے یا پورے قرآن کو سبع مثانی کہا جائے تو بھی کوئی قباحت نہیں ہے چنانچہ بعضے مفسرین نے سبع مثانی قرآن کی سات لمبی سورتوں کو بھی کہا ہے۔ یہ سورتیں سورہ بقر سے سورہ توبہ کے ختم تک ہیں کیونکہ سورۃ توبہ میں بسم اللہ نہیں ہے اور ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ ہے اسلئے اکثر سلف انفال اور توبہ اِن دونوں سورتوں کو علیحدہ علیحدہ سورۃ نہیں سمجھتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عباس بھی اسی کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اِن سات سورتوں میں سے دو سورتیں موسیٰ علیہ السلام کو ملی ہیں باقی اور کسی رسول کو سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ملیں اور بعضے مفسر سانو منزلوں کو بھی سبع مثانی خیال کرتے ہیں جن لوگوں نے سات لانبی سورتوں کو سبع مثانی کہا ہے وہ مثانی ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ اِن سورتوں میں پہلے رسولوں کے قصے اور اون سے عبرت کا حاصل کرنا اور پچہلی قوموں پر عذاب کا بہیجنا مکرر بیان کیا ہے اور جو لوگ ساتوں منزلوں کو سبع مثانی کہتے ہیں وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ پورے قرآن میں قصے مکرر ذکر ہوگئے ہیں اور دین کے احکام امر و نہی چند مرتبہ مذکور ہوئے ہیں۔ بہر حال اس نعمت کا بیان کرکے اللہ پاک نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا کہ دنیا میں جو اور لوگوں کو مال و دولت حاصل ہے اوسکی طرف آنکھ اوٹھا کر نہ دیکھو شاید تمہیں اسکی رغبت

منزل ۳

ہو جائے تمہیں جو نعمت کے طور پر قرآن مجید عطا کیا گیا ہے اُسکے سامنے دنیا کی دولت کیا حقیقت رکھتی ہے یہ جلد فنا ہونے والی ہے اور یہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ہیں نہ لائیں تم اسکا کچھ غم نکرو اسلئے کہ جو لوگ علم الٰہی میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں وہ کسی طرح راہ راست پر نہ آوینگے صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ دنیا کے مال متاع میں جو شخص اپنے سے کم ہو اسے ایمان والو تم اوسکی طرف دیکھو اور جو تم سے بڑے درجے کا ہے اُسکی طرف نہ دیکھو تاکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمکو دیا ہے تمہاری نظر میں وہ حقیر نہ ٹھہرے حضرت عوف کہتے ہیں کہ میں مالدار لوگوں کے پاس بیٹھا کرتا تھا مجھے بڑا غم رہتا تھا کہ انکا کپڑا اپنے کپڑے سے اچھا دیکھتا تھا انکے جانور میرے جانوروں سے موٹے تازے نظر آتے تھے جب میں نے یہ حدیث سنی تو غریبوں کے پاس اُٹھنے بیٹھنے لگا اوس وقت سے میں نہایت آرام میں ہوں پھر اللہ پاک نے حضرت کو یہ حکم دیا کہ ایمان والوں سے تواضع کے ساتھ پیش آؤ اور اُنکی دلجوئی کرتے رہو۔ آیتوں اور ابو ہریرہ کی حدیث کے ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ اہل اسلام کو دین کی نعمت کے طور پر قرآن جو عطا کیا گیا ہے اوسکے سامنے تمام دنیا کی کچھ حقیقت نہیں کیونکہ قرآن کی نصیحت پر عمل کرنے والوں کو عقبیٰ میں جو جنت ملنے والی ہے اُسکی تھوڑی سی جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر ہے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالے سے ابو ہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر کی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنی جگہ میں سوار اپنا کوڑا رکھ دیتا ہے جنت کی اتنی جگہ تمام دنیا سے بہتر ہے لیکن اہل ایمان قرآن کو دنیا میں گزر کے قابل جو کچھ اللہ نے دیا ہے اُسکی ناشکری کی نوبت بھی اس طرح نہ آویگی کہ ہر ایماندار شخص ہمیشہ ایسے آدمی پر نظر ڈالا کرے جو اِس شخص سے زیادہ تنگدست ہے کیونکہ تنگدست آدمی پر نظر ڈالنے سے اس کو اپنی تھوڑی سی خوشحالی بھی بڑی نعمت نظر آوے گی نافرمان مالداروں سے بے پروائی کرنے کے حکم کے بعد آخر میں تنگدست ایمانداروں کی دلجوئی کا حکم اس لئے فرمایا کہ اون لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ کو ایمان داری پسند ہے مالداری پسند نہیں عربی کے محاورے میں بازو جھکانا دلجوئی کی جگہ بولا جاتا ہے۔

وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ۝ كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ۝ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ

اور کہہ کہ میں وہی ہوں ڈرانیوالا کھولکر جیسا ہمنے بھیجا ہے ان بانٹنے کرنے والوں پر جنھوں نے کیا ہے قرآن کو

عِضِينَ ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

بوٹیاں سو قسم ہے تیرے رب کی ہمکو پوچھنا ہے ان سب سے جو کام کرتے تھے

اس آیۃ میں اللہ پاک نے اپنے رسول صلعم کو حکم فرمایا کہ تم لوگوں سے کہہ دو کہ میں ویسا ہی ڈرانے والا ہوں جس طرح پہلے رسولوں نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا اور قوم نے اون رسولوں کو جھٹلایا اور اونکی مخالفت اور ایذارسانی پر قسمیں کھا بیٹھے آخر اونپر عذاب نازل ہوا مثلاً جیسے ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی مخالفت پر آپسمیں قسما قسمی کی تھی جسکا ذکر سورۃ النحل میں آوے گا کما انزلنا علی المقتسمین کی تفسیر میں مفسرین کا بہت اختلاف ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عباس کا یہ قول ہے کہ یہ لوگ وہ اہل کتاب ہیں جنھوں نے قرآن کی اس طرح سے تقسیم کر ڈالی کہ بعض احکام پر اسکے ایمان لائے اور بعض سے بالکل انکار

کرتے ہیں سو حاصل جو باتیں قرآن مجید کی انکی کتابوں سے ملتی جلتی ہیں انکو مانتے ہیں اور جو باتیں اون سے مخالف ہیں اون کا انکار کرتے ہیں اور عکرمہ نے یہ بیان کیا ہے کہ یہود نے مسخرا پن سے یہ بات آپس میں مقرر کرلی تھی کہ یہ سورہ قرآن کی میری ہے اور دوسرے نے یہ کہا کہ یہ سورہ میری ہے غرض قرآن کی سورتوں کی تقسیم کرڈالی تھی اور بعضوں نے یہ بیان کیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا اس لئے انکو مقتسمین کہا گیا بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ مقتسمین کفار قریش ہیں یہ چند آدمی تھے اونھوں نے ولید بن مغیرہ کے حکم سے موسم حج کے زمانے میں مکے کے رستوں کو روکا کہ مسافر شخص ادھر سے گزرے اسکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہکایا جائے اور یہ کہا جائے نعوذ باللہ من ذالک یہ شخص مجنون ہیں ہمارے دین سے نکل گئے ہیں کوئی ایسے دہوکا نہ کھانا اور کبھی جادوگر کہتے تھے اور کبھی شاعر کہدیتے تھے اسی طرح کبھی قرآن کو جادو کہتے تھے کبھی پہلے لوگوں کی کہانیاں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مقتسمین کے معنے بعضے سلف نے تقسیم کرنے والوں کے لئے ہیں اور بعضوں نے قسم کھانے والوں کے عربی زبان میں مقتسمین کا لفظ تقسیم کرنے والوں کے معنوں میں زیادہ مشہور ہے اور قرآن شریف عرب کے مشہور لفظوں میں نازل ہوا ہے اس لئے حافظ ابوجعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ان ہی معنے کو پسند کیا ہے آگے کی آیت میں آتا ہے کہ مسخرا پن کے طور پر قرآن کے ناموں کی تقسیم ٹھہرانے والے لوگ کہ اون میں سے کوئی قرآن کو جادو کہتا تھا کوئی شعر اور کوئی پہلی کہانیاں ان میں کے اکثر لوگ طرح طرح کے مرضوں سے فوراً ہلاک ہوگئے ہیں واسطے ان آیتوں میں فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان باقی لوگوں کو ڈرا دو کہ اگر یہ لوگ قرآن کی نصیحت کے موافق راہ راست پر نہ آویں گے تو وہی انجام انکا ہوگا جو مسخرا پن کے طور پر قرآن کے ناموں کی تقسیم ٹھہرانے والوں کا ہوا اور پھر ان سبکو اپنے عملوں کے موافق قیامت کے دن اللہ تعالی کے روبرو جوابدہی کرنی پڑے گی۔ جن علمائے سلف نے مقتسمین کی تفسیر اہل کتاب کو قرار دیا ہے انکا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کی حالت پر بھی آیۃ کا مضمون ہجرت کے بعد صادق آیا ورنہ اس مکی سورۃ میں اہل کتاب کا ذکر شان نزول کے طور پر نہیں آسکتا کیونکہ قرآن شریف میں اہل کتاب کا ذکر مدینہ کی ہجرت کے بعد شروع ہوا ہے تفسیر نیشاپوری میں شان نزول کے طور پر یہود کے ذکر کو پیشین گوئی قرار دیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ان مکی آیتوں میں یہود پر جس عذاب کے آنیکا ذکر تھا اسکا ظہور ہجرت کے بعد اس طرح ہوا کہ یہود کے تین قبیلے بنی قینقاع بنی نضیر بنی قریظہ جو مدینہ کے گرد نواح میں رہتے تھے ان میں سے بنی قینقاع اور بنی نضیر جلاوطن ہوئے اور بنی قریظہ کا قتل ہوا۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم میں نعمانؓ بن بشیر سے روایۃ ہے جس میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح جوش میں آنکر لوگوں کو دوزخ کے عذاب سے ڈرایا کرتے تھے کہ آپکی چادر کاندہے پر سے اوترکر پیروں میں آن پڑا کرتی تھی۔ ترمذی طبرانی اور مسند بزار کے حوالہ سے ابی برزہؓ اور معاذؓ ابن جبل کی صحیح روایتیں ایک جگہ گزر چکی ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص سے چار باتوں کا سوال کیا جاویگا۔ (۱) تمام عمر کن کاموں میں گزاری۔ (۲) جوانی میں کیا کیا (۳) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ (۴) دین کی باتوں پر کیا عمل کیا ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے

منزل ۳

کہ لوگوں کے ڈرانے کے حکم کی تعمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑی سرگرمی سے کیا کرتے تھے۔ تمام عمر کے کاموں کی جوابدہی کے وقت اون لوگوں کو بڑی دقت بھگتنی پڑے گی جنکی تمام عمر اللہ کے رسول کو جادوگر اور کلام الٰہی کو جادو کہنے میں گزری۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۝ الَّذِينَ

سو تبادے کھولکر جو تجھکو حکم ہوا اور دھیان نکر شرک والوں کا۔ ہم بس ہیں تیری طرف سے ٹھٹھا کرنے والونکو جو

يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ

ٹھیراتے ہیں اللہ کے ساتھ اور کسی کی بندگی سو آگے معلوم کرینگے اور ہم جانتے ہیں کہ تیرا جی رکتا ہے انکی باتوں سے

بِمَا يَقُولُونَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۝

سو تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی اور ہو سجدہ کرنے والوں میں

اللہ پاک ان آیتوں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن پاک جو تمکو دیکر بھیجا ہے وہ تم لوگوں کو پہونچادو اور جو اللہ کا حکم ہے وہ ایسے کہدو اور ان مشرکین کے جھٹلانے سے دل تنگ نہ ہو اور انکی ایذا رسانی سے گھبراؤ نہیں تم تو خدا پر بھروسہ کرو وہ تمہیں کافی ہے یہ مسخرے تمہارا کیا کر سکتے ہیں مجاہد نے فاصدع بما تؤمر کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ اس سے قرآن مجید کا پکار کر پڑھنا مراد ہے۔ عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے چھپکر نماز پڑھا کرتے تھے جب یہ آیۃ اوتری تو آپ مع اپنے اصحاب کے کھلم کھلا خدا کی عبادت کرنے لگے بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ جو لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسخرا پن کرتے تھے وہ پانچ شخص تھے جو قبیلہ قریش میں رئیس شمار کئے جاتے تھے۔ ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل۔ عدی بن قیس۔ اسود بن عبد یغوث۔ اسود بن عبد المطلب۔ جب یہ لوگ شرارت اور ایذا رسانی میں حد سے گزرنے لگے تو یہ آیۃ اوتری اور یہ لوگ تھوڑے ہی عرصہ میں طرح طرح کے مرض میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کفار خدا کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے ہیں خدا کے سوا بتوں کو پوجتے ہیں اسکا خمیازہ آخرت میں بھگتیں گے اور سارے شرک کا نتیجہ وہاں انہیں معلوم ہو جائے گا۔ پھر اللہ پاک نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ ان کفار کی باتوں سے تمہیں رنج پہونچتا ہے تم ذرا بھی انکی طرف التفات نکرو تم تو سبحان اللہ سبحان اللہ کہے جاؤ اور نماز پڑھتے رہو چنانچہ جب کبھی حضرت کو کوئی بات غم میں ڈالتی تو آپ نماز پڑھتے تھے۔ جس کا ذکر مسند امام احمد اور ابوداؤد کے حوالہ سے حذیفہ کی معتبر روایۃ میں ایک جگہ گزر چکا ہے۔ صحیح بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں ابوہریرہ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے اگرچہ مشرکوں کا مکہ میں بڑا زور تھا لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلاخوف ایک ایک قبیلہ کا نام لے لیکر قرآن کے موافق لوگوں کو نصیحت کیا کرتے تھے اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ فاصدع بما تؤمر کی تعمیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسطرح کی چستی اور بخوبی سے فرمایا کرتے تھے

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝

اور بندگی کر اپنے رب کی جب تک پہنچے تجھکو یقین

آخرت کی بہت سی چیزیں مثلاً عذاب قبر حشر نامہ اعمال کا تولنا نیک عمل کا نیک آدمی کی صورت بنکرا ور بدعملوں کا بد صورت بنکر قبر میں آنا پل صراط پر گزرنا جنت میں باوجود کہانے کے حاجت بشری اور نیند کا نہ ہونا ان سب چیزوں کو مرنے کے بعد ہر آدمی آنکھوں سے دیکھ لیگا اور اسکو پورا یقین ہو جاویگا اسلئے اس آیۃ میں اور اس قسم کی اور آیتوں میں علمانے یقین کے معنے موت کے کئے ہیں کیونکہ بغیر موت کے آخرت کی چیزوں کو دیکھ کر یقین کا حاصل کرنا ممکن نہیں ہے اس صورت میں شریعت کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے لئے یہ قرار پایا کہ کہڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکیں تو بیٹھکر اور بیٹھ کر بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر اشاروں سے بیماری یا سفر کے سبب سے رمضان میں روزے نرکھ سکیں تو جب ہو سکے قضا کے روزے رکہیں غرض جب تک جسم میں جان ہے عبادت الٰہی کا کرنا شریعت کا ایک لازمی حکم ٹھرا ہے۔ بعضے صوفیوں نے اس حکم شریعت کے مخالف یہ جو لکھا ہے کہ یقین سے مراد معرفت الٰہی ہے اور آیۃ کے یہ معنے کئے ہیں کہ جب آدمی نے خدا کو پورا پہچان لیا تو پہر اسکو عبادت کی ضرورت نہیں یہ بالکل ایک غلط معنی ہیں یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت نے دم وفات تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو پہر کیا ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خود نبی کو تو دم وفات تک وہ معرفت الٰہی حاصل نہیں ہوئی جس سے عبادت کی ضرورت باقی نرہی لیکن امت میں سے نبی سے بڑھکر بعضے مشائخ ایسے ہیں جنکو دم وفات سے پہلے وہ معرفت الٰہی حاصل ہو سکتی ہے جو نبی کو حاصل نہیں ہوئی استغفر اللہ نہ کوئی ولی نبی سے بڑھکر ہو سکتا ہے نہ کسی ولی سے عبادت شرعی اٹھہ سکتی ہے رہے مجذوب بدحواس لوگ اونکا شریعت اور علماء شریعت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ حالت بدحواسی میں تو ایسے لوگوں سے عبادت شرعی جو ولایت کی بڑی پوری شرط ہے چھٹی ہوئی ہے اس لئے اس حالت پر تو انکو ولی نہیں کہا جا سکتا ہاں حالت حواس میں اگر یہ لوگ شریعت کے پابند تھے یا جب حواس درست ہوتے ہیں تو شریعت کے پابند نظر آتے ہیں تو ایسے لوگوں کی حالت ہوش و حواس کی عبادت کو نہ شریعت معاف ٹھراتی ہے نہ حالت افاقہ میں انکو ولی کہنے کا شریعت کو انکار ہے لیکن جو بدحواس شخص حواس کے وقت بھی شریعت کا پابند نظر آوے یا عمر بھر اسکے حواس ہی قائم نظر نہ آویں تو اسکا حکم شریعت میں ولی کا نہیں بلکہ دیوانہ کا حکم ہے۔

سُورَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَثَمَانٌ وَعِشْرُونَ اٰيَةً وَسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوعًا

اس سورۃ کی شروع کی آیتیں مکی ہیں اس لئے یہ سورۃ مکی کہلاوے گی کیونکہ یہ اوپر گزر چکا ہے کہ جس سورۃ کی شروع کی آیتیں مکی ہوں وہ مکی کہلاتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

پہنچا حکم اللہ کا سو اسکی شتابی مت کرو وہ پاک ہے اور اوپر ہے اسکے شریک بتلانے سے

معتبر سند سے تفسیر ابن مردویہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایۃ ہے کہ جس وقت سورہ نحل کی یہ آیت اوتری کہ آیا

منزل ۳

حکم اللہ کا تو آنحضرت بھی ڈر گئے اور صحابہ بھی ڈر گئے اور سب نے جانا کہ قیامت آگئی اتنے میں دوسرا یہ ٹکڑا آیۃ کا نازل ہوا کہ جلدی نکرو پھر آپ نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر فرمایا کہ میں اور قیامت یوں ساتھ ہوئے ہیں جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ مطلب آپکا یہ ہے کہ جب نبی آخر الزمان آچکے تو پھر قیامت کے آنے میں اب کیا دیر ہے۔ یہ حدیث مختصر طور پر صحیح بخاری و مسلم میں بھی سہل بن سعدؓ انس بن مالکؓ اور ابوہریرہؓ کی روایۃ سے آئی ہے جسمیں نزول آیۃ کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے کہ جس روز سے حضرت جبرئیل نے آنحضرت کے پاس وحی لانی شروع کی آسمان پر فرشتوں میں اسی وقت سے قیامت کا ایک خوف اور چرچہ پھیل گیا ہے۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم طبرانی اور تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایۃ ہے کہ صور پھونکنے سے ذرا پہلے آسمان پر ایک کالا ابر اٹھے گا اور اس ابر میں سے پہلے اس آیۃ کے پڑھنے کی آواز لوگوں کے کانوں میں آویگی لوگ اس آواز کا چرچہ کر رہے ہوں گے کہ اتنے میں صور پھونک دیا جاوے گا۔ حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ دنیا کے کسی عذاب کا آنا اگر کسی مصلحت آلہی سے ٹل گیا تو وقت مقررہ پر آئندہ قیامت کا آنا ایسا یقینی ہے جیسے زمانہ گذشتہ کی بہت سی باتیں ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے گزر چکی ہیں ان مشرکوں میں کے سرکش لوگ اپنی نادانی سے کبھی عذاب اور کبھی قیامت کی جلدی کرتے ہیں لیکن جب اپنے شرک کے وبال میں یہ لوگ پکڑے گئے تو انکو اس جلدی کرنیکی قدر کھل جاویگی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے ایسے سرکش لوگوں کو مہلت دیتا ہے اور پھر وقت مقررہ پر جب انکو پکڑتا ہے تو بالکل برباد کر دیتا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالکؓ کی روایتیں بھی گزر چکی ہیں جن میں مشرکین مکہ میں کے بڑے بڑے سرکشوں کا بدر کی لڑائی میں مارے جانے کا ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ مرتے ہی ان لوگوں پر عقبیٰ کا سخت عذاب شروع ہو گیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے عذاب آلہی کے وعدہ کو سچا پالیا۔ صحیح بخاری و مسلم میں عبد اللہ بن عمرؓ سے روایۃ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک شخص کے مردہ کو اوسکا جنت کا ٹھکانا اور بد شخص کے مردہ کو اوسکا دوزخ کا ٹھکانا صبح شام دکھایا جاکر یہ کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تجھکو اس ٹھکانے میں جانا پڑیگا ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جنکا حاصل یہ ہے کہ مکہ کے مشرکوں میں کے سرکش لوگ وقت مقررہ سے پہلے عذاب اور قیامت کی جو جلدی کرتے تھے وقت مقررہ آنے پر انکا انجام یہ ہوا کہ دنیا میں ذلت سے مارے گئے مرتے ہی عذاب قبر میں گرفتار ہوئے قیامت کے دن دوزخ میں جو ٹھکانا انکے لئے ٹھہرا ہے وہ صبح شام قیامت تک انکو دکھایا جاتا ہے۔ غرض ان لوگوں کو عذاب اور قیامت دونوں چیزوں کی جلدی کرنے کی قدر کھل گئی۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝

اتارتا ہے فرشتے بھید لیکر اپنے حکم سے جسپر چاہے اپنے بندوں میں کہ خبر پہنچادو کہ کسی کی بندگی نہیں سوا میرے سو مجھسے ڈرتے رہو

اس سے اوپر کی آیۃ میں یہ خبر دیگئی تھی کہ قیامت بہت قریب ہے اور لوگ جو جلدی کرتے تھے اونسے کہا گیا تھا کہ جلدی نکرو

منزل ۳

اس آیت میں قیامت کی سختیوں سے نجات پانے کا جو انتظام اللہ کی طرف سے فرمایا گیا ہے اسکا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے اسکے پاس فرشتے وحی لیکر بھیجتا ہے تاکہ اللہ کے رسول آسمانی کتاب کے موافق ایماندار لوگوں کو یہ جتلا دیویں کہ سوا اللہ کے اور کوئی دوسرا معبود لائق عبادت کے نہیں تم لوگ شرک سے ڈرتے رہو حضرت عبد اللہ بن عباس کے صحیح قول کے موافق روح کے معنے یہاں وحی کے ہیں کیونکہ جس طرح سارے بدن کو روح سے تروتازگی ہے اور حیات قائم ہے اسی طرح ایماندار شخص کا دل بھی احکام وحی سے تازہ رہتا ہے اور اسکو دلی حیات اسطرح نصیب ہوتی ہے جسطرح جہالت اور کفر سے دل مردہ رہتا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو انجانی کے عذر کا رفع کر دینا بہت پسند ہے اسی واسطے اسنے آسمانی کتابیں دیکر رسولوں کو بھیجا اس حدیث کو آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ انجانی کے عذر کا رفع کر دینا اللہ تعالیٰ کو پسند تھا اسلئے شرک کی برائی سے لوگوں کا انجان رہنا اور قیامت کے دن اسکے وبال میں گرفتار ہو جانا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ناپسند ٹھیرا اور وہ انتظام فرمایا گیا جسکا ذکر آیت میں ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝

بنائے آسمان اور زمین ٹھیک وہ اوپر ہے اُنکے شریک بتانے سے بنایا آدمی ایک بوند سے پھر بھی ہو گیا جھگڑتا بولتا

اللہ پاک نے اوپر کی آیتوں میں قیامت کے برحق ہونے کو شرک کی ممانعت کو اور توحید کو بیان کیا تھا کہ سوائے اللہ کی ذات کے اور کوئی معبود نہیں ہے اسلئے یہ آیتیں توحید اور حشر کی ثبوت کے طور پر نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور یہ آسمان زمین بالکل بے فائدہ نہیں بنائے گئے ہیں ان سے بڑے بڑے کام دنیا کے اندر نکلتے ہیں جو انسان کی زندگی میں ضروری ہیں پھر فرمایا کہ کفار جن معبودوں کو اسکا شریک ٹھہراتے ہیں اونسے وہ کہیں برتر و بزرگ ہے انہیں کیا خاک قدرت ہے اور جب ان میں کچھ قدرت نہیں تو انکی پوجا سے کچھ حاصل بھی نہیں۔ پھر انسان کی پیدائش کا حال بیان فرمایا کہ یہ اپنی حقیقت کو بھول گیا اللہ نے اسکو ایک قطرہ ناپاک سے پیدا کیا جوں جوں وہ سیانا اور بڑا ہوتا گیا خدا سے جھگڑنے لگا اور اسکا شریک ٹھہرایا اُسکے رسولوں کو اور حشر کو جھٹلایا اتنا نہیں سمجھتا کہ بغیر حشر اور نیک و بد کی جزا سزا کے آسمان و زمین اور تمام دنیا کا پیدا کرنا کیونکر ٹھکانے سے لگتا ہے۔ مسند امام احمد اور ابن ماجہ میں بشر بن جحاش سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں تھوک کر فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بنی آدم تو مجھے کس طرح دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز سمجھتا ہے تیری حقیقت تو یہی ہے کہ میں نے تجھے اس تھوک جیسی چیز سے پیدا کیا ہے پھر تجھے حد کمال تک پہونچا دیا اور پھر تیرے لئے موت بھیجدی اور تو اپنی دو چادروں میں لپٹ کر چلا آیا اور جو کچھ کما کما کر اکٹھا کیا تھا اوسے کسی اچھے موقع پر خرچ نہیں کیا۔ یہ حدیث مستدرک حاکم میں بھی ہے اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے معتبر سند سے بعث النشور بیہقی اور

منزل ۳

مستدرک حاکم میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ عاص بن وائل نے ایک بوسیدہ ہڈی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو خوب ملا اور اسکی خاک کو ہوا میں اڑا کر آنحضرت سے بڑی بحث کی کہ ایسی بوسیدہ ہڈیاں پھر دوبارہ کیونکر جاندار ہو جاوینگی انسان کے ایک بے حقیقت چیز سے پیدا ہونے اور پھر اپنی حقیقت کو بھول کر جھگڑالو بن جانے کا جو ذکر آخری آیت میں ہے یہ حدیثیں گویا تفسیر ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ جس صاحب قدرت نے ان منکرین حشر کے پتلوں کو پانی جیسی پتلی چیز سے بنا دیا اور ان پتلوں میں روح پھونک دی اسکی قدرت کے آگے ہر جگہ سے رواں دواں خاک کا جمع کر لینا اور اسکا پتلہ تیار کرکے اس میں روح کا پھونک دینا کیا دشوار ہے یہ اوپر گزر چکا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی خاک رواں دواں ہوکر جہاں جہاں جاویگی اسکا سب حال پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ

اور چار پایے بنا دئے تمکو انمیں جڑاول ہے اور کتنے فائدے اور بعضو نکو کھاتے ہو اور تمکو انسے رونق ہے جب شام کو پھیر لاتے

وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ

ہو اور جب چرانے ہو اور اٹھا لے چلتے ہیں بوجھ تمہارے ان شہروں تک کہ تم نہ پہنچتے وہاں مگر جان توڑ کر بیشک تمہارا رب شفقت

اللہ پاک نے انسان کی پیدائش کا حال پہلے بیان کرکے اب چوپایوں کا ذکر کیا کہ اونٹ گائے بکریاں جسکی تفسیر سورہ انعام میں گزر چکی ہے یہ سب تمہارے واسطے پیدا کئے گئے ہیں تم ان کا احسان نہیں مانتے خیال کرو تو ان جانوروں سے نہیں کیا کیا فائدہ ہوپنچتا ہے بعض جانوروں کی کھال کا پوستین مثلاً ہے بعض جانوروں کے روئیں بنے جاتے ہیں جس سے اونی کپڑے تیار ہوتے ہیں اور جاڑوں میں اسکا استعمال ہوتا ہے سردی سے لوگ بچتے ہیں بعض جانوروں کے دودھ لوگ پیتے ہیں انکے گوشت کھائے جاتے ہیں ان جانوروں کو جب چرا کر لاتے ہو وہ کھا کر شکم سیر ہوتے ہیں انکے تھن دودھ سے بھرے ہوتے ہیں تو انکو دیکھکر تم خوش ہوتے ہو اور صبح کو چرانے لیجاتے ہو اور وہ الگ الگ ہوکر چرنے لگتے ہیں اور ایک کی آواز ایک سنکر بولنے لگتا ہے تو کیسا خوشنما سا نظر آتا ہے اور تجارت وغیرہ کے لئے جب کوئی بوجھ کہیں لیجانا چاہتے ہو تو جانوروں کی پیٹھ پر رکھکر لیجاتے ہو اگر تم خود لیجاتے تو ممکن نہ تھا اگر ممکن بھی تھا تو بڑی مشقت کا کام تھا غرض ذرا سمجھو اللہ پاک بندوں پر کیسا مہربان اور رحیم ہے کہ انکی ہر ایک ضرورت کے رفع کرنے کا اسنے سامان پیدا کیا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرک سے بڑھکر دنیا میں کوئی گناہ نہیں اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان کی ضرورت کی چیزوں کو اس طرح پیدا کیا کہ ان بت پرستوں کے بتوں کا اس میں کچھ دخل نہیں ہے تو اللہ کی تعظیم اور عبادت میں دوسرے کو شریک کرنا بڑی وبال کی بات ہے۔

منزل ۳

۱۱ میں

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

اور گھوڑے بنائے اور خچریں اور گدہے کہ انپر سوار ہو اور رونق اور بناتا ہے جو تم نہیں جانتے

بعض حنفیہ نے اِس آیۃ سے یہ بات نکالی ہی کہ گھوڑے کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالٰی نے اِس آیت میں فرمایا ہے کہ گھوڑے سواری اور زینت کے لئے ہیں ذبح کرنے اور گوشت کھانے کی ممانعت اِس سے نکلتی ہی اور علماء نے اِس کا جواب یہ دیا ہی کہ اِس آیۃ میں حرام وحلال کا ذکر نہیں ہے یہاں تو اللہ تعالٰی نے فقط اپنی نعمتوں کا ذکر کیا ہی عزت اور زینت کی سواری کے لئے گھوڑا اللہ کی ایک بڑی نعمت ہی اسلئے سواری کی نعمت جتلا کر گھوڑے کا ذکر فرمایا ہی دونوں مذہبوں کی تائید میں حدیثیں بھی پیش کی گئی ہیں ان میں اون علما کا قول جو گھوڑے کے گوشت کے جائز ہونے کے قائل ہیں زیادہ مضبوط ہے کیونکہ وہ حدیث جسمیں گھوڑے کے گوشت کی اجازت ہی حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی روایت سے صحیحین کی ہی اور وہ حدیث جس سے ممانعت نکلتی ہے مسند امام احمد بن حنبل کی خالد بن ولید وغیرہ کی روایۃ سے ہی اور اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہی کہ صحیحین کی متفق علیہ روایت مسند کی روایت سے مقدم ہے علاوہ اسکے خالد بن ولید کی روایۃ میں کسی قدر ضعف بھی ہی اسی واسطے امام محمد اور ابو یوسف گھوڑے کے گوشت کو جائز کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رح سے کوئی روایۃ گھوڑے کے گوشت کے ناجائز ہونے میں صاف نہیں ہے کیونکہ ہدایہ کی شرح غایہ میں امام ابو حنیفہ رح کی روایۃ جو اس باب میں نقل کی ہی اُسکا حاصل یہی ہی کہ گھوڑے کے گوشت کھانے کو میں تعجب کی نظر سے نہیں دیکھتا اس روایۃ کا مطلب تو یہی ہی کہ جس طرح اور ناجائز چیزوں کے کھانے کو تعجب کی نظر سے میں دیکھتا ہوں گھوڑے کا گوشت میرے نزدیک ایسا نہیں ہی۔ سواری کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالٰی نے ایسی سواریوں کا ذکر جو فرمایا ہے جن کو اُس وقت کے لوگ نہیں جانتے تھے اِس میں ریل دخانی جہاز سب شامل ہیں کیونکہ آدمی نے اپنی ایجاد طبع سے جو چیز نکالی ہے اُسمیں اللہ تعالٰی کی پیدائش کا ضرور دخل ہے کس لئے کہ اللہ نے آدمی کو پیدا کیا آدمی کی عقل پیدا کی جب جاکر آدمی کسی ایجاد کے قابل ہوا اگر اللہ آدمی کو عقل نہ دیتا تو وہ کس ایجاد کے قابل ہو سکتا تھا۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۝

اور اللہ پر پہونچتی ہے سیدہی راہ اور کوئی راہ کج بھی ہے اور وہ چاہے تو راہ دے تم سب کو

جب اللہ پاک نے اون جانوروں کا ذکر کیا جس پر لوگ سوار ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں اور دنیا میں رستہ طے کرتے ہیں تو اب دین کے رستوں کا بیان کیا اور فرمایا کہ دو راہیں ہیں۔ ایک تو سیدھی دوسری کج جو سیدھی راہ ہی وہ خدا تک پہنچتی ہے اور جو کج ہی وہ شیطانی راہ ہی انسان کو دوزخ میں لے جاتی ہے سبیل سے مراد دین اسلام ہے اور جائر سے بت پرستی وغیرہ حاصل کلام یہ ہی کہ اللہ جاہتا ہی تو دین اسلام پر چلنے کی توفیق دیتا ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اِس آیۃ کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ رب حلال وحرام کا بیان کر دینا اور اپنی مرضی اور نامرضی کے کاموں

منزل

کا ذکر کر دینا جسکو اُس نے آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے بیان کر دیا اب جسکا جی چاہے جس راہ کو پسند کرے اگر اللہ پاک چاہتا تو سارے جہان کو ایک سیدھی راہ پر کر دیتا اور وہ لوگ حق تک پہونچ جاتے مگر اُسکی مشیت ازلی مقتضی نہیں ہوئی اُسنے راہیں تبلا دیں جسکی طبیعت نیک پیدا ہوئی ہے وہ آپ راہ حق کو قبول کرتا ہے اور جو بد بخت ازلی ہی وہ راہ راست سے بھٹکتا پھرتا ہی اور گمراہی کے رستوں میں پڑا ہوا ہی حضرت عبد اللہ بن عباس کے اس قول کا مطلب یہ ہی کہ آیۃ میں بیان کا لفظ محذوف ہی گویا اصل آیۃ و علی اللہ بیان قصد السبیل ہی جو راستہ آدمی کو مقصد تک پہونچا دیوے عرب کے محاورہ میں اُسکو قصد السبیل کہتے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کو انجانی کے عذر کا رفع کر دینا بہت پسند ہی اسی لئے اُسنے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے آسمانی کتابیں بھیجکر تفصیل سے احکام دین بیان فرما دیئے حضرت عبد اللہ بن عباس کا اوپر کا قول اس صحیح حدیث کے موافق ہی۔ صحیح بخاری مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں لکھہ لیا ہی کہ کون شخص دنیا میں پیدا ہونے کے بعد جنت میں جانے کے قابل کام کریگا اور کون شخص دوزخ میں جانے کے قابل اب دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ہر شخص اوسی لکھے کے موافق کام کرتا ہی اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ علم آلہی میں جو لوگ جنت کے قابل ٹھہر چکے ہیں اللہ تعالی اُنکو سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق دیتا ہے اور جو لوگ علم آلہی میں دوزخ کے قابل ٹھہر چکے ہیں وہ ہمیشہ کجی کی راہ پسند کرتے ہیں اور اُنکو مجبور کرکے اللہ تعالی راہ راست پر لانا نہیں چاہتا کیونکہ انتظام آلہی کے موافق دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہے مجبوری کی حالت میں وہ امتحان کا موقع باقی نہیں رہتا

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ

وہی ہے جسنے اتارا آسمان سے پانی تمہارا اس سے پینا ہے اور اسیمیں درخت جسمیں چراتے ہو اُگاتا ہے تمہارے

الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

واسطے اس سے کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے میوے اسمیں نشانی ہے ان لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں

اللہ پاک نے انسان اور جانوروں کی پیدا کرنیکا حال بیان کرکے اب اون نعمتوں کا ذکر کیا جو مینہہ برسا کر آسنے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں اسلئے فرمایا کہ یہ خدا ہی کا کام ہے کہ اُسنے مینہہ برسا کر تمہارے لئے پانی پینے کو ندی نالے اور تالابوں میں جمع کر رکھا ہے اگر وہ چاہتا تو آسمان سے کڑوا اور کھاری پانی اوتارتا جسکے پینے پر انسان مجبور ہوتا یہ بہت ہی بڑا اوسکا احسان ہی جو میٹھا پانی برساتا ہے اور زمین کو تر رکھتا ہے جسمیں کھیتی ہوتی ہے اور طرح طرح کے درخت اور گھانس اوگتے ہیں اور لوگ اپنے اپنے جانوروں کو چراتے ہیں اور کھیتوں میں غلے پیدا ہوتے ہیں جس سے انسان غذا حاصل کرتا اور اپنی زندگی بسر کرتا ہے اور اسی پانی کے سبب سے زیتون کھجوریں انگور اور طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہیں جسکو لوگ

کہاتے ہیں زیتون کا تیل بھی بنتا ہے جسکو آدمی اور اور کام میں بھی لاتا ہے غرض اس سے بڑی قدرت اور عظمت خدا
کی سمجھی جاتی ہے کہ مثلاً جب اناج کا ایک دانہ زمین میں ڈالا جاتا ہی تو تھوڑے عرصہ میں وہ دانہ پہٹ پڑتا ہے اور ایک
باریک شاخ پیدا ہوکر اوپر کو چڑھنے لگتی ہے اور زمین میں اسکی جڑ پھیلنے لگتی ہی پہر رفتہ رفتہ پتے اور ڈالیان پھیل کر
ایک بہت بڑا درخت ہو جاتا ہے اور اناج پیدا ہونے لگتا ہے یہی حال ہر ایک میوے کی گٹھلی اور ہر ایک ترکاری
اور پھلواری کے بیج کا ہے پھر ایک درخت کا پھل پھول دوسرے درخت کے پھل پھول سے جدا جدا اپنے اپنے
رنگ و بو و ذائقہ میں مختلف ہوتے ہیں جو شخص ان باتون میں غور و فکر کرتا ہی وہ فوراً سمجھ لیتا ہی کہ اسکا پیدا کرنے والا
بہت بڑی قدرت والا ہے اور اسکا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ ان چیزون کے پیدا کرنے میں کسی کا کچھ دخل نہیں
صحیح بخاری کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث گزر چکی ہی کہ قریش کی سرکشی کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
بددعا کی اور آپکی بددعا سے مکہ میں سخت قحط پڑا۔ صحیح بخاری میں زید بن خالد جہنی اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایتیں
ہیں جنمین یہ ہی کہ مشرکین مکہ تارونکی گردش سے مینہ برسنے کے قائل تھے ان حدیثون کو آیتون کے ساتھ ملانے سے یہ
مطلب ہوا کہ مینہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے برستا ہے مستقل طور پر تارونکی گردش کا اس میں کچھ دخل نہیں کیونکہ تارونکی
گردش تو آخر مکہ کے قحط کے زمانہ میں بھی تھی پھر اوس وقت اوس گردش کی تاثیر کہان گئی۔ اسی طرح قحط کے قصے سے یہ
بھی نکلا کہ ان مشرکوں کے بتونکو بھی خدا کی خدائی مین کچھ اختیار نہیں کس لیے کہ اوس قحط کے زمانہ میں ان بت پرستون
نے اپنے بتون سے رفع قحط کی التجا کی مگر کچھ نہ ہوا آخر اللہ کے رسول نے جب رفع قحط کی دعا کی تو مینہ برسا اور وہ قحط رفع ہوا

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ
اور کام لگائے تمہارے رات اور دن اور سورج اور چاند اور تارے لگے ہیں اسکے حکم سے اسمین نشانیان ہیں ان لوگونکو
لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۝
جو بوجھ رکھتے ہیں اور جو بکھیرا ہے تمہارے واسطے زمین میں کئی رنگ کا اس میں نشانی ہے ان لوگون کو جو سوچتے ہیں

ان آیتون میں اللہ پاک نے رات دن چاند سورج ستارون کے پیدا کرنے مین جو نفع انسان کے لیے رکھا ہے
اسکا بیان فرمایا کہ اللہ نے تمہارے ہی فائدہ کے لئے یہ رات اور دن بنائے ہیں جہان ایک ان میں سے ختم ہوا دوسرا
آن موجود ہوا دن کو لوگ اپنے اپنے کاروبار سے جا لگتے ہیں اور اپنی روزی حاصل کرتے ہیں راتون کو تھکے ماندے
کر آرام کرتے ہین چاند و سورج سے مہینون اور برسون کا حساب ہوا کرتا ہے چاند اٹھائیس دن میں اپنا دورہ
پورا کرتا ہی اور پھر دو یا ایک رات پوشیدہ رہکر ہلال کی صورت میں نکلتا ہے تو ایک مہینہ ہوتا ہے سورج تین سو ساٹھ
دن میں پورا دورہ آسمان کا طے کرتا ہے تو ایک سال ہوتا ہے اس عرصے میں گرمی جاڑے برسات کی فصلیں ہوتی
ہیں ان فصلون کے سبب سے ایک بڑا تغیر ہوتا ہی پھول لگتے ہیں اور پھر پھل کچے سے پکے ہو جاتے ہیں اور ستارے

منزل ۳

جو احسان ہم پر پیدا کئے ہیں اس سے بھی بڑا نفع حاصل ہوتا ہے اندھیری راتوں میں سفر کرنے والے اس سے پورب پچھم
و تر دکھن پہچانتے ہیں یہ سب خدا کی قدرت کا ادنیٰ نمونہ ہے اور یہ سب اوسی کے حکم کے تابع ہیں عقلمند ان
نشانیوں سے خدا کی قدرت کا پتہ لگا لیتا ہے پھر اسکے بعد زمین کا حال بیان فرمایا کہ کیسے کیسے مختلف رنگ کے
پھل پھول جنکا ذائقہ جدا جدا ہی صورت علیحدہ علیحدہ ہے جانور مختلف قسم کے ایک کی صورت ایک سے نہیں ملتی
ہر ایک کی طبیعتیں الگ الگ ہیں یہ سب کچھ تمہارے ہی کام کے لئے بنایا ہی تاکہ تم انسے طرح طرح کا فائدہ اوٹھاؤ اور جو
لوگ خدا کی نعمتوں کو سوچتے سمجھتے رہتے ہیں آنکے واسطے یہ بہت بڑی نشانی ہی کہ جو انکا حقیقی پیدا کرنے والا ہے
اسکی ذات ایسی بے مثال ہے جسکا کوئی شریک نہیں اور اوس میں ہر ایک بات کی قدرت ہی۔ فلسفی نجومی اور مشرکین
مکہ سورج چاند تاروں میں جن تاثیرات مستقل کے قائل ہیں وہ اعتقاد مسخرات بامرہ سے غلط قرار پاتا ہی کیونکہ
مسخرات بامرہ کا یہ مطلب ہے کہ سورج چاند تاروں کا طلوع غروب اور انکی گردش سب اللہ کے حکم سے ہی ان میں
کوئی مستقل تاثیر نہیں ہے صحیح بخاری کے حوالہ سے عبد اللہؓ بن مسعود اور زیدؓ بن خالد جہنی کی اور صحیح مسلم کے حوالہ
سے ابو ہریرہؓ کی روایتیں جو اوپر گزر چکی ہیں اون روایتوں کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ
ہے کہ سورج چاند تاروں میں بغیر حکم الٰہی کے کوئی مستقل تاثیر نہیں ہے جو لوگ اس مستقل تاثیر کے قائل
ہیں وہ بڑی غلطی پر ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْکُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ
اور وہی ہے جسنے کام لگایا دریا کو کہ کھاؤ اس میں سے گوشت تازہ اور نکالو اس سے گہنا جو پہنتے ہو اوس کو
وَتَرَی الْفُلْکَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝
اور دیکھے تو کشتیاں پھاڑتی چلتی اس میں اور اس واسطے کہ تلاش کرو اسکے فضل سے اور شاید احسان مانو

منزل ۳

اللہ پاک نے آسمان و زمین کی چیزوں کا ذکر کرکے اون فائدوں کا بیان کیا جو دریا سے لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں فرمایا کہ
دریا کو تمہارا محکوم کر دیا تم اوس میں سے مچھلیاں پکڑ پکڑ کر کھاتے ہو نہیں تو تمہاری کیا ہستی تھی جو دریا کے کنارہ پر پھیر بھی کھڑ
سکتے ایک موج میں کہیں کے کہیں جا رہتے یہ اوسی کا حکم ہے کہ دریا اپنی حد سے نہیں بڑھ سکتا جس سے تم ڈوبنے
سے محفوظ رہتے ہو اور اس میں غوطے لگا لگا کر بیش بہا موتی نکال لیا کرتے ہو اور طرح طرح کے زیورات بنایا کرتے
ہو کشتیاں بنا بنا کر دریا کے رستے سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جایا کرتے ہو اور تجارت میں سینکڑوں
روپیہ کا نفع اوٹھاتے ہو اسکی شکر گزاری کرنی چاہیئے نہ یہ کہ ان احسانات کو بالکل فراموش کرکے دوسروں کو
اللہ کی تعظیم میں شریک کیا جاوے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہؓ بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہے
جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک سے بڑھکر دنیا میں کوئی گناہ نہیں فرمایا اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں

بڑا دخل ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا ہی تو اُس کی تعظیم میں دوسروں کو شریک کرنا بڑے وبال کی بات ہے۔

وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَعَلَامَاتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ۝

اور ڈالے زمین میں بوجھ کہ کبھی جھک پڑے تم کو لیکر اور ندیاں بنائیں اور راہیں شاید تم راہ پاؤ اور بنائے پتے اور تارے سے لوگ راہ پاتے ہیں

تفسیر عبدالرزاق میں حسن بصری سے اور تفسیر ابن جریر میں قیس بن عباد سے روایۃ ہی کہ پہلے پہل اللہ نے پانی پر زمین بچھائی تو زمین ہلتی تھی فرشتوں نے آپس میں چرچا کیا کہ زمین پانی پر کیونکر ٹھہرے گی جب اللہ نے زمین پر پہاڑ ٹھونک دئے تو پھر زمین کا ہلنا بند ہو گیا اور فرشتوں کو معلوم بھی نہ ہوا کہ اللہ نے کب اور کس چیز کے یہ پہاڑ بنا دئے۔ ایک جگہ یہ بات اوپر گزر چکی ہے کہ عبدالرزاق بن ہمام نے نابینا ہونے سے پہلے جو کتابیں تالیف کی ہیں اُنکو امام بخاری نے صحیح قرار دیا ہے اسلئے تفسیر عبدالرزاق کی یہ حسن بصری کی روایۃ معتبر ہے یہ قیس بن عباد بھی جلیل القدر تابعیوں میں ہیں اور تفسیر ابن جریر کی سند بھی معتبر ہے ترمذی میں انس رضی بن مالک کی اسی مضمون کی جو ایک روایت ہے اگرچہ سلیمان بن ابی سلمان حضرت عبداللہ بن عباس کا پردردہ اِس روایۃ کی سند میں نامعلوم الحال ہے لیکن اوپر کی روایتوں سے ان انس بن مالک کی روایت کو بھی کسی قدر تقویت ہو جاتی ہے ان روایتوں کے موافق ان تمید بکم کی اصل ان لا تمید بکم ہے جسکے حاصل معنے وہی ہیں جو حسن بصری رح اور قیس بن عباد رح کے قول کے موافق اوپر بیان کئے گئے ہیں اگرچہ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہ تھی کہ بغیر پہاڑوں کی میخیں ٹھونکنے کے وہ زمین کو پانی پر مضبوط جما دیتا لیکن پہاڑوں کے پیدا کرنے میں طرح طرح کی حکمتیں تھیں سونا چاندی اور قیمتی چیزیں اکثر قسم کی دوائیں پہاڑوں میں پیدا ہوتی ہیں ندیاں اور چشمے پہاڑوں میں سے نکلتے ہیں اِس لئے اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کیا اور فرشتوں کے ایک خاص گروہ کو پہاڑوں کی چیزوں کے انتظام کے لئے مقرر کیا جس گروہ کے سردار کا لقب ملک الجبال ہے چنانچہ صحیح بخاری کی حضرت عائشہ رض کی روایۃ میں یہ ذکر تفصیل سے ہے سورۃ الانبیاء میں آویگا کہ پہاڑوں کے بیچ میں اللہ تعالیٰ نے گھاٹیاں رکھیں ہیں۔ تاکہ پہاڑوں کے سبب سے راستہ بند نہ ہو سبلا لعلکم تہتدون کا یہاں بھی یہی مطلب ہے وعلمت وبالنجم ھم یھتدون حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق آیت کے اِس ٹکڑے کی تفسیر یہ ہے کہ دن کو پہاڑ اور رات کو تارے ایسی علامتیں ہیں جنکے سبب سے مسافروں کو سیدھا راستہ جنگل اور دریا میں معلوم ہو جاتا ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ رض بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرک سے بڑھکر دنیا میں کوئی گناہ نہیں اِس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی راحت کے لئے یہ سب چیزیں پیدا کیں ہیں تو یہ بڑے وبال کی بات ہی کہ اللہ کی تعظیم میں دوسروں کو شریک کیا جاوے

أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ

بھلا جو پیدا کرے برابر ہے اُسکے جو کچھہ نہ پیدا کرے کیا تم سوچ نہیں کرتے اور اگر گنو نعمتیں اللہ کی نہ پورا کر سکو اُن کو

إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اللہ پاک نے آسمان اور زمین اور دریا کے پیدا کرنے کا ذکر اور اوس سے جو جو نفع انسان کو پہنچتا رہتا ہے اوس کا ذکر کرکے اب مشرکوں کو یوں سمجھایا کہ اب جو تم بتوں کی عبادت کرتے ہو اور انہیں خدا کا شریک ٹھہراتے ہو تو تم ہی بتلاؤ کہ ان بتوں نے کونسا آسمان بنایا کون سی زمین پیدا کی کہ ہر انھوں نے دریا بہائے اگر کچھہ نہیں کیا تو پھر یہ اوس خدا کے برابر کیونکر ہو سکتے ہیں جسنے ساری چیزیں پیدا کی ہیں تھوڑا سا تو غور کرکے دیکھو تمہارے خدا نے تم پر کیا کیا احسان کئے اور کیسی کیسی نعمتیں تمکو دین کیا تم انکا شمار کر سکتے ہو اور اُس کا شکر ادا کر سکتے ہو ہرگز نہیں گن سکتے اگر وہ اپنی ہر نعمت کے مقابل میں تم سے شکر چاہے تو بالکل بجا ہے اور تم سے کوتاہی ہونے پر تمہیں سزا کا مستحق ٹھہرا سکتا ہے مگر اُسنے ان باتوں سے درگذر کی اور تم پر مہربانی کی کہ ہر نعمت پر تم سے شکر کا طلبگار نہیں ہے البتہ بہت سی نعمتوں کے مقابل میں تم سے ایک تھوڑا سا یہ شکریہ ادا کرنے کو کہتا ہی کہ تم خالق اور مخلوق کو برابر ٹھہرا کر اللہ کی تعظیم میں فرق نہ ڈالو اپنے خالق کو یاد رکھو یہ نہیں کہ بالکل ہی اُسکو بھول جاؤ اور اُسکا شریک ٹھہرانے لگو ابن جریر نے ان اللہ لغفور رحیم کی تفسیر میں یہ کہا ہی کہ وہ تمہاری قصور کو معاف کرنے والا ہے جو ان نعمتوں کے شکریہ میں تم سے ہوا ہے اور جب تم شرک سے توبہ کرلو اور اُس کی اطاعت اور اُسکی خوشی کے ہر کام کی طرف رجوع ہو جاؤ تو وہ تم پر از حد مہربان ہے اور توبہ قبول کر لیتا ہے اور توبہ قبول ہونے پر پھر عذاب نہیں کرتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر کی آیتوں میں انسان کی ضرورت اور راحت کی چیزوں کا ذکر فرما کر اوپر کے ذکر کا یہ نتیجہ اِن آیتہ میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ سب چیزیں تو اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں اِس میں کوئی اُسکا شریک نہیں ہی اِس لئے اب یہ بات ان مشرکوں کو سوچنی چاہیے کہ اللہ کی تعظیم میں دوسروں کو شریک کئے جانے کا کیا حق ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے معاذ بن جبل کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اُسکی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں اگر بندے اِس حق کو ادا کریں گے تو انکا اللہ پر یہ حق ہوگا کہ اللہ انکو عقبی کے عذاب سے بچاوے اِس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو شخص شرک سے بچا تو اُسنے حق بندگی ادا کرکے اُس معبود حقیقی کی تعظیم میں فرق نہیں ڈالا اِسلئے سوا شرک کے کچھہ اور گناہ ہوں گے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہی اور جو شخص جیتے جی شرک میں گرفتار رہا اور اِسی حالت میں بغیر توبہ کے مر گیا تو اُسنے اللہ کی تعظیم میں فرق ڈالکر خالق اور مخلوق کا رتبہ ایک کر دیا اسلئے ایسا شخص اِس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اللہ اُس پر مہربان ہو اور اُسکے گناہوں کو بخشے غرض حافظ ابو جعفر ابن جریر نے ان اللہ لغفور رحیم کا جو مطلب بیان کیا ہی

منزل ۳

وہ معاذ بن جبل کی حدیث کے موافق ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ

اور اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو کھولتے ہو اور جنکو پکارتے ہیں اللہ کے سوا کچھ پیدا نہیں کرتے

شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ○ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○

اور آپ پیدا ہوتے ہیں مردے ہیں جنمیں جی نہیں اور خبر نہیں رکھتے کب اٹھائے جاوینگے

مشرکوں کے جھوٹے معبودوں کی یہ دوسری مذمت ہی کیونکہ پہلے اس سے یہ فرمایا تھا کہ زمین و آسمان اور دریا اور انکے اندر جو جو چیزین ہیں سب خدائے وحدہ لاشریک نے پیدا کین ان مشرکون کا اگر یہ اعتقاد ہی کہ جن بتون کی یہ پوجا کرتے ہیں اون میں ان چیزون کے پیدا کرنے کی قدرت ہی یا کوئی شئے اونھون نے پیدا کی ہی تو اوس شئے کی نشاندہی کیجاوے ورنہ پھر اونکو اس خالق کے برابر کیون سمجھتے ہیں اب دوسری بات یہ فرمائی کہ اللہ پاک ہر شخص کے ظاہر اور باطن کو یکسان جانتا ہی جو کام چھپکر کیا جاتا ہے اوس سے بھی وہ واقف ہے اور جو کھلم کھلا کیا جاتا ہے اوسے بھی وہ دیکھتا ہی تو کیا اون بتون کو بھی ایسا علم ہے کہ ہر ظاہر اور باطن کو جان لین اگر یہ بات نہیں ہی تو ان بتون سے مراد کا مانگنا بے فائدہ ہی کیونکہ جب یہ بت مراد مند کی مراد سے ہی بے خبر ہیں تو پھر کسی کی مراد کو یہ کیا پورا کر سکتے ہیں پھر فرمایا کہ یہ مشرک جو خدا کے سوا ان بتون کی عبادت کرتے ہین ان مین خاک کسی شئے کے پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے یہ تو خود مخلوق ہیں اور بالکل بے جان ہیں ان میں حس و حرکت تک نہیں زندہ ہونا تو درکنار نرے پتھر ہی پتھر ہیں انسے تو لاکھ درجہ یہ مشرکین خود بہتر ہیں کیونکہ زندہ تو ہیں چلتے پھرتے ہیں آنکھوں سے دیکھتے کانون سے سنتے ہیں انکے بتونکو کیا خبر ہے کہ انکے پوجاری اور یہ خود مرنے کے بعد کب زندہ ہونگے اور زندہ ہونے کے بعد ایک دوسرے سے کیونکر بیزاری ظاہر کریں گے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی کہ قوم نوح میں سے کچھ لوگ مر گئے تھے جنکے مر جانے کا رنج اور صدمہ انکے رشتہ دارون اور معتقدوں کو بہت تھا۔ شیطان نے موقع پا کر ان لوگون کے دلمین یہ وسوسہ ڈالا کہ اگر اون مرے ہوئے نیک لوگون کی مورتین بنا کر آنکھون کے سامنے رکھ لی جاوین تو انکے آنکھون کے سامنے سے اٹھ جانے کا رنج اور صدمہ کم ہو جاویگا ان لوگون نے شیطان کے وسوسہ کے موافق وہ مورتین بنا لین اور پھر رفتہ رفتہ انکی پوجا ہونے لگی سورہ یونس میں گذر چکا ہی کہ قیامت کے دن جب ان مورت پرستون کا اور اون نیک لوگون کا اور پتھر کی مورتون مین جان ڈالی جا کر انکا غرض ان سب کا آمنا سامنا ہوگا تو وہ نیک لوگ اللہ تعالی کو گواہ قرار دیکر اس پوجا سے اپنی بے خبری جتلا دین گے اسی کو فرمایا کہ ابھی تو اصلی نیک لوگون اور اونکی مورتون کے پتھرون کو قیامت کا حال کچھ معلوم نہیں لیکن قیامت کے دن جب ان سب کو جمع کیا جا کر بت پرستی کی دریافت کی جاویگی تو ان بت پرستون

منزل ٣

ع ١٢ / ٨

کو اپنی حالت پر پچھتانا پڑیگا چنانچہ اس پچھاوے کا ذکر سورہ بقر میں گزر چکا ہی۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ

معبود تمہارا معبود ہے اکیلا سو جو یقین نہیں رکھتے پچھلی زندگی کا انکے دل نہیں مانتے اور وہ مغرور ہیں ٹھیک بات ہے

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝

کہ اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہیں اور جو جتاتے ہیں بیشک وہ نہیں چاہتا غرور کرنے والون کو

اللہ پاک نے اس سے پہلے کی آیتون میں بتون کے معبود ہونے میں طرح طرح کی خرابی بیان فرما کر اب یہ فرمایا کہ تم لوگون کا معبود وہی اکیلا خدا ہے جسنے ساری چیزین دنیا میں پیدا کی ہیں دنیا میں تو چاہے تم لوگ جسکو معبود ٹھہرا لو مگر آخرت میں کوئی جھوٹا معبود نظر نہیں آئے گا اکیلا خدا ہی خدا ہوگا اور سارے جہان کا حساب کتاب اُسی کے ہاتھ میں ہوگا پھر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی کہ کفار جو اپنے عقیدہ پر جمے ہوئے ہیں اور بتون کی عبادت نہیں چھوڑتے ہیں اسکی وجہ یہ ہی کہ آخرت کے دن کا یقین انکے دلون میں نہیں ہے آخرت کا یہ لوگ انکار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ قیامت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے جو کچھ ہے دنیا کی زندگی اور مالداری ہے پھر جب مر گئے تو مرنے کے بعد زندہ ہونا کیسا اسی خیال نے ان کو گمراہ کر رکھا ہے اور حق بات کے قبول کرنے سے یہ لوگ منہ موڑتے ہیں اگر آخرت کا خوف انکے دلمین ہوتا اور یہ اسبات کو سمجھ لیتے کہ آخرت میں اکیلے اللہ سے کام پڑنے والا ہے دنیا کی مالداری اور یہ بت وہان کچھ کام نہ آوین گے تو پھر آخرت کی درستی کی کسی بات کے ماننے میں انکی اکڑائی باقی نہ رہتی لیکن انکے آخرت کے انکار سے اللہ تعالیٰ کے انتظام میں کچھ فرق نہیں آتا انکے دلکی چھپی ہوئی اکڑائیان اور انکے ہاتھ پیر کے ظاہری سب کام اُسکو معلوم ہیں اور اس طرح کی اکڑائی کرنے والے لوگ اُسکو بالکل ناپسند ہیں اسلیے عقبیٰ میں یہ لوگ اپنے کیے کی پوری سزا پاوین گے مشرکین مکہ اپنی مالداری کے غرور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ کے مسلمانون کو حقیر جانتے تھے چنانچہ سورۂ الزخرف میں آویگا کہ ولید بن مغیرہ اور عروہ بن مسعود ان دو مالدار شخصونکا حوالہ دیکر کہا کرتے تھے کہ اگر نبوت سچی ہوتی تو ان مالدار دونون شخصوں میں سے کسی کو ہوتی اور تنگدست مسلمانون کو دیکھکر یہ کہا کرتے تھے کہ اگر دین اسلام سچا ہوتا تو ان تنگدست لوگون کے اسلام لانے سے پہلے ہم مالدار لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے کیونکہ اللہ نے اپنی مہربانی سے جس طرح ہمکو دنیا میں خوشحال کیا ہی عقبیٰ میں بھی ہم اُسکی مہربانی کے زیادہ مستحق ہیں چنانچہ اسکا تفصیلی ذکر سورۂ الاحقاف میں آویگا مشرکوں کی اس بات کا جواب تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزخرف میں یہ دیا ہی کہ دنیا فانی کا مال و متاع اللہ کے نزدیک کچھ قابل قدر چیز نہیں ہی اسلیے اُسکو اللہ کی مہربانی کا نتیجہ خیال کرنا بڑی غلطی ہے اور یہاں اتنا ہی فرمایا کہ ان لوگون کی مالداری کے غرور نے انکو عقبیٰ کی باتون کے انکار پر آمادہ کیا ہی۔ پہلے صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لیکر فرعون تک جو پہلی امتین اسی طرح کے غرور کی باتون کے سبب سے غارت ہوئین جنکے قصے پہلے

منزل ۳

گذر چکے ہیں وہ سب قصے ان اللہ لا یحب المتکبرین کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مغرور لوگوں کو پسند نہیں کرتا اسلئے اوسنے ایسی بہت سی پہلی امتوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کردیا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے مالدار گنہگار لوگوں کو قیامت کے دن جب دوزخ میں ڈالا جاویگا تو دوزخ میں ڈالتے ہی فرشتے اونسے پوچھیں گے کہ دنیا کی جس مالداری کے غرور نے تمکو عقبیٰ کے اس عذاب سے غافل رکھا آج اس عذاب کے آگے اوس مالداری کی راحت تمہیں کچھ یاد ہے یہ لوگ قسم کھاکر جواب دین دینگے کہ نہیں۔ اسی طرح نیک تنگدست لوگ جب جنت میں جاوینگے تو اونسے بھی فرشتے پوچھیں گے کہ جنت کی ان نعمتوں کے آگے دنیا کی تنگدستی تمہیں کچھ یاد ہے کہ نہیں تو وہ لوگ بھی قسم کھاکر جواب دیوین گے کہ نہیں اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہوا کہ ان مشرکوں کو جس مالداری کے غرور نے عقبیٰ کی باتوں سے غافل رکھا عقبیٰ کے عذاب کے آگے وہ مالداری اونکو یاد بھی نہ رہے گی اور جن تنگدست مسلمانوں کو یہ مشرک حقیر جانتے تھے اور وہ مسلمان اپنی تنگدستی پر صبر کرتے تھے اللہ تعالیٰ عقبیٰ میں اون کو جنت کی وہ نعمتیں دیوے گا کہ اونکو بھی دنیا کی وہ تنگدستی بالکل خواب وخیال ہوجاوے گی۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

اور جب کہے اُنکو کیا اُتارا ہے تمہارے رب نے کہیں نقلیں ہیں پہلوں کی۔

منزل ۳

معتبر سند سے تفسیر ابن ابی حاتم میں قتادہ کے قول کے موافق جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اُسکا حاصل یہ ہی کہ حج کے موسم میں دور دور کے لوگ مکہ میں آتے تھے جس سے قریش کو ڈر ہوا کہ باہر کے لوگ آنحضرت کی باتیں اور قرآن شریف کی نصیحت کو سنکر بت پرستی چھوڑ دین گے اسلئے قریش نے مکہ کے چاروں طرف لوگ بٹھلا دئے تھے اور اونسے کہہ دیا تھا کہ جو کوئی قرآن شریف کا حال پوچھے تو کہہ دینا کہ پہلے لوگوں کی ایک کہانی ہے وہ یہی کہہ دیتے تھے اور جب وہ باہر کے لوگ مکہ کے اندر آتے تو جو لوگ مسلمان ہوگئے تھے وہ قرآن شریف کی بہت تعریف کرتے تھے اوسی ذکر میں اللہ تعالیٰ نے آیۃ کا یہ ٹکڑا اور اگلا ٹکڑا نازل فرمایا جس میں قرآن شریف کی تعریف کرنے والوں کا ذکر ہے۔ اس آیۃ کے دوسرے ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہی کہ جو لوگ اوروں کو بہکاتے ہیں اُنپر قیامت میں دوگنا عذاب ہوگا ونکے گناہوں کا جدا ہوگا اور بہکانے کا جدا ہوگا اس کی صراحت اُس حدیث میں بھی ہے جو حضرت ابوہریرہ کی روایت سے آگے آتی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جس شخص نے کوئی ہدایت کا کام لوگوں میں پھیلایا اُسکو اُسکی نیکی کا اجر بھی خدا دیویگا اور اُسکے ہدایت کے سبب سے جتنے لوگ نیک راہ لگین گے اور اجر پاوین گے اوسی قدر اجر اوسکو بھی خدا اپنے پاس سے دیویگا نیک راہ پر آنے والوں کا ثواب کچھ نہیں گھٹنے کا یہی حال بدی کے پھیلانے والے شخص کی سزا کا ہے غرض اس حدیث میں صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آیۃ کے معنے کی صراحت فرمادی ہے تو اب یہ شبہ باقی نہ رہا کہ یہ آیت دلا

تزروازرۃ وزراخریٰ کے مطلب کے ساتھ کیونکر موافق ہے کس لئے کہ بدی پھیلانے والے نے دو کام کئے تھے ایک خود بدی کی دوسرے اوروں کو بدی کی راہ سے لگایا اسلئے اوسکو دونوں طرح کے عملوں کی سزا ملی کسی دوسرے کا بوجھ اسپر نہیں ڈالا گیا اسلئے یہ آیۃ سورہ والنجم کی آیۃ لا تزر وازرۃ وزراخریٰ کے مخالف نہیں ہے کیونکہ اوپر کی حدیث مین صاف یہ آچکا ہے کہ بہکنے والوں کے گناہ جوں کے توں رہوینگے۔

لِیَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ۠

کہ اٹھاوین بوجھ اپنے پورے دن قیامت کے اور کچھ بوجھ اُنکے جنکو بہکاتے ہیں بے تحقیق سنتا ہے برا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہیں

اس سے پہلے کی آیۃ میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ مشرکین مکہ اجنبی لوگوں کے بہکانے کی غرض سے قرآن شریف کو کہتے تھے کہ یہ پہلے اہل کتاب کی کتابوں سے جن جن کر پہلے لوگوں کی کہانیاں بنالی ہیں اسلئے فرمایا جو لوگ ایسی باتیں کہہ رہے ہیں اسکا بدلہ انکو آخرت میں ملیگا اپنے گناہ کا بوجھ بھی بھرپور اوٹھائیں گے اور جن لوگوں کو بہکا رکھا ہے اُنکے گناہ کا بوجھ بھی انکے کاندھے پر ہوگا اور یہ بہت ہی برا بوجھ ہوگا کہ انکو اپنے بُرے کاموں کی بھی سزا ہوگی اور انکے پیروی کرنے والوں کے بد اعمال کی بھی۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ کی ایک حدیث ہے جسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے اسکو اسی قدر اجر ملے گا جتنا اسکی پیروی کرنے والوں کو ملے گا اور پیروی کرنے والوں کے اجر میں سے کچھ بھی کمی نہ ہوگی اور جسنے گمراہی کی طرف لوگوں کو بلایا اسپر اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس کے تابعداروں پر ہوگا اور اسکے تابعداروں سے بھی کوئی گناہ کم نہیں کیا جائے گا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ اور ابوسعیدؓ خدری سے روایتیں ہیں جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار شخص کو کسی بیماری کی یا اور کسی طرح کی دنیا میں تکلیف پہونچے تو اوس سے اوس شخص کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں آیۃ کے ٹکڑے لیحملوا اوزارہم کاملتہ یوم القیامتہ کو اور اس حدیث کو ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ مشرکوں کے نامہ اعمال مین قیامت کے دن معافی کہیں نظر نہ آویگی جسکا ذکر حدیث میں ہے بلکہ مشرکوں کو ہر قسم کے گناہوں کی پوری سزا ملے گی۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْیَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَیْهِمُ السَّقْفُ

دغا کر چکے ہیں اُنسے اگلے پھر پہنچا اللہ اُنکی چنائی پر نیو سے پھر گر پڑی اُنپر چھت

مِنْ فَوْقِهِمْ وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝

اوپر سے اور آیا اُنپر عذاب جہاں سے خبر نہ رکھتے تھے

تفسیر مقاتل بن حیان تفسیر عبدالرزاق اور تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہؓ بن عباس اور زید بن اسلم سے روایۃ ہے کہ یہ نمرود کی عمارت کا حال ہے۔ پانچ ہزار گز اونچی ایک عمارت بابل میں نمرود نے اس ارادہ سے بنائی تھی کہ آسمان پر چڑھکر خدا سے مقابلہ اور لڑائی کرے آخر سخت آندھی اور زلزلہ سے وہ عمارت گر گئی اور ہزاروں آدمی

ع ۴ ‏ منزل ۳

نمرود کے لشکر کے دیکھکر مر گئے چار سو برس تک نمرود زمین میں بڑے بڑے ظلم اور ستم کرتا رہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا طرح طرح کے جبر کر کے لوگوں کو ملتہ ابراہیمی سے روکتا رہا آخر اس ذلت سے ہلاک ہوا کہ حکم الٰہی سے مچھر اُس کی ناک کے نتھنے سے دماغ میں گھس گیا ہر وقت وہ مچھر اُسکے دماغ میں کاٹتا تھا اور وہ لوگوں سے تسکین کے لئے اپنے سر پر جوتیاں اور دوہتڑ پٹواتا تھا جتنے عرصہ تک اُسنے دنیا میں ظلم کیا تھا وہی چار سو برس کے عرصہ تک جوتیاں کھاتا اور ذلت سے جیتا رہا پھر ہلاک ہوگیا اس قصہ کے ذکر فرمانے میں قریش کو یہ تنبیہ ہے کہ یہ لوگ اپنے دعوے میں جس ملتہ ابراہیمی پر اپنے آپکو بتلاتے ہیں جس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کو اُس ملتہ ابراہیمی کا دنیا میں پھیلانا منظور تھا اتنے بڑے جابر صاحب حکومت بادشاہ نمرود نے ملتہ ابراہیمی کا پھیلنا روکا آخر کو ذلت پائی اور ملتہ ابراہیمی ایسی پھیلی کہ آج تک موجود ہے اب دین محمدی کا پھیلانا اللہ کو منظور ہے تم جو موسم حج میں مکہ کے ناکوں پر آدمی بٹھاکر باہر سے جو لوگ مکہ میں آتے ہیں انکو بہکاتے ہو اور دین محمدی کے اختیار کرنے والوں کو روکتے ہو دیکھو نمرود کی طرح ذلت اوٹھاؤ گے اور آخر ہوگا وہی جو اللہ کے ارادہ میں ہے اللہ سچا ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے آخر وہی ہوا کہ مکہ میں دین محمدی کے روکنے والے جتنے شخص تھے ابوجہل ولید بن مغیرہ وغیرہ یہ سب ذلت کی موت سے مارے گئے اور آخرت کا عذاب اپنے سر لے گئے اور دین محمدی کو جو عروج ہوا وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور جن بتوں کی حمایت کے جوش میں یہ مشرک لوگ دین محمدی کا پھیلنا نہیں چاہتے تھے فتح مکہ کے دن اون کی جو ذلت ہوئی اوسکا قصہ صحیح بخاری کی عبداللہ بن مسعودؓ کی اور صحیح مسلم کی ابوہریرہؓ کی روایتوں سے گزر چکا ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰؓ اشعری کی روایت اوپر گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے ظالم لوگوں کو ظلم سے باز آنے کے لئے مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑ لیتا ہے تو بالکل ہلاک کر دیتا ہے اس حدیث کو آیتہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ چار سو برس تک اللہ تعالیٰ نے نمرود کو مہلت دی لیکن جب وہ اس مہلت میں اپنے ظلم و ستم سے باز نہ آیا تو اوسکو اس ذلت سے ہلاک کر دیا جسکا ذکر اوپر گزرا۔ واتاہم العذاب من حیث لا یشعرون۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو عمارت نمرود نے بڑی مضبوطی سے بنائی تھی اوسکا ایسی جلدی گر جانا اور نمرود جیسے صاحب حکومت صاحب لشکر بادشاہ کا اس طرح کی ذلت و خواری سے ہلاک ہونا اُسوقت کے لوگوں کی سمجھ سے باہر ایک بات تھی۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ

پھر قیامت کے دن رسوا کریگا انکو اور کہے گا کہاں ہیں میرے شریک جنپر تم ضد کرتے تھے بولیں گے

قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ

جنکو خبر ملی تھی بیشک رسوائی آجکے دن اور برائی منکروں پر ہے

اللہ پاک نے فریب سے دین الٰہی کے روکنے والوں کا نتیجہ جو کچھ دنیا میں ہوا اسکو بیان کر کے اونہیں مکانوں کا

آخرت کا حال یہ بیان کیا کہ یہ لوگ قیامت کے دن بہت ذلیل و رسوا ہون گے اللہ پاک انکی مکر کی باتوں کو اور ان بھیدون کو جو انکے دلمین پوشیدہ ہونگے اپنی ساری مخلوق کے سامنے ظاہر کر دیگا صحیحین میں ابن عمرؓ کی ایک حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر ایک دغا باز کا جھنڈا اس کے ساتھ ہوگا اور اوسکے فریب کے بموجب کہا جائے گا یہ فلان شخص کا فریب ہے پھر اللہ تعالی ان دغا بازوں سے یہ کہے گا کہ وہ کہاں ہیں جنھیں تم نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تھا اور اونکی حمایت میں اللہ کے رسولوں کے ساتھ جھگڑا کرتے تھے اور جنکی وجہ سے تم مسلمانوں سے لڑا کرتے تھے اب اونہیں بلاؤ وہ کہاں گئے تمہاری مصیبت کیوقت مدد کرنے نہیں آتے پھر جب انپر حجت تمام ہو چکے گی تو نیک لوگ بطور طعن و تشنیع کے کہیں گے بیشک آج کی رسوائی اور ذلت کفاروں ہی کے واسطے ہے۔ مفسرون نے اختلاف کیا ہے کہ اس بات کے کہنے والے کون لوگ ہون گے بعضوں نے یہ بیان کیا ہے کہ علما ہونگے جو اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کرکے سمجھایا کرتے تھے اور قوم کے لوگ نہیں مانتے تھے اوس روز انکی رسوائی اور ذلت دیکھکر وہ علما کہیں گے کہ ہماری نصیحت نہ مانی کفر پر جمے رہے آج دیکھ لیا کیسی ذلت ہو رہی ہے اور بعضے مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ اس کلام کے کہنے والے انبیاء علیہ السلام ہونگے وہان کہیں گے کہ ہماری باتین تم نے نہیں مانیں خدا کے ساتھ بتون کو شریک ٹھہرایا اور کفر کیا اب دیکھ لیا کیسی رسوائی ہو رہی ہے اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ کہنے والے اس قول کے فرشتے ہون گے اونہیں طعنہ دیکر غصہ دلانے کو یہ بات کہیں گے صحیح قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ انبیا عام ایماندار سب کے منہ سے یہ بات نکلے گی۔ صحیح بخاری مسلم ترمذی اور ابو داؤد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالی کو جن لوگون پر عذاب کرنا منظور ہوگا انکا حساب بڑی کرید سے لیا جاوے گا اس حدیث کو آیۃ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ کفر و شرک ریا کاری اور بدعت کے حساب کی کرید میں اسی طرح کے سوالات کئے جاوینگے جس طرح مثلاً اس آیۃ میں مشرکوں سے سوال کیا گیا کہ وہ جھوٹے معبود کہاں ہیں تمہاری مصیبت کے وقت تم کو مدد کیوں نہیں دیتے۔

منزل ۳

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ص فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ

جنکی جان لیتے ہیں فرشتے اور وہ برا کر رہے ہیں اپنے حق میں تب آکرینگے اطاعت کہ ہم تو کرتے نہ تھے

مِنْ سُوْٓءٍ ط بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

کچھ برائی کیوں نہیں اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے تھے

اس آیۃ کے ٹکڑے میں بد لوگوں کی اور اس سے آگے جو ٹکڑا ہے اس مین نیک لوگون کی قبض روح کا حال ہے دونون طرح کی روحون کے قبض ہونے کے حال مین معتبر سند سے ابو داؤد و نسائی ابن ماجہ اور مسند امام احمد بن حنبل

میں براؔء بن عازب وغیرہ سے جو روایتیں آئی ہیں اُنکا حاصل یہ ہی کہ بد لوگون کی قبض روح کے لئے خوفناک صورت کے فرشتے آتے ہیں اور عذاب قبر اور عذاب قیامت کا حال اس قریب المرگ شخص کی روح کو سناتے ہیں اس حال کو سنکر وہ روح ڈرتی ہے اور جگہ جگہ بدن میں چھپتی ہے وہ فرشتے روح کو بدن سے نکالنے کی غرض سے اس بد شخص کے منہہ اور اسکی پیٹھہ پر بُری بُری طرح سے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خبیث جان اب بدن سے نکل اللہ کا غضب اور عذاب تیرے لئے تیار ہے آخری قبض روح کے وقت کی سختی کی مثال حدیث میں یہ ہے کہ جس طرح بھیگی ہوئی اون میں گرم سینچا چلا کر اگا لا جاوے اور نمی کے سبب سے اون کے سب بال سینچہ کو لپٹ جاتے ہیں اور سوکھی اون کے بالون کی طرح اوڑکر کوئی بال جلنے سے نہیں بچ سکتا اسی طرح بدن کے رونگٹے رونگٹے کو تکلیف پہنچ کر بد آدمی کی روح نکلتی ہے روح کے نکلتے ہی زمین پر ایک طرح کی بدبو پھیلتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدبو کا ذکر فرماتے وقت ناک کو کپڑا لگا لیا تھا کہ گویا بدبو آہی رہی ہے اسی طرح حضرت ابوہریرہ جب اس حدیث میں بدبو کا ذکر کی روایت کرتے تھے تو ناک کو کپڑا لگا لیا کرتے تھے اسی طرح اس بدبو کے پھیلنے سے آسمان کے فرشتوں کو ایک طرح کی اذیت ہوتی ہے اور آسمان کے فرشتے اوس روح کو بہت بُرا کہتے ہیں اور یہ قبض روح والے فرشتے اس روح کو ایک ٹاٹ کے ٹکڑے میں لپیٹ کر خدا تعالی کے روبرو لیجانا چاہتے ہیں مگر آسمان کے دروازے کھلنے کا حکم نہیں ہوتا اور اس روح کو پھر جسم میں لایا جا کر منکر نکیر کا سوال ہوتا ہی اور جواب پورا نہ ہونے سے سجین مقام میں جو ساتوین زمین کے نیچے ہے اس روح کا نام لکھہ لیا جاتا ہی اور طرح طرح کا عذاب قبر شروع ہوجاتا ہی جس سے اللہ ہر ایک مسلمان کو محفوظ رکھے ایک بد صورت شخص قبر میں آن کر مردے سے کہتا ہی کہ آج وعدے کا دن ہی مردہ کہتا ہی تجھکو خدا کی مار تو کون ہے وہ کہتا ہی میں تیرا بد عمل ہون غرض یہ مردہ ہمیشہ عذاب قبر میں مبتلا رہتا ہے اور دعا مانگتا رہتا ہی کہ قیامت دیر میں قائم ہو تاکہ اس سے زیادہ عذاب میں نہ پھنسوں نیک لوگوں کی قبض روح کے وقت خوبصورت فرشتے آتے ہین اور جنت کی خوشبو کا بسا ہوا ایک ریشمی کپڑے کا ٹکڑا لاتے ہیں اور روح کو اللہ کی رضامندی اور جنت کی نعمتون کی خوشخبری سناتے ہیں مثال کے طور پر حدیث میں فرمایا ہے کہ جس طرح پانی کی بھری ہوئی مشک میں سے پانی کے قطرے جلدی جلدی مشک کے دہانے سے ٹپک کر نکل جاتے ہیں اللہ کی رضامندی اور جنت کی نعمتون کا حال سنکر اس طرح پھرتی اور آسانی سے تمام جسم کی نیک روح اکٹھی ہو کر جھٹ بدن سے نکل جاتی ہے۔ اور اوس کے نکلتے ہی ایک خوشبو آسمان کے فرشتے تک پہنچتی ہے جس کو سونگھہ کر آسمان کے فرشتے آپس میں کہتے ہیں آج کوئی نیک روح بدن سے الگ ہوئی ہے اوسی کی یہ خوشبو ہے اور آسمان کے ہر دروازے کے فرشتے یہ آرزو کرتے ہیں کہ ہماری طرف سے یہ روح اوے تو اچھا ہے قبض روح کرنے والے فرشتے اس روح کو اس ریشمی خوشبودار کپڑے میں لپیٹ کر جب آسمان پر لیجاتے ہین تو ہر ایک آسمان کے فرشتے اپنے علاقے تک اوس روح کے ساتھہ جاتے ہیں بڑی عزت سے اوس شخص کا نام لیتے ہیں جسکی یہ روح ہے

منزل ۳

یہانتک کہ اللہ کے روبرو اس روح کو لیجاتے ہیں وہ روح اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اس روح کو علیین میں لکھہ لو علیین ساتوین آسمان پر ایک مقام ہے پہر وہ روح جسم مین لائی جاتی ہے اور منکر نکیر کے سوال وجواب کے وقت وہ ثابت قدمی اللہ کی طرف سے عنایت ہوتی ہی جسکا ذکر اوپر گزرا اور منکر نکیر کا جواب پورا ادا ہوجاتا ہے تو بڑا خوبصورت ایک شخص قبر میں اوس نیک مردہ کے پاس آتا ہے یہ نیک مردہ اوس شخص سے پوچھتا ہے تو کون ہی وہ کہتا ہی میں تیرا نیک عمل ہون حاصل کلام یہ ہی کہ تمام اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ آدمی کے مرجانے کے بعد روح فنا نہیں ہوتی بلکہ اچھی روحین طرح طرح کے جانورون کی شکل میں جنت مین چرتی پھرتی ہیں اور بری روحین عذاب مین گرفتار رہتی ہیں لیکن اچھی روحیں قیامت کے قائم ہونے کی دعا مانگتی رہتی ہین کیونکہ آدمی کے بھیس مین آن کر خاص مکان اور ہر طرح کا عیش تو انکو قیامت کے قائم ہونے کے بعد ملے گا بالفعل تو وہ جنت میں اس طرح ہیں جس طرح کوئی اوپری جانور کسی باغ میں ہوتا ہی اگرچہ بعضے علما نے یہ کہا ہی کہ قیامت سے پہلے سوا شہیدون کے اور کوئی روح جنت میں نہ جاویگی لیکن حدیث شریف میں عام مسلمانون کی روحوں کے جنت مین رہنے کا ذکر قیامت سے پہلے آچکا ہے۔ چنانچہ معتبر سند سے نسائی موطا اور بیہقی کی کتاب بعث ونشور میں کعب رض بن مالک کی روایت میں اس کا ذکر صراحت سے ہے۔ شہیدون کی روحون اور عام ایماندارون کی روحون مین فرق اسی قدر ہے کہ عام ایماندارون کی روحیں پیدل شخص کی طرح جانورون کی شکل سے جنت مین جاوین گی اور شہیدونکی روحین سوار شخص کی طرح سبز جانورون کے پوٹے میں ہون گی جسکا ذکر مسند امام احمد وغیرہ کی حضرت عبداللہ رض ابن عباس کی صحیح روایت میں ہی فالقوا السلم ماکنا نعمل من سوء آیۃ کا مطلب یہ ہی کہ یہ لوگ آخر وقت پر عذاب کے فرشتون کو دیکھ کر اپنے آپکو فرمانبردار ٹھہرا کر نافرمانی کا انکار کرین گے مگر اللہ تعالیٰ اپنے علم سے انکے اس انکار کو جھٹلا دیگا۔

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

سو پیٹھو دروازون میں دوزخ کے رہا کرو اسیمین سو کیا برا ٹھکانا غرور کرنے والون کا

جب کفار قیامت کے دن قسمین کھا کر یہ بات کہیں گے کہ ہمین تو کچھ بھی خبر نہیں کہ ہم برے عمل کرتے تھے اور اللہ پاک انکے جواب میں کہے گا کہ ہان تم برے عمل جو کرتے تھے انکا حال اللہ کو خوب معلوم ہے پہر اس جواب سوال کے بعد انہیں حکم ہوگا کہ جہنم کے دروازون مین تم داخل ہوجاؤ اور ہمیشہ ہمیشہ کو بس اسی مین رہو اور یہی برا ٹھکانا تکبر اور غرور کرنے والون کا ہی جو خدا اور رسول کی باتون کو جھٹلایا کرتے تھے اور اپنی مالداری کے گھمنڈ میں رہے اور بت پرستی سے باز نہ آئے کفار جس وقت مرتے ہیں اوسی وقت سے انکو عذاب قبر کی سختی صبح شام دوزخ میں کا انکا ٹھکانا دکھائے جانے کی سختی ہے اور پہر قیامت کے دن وہ دوزخ میں ڈالدیئے جائیں گے جسکے بعد کوئی تخفیف انکے عذاب میں نہ ہوگی اور نہ کسی تکلیف سے انکی جان نکلے گی سختی ایسی ایسی انپر کیجائے گی

منزل ۳

کہ گویا اب موت اور اب مرے مگر مرنے کے نہیں کیونکہ اس روز موت ذبح کر دی جاویگی چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمر کی روایت سے موت کے ذبح کئے جانے کا ذکر ایک جگہ گذر چکا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہے کہ کم سے عذاب والے شخص کے پیروں میں دوزخ کی آگ کی جوتیاں پہنا دی جاویگی جس سے اس شخص کا بھیجا پگھل کر نکل پڑیگا زیادہ عذاب والے دوزخی کی تکلیف کا حال اس حدیث کی مثال سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا

اور کہا پرہیزگاروں کو کیا اتارا تمہارے رب نے بولے نیک بات جنہوں نے بھلائی کی اس دنیا میں

حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ۝ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا

انکو بھلائی ہے اور پچھلا گھر بہتر ہے اور کیا خوب گھر ہے پرہیزگاروں کا باغ ہیں رہنے کے جن میں وہ جاوینگے

تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ

بہتی ہیں انکے نیچے نہریں انکو وہاں ہیں جو چاہیں ایسا بدلا دیگا اللہ پرہیزگاروں کو جنکی

تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

جان لیتے ہیں فرشتے اور وہ ستھرے ہیں انکو کہتے ہیں سلامتی ہے تمپر جاؤ بہشت میں بدلا اسکا جو تم کرتے تھے

منزل ۳

نافرمان لوگ اللہ کے رسول اور قرآن کی شان میں جو کہتے تھے اسکے ذکر کے بعد ان آیتوں میں اللہ پاک نے متقی اور ایمان والوں کا حال بیان فرمایا کہ جب انسے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز اتاری ہے تو جواب دیتے ہیں کہ نیک باتیں۔ پھر اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ جس نے بھلائی کی اسکے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے ایک نیکی کا بدلہ دس سے سات سات سو یا اس سے بھی دوگونہ جتنا خدا چاہے دیگا پھر فرمایا کہ اس سے بھی بہتر آخرت کا گھر انکے واسطے تیار ہے۔ پھر فرمایا کہ متقیوں کا انجام کیا ہی اچھا ہے کہ وہ لوگ دنیا میں آخرت کی پونجی جمع کرتے ہیں اور آخرت کا گھر جو گھر ہوگا یہ داخل ہونگے اس میں ہر ہر جگہ موتی و محل سے نہریں جاری ہیں اور اس سے بڑھکر کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ جنت والے جس چیز کی خواہش کریں گے وہاں موجود پائیں گے بخلاف دنیا کے کہ یہاں جس چیز کی خواہش انسان کرتا ہے اور جن جن باتوں کا ارادہ کرتا ہے وہ کل کی کل نہیں پوری ہوتیں اکثر اوقات انسان کی دلی تمنا کے خلاف ظہور میں آتا ہے یہ باتیں وہاں نہیں ہونے کی وہاں تو جس بات کا انسان ارادہ کریگا وہ فوراً ظہور میں آجاوے گی ذرا بس و پیش نہ لگے گی۔ پھر اللہ پاک نے موت کے وقت کو بیان فرمایا کہ جب فرشتے مومن کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو یہ لوگ کفر و شرک کے میل کچیل سے بالکل پاک صاف ہوتے ہیں اس لئے وہ موت کا کچھ بھی خوف دل میں نہیں لاتے بلکہ خوش ہوتے ہیں اور فرشتے آتے ہی انکو سلام کہتے ہیں اور خدا کی طرف سے بھی سلام پہونچاتے ہیں اور جنت کی بشارت دیتے ہیں کہ دنیا میں تم نے جو کچھ اچھے اچھے کام کئے ہیں اسکے عوض میں اب جنت میں تم داخل ہوگے برابر

بن العازب کی پوری حدیث کا مطلب جو اوپر بیان ہو چکا ہے اوس میں سے نیک لوگوں کے حال کا ٹکڑا آیۃ کے
اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔

هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ
اب کچھ راہ نہیں دیکھتے ہیں مگر یہی کہ آویں انپر فرشتے یا پہنچے حکم تیرے رب کا اسی طرح کیا اُنسے

مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا
اگلوں نے اور اللہ نے ظلم نہ کیا انپر لیکن وہ اپنا بُرا کرتے رہے پھر پڑے انپر انکے بُرے کام

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝
اور اُلٹ پڑا انپر جو ٹھٹھا کرتے تھے

ع ۹

یہ جواب ہے منکرین نبوت کے دوسرے اعتراض کا فرمایا کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چاہتے ہیں کہ کوئی فرشتہ آسمان سے آکر آنکی نبوت کی تصدیق کرے تو یہ لوگ ایمان لائیں۔ حالانکہ فرشتوں کو اصلی صورت میں دیکھنا انسان کی طاقت سے باہر ہے اور ایک مطلب یہ بھی ہو کہ جب کفار نے قرآن کی نسبت یہ کہا کہ یہ تو پہلوں کی نقل ہو کوئی نئی بات نہیں ہو تو اللہ پاک نے انہیں ڈرایا کہ یہ لوگ فرشتوں کے آنے کی راہ دیکھتے ہیں کہ وہ آنکر انکی ارواح قبض کریں یا اس بات کے منتظر ہیں کہ خدا کا عذاب انپر آجائے۔ پھر فرمایا کہ اسی طرح اِنسے پہلے بھی لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور خدا نے انھیں ہلاک کیا اور اون کا ہلاک کر دینا کوئی خدا کی طرف سے ظلم نہیں ہوا بلکہ اِن لوگوں نے آپ اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ انبیاء علیہ السلام اور کلام الٰہی کو جھٹلایا۔ پھر فرمایا کہ اون پہلے لوگوں پر جس طرح عذاب آچکا ہو وہی انجام ان کا ہونے والا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذرؓ کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم اپنی ذات پر حرام کر لیا ہے یہ حدیث وما ظلمھم اللہ کی گویا تفسیر ہے۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس طرح کے ظالم نافرمان لوگوں کو جب تک چاہتا ہے مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑ لیتا ہے تو بالکل انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔ اِس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی امتوں کی طرح اگر یہ مشرکین مکہ بھی مہلت کے زمانہ میں اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو پہلی امتوں کی طرح ان پر بھی کوئی آفت آجاوے گی اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد بدر کی شکست کی آفت جو انپر آئی تو صحیح روایتوں کے حوالہ سے اس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

منزل ۳

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا
اور بولے شریک پکڑنے والے اگر چاہتا اللہ نہ پوجتے ہم اُسکے سوائے کوئی چیز اور نہ ہمارے باپ اور نہ حرام ٹھہرا لیتے ہم اُس کے

مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ وَ لَقَدْ
سوا کوئی چیز اسی طرح کیا اُنسے اگلون نے سو رسولون پر ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا کھولکر اور ہمنے

بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ
اٹھائے ہین ہر امت مین رسول کہ بندگی کرو اللہ کی اور بچو ٹہرنگے سے سو کسی کو راہ دی اللہ نے اور کسی پر

مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ۝ اِنْ تَحْرِصْ
ثابت ہوئی گمراہی سو پھرو بیچ زمین کے پس دیکھو کیسا ہوا آخر جھٹلانے والون کا اور اگر تو للچاوے انکو

عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ یُّضِلُّ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝
راہ پر لانے کو تو اللہ راہ نہیں دیتا جسکو بچلاتا ہے اور کوئی نہیں اُن کا مددگار

یہ کلام مشرکین مکہ کا مسخرپن کے طور پر تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ جو بیان کرتے ہیں کہ ہر ایک بات خدا کی جانب سے ہوا کرتی ہے تو پھر آپ کی رسالت کی کیا ضرورت ہی آپ آتے یا نہ آتے اگر خدا کو منظور ہوتا تو ہم اُسکے سوا کسی بت وغیرہ کی عبادت نکرتے اور جس چیز کو اللہ نے ہمپر حلال کیا ہے اپنے اوپر اُسکو ہم حرام نہ ٹھہراتے حاصل اس کا یہ ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں بالکل ٹھیک کر رہے ہیں ہم گمراہ نہیں ہیں بتوں کی پرستش جو ہم کر رہے ہیں یہ سب خدا کی مشیت سے ہے اگر وہ نہ چاہتا تو ہرگز ہرگز یہ کام ہم نہین کر سکتے۔ پھر اللہ پاک نے کفار مکہ کا یہ کلام نقل کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ آپ اپنے دل مین اُنکی باتوں کا کچھ خیال نہ کرین اِنسے جو لوگ پہلے گزرے ہین وہ بھی ایسی ہی باتین کہا کرتے تھے آپ پر فرض یہی ہے کہ اللہ کا پیغام اِن لوگون تک پہونچا دین کہ سوائے خدا کے اور کسی کی بندگی نہ کرو باقی رہی ہدایت وہ خدا کے ہاتھ ہے جسے اوس کی مشیت مقتضی ہوتی ہے اُسکو وہ راہ راست پر لاتا ہے اور جسے چاہتا ہے اُسکے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اللہ جل شانہ نے ان کفار کو یہ بات جتلائی کہ اللہ نے ہر امت اور ہر گروہ میں اپنے رسول بھیجے تاکہ اُنکی ہدایت کرین اور یہ بات کہہ دین کہ تم خدا ہی کی عبادت کرو اور بتون کی پرستش سے باز رہو اسپر بہتیرے بندے خدا کے ایسے تھے جو ایمان لائے اور اللہ نے اونہیں ہدایت کی اور اکثر لوگ گمراہی میں پڑے رہے رسول کی ایک نہ سُنی پھر کفار مکہ کو خطاب کرکے فرمایا کہ تم دنیا میں چل پھر کر رسولوں کے جھٹلانے والون کی حقیقت دریافت کرو کہ کیا نتیجہ اُنکا ہوا کس طرح خدا نے اونہیں ہلاک کیا اور کیسے کیسے عذاب اُنپر نازل کئے قوم نوح سے لیکر فرعون تک رسولوں کے جھٹلانے والون کی ایک ہی گت ہوئی۔ شرک اللہ کو ناپسند تھا اسلئے اون لوگون کا انجام اچھا نہیں ہوا اگر ایسا نہ ہوتا تو اُنپر طرح طرح کے عذاب کیون آتے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا کہ آپ اِس بات کی حرص نکرین کہ سبکے سب راہ راست پر آجائیں بات یہ ہے کہ علم الٰہی کے موافق یہ لوگ پیر سے سرے کے گمراہ ہیں جانتے ہیں کہ اللہ پاک خالق کل کائنات کا ہے اوس میں ہر طرح کی

منزل ۳

قدرت ہی جسے چاہے ایک گھڑی میں ہلاک کر دے پھر جان بوجھ کر یہ لوگ اپنے باپ دادا کے قدم بقدم ہیں اس لئے پرانی رسم کے چھوڑنے کو گوارا نہیں کرتے سبب اسکا یہ ہی کہ علم الٰہی میں دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد بہت سے لوگ دوزخ میں جانے کے قابل کام کریں گے اور شیطان کے بہکانے سے وہی کام انکو اچھے نظر آویں گے اسواسطے ایسے لوگوں کی راہ راست پر آجانے کی حرص بے فائدہ ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے موافق لوح محفوظ میں لکھ لیا ہی کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کرین گے اور کتنے دوزخ میں جانے کے قابل اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ ان آیتوں کے نازل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے رسول یہ چاہتے تھے کہ قوم کے سب لوگ راہ راست پر آجاویں لیکن بعد اس کے آپنے فرمایا کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے علم ازلی کے موافق جنتی اور دوزخی کی تفصیل قرار پا چکی ہی اس لئے جو لوگ علم ازلی میں دوزخ کے قابل ٹھہر چکے ہیں وہ راہ راست پر نہیں آسکتے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انجانی کے عذر کا رفع کر دینا اللہ کو بہت پسند ہے اسلئے اسنے ہر زمانہ میں رسول بھیجے یہ حدیث ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا کی اور حضرت علیؓ کی حدیث فمنہم من ہدی اللہ ومنہم من حقت علیہ الضلالۃ کی گویا تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز کی پوجا کیجاوے اسکو طاغوت کہتے ہیں۔

منزل ۳

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَہْدَ اَیْمَانِہِمْ لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ مَنْ یَّمُوْتُ بَلٰی وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکیدی قسمیں کہ نہ اٹھاویگا اللہ جو کوئی مرجاوے کیوں نہیں وعدہ ہو چکا ہے اسپر ثابت لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

تفسیر ابن جریر تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جوزی میں ابی العالیہ سے روایت ہی کہ ایک شخص مسلمان کا ایک شخص مشرک پر کچھ قرضہ آتا تھا وہ مسلمان شخص اس مشرک سے جب اپنا قرضہ مانگنے گیا تو باتوں باتوں میں کچھ حشر اور میت کا ذکر آگیا اس مشرک نے کہا کہ تم مسلمانوں کو وہم ہو گیا ہے کہ مٹی ہو جانے کے بعد پھر جینا بھی ہی میں قسم کھاتا ہوں کہ مرنے کے بعد پھر جینا نہیں ہے یہ کہکر اسنے بڑی گہری قسم کھائی اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ جو لوگ حشر کے منکر ہیں وہ بے وقوف ہیں دنیا میں نیک و بد کی جزا و سزا کا انتظام یہ لوگ آنکھوں سے دیکھتے ہیں پھر انکے خیال میں یہ بات کیونکر جم گئی ہے کہ خدا کی بادشاہت میں جزا اور سزا کا دن نہیں ٹھہرا ہی رہا یہ خیال کہ شاید دنیا میں ہی نیک و بد کی جزا اور سزا ہو جاتی ہو یہ خیال غلط ہے آنکھوں کے سامنے بہت سے بد عمر بھر خوشحالی سے گزارتے ہیں اور نیک طرح طرح کی تکلیف سے اسی سے خود معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جزا سزا ختم نہیں ہے اور یہ شبہ کہ مٹی ہو کر کیونکر پھر پیدا ہونگے اسکا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ اللہ کے حکم میں سب کچھ ہے اسکے حکم سے جس طرح خلاف عقل پہلے یہ لوگ پیدا ہو گئے دوسری دفعہ پیدا ہونا کیا مشکل ہے دوسری دفعہ کی پیدائش میں

لوگ عقل لڑاتے ہیں اپنی پہلی پیدائش کو تو ذرا غور کریں کہ اس میں کون کون سی بات عقل کے موافق ہے۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث قدسی کی روایت ہے جس کا ٹکڑا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے انسان مجھکو جھٹلاتا ہے میں کہتا ہوں کہ جزا سزا کے لئے مرکر پھر جینا اور پہلے کی دفعہ کی طرح پھر ایک دفعہ نیست سے ہست سبکو کرنا ہے اور انسان اسکا منکر ہے مسند امام احمد بن حنبل ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں معتبر سند سے بشیرؓ بن حجاش سے حدیث قدسی کی روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنی ہتیلی پر تھوک کر لوگوں کو دکھایا اور فرمایا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس طرح کی ذلیل چیز سے انسان کو میں نے پیدا کیا ہے اور اب انسان کو یہ غرور ہے کہ طرح طرح کی اترانے کی باتیں بناتا ہے اور عمر بھر مال جوڑ جوڑ کر رکھتا ہے مرتے وقت جب خیرات کا وقت ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو خیرات کے حصے لگاتا ہے آگے کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اس طرح کی سب باتوں کی پرسش ہر انسان سے کی جاوے گی اور یہ بھی فرمایا ہے کہ زمین پر جیسے جیسے قول اور فعل لوگ کرتے ہیں اگر اسکا مواخذہ دنیا میں ہی کیا جاوے تو کوئی جاندار زمین پر پھرتا نظر نہ آوے پہلی امتوں کی طرح ایک دم سے سب ہلاک ہو جاویں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی بردباری سے لوگوں کو چھوڑ رکھا ہے چنانچہ صحیحین کی ابو موسیٰؓ اشعری کی حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھکر کوئی بردبار نہیں ہے لوگ اللہ کا بیٹا ٹھہراتے ہیں اور اللہ انکو رزق اور تندرستی دیتا ہے مگر سزا جزا کے لئے ایک دن مقرر ہے اسکی فکر ہر مسلمان کو لازم ہے۔

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ ۝ إِنَّمَا

اسواسطے کہ کھولدے انپر جس بات میں جھگڑتے ہیں اور تا معلوم کریں منکر کہ وہ جھوٹے تھے ہمارا کہنا

قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

کسی چیز کو جب ہمنے چاہا یہی ہے کہ کہیں اسکو ہو تو وہ ہو جاوے

اوپر کی آیت میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ کفار اس بات پر قسمیں کھاتے تھے کہ مرکر پھر جینا کوئی چیز نہیں ہے جسکا جواب اللہ پاک نے یہ دیا کہ کیا وجہ ہے جو ایسا نہیں ہو سکتا ضرور ضرور قیامت ہوگی اللہ پاک نے وعدہ کر لیا ہے اور اسکا وعدہ بالکل حق اور سچا ہوتا ہے اس دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد پھر اللہ جل شانہ اپنی ساری مخلوق کو زندہ کریگا یہ مشرک یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا دن اسی واسطے مقرر کیا ہے کہ دنیا میں لوگ جن باتوں میں اختلاف کیا کرتے ہیں کوئی رسول کی تصدیق کرتا ہے اور کوئی جھٹلاتا ہے کوئی بتوں کو پوجتا ہے کوئی خالص اللہ جل شانہ کو یہ سب حال لوگوں پر اس روز کھل جائے گا اور کفار اچھی طرح اپنے کفر کو جان لینگے کہ دنیا میں یہ لوگ جو اعتقاد رکھتے تھے وہ محض غلط تھا اور بالکل گمراہ ہو رہے تھے پھر یہ ارشاد فرمایا کہ کفار کا یہ اعتراض کہ مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کرنا ممکن نہیں ہے بالکل غلط ہے کیونکہ جس نے پہلے بغیر نمونہ کے ہر شئی کی ایجاد کی اسمیں

کیا قدرت نہیں ہے کہ اس شے کے فنا ہو جانے کے بعد پھر اسکو دوبارہ وجود میں لائے یہ بات تو بالکل آسان ہے کہ ایک شئی جسکا وجود ہو چکا ہے پھر اسکو فنا کے بعد ویسا ہی بنا دیا جائے۔ بہت مشکل تو وہ کام ہے کہ جب سرے سے کوئی شئی موجود ہی نہ ہو اور اسکا ڈھانچہ تیار کیا جائے پھر فرمایا کہ اسکی قدرت اور اسکے اختیار کچھ ایسے ویسے نہیں ہیں اور اسکا تو ارادہ کرنا ہی کافی ہوتا ہے جب وہ کسی شے کے بنانے کا ارادہ کرتا ہی تو صرف ایک کن کے حکم سے وہ شئی ظہور میں آجاتی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے ابو ہریرۃ کی روایتہ سے حدیث قدسی اوپر گزر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر انسان سوچے تو پانی جیسی پتلی چیز سے اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں پتلا بنا کر اس میں روح پھونکدی پھر دوسری دفعہ انسان کی رواں رواں خاک سے اسکے پتلے کے بنانے اور اس میں روح کے پھونکے جانے کی خبر جو پیغمبر اپنے کلام پاک میں دی تو انسان نے اسکو جھٹلایا یہ ہٹ دھرمی انسان کو زیبا نہیں تھی بعث و نشور بیہقی اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی معتبر روایتہ اوپر گزر چکی ہے کہ ایک شخص عاص بن وائل نے ایک بوسیدہ ہڈی کو ملکر وہ خاک ہوا میں اڑادی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی بحث کی کہ یہ رواں رواں خاک کہاں سے آویگی اور اسکا پتلہ پھر کیونکر بنے گا۔ مسند امام احمد ابن ماجہ اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے بشیرؓ بن جحاش کی معتبر روایتہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتیلی پر تھوک کر کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہی انسان اس تھوک جیسی حقیر چیز سے پیدا ہوا لیکن وہ اپنی حقیقت کو بھول گیا اور حشر کو جھٹلانے لگا اتنا نہیں سمجھتا کہ بغیر حشر کے قائم ہونے اور نیک و بد کی جزا و سزا کے تمام دنیا کا پیدا کرنا بالکل بے ٹھکانے رہتا ہی اور اس طرح کا بے ٹھکانے پیدا کرنا خدا کی شان سے بہت بعید ہے یہ بھی اوپر گزر چکا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی خاک رواں رواں ہو کر جہاں جہاں جاویگی اسکا سب پتہ اور نشان لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔ ان سب روایتوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہے کہ حشر کا انکار انسان کے حوصلہ سے باہر اور بڑی ہٹ دھرمی اور تمام دنیا کو بلانتیجہ پیدا کرنے کا الزام اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگانا ہے۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَأَجْرُ

اور جنہوں نے گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اسکے کہ ظلم اٹھایا البتہ انکو ہم ٹھکانا دینگے دنیا میں اچھا اور ثواب

الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝

آخرت کا تو بہت بڑا ہے اگر ان کو معلوم ہوتا جو ثابت رہے اور اپنے رب پر بھروسا کیا

اس آیت میں اللہ پاک نے ان لوگوں کی جزا کی خبر دی جنہوں نے محض خدا کے واسطے اپنے گھر بار خویش اقارب سبکو چھوڑا اسلیئے فرمایا کہ ان ہجرت کرنے والوں کو ہم دنیا ہی میں بہت اچھا بدلہ دین گے اور بہت ہی اطمینان کی جگہ انکے رہنے کو عطا کرینگے قتادہ کے قول کے موافق یہ آیتہ ان مہاجروں کی شان میں اتری ہے جو

منزل ۳

وقف لازم

اول اول مکہ سے ہجرت کر کے ملک حبش میں جا رہے تھے جنکی تعداد کل مرد و عورت ملا کر اسی نفر کے تھی انکے حق میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ انہیں اچھی جگہ بسنے کو دینگے لنبوئنہم فی الدنیا حسنۃ کی تفسیر میں حضرت عبد اللہؓ بن عباس کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مدینہ ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ مشرکوں کی ایذا رسانی سے گھبرا کر ابھی تو یہ لوگ حبش کو چلے گئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انکے ہمیشہ کے لئے رہنے کا انتظام اس بستی میں فرما دیگا جسکا نام مدینہ ہے جہاں خوشحالی عزت حکومت سب چیزیں انکو ملجاوینگی۔ پھر اللہ پاک نے اس دنیا کی جزا کو عقبیٰ کی جزا کے مقابل میں ہیچ ٹھہرا کر فرمایا کہ آخرت میں ان لوگوں کے لئے جو بدلہ جنت میں ہے وہ اس دنیا کی جزا سے کہیں بڑھکر ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنت میں نیک بندوں کے لئے جو کچھ سامان کیا گیا ہے وہ نہ کسی نے آنکھ سے دیکھا نہ کانوں سے سنا نہ کسی کے دلمیں اسکا تصور گزر سکتا ہے۔ یہ حدیث لو کانوا یعلمون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس ثواب آخرت کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا فرمایا ہے اگر ان ہجرت کرنے والوں کو اس کا تفصیلی حال معلوم ہو جاتا تو مخالفوں کی ایذا رسانی پر صبر کرنے کی انکو زیادہ ہمت ہو جاتی لیکن حکمت الٰہی اسی کی مقتضی ہے کہ جنت کی نعمتیں قیامت کے دن ایک ہی دفعہ نیک بندوں کی نظر سے گزریں تاکہ امید سے زیادہ نعمتیں پانے سے انکا دل حد سے زیادہ خوش ہو جاوے ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں عبد اللہؓ بن مسعود سے روایۃ ہے کہ بلال عمار صہیب مقداد غرض اس طرح کے غریب مسلمانوں کو مشرکین مکہ طرح طرح سے ایذا دیتے تھے تاکہ یہ لوگ اسلام سے پھر جاویں لیکن یہ لوگ اسلام پر قائم رہے یہ حدیث الذین صبروا وعلیٰ ربہم یتوکلون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی راہ میں مخالفوں کی ایذا رسانی اور گھر بار چھوڑنے کی تکلیف پر صبر کیا اور اس صبر کے اجر کا بھروسہ اللہ پر رکھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے انکو دین و دنیا کی وہ خوبیاں عنایت فرمائیں جنکا ذکر شروع آیۃ میں ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور تجھ سے پہلے بھی ہمنے یہی مرد بھیجے تھے کہ حکم بھیجتے تھے انکی طرف سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تمکو معلوم نہیں

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝

بھیجے نشانیاں دیکر اور ورق اور تجکو اتاری ہمنے یہ یادداشت کہ تو کھولدے لوگوں پاس جو اترا انکی طرف اور شاید وہ دھیان کریں

حضرت عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ جب اللہ پاک نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو اہل عرب نے آپکی نبوت کا انکار کیا اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ اس کا رسول آدمی ہو فرشتے کو کیوں نہیں ہمارے پاس رسول بنا کر بھیجا اس وقت یہ آیۃ نازل ہوئی اور فرمایا کہ یہ تو اللہ کی ہمیشہ سے عادت ہے کہ جتنے رسول اسنے بھیجے ہیں وہ سب آدمی تھے کوئی فرشتہ نہ تھا پھر اسکے بعد مشرکوں کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ اہل کتاب سے دریافت کر لو کہ پہلے رسول بھی آدمی تھے یا فرشتے اگر وہ کہیں کہ فرشتے تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تمہارا اعتراض بجا ہے

منزل ۳

النصف

اور اگر وہ کہہ دیں کہ نہیں وہ رسول بھی بشر تھے تو تمہارا انکار آنحضرتؐ کی رسالت کے متعلق بالکل بے جا ہے اللہ پاک نے کفار کو خطاب کر کے اہل کتاب سے سوال کرنے کا حکم اسلئے فرمایا کہ مشرکین مکہ اہل کتاب کو صاحب علم جانتے تھے پھر اللہ پاک نے پہلے رسولوں کے متعلق فرمایا کہ انکو ہمنے معجزے اور کتابیں دیکر بھیجا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ ہم تمہاری طرف بھی کتاب اوتارتے ہیں تم اوسے کھول کر انہیں سمجھاؤ شاید یہ لوگ کچھ فکر کریں اور گمراہی سے نکل کر راہ حق کی طرف آنے کی کوشش کریں۔ صحیح بخاری و مسلم میں عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کی تفسیر شرک کے لفظ سے کی ہے۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں السبع المثانی والقرآن العظیم کی تفسیر سورہ فاتحہ ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جسمیں یوم تبدل الارض کی تفسیر میں اللہ کے رسول نے فرمایا ہے کہ زمین جب بدلی جاویگی تو اسوقت سب لوگ پلصراط پر ہوں گے یہ حدیثیں اور اس قسم کی اور صحیح حدیثیں لتبین للناس مانزل الیھم کی گویا تفسیر ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف کے جو لفظ دوسرے لفظوں کے ذریعہ سے تفسیر کر دینے کے قابل تھے حکم لتبین للناس مانزل الیھم کی تعمیل میں اللہ کے رسول نے انکی تفسیر بخوبی فرما دی۔ اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ اتموا الصیام وللہ علی الناس حج البیت اور ایسے اور موقع میں سوا تفسیر لفظی کے جہاں عمل کر کے سمجھانے کی ضرورت تھی لتبین للناس مانزل الیھم کی ویسی ہی تعمیل کر دی۔ مشرکین مکہ جب تک قرآن شریف کی نصیحت کے سننے سے بے رغبتی کرتے رہے وہ تو الگ بات ہے۔ ۶ھ میں صلح حدیبیہ ہو کر جب مشرکین اور اہل اسلام کے مابین میں پہلے کا سا روکاو نہیں رہا تو ولعلھم یتفکرون کی پیشین گوئی کا ظہور بھی خوب ہوا چنانچہ صلح حدیبیہ پر اہل اسلام کی تعداد چودہ سو تھی اور پھر دو برس کے بعد مکہ کی فتح کے وقت دس ہزار تک پہونچ گئی

منزل ۳

اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ

سو کیا نڈر ہوئے ہیں جو برے داؤں کرتے ہیں کہ دہسا دیوے انکو اللہ زمین میں یا آپہونچے انکو عذاب جہانسے خبر نہ رکھتے ہوں

اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۙ اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

یا پکڑلے انکو چلتے پھرتے سو وہ نہیں تھکانے والے یا پکڑلے اونکو ڈرانے کر سو تمہارا رب بڑا نرم ہے مہربان

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنی بردباری اور حلم کا حال بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ جو برے داؤں کر رہے ہیں کیا اپنے گمان میں بے خوف ہیں جو طرح طرح کے مکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر رہے ہیں اور قرآن کے ساتھ مسخراپن کرتے ہیں مسلمانوں کو اذیتیں پہونچا رہے ہیں انکو کچھ بھی خدا کا خوف نہیں ہے اس بات سے نہیں ڈرتے کہ خدا انپر اس طرح عذاب نازل کرے کہ زمین میں انکو دہنسا دے جس طرح قارون کو غرق زمین کر دیا یا ایسا عذاب انپر بھیجدے کہ انکو خبر بھی نہ ہو جس طرح لوط علیہ السلام کی قوم پر اچانک عذاب بھیجکر ہلاک کر دیا یا اس طرح عذاب انپر اوتارے کہ یہ چلتے پھرتے ہوں سفر میں ہوں یا بازاروں میں آتے جاتے ہوں اور یکایک انپر عذاب نازل کر دے وہ ہر طرح سے قادر ہے کوئی اسکو عاجز

نہیں کر سکتا ہے نہ یہ کفار کہیں بھاگ کر جا سکتے ہیں او یاخذہم علیٰ تخوف کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اللہ پاک پہلے ہی پہل اُنپر عذاب نہ بھیجے بلکہ پہلے انکو خوف دلادے پھر انپر عذاب بھیجدے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ پاک اِن کے جان و مال کو گھٹا گھٹا کر عذاب بھیجا انکے پھل کم ہونے لگے پیداوار میں کمی ہو جائے اور مال و دولت اِنسے علیحدہ ہونے لگے اور وہ اِس خوف سے ہلاک ہو جائیں عذاب دنیوی کے طور پر مکہ میں قحط جو پڑا جس کا ذکر صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں ہے اُس سے آخر کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے پھر اللہ پاک نے اپنی بردباری اور رحمت کو بیان کیا کہ باوجود اِن باتوں کے کہ کفار کفر و شرک سے باز نہیں آتے اور رسول کو جھٹلاتے ہیں اور طرح طرح کی تکلیف دیتے ہیں مگر خدا انپر عذاب نہیں بھیجتا اور نہ انکی روزی میں کمی کرتا ہے وہ بڑا رؤف و رحیم ہے۔ صحیحین کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعریؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ سے بڑھکر کوئی بھی بردبار نہیں ہے لوگ خدا کا بیٹا ٹھہراتے ہیں اور وہ اسپر بھی اُن کو روزی پہونچاتا ہے اور آرام سے رکھتا ہے۔ دوسری حدیث صحیحین میں ابوموسیٰ اشعریؓ کی یوں ہے کہ اللہ پاک ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑ لیتا ہے تو نہیں چھوڑتا۔ اِن حدیثوں کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بردباری سے اِن مشرکین مکہ کو مہلت دے رکھی ہے جس مہلت کے زمانے میں یہ لوگ اپنی مالداری کے نشہ میں مغرور اور تنگدست مسلمانوں کو حقیر جانتے ہیں اور انکو طرح طرح کے مکر و فریب اور ایذا رسانی سے تنگ کرتے ہیں لیکن مہلت کے زمانے میں اگر یہ مشرک اپنی شرارت سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ انکو ایسا پکڑیگا جس سے انکا چھٹکارہ مشکل ہوگا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے ان مشرکوں کی پہلی پکڑ تو ہجرت سے پیشتر مکہ کے قحط سے ہوئی جسکا ذکر صحیح بخاری کی عبداللہ بن مسعودؓ کی روایتہ کے حوالہ سے ایک جگہ گزر چکا ہے پھر ہجرت کے بعد بدر کی لڑائی میں اِن کے بڑے بڑے سرکش مارے گئے اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوگئے جس عذاب کے جتلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ تعالےٰ کے وعدے کو سچا پالیا چنانچہ اس کا ذکر بھی صحیح بخاری و مسلم کی انس رضی بن مالک کی روایت کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ

کیا نہیں دیکھتے جو اللہ نے بنائی ہے کوئی چیز ڈھلتی ہیں چھائوں اُنکے داہنے سے اور بائیں سے سجدہ کرتے اللہ کو اور وہ عاجزی میں ہیں

اللہ پاک اِس آیت میں اپنی عظمت و دبدبہ کی خبر دیتا ہے کہ باوجود اِس بات کے کہ وہ ایسا صاحب عظمت ہے کہ کل چیزیں اوس کے حکم کی فرمانبردار ہیں کیا جیوان اور کیا بے جان اسی طرح خواہ فرشتے ہوں خواہ جن ہوں سب اُسکے قہر و غلبہ کے سامنے مجبور و لاچار ہیں کل وہ چیزیں جن کا سایہ ہے جاندار ہوں یا بے جان صبح و شام داہنے بائیں خدا برتر کے سامنے سجدہ کرتی ہیں مجاہد کا قول ہے کہ جب سورج ڈھلتا ہے تو ہر چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے اور کل مخلوق خدا کے سامنے کسی کی حقیقت و ہستی اُس کے آگے نہیں ہے وہ سب سے بڑا صاحب شوکت ہے ترمذی کے حوالہ سے حضرت

عمر کی حدیث جو آگے آتی ہی وہ بھی گویا اس کی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سب چیزوں کا سایہ زوال سے پہلے سیدھے ہاتھ کی طرف اور سورج کے ڈھلنے کے بعد الٹے ہاتھ کی طرف جو آتا ہی سب چیزوں کے سایہ کے لئے اللہ تعالی نے سجدہ مقرر کیا ہے آیہ و للہ یسجد من فی السموات والارض طوعاً و کرہاً و ظلالہم بالغدو والاصال جو سورہ الرعد میں گزر چکی ہی حضرت عبد اللہ بن عباس کے شاگردوں میں سے مجاہد نے اوس سورۃ الرعد کی آیت کو اس آیت کی تفسیر قرار دیا ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ زمین کے ایماندار جن وانس اور آسمان کے سارے فرشتے خوشی سے اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور ایماندار جن وانس کی پرچھائیاں بھی سجدہ کرتی ہیں اور مشرک لوگ خود توبتوں کو سجدہ کرتے ہیں مگر ان کی پرچھائیاں اللہ تعالی کو سجدہ کرتی ہیں صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ تعالی نے فرمایا تمام دنیا کے جنات اور انسان اللہ کی عبادت میں مشغول اور پرہیزگار ہو جاویں تو اس سے اللہ کی بادشاہت میں کچھ بڑھ نہ جاویگا اسی طرح اگر یہ سب اللہ کی عبادت چھوڑ دیویں تو اس سے اسکی بادشاہت میں سے کچھ گھٹ نہ جاویگا اس حدیث کو بھی آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ مشرک لوگ خالص اللہ کو جو سجدہ نہیں کرتے اللہ تعالی کو نہ اس کی کچھ پرواہ ہے نہ اون کے سجدہ نہ کرنے کے سبب سے اس کی بادشاہت میں سے کچھ گھٹ جاوے گا لیکن اللہ کی عظمت اور بڑائی کا اثر ان کی پرچھایوں پر ایسا ہی کہ وہ بے اختیار اللہ کو سجدہ کرتے ہیں معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں ابوذر سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان پر چار انگل بھی جگہ ایسی نہیں ہی جہاں ایک فرشتہ سجدہ میں نہ پڑا ہو فرشتوں کے سجدہ کرنے کا اس آیت میں مختصر طور پر اور آگے کی آیۃ میں صاف طور پر جو ذکر ہے یہ حدیث اوس کی گویا تفسیر ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝

اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں اور جو زمین میں ہے جانداروں سے اور فرشتے اور وہ بڑائی نہیں کرتے

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

ڈر رکھتے ہیں اپنے رب کا اوپر سے اور کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں

ترمذی میں حضرت عمر سے روایت ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کی چار سنتیں بڑے ثواب کی چیز ہیں ان چار رکعتوں کا ثواب گویا تہجد کا سا ثواب ہے اسی ذکر کے سلسلہ مین آپ نے فرمایا کہ زوال کے بعد سب چیزیں اللہ پاک کے نام کی تسبیح پڑھتی ہیں یہ فرما کر پھر آپ نے اوپر کی آیۃ پڑھی غرض فرشتے انسان جن پہاڑ درخت دیوار سب کے اوپر اللہ کی عظمت اور بڑائی کا اثر ہے پہاڑ درخت اور سب چیزوں کا سایہ زوال سے پہلے سیدھے ہاتھ کی طرف اور سورج ڈھلنے کے بعد الٹے ہاتھ کی طرف جو آجاتا ہے یہ اللہ تعالی نے سایہ کے لیئے سجدہ مقرر کیا ہے اور یہی اسکی عبادت ہے اس حدیث کی روایت میں علی بن عاصم منفرد ہی لیکن تقریب میں اسکو صدوق کہا ہی

اور امام احمد ابن حنبل نے اسکو نا قابل اعتراض ٹھرایا ہی اس حدیث میں دوپہر کے وقت اصل چیزون کی تسبیح کا بھی ذکر ہے اگرچہ معتبر سند سے مسند بزار اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کی جو حدیث ہی اوس سے معلوم ہوتا ہی کہ ان چیزون کی تسبیح سبحان اللہ وبحمدہ ہی لیکن عام لوگون کی سمجھ مین وہ تسبیح نہیں آسکتی چنانچہ تفصیل سے یہ ذکر سورہ بنی اسرائیل میں آویگا مسند امام احمد ترمذی ابن ماجہ اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابوذر کی معتبر روایت اوپر گذر چکی ہی اور یہ بھی گذر چکا ہی کہ آیت میں فرشتون کے سجدہ کا جو ذکر ہے وہ حدیث اُسکی گویا تفسیر ہے اس آیت سے آگے اللہ تعالی نے مشرکون کا ذکر فرمایا ہے ان آیتون کا اور آگے کی آیتون کا حاصل مطلب یہ ہی کہ بے جان چیزون کو اپنے خالق کے پہچاننے کی سمجھ ہے جو انسان اپنے آپ کو جاندار سمجھدار سمجھتے ہیں اور پھر اپنے خالق کو چھوڑ کر دوسری چیزون کی پرستش کرتے ہیں وہ بے جان چیزون سے بھی بدتر ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَلَهٗ مَا فِي

اور کہا ہے اللہ نے نہ پکڑو معبود دو وہ معبود ایک ہی ہے سو مجھی سے ڈرو اور اوسی کا ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ

جو کچھ ہے آسمانون میں اور زمین میں اور اوسی کا انصاف ہے ہمیشہ سو کیا سوا اللہ کے کسی سے خطرہ رکھتے ہو اور جو تمہارے پاس کوئی نعمت

اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــــَٔــرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ

سو اللہ کی طرف سے پھر جب لگتی ہے تمکو سختی سو اوسی کے طرف چلاتے ہو پھر جب کھولدی تم سے سختی تب ہی ایک فرقہ تم میں

بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

اپنے رب کے ساتھ لگتا ہی شریک بتانے تا منکر ہو جاویں اس چیز سے جو ہم نے دی سو برت لو آخر معلوم کرو گے

اوپر ذکر تھا کہ مشرکون کی پرچھائیاں بے اختیار اللہ تعالی کو سجدہ کرتی ہیں اس ذکر کے بعد خود مشرکون کو یہ ہدایت ہی کہ تم بھی اللہ کے ساتھ اور کسی کو شریک نہ کرو کیونکہ عبادت اور کسی کو لائق نہیں ہے اگر ہے تو اوسی خدائے وحدہ لاشریک کو زیبا ہے اور پھر یہ فرمایا کہ سوائے اللہ کے اور کسی سے نہ ڈرو یہ بت اس قابل نہیں ہیں جو ان کا خوف مانا جائے انہیں کوئی قدرت نہیں ہے کہ کسی کو کچھ نقصان پہنچا سکین البتہ اللہ کے قہر و غضب سے ڈرو کیونکہ اُسکی وہ پکڑ ہے جس کی کوئی پناہ نہیں ہے آسمان و زمین ہیں جس قدر مخلوق ہے وہ سب اللہ ہی کے تحت حکومت ہیں ہے ان میں کسی کی ذرہ برابر بھی شراکت نہیں ہے اسی لئے خالص اُسی کی عبادت سزاوار ہے اور ہمیشہ اوسی کی اطاعت و فرمانبرداری زیبا ہی کسی غیر سے کیون ڈرتے ہو کسی کا خوف کیون کرتے ہو کیونکہ عظمت اور قدرت تو صرف خداوند جل جلالہ کو ہے اور کل اشیا اوسکی محتاج ہیں۔ اور فنا ہونے والی ہیں کوئی ذات اگر ہمیشہ باقی رہیگی تو وہ خدا ہی کی ذات ہے پھر اوس کے بعد اپنی نعمتون پر شکر کرنے کا ارشاد کیا ہے۔ جتنی نعمتین تمہین دیتا ہین

حاصل ہیں وہ سب خدا کی عنایت ہیں مال و دولت مال و اولاد رزق کی فراخی سب اوسی کی دی ہوئی چیزیں ہیں اس لئے بندوں پر واجب ہے کہ اوسکا شکر ادا کریں۔ کیونکہ جب کسی کو کسی سے کچھ فائدہ پہنچتا ہے تو اوسکی شکر گزاری بھی ضرور کرنی ہوتی ہے پھر اسکے بعد انسان کی غفلت کو بیان فرمایا کہ جس وقت انسان کو خوشحالی اور فارغ البالی ہوتی ہے اسوقت اللہ کو بھولا رہتا ہے مگر جب کوئی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے بیماری یا کوئی اور سختی درپیش ہوتی ہے تو خدا سے چلا چلا کر فریاد کرنے لگتا ہے پھر جب خدا اسکی فریاد کو سن لیتا ہے اور اوسکی مصیبت دور کر دیتا ہے تو جو لوگ گمراہ ہیں اوس خدائے برتر کا غیروں کو شریک ٹھہرانے لگتے ہیں اور اللہ کو بالکل بھول جاتے ہیں گویا کوئی وقت سختی کا اونپر آیا ہی نہ تھا پھر یہ فرمایا کہ یہ شرک کرنا انکا اسلئے ہوتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے انکو دیا ہے اسکو بالکل بھول جائیں پھر فرمایا خیر تم دنیا میں جس طرح چاہو کفران نعمت کرو جیسے چاہو خدا کی نعمتوں کا انکار کرو آگے آگے معلوم کروگے کہ تمہارا کیا حال ہوگا اور کیا وقت تمہیں پیش آوے گا اور کیا انجام ہوگا دنیا میں تمپر کیا بلا آنے والی ہے اور آخرت میں کیا گت تمہاری ہوگی مشرکین مکہ اپنے مطلب کے وقت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو جاتے تھے اور جب مطلب نکل جاتا تو پھر شرک کرنے لگتے تھے چنانچہ سورۃ العنکبوت میں آویگا کہ جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے اور ناموافق ہوا سے ڈرتے تو اکیلے اللہ کو پکارتے اور جب خشکی میں آکر وہ ڈر جاتا رہتا تو پھر مشرک بنجاتے اسی واسطے فرمایا اللہ کا دین ہمیشہ وحدانیت کا ہے ان لوگوں کو چاہیے کہ مطلب و بے مطلب کے وقت اسی کو اپنا معبود جانیں اور دو معبود ٹھہرانے چھوڑ دیں۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے کہ قوم نوح میں کے کچھ نیک لوگ مر گئے تھے جنکے مرنے کا رنج انکے رشتہ داروں اور معتقدوں کو بہت تھا شیطان نے موقع پاکر ان لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ان نیک لوگوں کی شکل کی مورتیں بناکر آنکھوں کے سامنے رکھ لی جاویں تو ان مورتوں کے ہر وقت دیکھنے سے انکے آنکھوں کے سامنے سے اوٹھ جانے کا رنج کسی قدر کم ہو جاویگا۔ اس وسوسہ کے موافق ان لوگوں نے وہ مورتیں بنائیں اور کچھ عرصہ کے بعد اون مورتوں کی پوجا ہونے لگی جو آجتک چلی آتی ہے یہ مورتیں ان لوگوں کے مرنے کے بعد بنائی جاکر اون مورتوں کی پوجا شروع ہوئی ہے اسلئے وہ نیک لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو اپنا گواہ قرار دیکر اس معاملہ سے اپنی بیخبری ظاہر کرینگے چنانچہ اس کا ذکر سورہ یونس میں گزر چکا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ مورتیں تو بالکل پتھر ہیں اور مورتوں والے پوجا سے بیخبر اسی واسطے ان بتوں سے ڈرنے کو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکرگزاری میں ان بتوں کو شریک ٹھہرانے کو ان آیتوں میں لاحاصل قرار دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے کہ بدر کی لڑائی میں مشرکین مکہ میں کے بڑے بڑے سرکش مارے گئے اور مرتے ہی عذاب آخرت میں گرفتار ہوگئے جس عذاب کے جتلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہوکر یہ فرمایا اب تو تم لوگوں نے اللہ کا وعدہ سچا پایا ان آیتوں میں فتمتعوا فسوف تعلمون

منزل ۳

کا جو وعدہ تھا اسکے ظہور کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ۝

اور ٹھہراتے ہیں ایسونکو جنکی خبر نہیں رکھتے ایک حصہ ہماری دی روزی میں سے قسم اللہ کی تم سے پوچھنا ہے جو جھوٹھ باندھتے تھے

اوپر ذکر تھا کہ جو بلائیں اور بیماریاں ان لوگون کو پہونچتی ہیں اور یہ خدا سے گڑگڑانے لگتے ہیں اور خداوند عالم محض اپنی شان رحیمی سے فضل کرتا ہے اور وہ ضرر انسے دفعہ کر دیتا ہے تو بجائے اسکے شکریہ کے طرح طرح کی ناشکریان ایسے سرزد ہونے لگتی ہیں۔ اس آیۃ میں فرمایا یہ بت جو بالکل بیخبر پتھر ہیں انکے واسطے اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے یہ لوگ حصہ مقرر کرتے ہیں اور ان بتون کو اسکی مطلق خبر بھی نہیں ہے نہ جاندار ہیں نہ ان کے آنکھیں ہیں نہ کان۔ حاصل اسکا یہ ہی کہ یہ بت جنکو کسی شئی کے سمجھنے بوجھنے کی قوت نہیں کفار اپنے مال میں سے انکا حصہ ٹھہراتے ہیں مجاہد کا یہ قول ہے کہ کفار جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے انکو پیدا کیا ہے اور ہر طرح کا فائدہ و نقصان وہی انہیں پہونچاتا رہتا ہی یہ بت جنکو فائدہ اور نقصان کا علم نہیں ہے یہ مشرک اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے انکا حصہ ٹھہراتے ہیں۔ سدی کا قول یہ ہے کہ یہ آیت اس آیت کی طرح ہی جو سورہ انعام میں گزر چکی۔ ہذا للہ بزعمہم و ہذا لشرکائنا۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ مشرک اپنے مال و دولت و چارپایون میں خدا کا حصہ مقرر کرتے تھے اور اپنے بتون کے واسطے بھی حصہ مقرر کرتے تھے اور جو مال خدا کے نام کا اچھا دیکھتے تھے تو اسکو بتون کے حصہ میں بدل دیتے تھے اور جو چیز بتون کے واسطے مقرر کرتے تھے اگر وہ اچھی ہوتی تھی تو خدا کے واسطے اسکو نہیں بدلتے تھے۔ غرضکہ اس بات پر اللہ پاک نے اپنی ذات کی قسم کھائی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ضرور ان لوگوں سے پوچھیگا کہ یہ لوگ دنیا میں کیا جوٹھ اللہ پر باندھا کرتے تھے۔ ترمذی مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے ابو برزہ اور معاذ بن جبل کی معتبر روایتین گزر چکی ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص کو چار باتون کی جوابدہی کے لئے اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا۔ (۱) تمام عمر کن کامون مین گزاری (۲) جوانی میں کیا کیا (۳) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہان خرچ کیا (۴) علم دین کی نصیحت پر کیا عمل کیا۔ ان روایتون کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ مشرکون نے جو کچھ عمر بھر اللہ تعالیٰ پر جھوٹھ باندھا ہے ان چار باتون کی جوابدہی میں وہ سب کھل جاویگا صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ جو شخص ان باتون کے جواب کے وقت جھوٹ بولیگا تو اسکے منہ پر خاموشی کی مہر لگائی جاکر اسکے ہاتھ پیر دنکو اصل حال بیان کرنے کا حکم ہوگا۔

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ۝ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ

اور ٹھیراتے ہیں اللہ کی بیٹیان وہ اس لائق نہیں اور آپ کو جو دل چاہے اور جب خوشخبری ملی ایسی کسی کو بیٹی کی

ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ

سارے دن رہے اسکا منہ سیاہ اور جی میں گھٹ رہا چھپتا پھرے لوگون سے ارے برائی اس خوشخبری کی جو سنے اسکو رہنے دے

منزل ۳

عَلٰی هُوۡنٍ اَمۡ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ۝

ذلت قبول کرکر یا اُسکو داب دے مٹی میں سنتا ہے بڑی چکوتی کرتے ہیں

اوپر کی آیتون میں اللہ تعالی نے مشرکون کی بیوقوفی اور انکا بے جان چیزون سے بھی بدتر ہونا فرماکر اس آیتہ مین ایک اور بیوقوفی اونکی بیان فرمائی ہے اس بیوقوفی کی دو شاخیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ مشرک لوگ فرشتون کو اللہ کی بیٹیان کہتے تھے دوسرے یہ کہ اپنی اولاد میں لڑکی کے پیدا ہونے سے بہت چڑتے تھے یہان تک کہ انھون نے یہ ایک رسم ٹھرا رکھی تھی کہ لڑکی پیدا ہوکر چھہ برس کے اندر اپنی موت سے مرگئی تو خیر ورنہ جنگل مین ایک گڑھا کھود کر اچھے کپڑے پہنا کر اوس لڑکی کو جنگل میں لیجاتے تھے اور اوسے گڑھے میں جھانکنے کو کہتے جب وہ جھانکتی تو اُسکو گڑھے میں دہکا دیتے تھے اور اوپر سے مٹی ڈالکر اُسکو جیتا دبا دیتے تھے اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ دونون باتین انکی بیوقوفی کی ہیں اللہ اولاد۔ شریک سب سے پاک ہے اُسکو اولاد سے کیا تعلق علاوہ اسکے جس اولاد کو خود یہ لوگ نہیں پسند کرتے اوسکو اللہ کی طرف منسوب کرنا یہ اور بیوقوفی در بیوقوفی ہے اسلام نے مشرکون کی اس لڑکی کے پیدا ہونے سے چڑنے کی رسم کو مٹایا اور لڑکی پیدا ہو تو اُسکو محبت سے پالنے پر اجر کا وعدہ اسلام میں آیا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں جو شخص لڑکی کے پلنے اور اوسکے شادی بیاہ کرنے کا بوجھ اوٹھاوے گا تو عاقبت میں وہ لڑکی دوزخ کی آگ کی ڈھال بن جاویگی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عمرو بن العاصؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ جو مشرک شخص دائرہ اسلام مین داخل ہو اُسکے زمانہ شرک کے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں معتبر سند سے مسند بزار میں قیس بن عاصم سے روایت ہے جس میں قیس بن عاصم نے آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت مین نے اسلام سے پہلے چند زندہ لڑکیون کو گاڑ دیا ہے اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر لڑکی کے معاوضے میں ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ یا ایک اونٹ کی قربانی کرنی چاہیے ان حدیثون کو آیتون کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ عمرو بن العاص کی حدیث میں سوا جیتی لڑکیون کے زمین میں دبا دینے کے اسلام سے پہلے کے اور گناہون کا ذکر ہے اور جیتی لڑکیون کے زمین میں دبا دینے کا حکم وہ ہے جس کا ذکر قیس بن عاصم کی حدیث میں ہے کہ اسلام کے بعد بھی اس جرم کی سزا فدیہ سے بدل جاتی ہے۔ جو فدیہ ایک غلام کے آزاد کرنے یا ایک اونٹ کی قربانی سے پورا ہو سکتا ہے۔

منزل ۳

لِلَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ مَثَلُ السَّوۡءِ ۚ وَ لِلّٰہِ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی ؕ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝

ع ۱۰ ۱۲

جو نہیں مانتے پچھلے دن کو انہیں پر بُری کہاوت ہے اور اللہ کی کہاوت سب سے اوپر اور وہی ہے زبردست حکمت والا

اس سے اوپر کی آیتون میں اللہ پاک نے یہ بیان کیا تھا کہ مشرکین مکہ لڑکیون کے پیدا ہونے سے ناک

چڑھاتے ہیں اور ان بیچاریوں کو اپنے لیئے ننگ و عار سمجھتے ہیں اور ان غریب معصوموں کو زندہ زمین میں دفن کر دیتے ہیں اور باوجود اس بات کے اپنی زبان سے یہ کہا کرتے ہیں کہ خدا کی لڑکیاں ہیں اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں جانتے ہیں اپنے واسطے تو لڑکیاں پسند نہیں کرتے اور اس خدائے پاک کو جسکے نہ بیوی ہی نہ بچہ بیٹیوں کا ہونا بتلاتے ہیں وہ ان باتوں سے بالکل پاک ہی وہ نہ اولاد کا محتاج اور نہ کسی رشتے کنبے والوں کا پھر اب یہ فرمایا اصل بات یہ ہی کہ یہ لوگ آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے ہیں انہیں اس حساب و کتاب کے دن کا بالکل خوف نہیں ہے انہیں لوگوں کے واسطے بری مثالیں ہیں جاہل ہیں تو بہی ہیں کافر ہیں تو یہ ہیں۔ خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانا انہیں کا کام ہی خدا کو آل و اولاد کا محتاج بتلانا انہیں کا قول ہی خدا تو ان باتوں سے بالکل پاک و صاف ہی اسکے واسطے نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی مثالیں ہیں وہ بری باتوں کو بندوں کے حق میں بھی نہیں پسند کرتا ہے اپنی ذات کے واسطے کیونکر گوارا کریگا وہ تو بڑا ہی غالب ہے کوئی اس پر غالب نہیں ہو سکتا اسکی حکمت سب سے بلند ہی وہ بڑا ہی حکمت والا ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری رضی کی حدیث گذر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے بڑھکر کوئی بردبار نہیں ہے کہ لوگ اسکو صاحب اولاد قرار دیتے ہیں اور وہ ان لوگوں کے رزق اور انکی صحت کے انتظام کو برقرار رکھتا ہے۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ حشر کے منکر لوگ اللہ کی قدرت میں بٹہ لگاتے ہیں حشر کو اسکی قدرت سے باہر گنتے ہیں اسکو اولاد کا محتاج بتلاتے ہیں مخلوق کو اس خالق کا شریک ٹھہراتے ہیں لیکن اسنے اپنی بردباری سے ایسے لوگوں کی راحت کا انتظام برقرار رکھا ہی۔

منزل ۳

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

اور اگر پکڑے اللہ لوگوں کو انکی بے انصافی پر نہ چھوڑے زمین پر ایک چلنے والا لیکن ڈھیل دیتا ہے انکو ایک وعدہ تک

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ

پھر جب پہنچا انکا وعدہ نہ دیر کرینگے ایک گھڑی اور نہ جلدی اور کرتے ہیں اللہ کا جو اپنا جی نہ چاہے

وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ

اور بتاتی ہیں زبانیں انکی جھوٹ کہ انکو خوبی ہے آپ ہی ثابت ہوا کہ انکو آگ ہے اور وہ بڑھائے جاتے ہیں

اللہ پاک اس آیۃ میں اپنے درگذر کا حال بیان فرماتا ہی کہ یہ مشرک لوگ جیسے جیسے فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں اگر خدا کو ان فتنہ و فساد کا مواخذہ منظور ہو تو انکے ساتھ انکی بدبختی کی وجہ سے ساری دنیا کو ہلاک کر دے اور کوئی جاندار روئے زمین پر باقی نہ چھوڑے۔ صحیح مسلم میں ابن عمر رضی سے ایک روایۃ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی پر عذاب کا ارادہ کرتا ہی تو اس عذاب میں اس قوم کے سارے آدمیوں کو شریک کرتا ہے پھر یہ لوگ اپنی اپنی نیت کے مطابق اوٹھائے جائیں گے جس کا مطلب یہ ہی کہ جیسی جسکی نیت اور جیسے جسکے اعتقاد ہوں گے ویسا ہی اسکا حشر ہوگا چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ایسا ہو چکا ہے کہ سوائے اہل کشتی کے سارا جہان اس طوفان میں ہلاک ہو گیا کوئی ملک کوئی گاؤں کوئی قریہ باقی

نہیں رہا پھر اللہ پاک نے یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے اِن لوگون کو ڈھیل دے رکھی ہے اور ایک وعدہ مقررہ تک انکا ہلاک کرنا منظور
نہیں ہے جب وہ وقت آجاویگا تو پھر گھڑی بھر کی بھی مہلت نہیں ملے گی اور اس میں بھی خدا کی بہت بڑی مصلحت ہے
کہ انکو ایک زمانہ تک زندہ باقی رکھا ہے اور عذاب بھیجکر ہلاک نہیں کیا کیونکہ خداوند جل شانہ عالم الغیب ہے اُسنے انہیں ایسی
بات کا موقع دیا کہ شاید یہ فکر کریں اور اپنے کفر اور سرکشی سے شرمسار ہوکر دین اسلام میں داخل ہوجائیں اور انکی نسل
سے جو اولاد پیدا ہو وہ اہل ایمان ہو پھر اللہ پاک نے اسبات کا ذکر کیا کہ جن باتون سے کفار کو نارضا اور جو بات یہ لوگ
اپنے واسطے پسند نہیں کرتے مثلاً لڑکیون کا ہونا وہ خداوند جل جلالہ کے حق میں یون کہتے ہیں کہ فرشتے خدا کی بیٹیان ہیں
اور خدا کے ساتھ بتون کو شریک ٹہراتے ہیں حالانکہ خود انکو یہ گوارا نہیں ہے کہ کوئی شخص انکی ملکیت مین قبضہ کرے اور انکے
مال میں تصرف کرے پھر خدا کے غالب و تنہا کے ساتھ اُسکے صفات میں کیونکر کسی کو شریک سمجھتے ہیں۔ آسمان زمین کے
انتظام میں کوئی اُسکا شریک نہیں اور باوجود ان باتون کے پھر وہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں آخرت میں فلاح جنت
ہوگی یہ کیونکر ممکن ہے کہ دنیا میں تو تم ایسے ایسے ظلم و فساد کرو رسولون کو جھٹلاؤ کفر کرو خدا کے شریک ٹہراؤ خدا کی ذات
میں عیب لگاؤ کہ اُسکی بیٹیان ہیں اور پھر آخرت میں بھلائی کی امید رکھو ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا ہے وہان تو ان لوگون
کے واسطے دوزخ ہے اور پہلے پہل یہی دوزخ میں ڈالے جائینگے اور جس طرح دنیا میں یہ لوگ خدا کو بھولے ہوئے بیٹھے
تھے اسی طرح یہ لوگ وہان اللہ کی رحمت سے ایسے بھلائے جائینگے پھر انکی کوئی خبر بھی نہیں لے گا صحیح بخاری و مسلم کے
حوالہ سے ابو موسیٰ رضی اشعری کی حدیث گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک وقت مقررہ تک
اللہ تعالیٰ نافرمان لوگون کو مہلت دیتا ہے اور جب یہ لوگ مہلت کے زمانہ میں اپنی سرکشی سے باز نہیں آتے تو پھر
انکو برباد کردیتا ہے۔ اِس حدیث کو آیتون کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ کو اللہ تعالیٰ نے
وقت مقررہ تک مہلت دی لیکن مہلت کے زمانہ میں جب یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو انکی بربادی شروع
ہوئی پہلے مکہ میں سخت قحط پڑا جسمین یہ لوگ مردار جانورون کی کھالین تک کھا گئے۔ پھر بدر کی لڑائی میں ان کے
بڑے بڑے سرکش مارے گئے اور پھر فتح مکہ کے بعد انمین کوئی سرکش دنیا پر باقی نہ رہا چنانچہ فتح مکہ کے وقت اللہ کے
رسول نے انکے بتون کو لکڑیان مار مار کر زمین پر گرادیا اور کوئی شخص اون کی حمایت کو کھڑا نہیں ہوا۔ سورہ احقاف
مین فرمایا۔ وقال الذین کفروا للذین آمنوا لوکان خیرا ما سبقونا الیہ۔ مطلب یہ ہو کہ مشرکین مکہ مین کے مالدار لوگ
غریب مسلمانون سے یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جسطرح اپنی مہربانی سے دنیا میں ہمکو خوشحال کر رکھا ہے جسکے سبب سے
ہم ان غریب مسلمانون سے ہر حال میں بہتر ہیں اگر حشر کا قائم ہونا سچ ہوتا اور اسلام حشر کی بہبودی کا سبب
ہوتا تو دنیا کی بہبودی کی طرح ہم ان غریب مسلمانون سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتے سورہ
احقاف کی اِس آیت و تصف السنتہم الکذب ان لہم الحسنیٰ کی تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا مین اللہ تعالیٰ کے

منزل ۳

کی قدرت میں بتوں کو شریک قرار دیتے ہیں اور اللہ تعالی کی شان میں صاحب اولاد ہونے کا بٹہ لگاتے ہیں اور بٹہ بھی ایسا کہ خود تو لڑکیوں سے گھبراتے ہیں اور اونہیں لڑکیوں کو اللہ کی اولاد قرار دیتے ہیں لڑکوں کو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور پھر دنیا کی چند روزہ خوشحالی کے قیاس پر عقبی کی خوشحالی کی توقع رکھتے ہیں ان لوگوں کا اللہ پر یہ جھوٹ باندھنا ہے۔ نمرود فرعون اور قارون دنیا میں ان لوگوں سے زیادہ خوشحال تھے لیکن آنکی بدافعالی نے جو نتیجا اونہیں دکھایا وہ ان لوگوں نے سنا ہوگا اسلئے انکو ہوشیار کر دیا جاتا ہے کہ ایسے حد سے بڑھ جانے والے سرکش لوگوں کو عقبی کی بہبودی کا میسر آنا تو در کنار بلکہ ایسے لوگوں کا انجام دوزخ ہے کیونکہ یہ بات اللہ تعالی کے انصاف کے بالکل برخلاف ہے کہ وہ نیک و بد کا عقبی میں ایک انجام کردیوے۔ ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوس کی معتبر روایت ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے بعد کا کچھ سامان کر لیوے اور نادان وہ شخص ہے جو عمر بھر اللہ تعالی کی نافرمانی میں لگا رہے اور عقبی کی بہبودی کی توقع رکھے اس حدیث کو بھی آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ طرح طرح کی نافرمانیوں میں گرفتار رہکر دونوں جہان کی بہبودی کی توقع جو اللہ تعالی سے رکھتے تھے یہ ان لوگوں کی بڑی نادانی اور ایک شیطانی وسوسہ تھا۔ مفرطون کو بعضے سلف نے افراط سے لیا ہے جسکے معنے حد سے بڑھ جانے کے ہیں شاہ صاحب نے ترجمہ میں یہی قول لیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ وسوسہ شیطانی نے ان لوگوں کو نافرمانی میں حد سے بڑھا دیا ہے اسلئے انکا ٹھکانا دوزخ ہے قتادہ نے مفرطون کو فرط سے لیا ہے جسکے معنے پیشرو کے ہیں مطلب یہ ہے کہ ایسے سرکش لوگ پیشرو کی طرح تمام دوزخیوں سے پہلے دوزخ میں جاویں گے لیکن حافظ ابن جریر نے اس معنے کو محاورہ عرب کے خلاف قرار دیا ہے۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ

قسم اللہ کی ہمنے رسول بھیجے کتنے فرقوں میں تجھسے پہلے پھر سنوار دیئے انکو انکے کام شیطان نے سو وہی رفیق انکا ہی آج اور انکو

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ

دکھ کی مار ہے ہمنے اوتاری تجھپر کتاب اسی واسطے کہ کھول سناوے انکو جسمین جھگڑ رہے ہیں اور سوجھانیکو اور مہر کو ان لوگوں

يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝

جو مانتے ہیں اور اللہ نے اوتارا آسمان سے پانی پھر اس سے جلایا زمین کو اسکے مرنے پیچھے اسمین پتے ہیں ان لوگوں کو جو سنتے ہین

اللہ پاک نے اپنی ذات مقدس کی قسم کھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی دینے کو یہ آیتین نازل فرمائیں اور فرمایا کہ ان مشرکوں کی باتوں سے دل تنگ نہ ہو جیئے تم سے پہلے پہلی امتوں میں بھی رسول بھیجے ہیں جنہیں ان لوگوں نے اسی طرح جھٹلایا ہے جس طرح کفار مکہ تم کو جھٹلاتے ہیں اور شیطان نے ان کاموں کو ایسی زینت دی کہ وہ لوگ شیطان کے وسوسہ سے گمراہی میں پڑے رہے اور اپنی عقل و سمجھ سے اونھوں نے کچھ کام نہ لیا اسواسطے

ع ۵ ۱۴

دنیا میں بھی اُنکا ساتھی یہی شیطان ہے جسکے بہکانے میں وہ پڑے رہے اور آخرت میں بھی اُسی کے ساتھ بہت سخت
عذاب کے سزاوار ہوں گے اللہ پاک نے اپنے کلام پاک کی نسبت فرمایا کہ جو کچھ ہم اوتارتے ہیں وہ اسواسطے ہے کہ تم
اِن لوگوں کے اختلاف کی حقیقت کھول کر تبلادو کہ توحید اور قیامت کا قائم ہونا اور احکام دین جس کے یہ لوگ منکر ہیں
اور جو لوگ اسپر ایمان رکھتے ہیں ان کا فیصلہ ظاہر ہو جاوے کہ کون ان میں حق پر ہے اور کون جہالت میں پڑا ہوا ہے
پھر فرمایا کہ یہ قرآن پاک اوس ایماندار بندے کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو اُس کو پڑھتا ہے اور غور کرتا ہے۔ پھر فرمایا
کہ اگر یہ کفار اور مشرکین اِس بات سے بے خوف ہوں کہ کیسی قیامت اور کیسا دوزخ اور بہشت اور پھر مرنے کے بعد
زندہ ہونا کیسا تو اِن لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا میں ہر طرح کی قدرت ہے ایک ذراسی بات یہ ہے کہ زمین میں جب
خشکی کی انتہا ہو جاتی ہے اور سارے درخت خشک ہو ہو کر مردہ ہو جاتے ہیں تو جو آسمان سے مینہہ برسا کر زمین کو تر و تازہ
کر دیتا ہی۔ اور پھر زمین گویا زندہ ہو جاتی ہی اور سارے درخت ہرے بھرے ہو جاتے ہیں اسی طرح اوسے یہ بھی قدرت ہے کہ
ہر جاندار کے فنا ہو جانے کے بعد اوسے زندہ کر دیگا جو لوگ دل کے کان رکھتے ہیں اور اوس کی مدد سے ہر ایک طرح کی باتوں کو
سنتے ہیں اور غور کرتے ہیں اُنکے واسطے یہ بہت بڑی دلیل ہی اور جو لوگ دل کے اندھے ہیں اونہیں کسی دلیل سے کوئی فائدہ
نہیں ہوتا صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہی۔ کہ قوم نوح میں کے کچھ نیک
لوگ مر گئے تھے جنکے مر جانے کا رنج اون کے رشتے داروں اور معتقدوں کو بہت تھا شیطان نے موقع پا کر پہلے تو ان لوگوں
کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اون نیک لوگوں کی شکل کی مورتیں بنا کر آنکھوں کے سامنے رکھ لیجاویں تو اون مورتوں کے
ہر وقت دیکھ لینے سے وہ اصل نیک لوگ گویا آنکھوں کے سامنے آجاویں گے اور اُنکی جدائی کا رنج کسی قدر کم ہو جاوے گا
اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اون مورتوں کی پوجا دنیا میں پھیلادی یہ حدیث فزین لہم الشیطن اعمالہم کی گویا تفسیر ہے جس کا
حاصل یہ ہے کہ شیطان بُرے کاموں کو زیب و زینت دیکر ایسا کر دیتا ہے کہ اون بُرے کاموں کی برائی لوگوں کو نظر نہیں آتی
صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود رضی کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ ہر ایک شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان
رہتا ہے فرشتہ اُس شخص کو نیک کاموں کی نصیحت کرتا ہے اور شیطان اُس شخص کے دل میں بُرے کاموں کا وسوسہ
ڈالتا رہتا ہی یہ حدیث فھو ولیھم الیوم کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ ہر وقت شیطانی وسوسہ کے
موافق بُرے کاموں میں لگے رہتے تھے اس لیے شیطان کو اُنکا رفیق فرمایا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو سعید خدری
کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہہ کے پانی کی اور اچھے
بُرے لوگوں کی مثال اچھی بُری زمین کی فرمائی ہے یہ حدیث وھدی و رحمۃ لقوم یومنون کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے
کہ مینہہ کے پانی کی طرح اگرچہ قرآن کی نصیحت کا عام فائدہ کے لئے ہے مگر اِس سے فائدہ وہی لوگ اوٹھا سکتے ہیں جو اچھی
زمین کی طرح علم الٰہی میں فرمانبردار قرار پا چکے ہیں۔ اور جو لوگ علم الٰہی میں نافرمان ٹھہر چکے ہیں اُنکے حق میں قرآن کی

منزل ۳

نصیحت ایسی رائیگان ہے جس طرح بری زمین میں مینہ کا پانی رائیگان جاتا ہے ان آیتوں میں مختصر طور پر مینہ کے پانی سے کھیتی کی پیداوار کا ذکر فرمایا گیا ہے لیکن سورہ الاعراف میں کھیتی کے ذکر کے بعد یہ بھی فرمایا ہے کذالک نخرج الموتیٰ لعلکم تذکرون جس کا مطلب یہ ہی کہ جس طرح اب مینہ کے پانی کے اثر سے کھیتی کی پیداوار ہوتی ہے اسی طرح دوسرے صور سے پہلے ایک مینہ برسے گا جس کے اثر سے سب جسم تیار ہو جاویگا پھر اون میں روحیں پھونک دی جاوینگی اور منکرین حشر اپنی آنکھوں کے سامنے حشر کو دیکھ لیوینگے۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں دوسرے صور سے پہلے اس مینہ کا اور اس سے جسموں کے تیار ہو جانے کا ذکر تفصیل سے ہے۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝

اور تمکو چوپایوں میں بوجھ کی جگہ ہے پلاتے ہیں تمکو اسکے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر اور لوہو کے بیچ میں سے دودھ ستھرا رچتا پینے والوں کو

جانوروں اور دودھ والی عورتوں کے پیٹ میں غذا جاکر نجاست پیشاب خون دودھ سب کچھ اوسی غذا سے بنتا ہی قدرت الٰہی سے ایک چیز کا رنگ بو اثر دوسری چیز میں ہرگز کچھ باقی نہیں رہتا اگر آدمی غور کرے تو قدرت الٰہی کا یہ بڑا ایک نمونہ ہے اسی نمونہ قدرت کو یاد دلانے کی غرض سے اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے تاکہ غافل لوگ ہر روز کے کھانے پینے میں اپنی اولاد کے پلانے میں دودھ کا استعمال جو کرتے ہیں اس استعمال کے وقت دودھ کی پیدائش میں جو قدرت الٰہی ہے اوسے وہ ذرا غور کریں اور قدرت کے ذریعہ سے اوس قادر مطلق کو پہچان لیں دنیا میں نوکری تجارت زراعت اللہ کے پیدا کئے ہوئے اسباب ہیں ان اسباب سے روزی حاصل کرنے سے بچہ عاجز ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے اون دنوں کا اسکا یہ رزق پیدا کیا ہے اور جانوروں کے بچوں کے ساتھ انسان کا ساجھا بھی لگا دیا ہے غرض بچوں کے اس طرح بے خلش رزق کے پیدا ہونے سے انسان کو یقین کر لینا چاہیئے کہ رزق سب کا اللہ کی طرف سے ہے یہی غذا بغیر دودھ کے دنوں میں عورت گائے بھینس وغیرہ کہاتے ہیں لیکن دودھ کی ایک بوند پیدا نہیں ہوتی جن دنوں میں آدمی اور جانوروں کے بچوں کو رزق کا پہنچانا اوس قادر مطلق کو منظور ہوتا ہے اوسی ہمیشہ کی غذا سے دودھ پیدا ہونے لگتا ہے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایۃ کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنتی لوگوں کے لئے جنت میں وہ چیزیں پیدا کی گئی ہیں کہ نہ کسی نے وہ چیزیں آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنیں نہ کسی کے دل پر انکا تصور گزر سکتا ہے اس حدیث کی بنا پر عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ کا صحیح قول یہ ہے کہ دنیا کی جن چیزوں کے نام جنت کی چیزوں سے ملتے جلتے ہیں وہ فقط نام میں ہی ملتے جلتے ہیں ورنہ جنت کی چیزوں کی تاثیر اور مزہ دنیا کی چیزوں سے بالکل الگ ہے۔ اس حدیث اور اوپر کے دونوں قولوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کا دودھ جس کا ذکر اس آیۃ میں ہے وہ اور جنت کے دودھ کی نہر جسکا ذکر سورہ محمد میں آوے گا وہ دونوں بالکل الگ چیزیں ہیں دنیا کا دودھ کچھ دیر کے بعد کھٹا ہو جاتا ہے اور جنت کا دودھ سالہا سال اپنے

منزل ۳

اصل مزہ پر رہے گا اب یہ ظاہر بات ہے کہ دنیا میں اس طرح کا دودھ نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سے سنا نہ کسی کے دل پر ایسے دودھ کا تصور گزر سکتا ہے جو سالہا سال تک نہ بگڑے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایۃ ایک جگہ گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز میں جنت اور دوزخ کو دیکھا اور صحابہ سے فرمایا کہ اگر جنت کے انگور کی بیل میں سے ایک خوشہ میں توڑ لیتا تو قیامت تک اُسکے انگور باقی رہتے اس حدیث سے بھی وہی بات ثابت ہوتی ہے کہ جنت کے دودھ کی طرح جنت کے میوے بھی دنیا کے میووں سے بالکل الگ ہیں کیونکہ دنیا کا کوئی انگور کا خوشہ قیامت تک رہنے کے قابل نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سے سنا نہ کسی کے دل میں ایسے خوشہ کا تصور گزر سکتا ہے۔

وَمِن ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

اور میووں سے کھجور کے اور انگور کے بناتے ہیں اُس سے نشا اور روزی خاصی اس میں پتا ہے اُن لوگوں کو جو بوجھتے ہیں

اوپر دودھ کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے یہ دوسرا احسان اپنے بندوں پر جتلایا کہ کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم اپنے واسطے نشہ کی چیز تیار کرتے ہو اور اس سے دوسری حلال روزی بناتے ہو جیسے سرکہ وغیرہ۔ اگرچہ اکثر مفسروں کا قول ہے کہ آیۃ شراب کے حرام ہونے کے حکم انما الخمر والمیسر سے منسوخ ہے لیکن اس تفسیر میں یہ بات ایک جگہ گزر چکی ہے کہ ناسخ منسوخ امر و نہی کی آیتوں میں ہوتا ہے خبر کی آیتوں میں نہیں ہوتا کیونکہ ایک کام کے کرنے یا نہ کرنے کو کہا جا کے پھر اوسکو ملتوی کیا جا سکتا ہے بر خلاف خبر کے کہ اس میں ایک خبر کے بعد پھر دوسری خبر دیجا وے تو پہلی خبر جھوٹی ٹھہرتی ہے اسی واسطے حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں تتخذون منہ سکرا و رزقا حسنا کی تفسیر انگوروں کو میوے کی طرح کھانے اور انگوری سرکہ بنانے کی کی ہے اور سکرا کے معنے شراب کے لیکر سورۂ مائدہ کی آیۃ انما الخمر سے اس آیۃ کو منسوخ نہیں قرار دیا شاہ صاحب نے ترجمہ میں اونہی مفسروں کا قول لیا ہے جو سکرا کے معنے شراب کے لیتے ہیں لیکن اس قول پر وہی اعتراض باقی رہتا ہے جس کا ذکر اوپر گزرا۔ آخر آیۃ میں فرمایا کہ کھجور اور انگور سے طرح طرح سے نفع اوٹھا کر اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ان چیزوں سے اللہ تعالیٰ کو وہی لوگ پہچانتے ہیں جنکو کچھ عقل ہے ورنہ نادان لوگ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کام میں لاتے ہیں اور اسکی تعظیم اور عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوسؓ کی روایۃ اوپر گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے بعد کا کچھ سامان کر لیوے اور نادان عقل سے عاجز وہ شخص ہے جو عمر بھر اس سامان سے غافل رہے اور موت کے بعد اللہ تعالیٰ سے بہبودی کی توقع رکھے یہ حدیث ان فی ذلک لآیۃ لقوم یعقلون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں پر دھیان کر کے عقبیٰ کی بہبودی کے خیال سے احکام الٰہی کے پابند وہی لوگ ہوتے ہیں جنکو کچھ عقل ہے اور نادان وہ لوگ ہیں جو اسکے برخلاف ہیں۔

منزل ۳

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۙ ثُمَّ

اور حکم بھیجا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنا لے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں چھتریاں ڈالتے ہیں پھر

كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ

کھا ہر طرح کے میووں سے پھر چل راہوں میں اپنے رب کی صاف پڑے ہیں نکلتی ہیں اسکے پیٹ میں سے پینے کی چیز جسکے کئی رنگ ہیں

اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اسمیں آزار چنگے ہوتے ہیں لوگوں کے اس میں پتا ہے اُن لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں

اللہ پاک نے اس آیۃ میں اپنی ایک اور عجائب قدرت کا حال بیان فرمایا کہ یہ شہد کی مکھیاں جو کچھ بھی جان نہیں رکھتیں اللہ تعالی نے انکے دلوں میں یہ بات ڈالدی ہے کہ پہاڑوں اور درختوں میں جہاں جہاں مناسب سمجھیں اپنے قیام کے لئے گھر بنالیں یہ مکھی اپنے گھر بنانے میں نہایت ہی سمجھ رکھتی ہی اور ایسی مضبوطی اور حکمت کے ساتھ اپنا گھر بناتی ہے کہ کیا مجال کہ ذرا بھی سوراخ رہجائے۔ پھر اللہ پاک نے اسکو طرح طرح کے میوے اور پھلوں سے جنگل اور باغوں میں چل پھر کر کھانے پینے کا حکم دیا اور اسے یہ بھی سمجھ دی کہ اپنے گھر کا رستہ نہ بھولے دور و دراز مسافت طے کرنے پر بھی سیدھے اپنے گھر ہی کی طرف واپس آئے پھر یہ بیان فرمایا کہ اسکے پیٹ میں سے رنگ برنگ کا شہد نکلتا ہے جس کا رنگ لال بھی ہوتا ہے زرد بھی ہوتا ہے سبحان اللہ کیا اسکی حکمت ہے کہ ایسی بے حقیقت مکھی سے اتنا بڑا کام لیا شہد کی مکھیاں جب پھلوں اور پھولوں میووں کو چوس چوس کر آتی ہیں تو اپنے گھر میں اوس چوسے ہوئے رس کو خزانہ کی طرح جمع کرتی جاتی ہیں اسی کا نام شہد ہے اور اسکے پروں سے موم بنتا جاتا ہے۔ پھر اللہ پاک نے یہ بیان کیا کہ یہ شہد جو ان مکھیوں سے حاصل ہوتا ہے اس میں انسان کے ہر مرض کی شفا ہے سارے امراض اسکے استعمال سے دفع ہوتے ہیں صحیحین میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی کو دست آرہے ہیں آپ نے فرمایا اسکو شہد پلا اُسنے جاکر شہد پلایا اور پھر آکر بیان کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اسکو شہد پلایا مگر اسکو تو اور زیادہ دست آنے لگے آپ نے فرمایا جا شہد پلا اُسنے پھر جاکر شہد پلایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے شہد پلایا مگر دست اور زیادہ آنے لگے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے جا جاکر شہد پلا دہ گیا اور جاکر شہد پلایا اسکا بھائی اچھا ہوگیا دست آنے بند ہوگئے شہد کے متعلق ہر مرض میں مفید ہونیکی اکثر حدیثیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک روایت یوں ہے کہ شفا تین چیزوں میں ہے پچھنے لگانا اور شہد کا پینا اور جس جگہ درد ہوا وسکا داغ دینا۔ دوسری حدیث بخاری میں جریر رضی اللہ عنہ سے بعینہ یوں ہی ہے مگر اوس میں اتنا اور زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں داغ دینے کو دوست نہیں رکھتا ابن ماجہ میں بسند عبداللہ بن مسعود سے روایۃ ہے کہ تم دو شفاؤں کو لازم پکڑو ہر مرض کے لئے کامل شفا میں شہد اور قرآن حاصل کلام یہ ہے کہ طب کی تمام مستند کتابوں میں شہد چاٹنا بہت مجرب لکھا ہے

منزل ۳

مضمون کر اسی طرح رفع کرتا ہے جسطرح قرآن کی نصیحت دل کے امراض شرک کفر اور نفاق کو رفع کرتی ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ

اور اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو موت دیتا ہے اور کوئی تم میں پہنچتا ہے نکمی عمر کو کہ سمجھ کے پیچھے کچھ

بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

نہ سمجھنے لگے اللہ سب خبر رکھتا ہے قدرت والا

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساٹھ برس کی عمر کا ہو کر جو شخص دنیا کی مکروہات میں پھنسا رہے اس طرح کا شخص اگر اللہ کے روبرو توبہ کرنے اور نیک کام کے کرنے کا موقع نپانے کا عذر کرے گا تو اسکا عذر مقبول نہ ہوگا کیونکہ اتنی بڑی عمر پانے سے اسکو اللہ کی طرف جھک جانے کا اچھا موقع مل چکا ہے۔ اسی طرح کی روایتوں سے علما نے انسان کی عمر کے چار درجے ٹھہرائے ہیں اول درجہ تو دن بدن بڑھنے کا ہے اسکی مدت تینتیس ۳۳ برس تک ہے پھر چالیس تک ایک ہی حالت پر آدمی رہتا ہے اسی کو سن وقوف کہتے ہیں پھر چالیس سے ساٹھ تک اندرونی گھٹاؤ انسان کی حالت میں شروع ہو جاتا ہے ایسی ہی عمر کو ادھیڑ کہتے ہیں اسکے بعد سے طرح طرح کے اندرونی مرض پیدا ہو کر وہ ادھیڑ پن کی حالت بھی باقی نہیں رہتی اور بات کہکر بھول جانا اور خرابیاں اوس ناکارہ عمر کی شروع ہو جاتی ہیں جس ناکارہ عمر کا ذکر آیۃ میں ہی حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ اس امت کے لوگوں کے لئے پچھتر برس کی عمر وہی ناکارہ عمر ہے جس کا ذکر آیۃ میں ہے بخاری اور مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی عمر سے اللہ کی پناہ چاہی ہے بعضے علما نے یہاں یہ ایک شبہ کیا ہے کہ مسند امام احمد ترمذی دارمی طبرانی اور مستدرک حاکم میں ابی بکرہؓ اور عبداللہ بن بسرؓ کی صحیح روایتیں ہیں جنکا حاصل یہ ہی کہ جس شخص کی عمر بڑی ہو اور عمل نیک ہوں وہ اچھا شخص ہے۔ پھر آپ نے بڑی عمر سے اللہ کی پناہ جو چاہی ہے اسکا کیا مطلب ہے۔ جواب اس شبہ کا یہ ہی کہ جس عمر تک آدمی سے نیک کام ہو سکے نہ اسکا آیۃ میں ذکر ہے نہ آپ نے اس سے پناہ چاہی ہے بلکہ آپنے ناکارہ عمر سے پناہ چاہی ہے اور اسی کا ذکر آیۃ میں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے آدمی کی عمر کا انقلاب یاد دلا کر یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ ان انقلابوں پر جو قادر ہے اسنے ایک اس انقلاب کا بھی مضبوط وعدہ کیا ہے کہ ہر ایک انسان کو مرکر پھر جینا ہے اسپر ایمان لانا اور عقبیٰ کی فکر کا کرنا ہر مسلمان کا جز ایمان ہے۔ ان اللہ علیم قدیر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس اپنے علم اور قدرت کے موافق پہلی دفعہ انسان کو پیدا کیا ہے اسی کے موافق وہ انسان کو پھر دوبارہ پیدا کرے گا جو لوگ اس کے منکر ہیں وہ گویا اپنی پہلی پیدائش کے منکر ہیں +

منزل ۳

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا

اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ایک کو ایک سے روزی کی سو جنکو بڑائی دی نہیں پہنچاتے اپنی روزی انکو

مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝

جنکے مالک انکے ہاتھ ہیں وہ سب اُس میں برابر نہیں کیا اللہ کی نعمت کے منکر ہیں

اللہ پاک نے مشرکوں کے غلط عقیدہ کے متعلق ایک دوسری دلیل بیان فرمائی کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے بندون میں بعضونکو بعضوں پر فضیلت دے رکھی ہے کسی کو غنی و تونگر پیدا کیا ہے اور کسی کو فقیر و محتاج بنایا ہے اور جس طرح مال و دولت میں ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے اسی طرح عقل و فہم ناتوانی کمزوری حسن بدصورتی صحت مرض میں بھی ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے ایک کی عقل زیادہ ہے ایک کی کم ایک کا علم دوسرے سے بڑھکر ہے ایک بیمار و کمزور ہے تو دوسرا صحیح اور صاحب قوت۔ سورۃ الزخرف میں آویگا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات ليتخذ بعضهم بعضا سخريا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں بعضونکو خوشحال اور بعضونکو تنگدست پیدا کرنے میں اتنی بڑی مصلحت ہے کہ اسپر تمام دنیا کا انتظام منحصر ہے کیونکہ خوشحال لوگون کو تنگدست لوگوں سے طرح طرح کے کام لینے کی ضرورت ہے اور تنگدست لوگون کو خوشحال لوگون کے طرح طرح کے کام کرکے انسے اُجرت کے پانے کی ضرورت ہے اور یہ ایسی ضرورتین ہیں کہ انپر تمام دنیا کا انتظام منحصر ہے دنیا کے سب لوگ مالدار یا سب لوگ تنگدست ہوتے تو دنیا کا یہ انتظام کبھی نہ چل سکتا معتبر سند سے مسند امام احمد میں ابی بن کعب سے اور ترمذی میں ابوہریرہؓ سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ توحید کا عہد لینے کے لئے عالم ارواح میں جب اللہ تعالےٰ نے سب روحون کو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا تو آدم علیہ السلام کو یہ بھی جتلا دیا کہ دنیا میں مثلاً اتنے آدمی مالدار ہونگے اور اتنے غریب اور اسی طرح اور حالتون کو بھی جتلا دیا اسپر آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ ان سبکو ایک حالت پر کیون نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسمین یہ مصلحت ہے کہ اچھی حالت کے لوگ اپنے سے کم درجے کی حالت والون کو دیکھکر اللہ کا شکر ادا کرین صحیح مسلم ترمذی اور ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس تنگدست آدمی نے تنگدستی پر صبر و قناعت کو اختیار کیا اُس نے بڑی مراد پائی مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ایسے شخص کو صبر و قناعت کا بڑا اجر ملیگا سورہ الزخرف کی آیۃ اور ان حدیثون کو اس آیۃ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندون کو ایک حالت پر کیون نہیں پیدا کیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کے موافق آیۃ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت کے موافق ان مشرکین مکہ کو مالدار پیدا کرکے ان کے غلام لونڈی کو انکا محتاج بنا دیا اور یہ ظاہر بات ہے کہ یہ لوگ اپنے لونڈی غلامون کو اپنی عزت اپنی مالداری کی حالت میں شریک نہیں کرنا چاہتے تو پھر وہ اللہ جو آسمان و زمین کا بادشاہ ہے اُسکی تعظیم اور بادشاہت میں یہ لوگ دوسرونکو کیون اور کس سند سے شریک ٹھہراتے ہیں

منزل ۳

اللہ تعالیٰ نے جوان کو پیدا کیا ہے اوران کو دنیا کی طرح طرح کی نعمتیں جو دی ہیں کیا اس کی شکر گزاری کے یہی ڈھنگ ہیں جو ان لوگوں نے اختیار کئے ہیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہؓ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اب اپنے پیدا کرنے والے کی تعظیم میں جو دوسرے کو شریک کرے تو اس سے بڑھکر کوئی بات ناشکری اور وبال کی دنیا میں نہیں ہے اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل وہی ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق اوپر بیان کیا گیا۔

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ بَنِیْنَ وَحَفَدَۃً وَّ

اور اللہ نے بنا دیں تمکو تمہاری قسم سے عورتیں اور دئے تمکو تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے اور

رَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰہِ ھُمْ یَکْفُرُوْنَ ۝

کھانے کو دیں تمکو ستھری چیزیں سو کیا جھوٹی باتیں مانتے ہیں اور اللہ کے فضل کو نہیں مانتے

اللہ پاک نے یہ اور ایک نعمت کا احسان جتلایا کہ تمہارے واسطے تمہاری جنس کی عورتیں پیدا کیں حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں اور علیحدہ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ کی جو روایتیں ہیں ان میں اسکا ذکر تفصیل سے ہے اور اس میں مصلحت یہ ہے کہ اگر غیر جنس کی بیویاں انسان کے لئے پیدا کی جاتیں تو انسان کو انسے وحشت ہوتی یہ محبت اور انسیت میاں بیوی میں ہرگز نہ ہوتی غرضکہ یہ کمال مہربانی اللہ جل شانہ کی ہے کہ اسنے انسان کیلئے انسان ہی کا جوڑا بنایا اور پھر اس سے آل و اولاد کا سلسلہ چلایا حضرت عبداللہؓ بن عباس حفدۃ کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد پوتے پوتیاں ہیں اور نواسے نواسیاں پھر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ تمہاری زندگی کے لئے یہ سامان بھی مہیا کر دیا کہ تمہارا رزق پاک صاف چیزوں میں مقرر کیا تاکہ ایک وقت مقررہ تک تم زندگی بسر کرو پھر ان نعمتوں کا بھی کچھ خیال نہیں کرتے بت پرستی کئے چلے جاتے ہو اور بت جنمیں کسی ایک بات کی بھی قدرت نہیں انکو اپنا معبود ٹھہراتے ہو اور انہیں پر تمہارا ایمان ہے اور خدا کی ان سب نعمتوں کا شکر نہیں بجا لاتے کفر کرتے ہو اوپر کی آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہؓ بن مسعود کی حدیث گزر چکی ہے اسی حدیث کو اس آیت کی تفسیر میں بھی بڑا دخل ہے جسکا حاصل وہی ہے جو عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق اوپر کی آیت کی تفسیر میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جوان کو ان کی جنس کی بیویوں کو پیدا کیا اور ان کو اور دنیا کی نعمتیں دیں اب ان نعمتوں کے کرنے والے کی تعظیم میں دوسروں کو شریک ٹھہرانا بڑے وبال کی بات ہے۔

وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِکُ لَھُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْئًا وَّلَا

اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ایسوں کو جو مختار نہیں انکی روزی کے آسمان و زمین میں سے کچھ اور نہ

يَسْتَطِيعُونَ ۝ فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

مقدور رکھتے ہیں سومت بٹھاؤ اللہ پر کہاوتین اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

اوپر وحدانیت الٰہی کا ذکر فرما کر اب مشرکون کو یون قائل کیا کہ تم لوگ جو سوا اللہ کے غیرون کی عبادت کرتے ہو جنہین اتنی بھی قدرت نہیں کہ تمہارے رزق کا کچھ انتظام کریں نہ آسمان مین ان کا اختیار کہ وہاں سے مینھ برسا سکین نہ زمین میں ان کا کچھ تصرف ہے کہ اس میں غلہ پیدا کرین اور درخت اگائیں عالم بالا اور عالم پستی میں کہیں بھی انکا ذرہ برابر عمل دخل نہیں بلکہ خود انہی میں کوئی قدرت نہیں دوسرے کے محتاج ہیں خدا کی مخلوق ہیں اس لیئے یہ عبادت کے ہرگز سزاوار نہیں اطاعت اور بندگی تو خدائے وحدہ لاشریک کو زیبا ہے جو کل شی کا خالق اور رازق ہے پھر فرمایا کہ اللہ کی مخلوق کو اسکا شبیہ نہ قرار دو کیونکہ وہ سب خدا کے بندے ہیں اور اس کی ملکیت اور اختیار میں ہیں صرف وہی اکیلا ہے جو کسی کے اختیار میں نہیں اس واسطے اسکا کوئی مثل نہیں مشرکین مکہ جاہلیت میں اعتقاد رکھتے تھے کہ اللہ جل جلالہ کا مرتبہ ایسا عالی ہے کہ ہم میں سے کسی کو اس کی عبادت کی مجال نہیں ہے اسی واسطے وہ لوگ بتونکی پوجا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جن لوگون کی یہ بت مورتین ہیں وہ اللہ کے خالص بندے ہیں انکو خدا کے دربار میں تقرب حاصل ہے بارگاہ الٰہی مین یہ ہماری شفاعت کرین گے جس طرح چھوٹے آدمی دنیا مین بادشاہوں کے مصاحبوں کی خدمت کرتے ہیں اور وہ لوگ بادشاہوں کی خدمت بجالاتے ہیں ہر شخص کا مقدور نہیں کہ بادشاہون تک اسکی رسائی ہوجاوے تو انہی مصاحبون کے وسیلے سے اللہ پاک نے اس عقیدے کو یون غلط قرار دیا کہ تمہین اس کا علم نہیں ہم جانتے ہیں خدا کے ہان بھلا انکو کیا تقرب حاصل ہو سکتا ہے اگر ایسا ہوتا تو اس بت پرستی کے جرم میں پہلی امتون پر طرح طرح کی آفتین کیوں آتین مکہ کے قحط کے وقت تمہیں ان بتون سے کچھ مدد کیون نہ ملی صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن عباس کی روایت گزر چکی ہے کہ ان بت پرستون نے مرے ہوئے نیک لوگون کی مورتین بنالی ہیں اونہین مورتون کی پوجا کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ نیک لوگ ان بت پرستون کی سفارش کرین گے ۔ سورہ یونس میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ قیامت کے دن جب ان بت پرستون کا ان نیک لوگون سے آمنا سامنا ہوگا تو وہ نیک لوگ ان بت پرستون سے اپنی بیزاری ظاہر کرین گے ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سورہ یونس کی آیۃ وقال شرکاؤہم ماکنتم ایانا تعبدون اور سورہ الانبیا کی آیۃ یا ویلنا قد کنا فی غفلۃ من ہذا اور حضرت عبداللہ رضہ بن عباس کی حدیث یہ سب آیۃ ان اللہ یعلم وانتم لاتعلمون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اب تو ان لوگون کا یہ اعتقاد ہے کہ جن نیک لوگون کی مورتون کی یہ پوجا کرتے ہیں وہ نیک لوگ اللہ سے ان بت پرستون کی سفارش کرین گے لیکن جس قیامت کے یہ لوگ منکر ہیں اس دن کا حال ان کو معلوم نہیں اللہ کو خوب معلوم ہے کہ اس دن وہ نیک لوگ بجائے سفارش کے ان بت پرستون سے بیزار ہوجاوین گے جس بیزاری کے بعد یہ بت پرست اپنے اس غلط اعتقاد پر بہت پچتاوین گے اور اس وقت کا پچتانا

منزل ۳

ان کے کچھ کام نہ آوے گا۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا

اللہ نے بتائی ایک کہاوت ایک بندہ پرایا مال نہیں مقدور رکھتا کسی چیز پر اور ایک جسکو ہمنے روزی دی اپنی طرف سے

فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

خاصی روزی سو وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے چھپے اور کھلے کہین برابر ہوتے ہیں سب تعریف اللہ کو ہے پر وہ بہت لوگ نہیں جانتے

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو اللہ کا شریک اور مثل ٹھہرانے سے منع فرماکر دو مثالین بیان فرمائیں جن میں سے ایک کو اس آیۃ میں یون ذکر فرمایا کہ تم دنیا میں دیکھو کہ ایک شخص ہی جو کسی کا غلام ہو اور اس میں کسی بات کی قدرت نہ ہو بالکل مفلس ہو اپنے آقا کا دست نگر ہو دوسرا وہ شخص جو آزاد ہو اور اللہ پاک نے اُسے آسودہ حال کیا ہو ہر طرح کی جاہ و ثروت اُسے دے رکھی ہو وہ اپنے مال مین سے اپنی خواہش کے موافق کھلے چھپے خرچ کر رہا ہو کسی بات کا محتاج نہ ہو تو فرمایا کہ کیا یہ دونون شخص کبھی برابر ہو سکتے ہیں ایمن آسمان و زمین کا فرق ہی باوجود اس بات کے پھر یہ دونون خدا کی مخلوق ہیں اوسی کے بندے ہیں صرف فرق ہے تو یہ ہے کہ ایک غلام و محتاج ہے دوسرا آزاد صاحب دولت ہے غرض کہ اللہ پاک کی بھی یہی مثال ہے کہ وہ سارے جہان میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا رہتا ہے کوئی اُسکا ہاتھ نہیں روک سکتا اور ماسوا خدا کے جنکی عبادت یہ مشرکین کرتے ہیں جنہین کسی بات کی قدرت نہیں خود وہ اپنے نفع او رضرر کے مالک نہیں ہیں پھر وہ دوسرونکی کیا دستگیری کرین گے بہر حال جب اُن میں کسی قسم کی قدرت نہیں ہے تو ہرگز یہ لائق اسکے نہیں ہیں کہ انکی عبادت کیجائے اور انکو معبود ٹھہرایا جائے عبادت کے قابل اوسی کی ذات ہی جس کا کوئی مثل نہیں اور جسکو ہر شئے پر پوری پوری قدرت حاصل ہے سارے جہان میں وہ جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ پھر اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا کہ ساری خوبیان اور کل بڑائیان اللہ جل جلالہ کو سزاوار ہیں اور کوئی اس کا استحقاق ذرہ برابر نہین رکھتا پھر فرمایا کہ اکثر لوگ جو گمراہ ہیں اور خدا و رسول کے منکر ہیں اور اللہ جل شانہ کا شریک ٹھہراتے ہیں اس بات کو نہین جانتے کہ عبادت کے لائق کون ہی اور جن مورتون کی یہ پوجا کرتے ہیں آنکو یا جنکی شکل کی یہ مورتین ہیں اونکو اللہ تعالیٰ کے کارخانو مین کہان تک دخل ہے اور اگر کچھ دخل نہیں ہے تو پھر اُنکو لائق عبادت اور اللہ کا شریک کیون ٹھہرایا جاتا ہے اور دنیا کی بادشاہی مصاحبون کی مثال اُنکے حق میں کیونکر صادق کیجاتی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ جب قریش نے اپنی سرکشی نہیں چھوڑی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مین قحط کی بددعا کی اور مکہ مین ایسا سخت قحط پڑا کہ مشرک لوگ مردار جانورون کی کھالین کھا کھا کر زندگی بسر کرتے تھے اور اس سختی کے زمانے میں مشرکون نے اپنے بتون سے مینہ کے برسنے کی بہت کچھ التجا کی مگر کچھ نہ ہوا آخر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے مینہ برسا۔ اِس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جن مورتون کی مشرک لوگ پوجا کرتے ہیں

اور انکو بانجھکی شکل کی یہ مورتین ہین انکو اللہ تعالیٰ کے کارخانوں میں کچھہ دخل نہیں ہے اس لیے یہ مورتین اور مورتون والے اللہ تعالیٰ کے شریک نہیں ٹھہرائے جاسکتے ۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ اَيْنَمَا

اور بتائی اللہ نے ایک مثال دو مرد ہیں ایک گونگا کچھہ کام نہیں کرسکتا اور وہ بوجھہ ہے اپنے صاحب پر

يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

جس طرف اسکو بھیجے نہ کر لاوے کچھہ بھلا کہیں برابر ہے وہ اور ایک شخص جو حکم کرتا ہے انصاف پر اور ہے سیدھی راہ پر

یہ دوسری مثال اللہ پاک نے بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی اور اپنے جھوٹے معبودون کی یہ مشرک یون مثال سمجھین کہ دنیا میں دو شخص ہون ایک تو نا سمجھہ اور گونگا ہو کہ کسی کی بات نہ سمجھے اور نہ کسی کی بات کا کچھہ جواب دیسکے کسی کام کے کرنے کی اسکو قدرت نہ ہو اور وہ اس وجہ سے اپنے مالک کو گران گزرتا ہو کہ اسکا آقا اسے کسی کام کے انجام کو بھیجے تو وہ زبان اور سمجھہ بوجھہ نہ ہونے کی وجہ سے اسکو بخوبی اور عمدگی سے انجام نہ دیسکے اور ایک وہ شخص ہو جو لوگون کو اچھی اچھی باتون اور نیک کامون کی ہدایت کرے اور خود بھی راہ راست پر ہو تو فرمایا کہ کیا یہ دونون شخص یکسان ہوسکتے ہیں اسی طرح ان بتون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ہے کہ بت اندھے بہرے لنگڑے بے دست و پا ہیں ایک پتھر کو تراش خراش کرکے اوسے کسی جاندار کی شکل پر بنا رکھا ہے نہ اوسے کسی بات کے سمجھنے کی طاقت ہے اور نہ کہین آنیکی اور نہ کہین جانے کی نہ وہ کسی کی سن سکتا ہے اور نہ کسی کی بات کا جواب دیسکتا ہے اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جنہین اللہ پاک نے اپنا رسول بنا کر لوگون کی طرف بھیجا ہے وہ خود بھی راہ حق کے پیرو ہیں اور دوسرون کو بھی اسکی ہدایت کرتے ہیں تو اللہ کے رسول اور ان بتون میں ظاہر ظاہر فرق ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ خدا اور مشرکون کے جھوٹے معبود ہرگز مساوی نہیں ہیں خدا میں ہر ایک بات کی قدرت ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جسکی چاہتا ہے سنتا ہے اپنے رسول کی معرفت وہ جسکو چاہے نجات کا راستہ بتا سکتا ہے برخلاف ان بتون کے کہ ان میں کوئی بات ان باتون میں کی نہیں پائی جاتی بعضے مفسرون نے اس آیۃ کی شان نزول میں یہ بیان کیا ہے کہ یہ آیۃ حضرت عثمانؓ اور اون کے ایک غلام کے حق میں جو گونگا تھا اوتری ہے ۔ اس غلام کا نام اسید بن ابی العیص تھا حضرت عثمان اسکے نان و نفقہ کے کفیل تھے اور اگرچہ حضرت عثمان دین اسلام کے ایک زبردست رکن تھے مگر انکا غلام دین اسلام کو مکروہ جانتا تھا مگر آیۃ عام ہے ابکم سے ہر کافر مراد ہے اور آمر بالعدل سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر مومن دیندار مراد ہی ۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث جو اوپر کی آیۃ کی تفسیر میں گزری وہی حدیث اس آیۃ کی بھی تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول راہ حق پر ہیں اسلیے انکی بد دعا سے پہلے مکہ مین قحط پڑا اور پھر اونکی ہی دعا سے وہ قحط رفع ہوا اور مشرکون کے جھوٹے معبود کسی قابل نہین اسواسطے قحط کے زمانے میں اپنے پوجاریون کی کچھہ مدد نہ کرسکے اور جب ان

اِن جھوٹے معبودوں میں ایک قحط کے رفع کرنے کی قدرت نہیں تو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عبادت مین انکو شریک کرنا بڑی نادانی ہے۔ سورہ الشعرا مین مشرکون کی اِس نادانی کا ذکر تفصیل سے آویگا جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اِن مشرکون کو اور انکے جھوٹے معبودونکو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم ہوگا تو اوس وقت یہ مشرک لوگ نادانی سے شرک میں گرفتار رہنے کا اقرار کر کے دنیا میں دوبارہ آنے اور شرک سے بچے رہنے کی تمنا کرین گے مگر یہ بے وقت کا اقرار اور بے وقت کی تمنا سب رائگان جاوے گا۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

اور اللہ پاس ہیں بھید آسمان و زمین کے

آیۃ کے اِس ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال علم کو ذکر فرمایا کہ غیب کا علم سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں ہے انبیا اور رسول کوئی بھی غیب دان نہین ہیں اللہ پاک نے جسکو جتنا وحی یا الہام کے ذریعہ سے خبردار کر دیا وہ اتنا ہی جانتا ہے اور ماسوا اسکے آسمان و زمین مین جو جو باتین غیب کی ہیں اسکا علم کسی کو نہیں خدا ہی جانتا ہے اور غیب کا علم اُسی کے ساتھ خاص ہے چنانچہ صحیح مسلم مین حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے انسان کی شکل مین آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب ہے تو آپ نے اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ پوچھنے والے سے میں زیادہ نہیں جانتا ہون جسکا مطلب یہ ہے کہ جسطرح پوچھنے والے کو اُسکا علم نہین ہے کیونکہ اگر وہ جانتا ہوتا تو پھر پوچھتا کیون اسی طرح مجھے بھی اسکا علم نہیں ہے۔ جو چیز مخلوقات کی نظرون سے غائب ہے اُسکو غیب کہتے ہیں مثلاً دنیا میں یہ کہ قیامت کب آوے گی یا کل کیا ہوگا یا مینہہ کب برسے گا یا حاملہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی یا عقبیٰ میں عذاب قبر جنت دوزخ کا حال یہ سب غیب کی باتیں ہیں سورۃ الجن میں آویگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولون میں سے جسکو چاہتا ہے بذریعہ وحی کے اِن غیب کی باتون مین سے کچھ باتین بتلا دیتا ہے تاکہ اُس غیب کی بات کا ظاہر کر دینا نبوت کی نشانی ٹھہرے مثلاً بدر کی لڑائی میں جو سرکش مشرک لوگ مارے جانے والے تھے انکے مارے جانے سے ایک رات پہلے ان لوگونکے نام اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بتلا دئے۔ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال صحابہ سے کہہ دیا چنانچہ صحیح مسلم کی انسؓ بن مالک کی یہ روایۃ ایک جگہ گزر چکی ہے صحیح بخاری و مسلم میں ابوذرؓ سے جو روایتین ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا دوزخ کا حال جو کچھ مجھکو معلوم ہے اگر وہ تفصیل سے تم لوگون کو معلوم ہو جاوے تو تم ہنسنا بالکل کم کر دو ہر وقت روتے رہو بستی چھوڑ کر جنگل کو نکل جاؤ اور وہان ہر دم اللہ سے لو لگائے رہو۔ اِس سے معلوم ہوا کہ دنیا کا انتظام قائم رہنے کے لئے بعض غیب کی باتین اللہ کے رسول نے بقدر ضرورت مختصر طور پر امت کو بتلائی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان جھوٹے معبودون کو جب بھلا برا حال ہی کسی کا معلوم نہیں کہ آیندہ انکے پوجنے والون کے حق میں کیا ہونے والا ہے تو پھر یہ اپنے پوجنے والون کے آیندہ کے نہ کسی ضرر کو دفع کر سکتے ہیں نہ کوئی نفع پہونچا سکتے ہیں چنانچہ

مکہ کے قحط میں ان مشرکوں کو اس کا تجربہ ہو چکا ہے کہ ان جھوٹے معبودوں سے کچھ مدد رفع قحط میں ان مشرکوں کو نہ ملی آخر اللہ کے رسول کی دعا سے وہ قحط رفع ہوا جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں اللہ کے رسولوں کا کیا مرتبہ ہے اور ان جھوٹے معبودوں کی رسائی اس بارگاہ میں کہاں تک ہے۔

وَمَآ اَمۡرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ هُوَ اَقۡرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ قَدِيۡرٌ‏

اور قیامت کا کام ویسا ہے جیسے ایک نگاہ کی یا اس سے قریب اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

حدیث شریف میں قیامت کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو معنے میں فرمایا ہے ایک تو کسی زمانہ کے سارے موجودہ لوگوں کا رفتہ رفتہ اپنی عمر پاکر مرجانا اور دوسرے زمانہ کے لوگوں کا ان پہلے لوگوں کی جگہ پیدا ہو جانا مثلاً رفتہ رفتہ سارے صحابہ کا وفات پاکر تابعیوں کے زمانہ کا آجانا یہ گویا ایک زمانے کے لوگوں کے مرجانے کے حساب سے ایک درمیانی قیامت ہے اسی زمانہ کو قرن صحابہ اور قرن تابعین کہتے ہیں۔ دوسرے تمام دنیا کی عمر پوری ہو کر صور کا پھونکا جانا غرض یہ دونوں صورتیں اس طرح کی ناگہانی اور اچانک آنے والی ہیں کہ جب انکا وقت آویگا تو آنکھ جھپکانے میں آجاویگا کیونکہ ہر شخص کو اپنی عمر کا حال معلوم نہیں کہ آنکھ جھپکانے میں کب مرجاوے اسی طرح یہ بھی معلوم نہیں کہ جس قدر روحوں کا دنیا میں پیدا کرنا اللہ تعالیٰ نے ازل میں ٹھہرایا ہے اُنکی گنتی کب پوری ہو جاوے اور اس آخری قرن کے ختم پر دنیا کی عمر ختم ہو کر پلک جھپکانے میں صور پھونک دیا جاوے۔ اور تمام عالم تباہ ہو جاوے اسواسطے ہر انسان کی عمر کا بھروسہ نہ ایک پل کا ہے نہ دنیا کی عمر کا کچھ بھروسہ ہے۔ اس مطلب کے ذہن نشین کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی ہے۔ حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ غفلت سے لوگ اپنی عمر اور دنیا کی عمر کے بھروسہ پر بڑے بڑے دیر طلب کام کرتے ہیں اللہ کے نزدیک وعدہ آجانے کی دیر ہے پھر اُسکی قدرت کے روبرو درمیانی اور آخری قیامت کا قائم ہو جانا پلک کے جھپکنے سے بھی نزدیک ہے کیونکہ اُسکی درگاہ میں ہر کام کے لئے فقط حکم کی دیر ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ بُرے کام سے توبہ اچھے کام کا سرانجام جو کچھ انسان کو کرنا ہے وہ آج کرے آج کے کام کو کل پر نہ رکھے کس لئے کہ جب انسان کی عمر اور دنیا کی عمر کو قیام ہی نہیں تو نہیں معلوم کہ کل کیا ہو۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ لوگ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے آنے کا حال پوچھا کرتے تھے تو آپ ایک نو عمر لڑکے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کرتے تھے کہ یہ لڑکا بوڑھا نہ ہونے پاوے گا کہ اتنے میں تم لوگوں کی قیامت قائم ہو جاویگی مطلب یہ ہے کہ اُس لڑکے کے بوڑھا ہونے سے پہلے اُس قرن کے سب عمر رسیدہ لوگ مرجاوینگے یہ حدیث قیامت کے پہلے معنے کی تفسیر ہے۔ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایۃ ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عیسےٰ علیہ السلام دجال کو ہلاک کرچکینگے تو ملک شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا آویگی جس سے اس طرح کے سب لوگ مرجاوینگے جنکے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان

منزل ۳

ہوگا اب دنیا میں پھر شرک پھیل جاویگا۔ اسی حالت میں پہلا صور پھونکا جاویگا اور تمام دنیا برباد ہو جاویگی۔ یہ حدیث قیامت کے دوسرے معنے کی تفسیر ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ مرنے کے بعد جو شخص قیامت کے دن جنت میں جانے والا ہے اُسکو اُسکا جنت کا ٹھکانا اور جو دوزخ میں جانیوالا ہے اُسکو اُسکا دوزخ کا ٹھکانا صبح شام اللہ کے فرشتے دکھا کر یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اس ٹھکانے میں جانے کے لئے تجھکو دوبارہ زندہ کیا جاویگا حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہر قرن کی موت کو قیامت جو فرمایا ہے اُسکی یہ تفصیل عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی ہر شخص کو قیامت کے دن کا اپنا انجام معلوم ہو جاتا ہے اس لئے ہر قرن کے لوگوں کے حق میں اُنکی موت بھی گویا قیامت ہے ان اللہ علی کل شیئ قدیر اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کام اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہے اس لئے وقت مقررہ پر ایک قرن کے لوگوں کی موت اور تمام دنیا کی بربادی اور پھر جزا و سزا کے لئے حشر کا قائم ہونا ان سب چیزوں کی اوس کو قدرت ہے جو لوگ اس کے منکر ہیں وہ ناداں ہیں۔ کیونکہ دنیا کا کارخانہ دیکھ کر ہر سمجھدار سمجھ سکتا ہے کہ یہ اتنا بڑا کارخانہ بغیر جزا و سزا کے بے ٹھکانے رہ جاتا ہے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ

اور اللہ نے تمکو نکالا تمہاری ماں کے پیٹ سے نہ جانتے تھے کچھ اور دیئے تمکو کان اور آنکھیں اور دل شاید تم

تَشْكُرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

احسان مانو کیا نہیں دیکھے اُڑتے جانور حکم کے باندھے آسمان کے ہوا میں کوئی نہیں تھام رہا انکو سوا اللہ کے اسمیں پتے ہیں ان لوگوں کو جو

منزل ۳

اوپر ذکر تھا کہ جب وقت آئے گا تو پلک جھپکنے میں درمیانی یا آخری قیامت آجائے گی کیونکہ اوسے ہر شے پر پوری قدرت ہے وہ کسی چیز سے عاجز نہیں ہے منکر حشر یہ نہ سمجھیں کہ قیامت نہ ہوگی اور پھر انسان دوبارہ زندہ نہ ہوں گے اب فرمایا کہ اللہ پاک نے تمہیں اس حالت میں پیدا کیا کہ تمہارا کچھ وجود نہ تھا باپ کی پیٹھ سے ماں کے شکم میں نطفہ کو ٹھہرایا اور رفتہ رفتہ اس نطفہ سے پتلا بنایا پھر روح پھونکی اور تمہیں ماں کے پیٹ سے جب روئے زمین پر ظاہر کیا اوسوقت بھی تمہاری حالت یہ تھی کہ تم دنیا میں کسی چیز کو نہیں جانتے تھے نہ نفع کی چیزوں کا تمہیں علم تھا نہ ضرر دینے والی اشیا کو تم جانتے تھے نہ دوست کو پہچانتے تھے نہ دشمن کی شناخت تھی یہاں تک کہ اپنے ماں باپ کو بھی نہیں پہچانتے تھے مگر اللہ پاک نے تمہیں کان دیئے کہ تم لوگوں کی باتوں کو سنو کہ وہ کیا کہتے ہیں اور آنکھیں بھی دیں کہ اچھے بُرے کو دیکھکر تمیز کرو اور اپنی زندگی میں ان آنکھوں کے ذریعہ سے مناسب کام لو نفع و ضرر کو دیکھو دوست دشمن کو پہچانو غرضکہ آنکھیں عجب نعمت ہیں ان کی حقیقت اور قدر وہی جانتا ہے جو کسی مانے میں آنکھیں رکھتا ہو اور پھر بحکم تقدیر اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہو گیا ہو پھر اسی پر اللہ پاک نے اکتفا نہیں کیا

انسان کو دل بھی دیا تاکہ ہر شے کو سمجھے بوجھے اطبا کے قول کے موافق دل مرکز حیات ہے اگر دل میں کچھ فتور پڑ جاوے تو انسان کی زندگی کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ بہرحال یہ نعمتیں ایسی نہیں ہیں جنکو انسان بھول جاوے اور اپنے منعم حقیقی کا شکر نہ بجا لائے انسان جس جس طرح اپنے کمال پر پہنچتا جاتا ہے اسی اسی طرح اس کے کان اور دل کی قوت میں ترقی ہوتی جاتی ہے اور اسکی عقل رفتار زمانہ کو دیکھ دیکھ کر تازہ تازہ سبق حاصل کرتی ہے اور ہونہار اور سلیم الطبع شخص اسی عقل کے ذریعہ سے اپنے حقیقی مالک کی ہستی پر دلیل قائم کرتا ہے اور اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیتا ہے کہ انسان جیسے کل پرزے کے پتلے کی پیدا کرنے والی ضرور کوئی نہ کوئی ذات ہے جسکا کوئی مثل نہیں پھر اللہ پاک نے اپنی ہستی پر دوسری دلیل قائم کی کہ آسمان و زمین کے درمیان میں تم سینکڑوں جانوروں کو اڑتے ہوئے دیکھتے ہو جنکو نہ آسمان سے کوئی تعلق نہ زمین سے کوئی علاقہ جسطرح انسان دریا میں تیرتا ہے اسی طرح یہ ہوا میں سیر کرتے پھرتے ہیں کیا ان کا تھامنے والا اور روکنے والا سوائے خدا کے اور کوئی ہے ہرگز نہیں یہ بھی اس کی ادنا قدرت ہے ورنہ یہ خاکی جانور اپنے اجسام کے بوجھ کے سبب سے فوراً زمین پر آن پڑتے پھر فرمایا کہ یہ باتیں ایسی ہیں جن پر سلیم عقلیں ایمان لاتی ہیں اور ایمان دار بندے جو خدا کے دین کے تابعدار ہیں ان باتوں سے خدا کی وحدانیت اور اس کے عجائب قدرت پر دلیل پکڑتے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ رضی بن مسعود سے اور صحیح مسلم میں حذیفہ رضی بن اسید سے جو روایتیں ہیں۔ انکا حاصل یہ ہے کہ حمل کے دوسرے چلے میں بچے کے آنکھ کان اور دل کی بناوٹ شروع ہو جاتی ہے اور چار مہینے میں بچہ کا پتلا بالکل تیار ہو کر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے ان حدیثوں کو آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ آنکھ کان اور دل کی بناوٹ تو ماں کے پیٹ میں ہوتی ہے اور ان اعضا سے نفع اوٹھانے کا موقع ماں کے پیٹ سے پیدا ہو جانے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور آیتوں میں ان اعضا سے نفع اوٹھانے کا اور اس کی شکر گزاری کا ذکر ہے اس لئے آیتوں میں بچہ کی پیدائش کے بعد ان اعضا کا ذکر فرمایا اور حدیثوں میں ان اعضا کی ساخت اور بناوٹ کے وقت کا ذکر فرمایا گیا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ آیتوں اور حدیثوں میں کچھ مخالفت نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کی تفسیر ہے ادھر میں اڑتے ہوئے جانور آنکھوں سے نظر آتے ہیں اور آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیز پر آدمی کو پورا یقین ہو جاتا ہے اس لئے آنکھوں کے ذکر کے بعد اڑتے ہوئے جانوروں کا ذکر فرمایا تاکہ آنکھوں والا شخص اس قدرت الٰہی کو دیکھے اور اوس صاحب قدرت کو پہچانے اور اسکی تعظیم میں کسی کو شریک نہ کرے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ

اور اللہ نے بنا دئے تم کو تمہارے گھر بسنے کی جگہ اور بنا دئے تم کو چوپایوں کی کھال سے ڈیرے جو ہلکے لگتے ہیں تمکو جس دن

ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝

گھر میں آؤ اور جس دن ڈیرے میں آؤ اور بھیڑوں سے اور بالوں سے کتنے اسباب اور برتنے کی چیز ایک وقت تک

منزل ٣

[illegible]

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ

اور اللہ نے بنا دیے تمکو اپنی بنائی چیزوں کی چھاؤں اور بنا دیں تم کو پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ اور بنا دیے تمکو کرتے جو بچاؤ ہیں

الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا

گرمی کے اور کرتے جو بچاؤ ہیں لڑائی کی اسی طرح پورا کرتا ہے اپنا احسان تم پر شاید تم حکم میں آؤ پھر اگر پھر جاویں

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

تو تیرا کام یہی ہے کھول کر سنا دینا پہچانتے ہیں اللہ کا احسان پھر منکر ہو جاتے ہیں اور بہت اُن میں ناشکر ہیں

اللہ تعالیٰ نے یہ ایک اور دلیل اپنی توحید کی بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے آرام و آسائش کے لئے گھر بنا دیئے کہ جب چل پھر کر تھک جاؤ تو وہاں آکر آرام کرو راتوں کو اطمینان سے اوس میں سو جاؤ تمہارے بال بچے ادھر اودھر مارے مارے نہ پھریں نہ دھوپ کی گرمی سے امن پاؤ برسات میں مینہہ کے بھیگنے سے بچو جاڑے کی سردی سے نجات پاؤ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا اس حکمت سے تم اگر سفر میں جاؤ گے تو کہاں قیام کرو گے تمہارے واسطے چارپاؤں کے کھال کے خیمے چھولداریاں وغیرہ بنا دیے جسکو تم اپنے ساتھ لیجایا کرو اور آسانی سے اُسکو نصب کر لیا کرو اور سونے بیٹھنے میں اوس سے بہت بڑا نفع حاصل کرو پھر فرمایا کہ جانوروں کی کھال ہی تک نفع محدود نہیں رکھا بلکہ اُسکے اون اور بال تمہارے واسطے بنائے ہیں شال دوشالے پشمینے وغیرہ کپڑے اسی جانور کے اون سے لوگ بناتے ہیں اور بھی طرح طرح کی اشیا اس سے تیار ہوتی ہیں پھر فرمایا کہ جب تک یہ دنیا قائم ہے اور جب تک تمہاری زندگی دنیا میں ہوگی تم اس سے عجیب و غریب نفع اوٹھاؤ گے بہر حال یہ نعمتیں جو اللہ پاک نے بیان فرمائیں کہ خیمے وغیرہ تمہاری آسائش کے لئے بنائے گئے یہ درحقیقت امرا کے لئے نعمت تھی مگر بیچارے غریب جو سفر میں آتے جاتے رہتے ہیں اُنکی رفع تکلیف کے لئے یہ سامان راحت مہیا کر دیا کہ جا بجا رستوں میں درخت پیدا کر دیے ہیں تاکہ آنے جانے والے مسافر دھوپ میں اُسکے سایہ میں آرام حاصل کریں اور مینہہ میں بھی تھوڑے اُسکے نیچے پناہ پکڑیں اور پہاڑ اور پہاڑ کی گھاٹیاں تمہارے سایہ میں ٹھہرنے کے واسطے ایک عمدہ جگہ تیار کی ہے۔ پھر اللہ پاک نے اپنی عام نعمت کا ذکر فرمایا جو امیروں اور غریبوں پر یکساں ہی فرمایا کہ تمہارے لئے پہننے کے کپڑے اسلئے بنائے کہ گرمی میں اُسکو پہنو تو لو وغیرہ سے بچو اور جاڑے میں اُسے استعمال کر کے سردی سے نجات پاؤ اللہ پاک نے اس آیت میں صرف گرمی کا ذکر کیا ہے کیونکہ قرآن مجید زبان عرب میں نازل ہوا ہے اور عرب میں گرمی زیادہ پڑتی ہے سردی مطلق نہیں ہوتی اسی لئے صرف گرمی کے بچاؤ کا ذکر کیا مگر مراد اس سے یہی ہے کہ گرمی اور سردی دونوں موسموں میں انسان کے واسطے کپڑے آرام کی چیز ہیں۔ پھر اللہ پاک نے اُس کرتے کا ذکر کیا جسکو ذرع کہتے ہیں اسے لڑائی میں پہنا کرتے ہیں فرمایا کہ تمہارے واسطے وہ کرتے بھی تیار کرا دیے جسے پہنکر لڑائی کے وقت دشمنوں کی تلوار کی ضرب سے امن میں رہو غرضکہ اللہ پاک اپنی نعمتیں لوگوں پر اسی طرح پوری کرتا ہے تاکہ لوگ اُسکو پہچانیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر

ع ۱۱

منزل ۳

کہا کہ اگر باوجود ان نعمتوں کے معلوم کرنے کے یہ لوگ اسلام سے بے بہرہ رہیں اور ایمان نہ لاویں تو اسکا تمپر کوئی الزام نہیں ہے تمہیں تو کھولکر اللہ کا پیغام پہونچا دینا ہے پھر تم بری الذمہ ہو ماننا نہ ماننا انکا اختیار ہے یہ لوگ خدا کی نعمتوں کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور پھر بھی خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں تمہاری رسالت کا انکار کرتے ہیں کفر کرتے ہیں تو اسکا وبال انپر پڑے گا مجاہد کا قول ہے کہ ایک گنوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا آپنے یہ آیت پڑھی واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے رہنے کے لئے گھر بنادئے اُس اعرابی نے کہا کہ ہاں پھر آپنے کہا وجعل لکم من جلود الانعام بیوتا آخر تک اُس گنوار نے کہا ہاں پھر آپ نے ساری آیۃ پڑھ کر سنائی وہ ہاں ہاں کرتا رہا جب آپنے یہ آیۃ پڑھی کذلک یتم نعمتہ علیکم لعلکم تسلمون جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک تمپر اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم اسلام لاؤ وہ اعرابی اس آیۃ کو سنکر اوٹھ کر چلا گیا اُسپر یہ آیۃ نازل ہوئی یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونھا واکثرھم الکفرون کہ خدا کی نعمتوں کو یہ کفار پہچانتے ہیں اور پھر بھی انکار کرتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ انمیں اکثر ازلی کافر ہیں۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کرینگے اور کتنے آدمی دوزخ میں جانے کے قابل اب دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ہر شخص ویسے ہی کام کرتا ہے اور وہی کام اُسکو اچھے اور آسان معلوم ہوتے ہیں اس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ان مشرکین مکہ میں کے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچانکر پھر انجان بنجاتے ہیں اور اپنے کفر پر اڑے ہوئے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کا انجام علم الٰہی میں دوزخ قرار پاچکا ہے اس لئے اے رسول اللہ کے انکی گمراہی کا کچھ الزام تمپر نہیں ہے تم فقط اللہ کا پیغام سب کو پہونچا دو جنکی قسمت میں راہ راست پر آنا لکھا گیا ہے وہ راہ راست پر آجاوینگے ہاں بدبخت ازلی اپنے ارادہ سے تو راہ راست پر آنے والے نہیں اور اُنکو مجبور کرکے راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے کیونکہ دنیا نیک و بد کے آزمانے کے لئے پیدا کی گئی ہے مجبوری میں وہ آزمائش باقی نہیں رہتی۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝
اور جسدن کھڑا کرینگے ہم ہر فرقہ میں ایک بتانے والا پھر حکم نملے منکروں کو اور نہ اُنسے توبہ مانگے

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا
اور جب دیکھینگے بے انصاف مار پھر ہلکے نہ ہوں اُنسے اور نہ اُنکو ڈھیل ملے اور جب دیکھینگے شریک پکڑنیوالے

شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ
اپنے شریکوں کو بولیں اے رب یہ ہمارے شریک ہیں جنکو ہم پکارتے تھے تیرے سوا تب وہ اُنپر ڈالیں بات

إِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَأَلْقَوْا إِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

کہ تم جھوٹے ہو اور آپڑین اللہ کے آگے آسدن عاجز ہوکر اور بھول جاوے انکو جو جھوٹ باندہتے تھے

اللہ پاک نے مشرکون کے نتیجے جو قیامت کے دن ہونگے آنکو اِن آیتون مین بیان فرمایا کہ ہر ایک امت کا گواہ اور سرونااس امت کا پیغمبر کہڑا ہوکر اِس بات کی گواہی دیگا کہ جو پیغام خدا کی طرف سے انکے پاس پہونچایا گیا آسکا کیا جواب ان لوگون نے دیا کس کس نے آنکی رسالت کی تصدیق کی اور کس کس نے اللہ کے رسولون کو جھٹلایا اگرچہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے لیکن آسنے مخلوق کے حساب کتاب کا دار و مدار اپنے علم پر نہیں رکھا ہے جسطرح دنیا مین انسان کی عادت جاری ہے کہ ہر ایک مقدمہ مین گواہ پیش ہوکر فیصلہ ہوا کرتا ہے اسی طرح آخرت مین بھی گواہون کی شہادت سنکر فیصلہ کیا جائے گا ۔غرضکہ جسوقت انبیا اور رسول ہر ہر امت کے خدا کے روبرو آنکی گواہی دین گے اور مشرک لوگ جب اِس گواہی کو نہ مانین گے تو مشرکون کے اعضا سے گواہی دلوائی جاویگی پہران مشرکون کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا اور نہ انکو زبان کھولنے کی اجازت ملے گی - پہر مشرکین اور کفار جنہون نے خدا کی نافرمانی کرکرکے دنیا مین اپنی جان پر ظلم کیا تھا جہنم کے عذاب کو دیکھین گے اور انپر عذاب ہونے لگے گا تو پہر اُس مین کمی نہیں کیجائے گی دم لینے کی بھی مہلت نہیں ملیگی اور جس وقت مشرکین اپنے اون معبودون کو دیکھین گے جنہین دنیا مین وہ پوجتے تھے اور خدا کا شریک ٹہراتے تھے تو کہنے لگن گے کہ اے رب یہی ہمارے وہ شریک ہین جنہین ہم تیرے سوا دنیا مین پوجتے تھے اور پکارتے تھے انہیں کی نسبت ہمارا یہ خیال تھا کہ انکے سبب سے ہمین تیری قربت حاصل ہوگی اور انہین کی نسبت ہمارا یہ اعتقاد تھا کہ تیرے دربار مین یہ ہماری شفاعت کرین گے مشرکون کی یہ باتین سنکر آنکے وہ معبود جلدی سے اُنکے قول کو جھٹلا دین گے کہ تم محض جھوٹے ہو تم نے ہرگز ہماری عبادت نہیں کی تم تو اپنی خواہش نفسانی کے پیرو تھے تمہارا نفس جو کچھ تمہیں سکھلاتا تھا وہی کرتے تھے ۔یہان شہید کے معنے گواہ کے ہین تفسیر ابن ابی حاتم مین قتادہ کا قول ہے کہ ہر ایک امت کی حالت پر یہ رسولون کی گواہی اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہوگی کہ انھون نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی امتون کو پہونچا دیا ۔ مسند امام احمد صحیح بخاری نسائی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے سورۃ الاعراف مین ابو سعید خدریؓ کی حدیث گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جن امتون نے دنیا مین اپنے رسولوں کی نافرمانی کی ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اِن امتون کے رسولون سے پوچھے گا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے احکام اپنی امتون کو پہونچا دئے تھے اللہ تعالیٰ کے رسول جواب دیوین گے یا اللہ تجھے خوب معلوم ہے کہ ہمنے اِن لوگونکو تیرے سب احکام پہونچا دئے تھے ۔اِس حدیث سے قتادہ کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے اِسلئے قتادہ کا قول اور یہ حدیث آیۃ کے ٹکڑے ویوم نبعث من کل امۃ شہیداً کی تفسیر ہے صحیح بخاری مین سعید بن جبیرؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ نافع بن ازرق نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا تھا کہ قرآن شریف مین کہیں تو یہ ہے کہ مشرکون کو قیامت کے دن بات کہنے اور کسی عذر کے پیش کرنے کا حکم نہ ہوگا اور کہیں یہ ہے کہ مشرک لوگ قسمین کھا کھا کر اللہ تعالیٰ کے روبرو شرک کا انکار کرین گے اِس اختلاف کا کیا سبب ہے حضرت

منزل ۳

عبداللہ بن عباس نے اسکا جو جواب دیا اسکا حاصل یہ ہو کہ قیامت پچاس ہزار برس کا دن ہو اس میں یہ مشرک لوگ پہلے پہل شرک سے انکار رسولوں کا جھٹلانا سب کچھ کریں گے پھر آخر کو انکے منہہ پر خاموشی کی مہر لگائی جاکر انکے ہاتھہ پیروں سے گواہی لیجاویگی اسکے بعد انکو جھوٹ بولنے اور کسی جھوٹے عذر کے پیش کرنے کا موقع باقی نرہیگا۔ معتبر سند سے مسند امام احمد صحیح ابن حبان اور مسند ابی یعلی میں ابو سعیدؓ خدری سے روایت ہو جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہو کہ جب مشرک لوگ اپنے اسلام کا جھوٹا دعویٰ کرینگے تو انکے منہہ پر خاموشی کی مہر لگائی جاکر انکے اعضا سے اصل حال کی گواہی ادا کرائی جاویگی تاکہ انکا جھوٹ اچھی طرح کھل جاوے اور یہ لوگ پورے قائل ہو جاوین۔ ان حدیثون سے عبداللہ بن عباس کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس کا قول اور یہ حدیثین آیتہ کے ٹکڑے ثم لایؤذن للذین کفروا ولاھم یستعتبون کی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آیتہ کے اس ٹکڑے میں مشرکون کی ایک خاص حالت کا ذکر ہے دوزخیون کی جلی ہوئی کھال کے گھڑی گھڑی بدلے جانے کا ذکر مشرکون کے جھوٹے معبودوں کا اپنے پوجنے والون سے بیزار ہونے کا ذکر۔ مشرکون کے شرک سے پچھتانے کا ذکر یہ سب اوپر گزر چکا ہے وہی باقی آیتون کی تفسیر ہے +۔

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ زِدْنٰھُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا کَانُوْا یُفْسِدُوْنَ ۝

جو منکر ہوئے ہیں اور روکتے رہے ہیں اللہ کی راہ سے انکو ہمنے بڑہائی مار پر مار بدلا اسکا جو شرارت کرتے تھے

منزل ۳

علماء مفسرین نے اس میں بڑا اختلاف کیا ہو کہ وہ عذاب پر عذاب جو زیادہ دیاجاویگا جس کا ذکر اس آیتہ میں ہے وہ کس قسم کا عذاب ہوگا لیکن اوپر حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث صحیح مسلم کی روایت سے بیان ہو چکی ہے کہ جو کوئی شخص کوئی راستہ نیک نکالے تو اس نیک راستہ پر جتنے لوگ دنیا میں عمل کرینگے جس قدر اجران عمل کرنے والون کو ملیگا اوتنا ہی اجر نیک راستہ نکالنے والون کو ملیگا اسی طرح جو کوئی شخص دنیا میں کوئی برا طریقہ ایجاد کریگا تو جس قدر لوگ اس برے طریقہ پر چلیں گے جتنا عذاب انکو ہوگا اتنا ہی عذاب برا رستہ نکالنے والے پر ہوگا۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا کہ ہر نیکی اور بدی کا ثواب و عذاب اللہ کی بارگاہ میں مقرر ہے اس صورت میں آیتہ کی تفسیر میں اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ اس صحیح مسلم کی حدیث کی بنا پر سیدھی تفسیر آیتہ کے یہ ہیں کہ جو کوئی خود برا کام کریگا اسکو جو سزا اس برے کام کی مقرر ہے وہ ملیگی اور جو کوئی برا کام کرکے دوسرے شخص کو کسی نیک کام سے روکے گا اور باز رکھے گا اس باز رہنے والے شخص کو جو سزا ہوگی اسی قدر اس باز رکھنے والے کو بھی ہوگی مثلاً زید نے فرض نماز ترک کردی تو تارک الصلوۃ کی سزا زید کو ہوگی اور خالد نے خود فرض نماز چھوڑ دی اور حامد کو بہکا کر اوسکا روزہ چھوڑوا دیا تو خالد کو تارک الصلوۃ اور تارک صوم دونون شخصوں کی سزا ہوگی اور حامد کو فقط تارک صوم کی جو سزا ہے وہی ہوگی صحیح مسلم میں سمرہؓ بن جندب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ بعضے لوگونکو ٹخنون تک جلاویگی اور بعضون کو گھٹنون تک اور

بعضون کو کمر تک اور بعضون کو گردن تک سوا اسکے اور صحیح حدیثون میں ہی جنکا حاصل یہ ہی کہ اہل جنت اور اہل دوزخ کے درجے ہیں اور یہ درجہ ہر نیکی اور بدی کی جزا و سزا ہے - حاصل کلام یہ ہے کہ خود بہکنا اور دوسرے لوگوں کو بہکانا یہ دو گناہ ہیں دونوں گناہوں کے گنہگاروں کو دوہری سزا دیجاویگی اور اس دوہری سزا کے مناسب حال دوزخ کے درجے میں ایسے لوگوں کو رکھا جاویگا -

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ

اور جسدن کھڑا کردینگے ہر فرقے میں ایک بتانے والا ان پر انہیں میں کا اور تجھکو لاوین بتانے کو ان لوگوں پر

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝

اور اتاری ہم نے تجھپر کتاب بیورا ہر چیز کا اور راہ کی سوجھ اور مہر اور خوشخبری حکم بردارون کو

اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں خطاب کرکے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر امت کے رسول اس امت کی حالت کی گواہی دینگے اور جبوجہ امتیں اپنے رسولوں کو جھٹلاوینگی تو اے رسول اللہ کے تم سے ان رسولوں کے بیان کی صداقت کرائی جاویگی کیونکہ قرآن میں یہ سب صداقت موجود ہے - صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی حدیث جو اوپر گزری اوس میں یہ ہے کہ قیامت کے دن نوح علیہ السلام سے پوچھا جائیگا کہ آپ نے رسالت کی تبلیغ کی تھی نوح علیہ السلام کہیں گے کہ ہاں اے رب ہمارے ہمنے تبلیغ کی تھی پھر انکی امت سے سوال کیا جائیگا کہ تمہارے پاس نوح علیہ السلام نے پیغام پہونچایا تھا وہ لوگ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی پیغمبر ڈرانیوالا نہیں پہونچا پھر نوح علیہ السلام سے پوچھا جائیگا کہ تمہارا کوئی گواہ ہی وہ فرماوینگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی امت گواہ ہے غرضکہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلائی جائیگی اور وہ انکی صداقت کی گواہی دیگی کہ نوح علیہ السلام نے انکے پاس پیغام پہونچایا تھا جس کا قرآن میں ذکر ہے - غرضکہ اسی طرح ہر ایک رسول سے سوال کیا جائیگا اور وہ اپنی امت کے گواہ ہونگے اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی امت عام لوگوں کے گواہ ہونگے کسی فرقہ اور کسی قوم اور کسی شہر والوں کے ساتھ یہ بات خاص نہ ہوگی - پھر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ اللہ نے وہ کتاب اتاری ہے جو ساری باتیں کھول کھولکر بیان کرتی ہے اسی واسطے اس میں پہلے رسولوں کے بیان کی صداقت موجود ہے اور جو لوگ فرمانبردار ہیں ان کو یہ کتاب نجات کا رستہ بتاتی ہے اور جو اسپر عمل کرتے ہیں انکے لئے یہ کتاب اللہ کی رحمت اور جنت کی خوشخبری ہے -

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو اور بھلائی کو اور دینے کو ناتے والے کے اور منع کرتا ہی بیحیائی کو اور

الْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝

نامعقول کام کو اور سرکشی کو تم کو سمجھاتا ہی شاید تم یاد رکھو

مفسرین کے قول عدل و احسان کے متعلق مختلف ہیں بعضون نے کہا ہی کہ عدل کلمہ طیبہ یعنے لا الہ الا اللہ کی شہادت

ع ۱۵

منزل ۳

ہے اور احسان فرائض کا ادا کرنا ہی حضرت عبد اللہ بن عباس سے بھی ایک روایۃ میں یون ہی ہے ۔ اور دوسری روایۃ
میں یون ہی کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹہرانا یہ عدل ہی اور خدا کی عبادت یون کرنا کہ عبادت کرنے والا گویا خدا کو دیکھ
رہا ہی یہ حسن عبادت ہی اسی کو احسان فرمایا ہی عدل کے معنے انصاف کے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور انسان کی سب
ضرورت کی چیزون کو پیدا کیا اس لئے اللہ کی تعظیم میں کسی کو شریک نہ کرنا عین انصاف اور شریک کرنا بڑی نا انصافی
ہے حضرت عبد اللہ بن عباس کے صحیح قول کے موافق یہان عدل کے یہہ معنے مناسب ہیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے
عبد اللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں شرک سے
بڑھکر کوئی گناہ نہیں اس حدیث سے عبد اللہ بن عباس کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے صحیح مسلم مین حضرت عمر بن
خطاب کی روایۃ سے ایک حدیث ہے جسکا ایک ٹکڑا یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی عبادت اس طرح
کرو گویا تم خدا کو دیکھ رہی ہو اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہی اس حدیث سے احسان کی صحیح تفسیر وہی ہی
جو حضرت عبد اللہ بن عباس کے ایک قول کے موافق اوپر گذری پھر اللہ پاک نے عدل و احسان کے بعد قرابت دارون کے
ساتھ صلہ رحمی کا حکم فرمایا کہ اون کو دیتے لیتے رہو اگر خدا کا فضل تمہارے شامل حال ہو اور تمہین مقدور ہو تو روپے پیسے
سے آنکی مدد کرو اگر تم آپ بھوک کے محتاج ہو تو میل ملاپ محبت مروت کی ہمدردی آنکے ساتھ کرتے رہو پھر اللہ پاک نے
نیک خصلتون کے اختیار کرنے کا حکم فرما کر بُرے اخلاق سے منع فرمایا کہ فحش باتون سے بچتے رہو حضرت عبد اللہ بن عباس
نے فحشا کی تفسیر میں بیان فرمایا ہی کہ مراد اس سے زنا ہے کیونکہ انسان میں جو جو بُری خصلتین ہوتی ہیں اون سب میں زیادہ
قبیح یہی زنا ہی اور بعضون نے اسکی تفسیر عام رکھی ہے کہ ہر فعل و قول جو انسان کے نزدیک مذموم ہو خواہ زنا ہو خواہ
کچھ ہی ہو یہی فحشا ہی معتبر روایتون میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ نے شرم و حیا کے مقابلہ مین فحشا کا لفظ استعمال فرمایا ہے
جس سے پچھلے معنے کی پوری تائید ہوتی ہے منکر کی تفسیر بعضون نے یہ بیان کی ہے کہ جو بات شریعت خدا اور سنت
رسول اللہ میں نہ پائی جاوے وہ منکر ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس شرک و کفر کو منکر فرماتے ہیں تیسری چیز جس سے
بچنے کو اللہ پاک نے فرمادیا وہ سرکشی ہے معتبر سند سے ترمذی اور ابن ماجہ نے ابی بکرہ سے روایت کی ہے کہ سرکشی اور قطع
رحم بڑا گناہ ہے جس کے گناہ گار کو دنیا میں جلدی عذاب کیا جاتا ہے عبد اللہ بن مسعود اس آیت کے متعلق یہ بیان فرماتے
تھے کہ قرآن مجید میں اس سے زیادہ جامع کوئی آیۃ نہیں ہے معتبر سند سے مسند بزار اور مستدرک حاکم میں حضرت عبد اللہ بن
عباس سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قرابتدارون کے ساتھ سلوک کرنے سے آدمی کے
رزق و عمر میں ترقی ہوتی ہے صلہ رحمی کی فضیلت کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے یعظکم لعلکم تذکرون اس کا مطلب یہ ہی
کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ میں جو نصیحت فرمائی ہے وہ ہر ایمان دار شخص کو یاد رکھنی چاہئے بغی سے مطلب احکام آلہی سے
سرکشی کرنے کے ہیں جس طرح مشرکین مکہ اللہ کے رسول کی مخالفت اور احکام الہی کی تعمیل میں سرکشی کرتے تھے۔

منزل ۳

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ

اور پورا کرو قرار اللہ کا جب آپس میں قرار دو اور نہ توڑو قسمیں پکی کیے پیچھے اور کرچکے اللہ کو

عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ

اپنا ضامن اللہ جانتا ہے جو کرتے ہو اور نہ ہو جیسی وہ عورت کہ توڑا اُسنے اپنا سوت کاتا

قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ

محنت کے پیچھے ٹکڑے ٹکڑے کہ ٹھیراؤ اپنی قسمیں گھُسنے کا بہانہ ایک دوسرے میں اسواسطے کہ ایک فرقہ ہو کہ زیادہ چڑھ رہا ہو

اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

دوسرے سے یہ تو اللہ پرکھتا ہے تمکو اس سے اور آگے کھولے گا اللہ تمکو قیامت کے دن جس بات میں تم پھوٹ رہے تھے

اوپر کی آیت میں جن احکام کا ذکر تھا اوس میں سے ایفائے عہد کو اللہ جل شانہ نے خاص طور پر علیحدہ بیان فرمایا اور یہ عہد عام ہے خواہ بیعت کا عہد ہو خواہ کوئی اور عہد ہو غرض انسان رات دن اپنے معاملات دینی یا دنیاوی میں جو قول و قرار کیا کرتا ہے اُس کے خلاف کرنے کو منع فرمایا کہ جب تم کسی بات کا عہد کرو تو اُسکو پورا کرو اور اگر کسی بات پر قسم کھاؤ تو اُسکو توڑو نہیں اور خاصکر اُس صورت میں جب کئی بار قسمیں کھائی ہوں کیونکہ تاکیدی قسم کے توڑنے کا گناہ معمولی قسم کے توڑنے سے بڑھکر ہے۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی بات پر قسم کھائی اور پھر دوسری بات کو اُس سے بہتر دیکھا تو وہ کام کرے جو پہلے کام سے بہتر ہو اور اپنی قسم کا کفارہ دیدے کیونکہ اللہ جل شانہ دوسری جگہ بیان فرماتا ہے لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمہیں ناکارہ قسموں پر نہیں پکڑتا پھر اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا کہ عہد کرکے تم نے خدا کو اپنا ضامن بنایا ہے تو وہ تمہارے افعال کی پوری خبر ہے وہ تمہارے قول و قرار کے انجام کو خوب جانتا ہے کہ تم نے اپنے قول و قرار پورے کیے ہیں یا عہد شکنی کی ہے رات دن تم جو جو کام کیا کرتے ہو وہ سب معلوم ہیں اُسکے موافق وہ تم کو جزا و سزا دیگا اِسکے بعد اللہ پاک نے اُس عورت کی مثال بیان فرمائی جو سوت کات کات کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتی تھی فرمایا کہ اون لوگوں کی مثال جو عہد مضبوط کر لیتے ہیں اور پھر اُسپر قائم نہیں رہتے بعینہٖ اُس عورت کی مثال ہے کہ سوت کات کات کر جمع کرتی اور جب اوس سے نفع اُٹھانے کا وقت آیا تو اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ سعیدہ اسدیہ سوت بال اور چھال جمع کیا کرتی تھی اور اُسکو کتواتی اور پھر ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینکتی یہ آیۃ اُسکی شان میں اُتری ہے۔ امت سے مراد جماعت ہے اور اربی سے مراد اکثر ہے مطلب یہ ہے عرب آپس میں دوستی کا عہد کرتے ہیں اور پھر صاحب عہد قبیلہ کے علاوہ کسی اور قبیلہ کو زور آور دیکھتے ہیں تو پہلے قبیلہ کے عہد کو توڑ کر دوسرے زور آور قبیلہ کے طرفدار بن جاتے ہیں اِسی کو اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اللہ کو سب چیزیں معلوم ہیں وہ عہد کے پورا کرنے کا حکم دیکر اُسکی تعمیل کو آزماتا ہے اور قیامت کے دن بدعہدی کے گناہ تمہیں جتلائے جاوینگے اور حق و ناحق علیحدہ علیحدہ

منزل ۳

کردیا جاویگا اور اُسی کے موافق جزا و سزا کی جاویگی صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسمین
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر طرح کی بدعہدی کرنے والون کے نام کا ایک جھنڈا قیامت کے دن کھڑا کیا جاویگا
اور بدعہد لوگون کو اس جھنڈے کے نیچے جمع کیا جاکر تمام مخلوق کے روبرو رسوا کرنے کے لئے کہا جاویگا کہ یہ لوگ طرح طرح کی بدعہدی
کرنے والے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بدعہدی کو منافق کی نشانی فرمایا ہی صحیح بخاری ترمذی اور نسائی مین عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ایک روایۃ ہی جس مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی قسم کو کبیرہ گناہ فرمایا ہی۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم صحیح ابن حبان اور طبرانی کبیر مین عبداللہ
بن مسعود اور حارث بن البرصا سے جو روایتین ہین انکا حاصل یہ ہی کہ جھوٹی قسم کا کفارہ نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ
جھوٹی قسم کا گناہ بغیر توبہ کے فقط کفارہ سے معاف نہیں ہوتا۔ بدعہدی اور جھوٹی قسم کا جو خمیازہ آدمی کو بھگتنا پڑے گا
اُسکا حال ان حدیثون سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے اسواسطے یہ حدیثین ان دونو آیتون کی گویا تفسیر ہین۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلَتُسْـَٔــلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ
اور اللہ چاہتا تو تم سبکو ایک ہی فرقہ کرتا لیکن بہکاتا ہے جسکو چاہے اور سو جھاتا ہے جسکو چاہے اور تم سے پوچھ ہوگی
تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْۗءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ
جو کام تم کرتے تھے اور نہ ٹھیراؤ اپنی قسمین رکھنے کا بہانہ ایک دوسرے سے کہ ڈگ نہ جاوے کسی کا پاؤن جمے پیچھے اور تم چکھو سزا اسپر کہ تم روکا

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَـمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ
اللہ کی راہ سے اور تم کو بڑی مار ہو اور نہ لو اللہ کے قرار پر مول تھوڑا بیشک اللہ کے یہان ہے وہی
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ
بہتر ہے تمکو اگر تم جانتے ہو جو تم پاس ہے نبڑ جاویگا اور اللہ پاس ہے سو رہتا ہے اور ہم بدلے دینگے
صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
ٹھیرنیوالونکو انکو حق انکا بہتر کامون پر جو کرتے تھے

اس آیۃ مین اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا کہ اگر اللہ جل شانہ چاہتا تو سارے جہان کے لوگون کو ایک ہی فرقہ بنا دیتا کوئی کسی
کا مخالف نہ ہوتا اور بدعہدی اور جھوٹی قسم کھانے کا موقع پیش نہ آتا مگر اُسکی مشیت اسکو مقتضی نہ ہوئی اسی بات مین
اُسکی حکمت تھی کہ متعدد طریقے قائم ہون اور وہ جسکو چاہے راہ راست پر آنیکی توفیق ندے اور جسے چاہے ہدایت دے
اور پھر قیامت کے دن سارے لوگون سے اُنکے اعمال کی پرسش کرے کہ تم نے کیا بھلائی کی اور کیا برائی کی پھر اس کے
بعد اللہ پاک نے اس بات کا ذکر کیا اور تاکید کی کہ تم قسم کھا کر اور قول و قرار کر کے پھر و نہیں اس مین بہت بڑی خرابی یہان
کے بھی ہی اور خدا کے دین مین بھی خلل آتا ہی تمہاری عہد شکنی اور وعدہ خلافی سے اور لوگ جو دین اسلام مین آنا چاہتے

ہیں وہ بدظن ہو جائیں گے اور تمہارے قدم جمے ہوئے بھی اوکھڑ جائیں گے اور جب تمہارے قدم اوکھڑے اور دوسرے
لوگ تمہارے دین میں نہ داخل ہوئے تو بے شبہ تمہاری قوت گھٹ جائے گی اور تمہیں ذلت نصیب ہوگی علاوہ اس کے
آخرت میں تمہیں اس کردار کی سزا میں عذاب کا سامنا ہوگا یہاں قسم سے مطلب وہ بیعت اسلام ہے جو اسلام لانے
کے وقت لوگوں سے لیجاتی تھی - اس بیعت میں اسلام پر قائم رہنے کا مضبوط عہد لیا جاتا تھا اسلئے اسکو قسم کھانا فرمایا
پھر اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا اور جتلایا کہ لالچ میں آکر اور دنیا کے مال فانی کی حرص میں اگر خدا کے عہد کو توڑ ڈالوگے تو تمہارے
حق میں بہتر نہ ہوگا دنیا کا مال اگرچہ کتنا ہی کثیر ہو اور کتنا ہی بیش بہا ہو مگر دنیا ہمیشہ کے لئے نہیں ہے اور نہ ہمیشہ اس کو
بقا ہے اس لئے جو چیزیں اسکی ہیں وہ بھی پائدار نہیں اور اگر خدا کے عہد پر جمے رہوگے تو اس کا بدلہ آخرت میں جو کچھ تمہیں ملیگا
وہ تمام دنیا کی دولت سے بدرجہا بہتر اور برتر ہے کیونکہ ہمیشہ کے لئے اسکو قیام ہے اور دائمی چیز اگر قلیل بھی ہو تو اس
فانی چیز سے جو کثیر ہو کہیں بہتر سمجھی جاتی ہے تم اسبات کو جانتے نہیں ہو اگر تمہیں اتنا علم ہو جائے تو آخرت کے انعام پر دنیا
کی فانی دولت کو ہرگز ترجیح نہ دو - پھر یہ فرمایا کہ تم جس طرح ناپید ہونے والے ہو اسی طرح تمہارے پاس کی چیزیں بھی ناپید ہونیوالی
ہیں اور خداوند عالم جس طرح ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا اسیطرح اسکے پاس کی چیزیں بھی دائم البقا ہیں پھر صبر کرنے والوں کو
بشارت دی کہ صابرین کو ایسا اچھا بدلہ ملیگا جس طرح انہوں نے اپنے نفسوں پر جبر کرکے صبر کیا ہے اسی طرح اللہ پاک ان کو نیک
جزا بھی دیگا ایک عمل کا دس گنا سے لیکر سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بدلہ ملیگا - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت
علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم ازلی کے
نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام
کریں گے اور کتنے دوزخ میں جانے کے قابل اب ہر شخص کو وہی کام اچھے اور آسان معلوم ہوتے ہیں جو دنیا میں پیدا ہونے کے
بعد علم آلہی کے موافق وہ شخص کرنے والا تھا - یہ حدیث یضل من یشاء و یہدی من یشاء کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے
کہ جو لوگ علم آلہی میں نیک قرار پا چکے ہیں وہ نیک کاموں کا ارادہ بھی کرتے ہیں اور نیک کام انکو اچھے اور آسان بھی نظر
آتے ہیں اور انکے ارادہ کے پورے ہو جانے کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو جاتی ہے اور جو لوگ علم آلہی میں بد قرار
پا چکے ہیں وہ خود تو نیک کام کا ارادہ نہیں کرتے اور زبردستی انکے دل میں نیک کام کے ارادہ کا پیدا کر دینا انتظام آلہی
کے برخلاف ہے کیونکہ دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہے کسی کو زبردستی راہ راست پر لانے کے لئے نہیں پیدا
کی گئی معتبر سند سے ابی برزہؓ اور معاذ بن جبلؓ کی روایتیں ترمذی مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے ایک جگہ گزر چکی ہیں
کہ قیامت کے دن چار باتوں کی جوابدہی کے لئے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑیگا (۱) تمام عمر دنیا میں کیا کیا
(۲) جوانی کن کاموں میں گزاری (۳) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہاں خرچ کیا (۴) دین کی نصیحت پر کیا عمل کیا یہ روایتیں
ولتسئلن عما کنتم تعملون کی گویا تفسیر ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ عہد شکنی قسم کا توڑنا جھوٹی قسم کا کھانا غرض عمر بھر جو کچھ

آدمی نے کیا ہے ان چار سوالون کے جواب میں وہ سب کہل جاویگا اور پہر اُسی کے موافق سزا ہوگی - اچھی حالت سے کوئی شخص بری حالت میں آجاوے تو ایسے موقع پر عرب لوگ زلت قدمہ بولتے ہیں - آیۃ میں اس محاورہ کا مطلب یہ ہی کہ اسلام پر قائم رہنے کا عہد کرکے جو شخص اُس عہد سے پہر گیا تو گویا ایک اچھے موقع سے اُسکے پاؤن اکھڑ گئے - پاؤن ڈگ جانے اور پاؤن اکھڑ جانے کا ایک مطلب ہی - صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہی کہ دنیا میں جو شخص کوئی ایسا برا طریقہ نکالے گا جس سے لوگ بہکین گے تو ایسے لوگون کو بہکنے کا جدا عذاب ہوگا اور انھون نے برا طریقہ نکالکر اور لوگون کو جو بہکایا اُسکا عذاب اُنپر جدا ہوگا یہ حدیث ولکم عذاب عظیم کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ ان لوگون نے اسلام پر قائم رہنے کے عہد کو جو توڑا اُسکا عذاب اُنپر جدا ہوگا اور انکی بدعہدی کے دیکھا دیکھی جو لوگ اسلام کی طرف سے بدگمان ہونگے اور اُس بدگمانی کے سبب سے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے رُک جاوین گے اسکا عذاب ان لوگون پر جدا ہوگا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالکؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی جگہ پر گھوڑے کا سوار اپنا کوڑا رکھتا ہی جنت میں کی اتنی سی جگہ تمام دنیا سے بہتر ہے یہ حدیث انما عند اللہ ہو خیر لکم ان کنتم تعلمون کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ جس شخص نے دنیا کے کسی لالچ کے سبب سے اپنی عقبی کو بگاڑا اگر وہ سمجھے تو ایسا شخص بڑے ٹوٹے میں رہا - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدریؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ موت کو ذبح کیا جاکر جنتی اور دوزخیون کو ہمیشہ کے لئے جنت اور دوزخ میں رہنے کا حکم سنایا جاویگا - یہ حدیث ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ دنیا مین جو کچھ ہے بہی آنکھون کے سامنے ہسکو قیام نہیں اور عقبی مین جو کچھ ہوگا اُسکو ہمیشگی ہے - طبرانی کبیر مین حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب شرع کی تکلیفون اور تنگدستی پر صبر کرنے والون کو بے حساب بدلہ دیا جائے گا تو اور لوگ یہ کہوین گے کہ دنیا میں انکی بوٹیان کوئی قینچی سے کاٹتا اور وہ صبر کرتے تو آج اُنکو بھی بڑا بدلہ ملتا - آخر آیۃ میں صبر کے اجر کا جو ذکر مختصر طور پر ہے یہ حدیث گویا اوس کی تفسیر ہے - اِس حدیث کی سند میں ایک راوی مجاعۃ بن الزبیر ہے جسکو بعضے علما نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن امام احمد نے اُسکو ناقابل اعتراض کہا ہے -

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

جسنے کیا نیک کام مرد ہو یا عورت ہو اور وہ یقین پر ہی تو اُسکو ہم جلا دینگے ایک اچھی زندگی اور بدلے میں دینگے اُنکو حق اُنکا بہتر کامونپر جو کرتے تھے

اِس آیۃ میں اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ جو شخص اسلام کے عہد پر قائم رہے گا اور نیک عمل کریگا خواہ وہ عمل کرنے والا مرد ہو یا عورت تو اُسکو دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت میں بھی دنیا میں اُسکی چین سے کٹے گی اور آخرت میں اُسکے عمل کا بہتر سے بہتر بدلہ ملیگا - مطلب یہ ہی کہ جو شخص مطابق شریعت کے عمل کریگا اُسکے لئے دنیا و دین کا یہ اجر ہے - حیات طیبہ مین مفسرین کا اختلاف ہے - حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اسکی تفسیر مین یون کہا ہے کہ مراد حیات طیبہ سے رزق حلال

ہے جو دنیا میں نیک عمل کرنے والے مومن کو عطا ہوتا رہے گا اور حضرت علیؓ بن ابی طالب نے اسکی تفسیر قناعت کے ساتھ کی ہے۔ مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں عبداللہؓ بن عمر کی ایک حدیث ہے کہ وہ شخص بامراد ہے جو مسلمان ہو گیا اور گذارے کی قوت لایموت اسے ملیگا آپ نے قناعت کی اس حدیث سے حضرت عبداللہؓ بن عباس اور حضرت علیؓ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے صہیبؓ رومی کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار شخص کی زندگی ہر حالت میں اچھی ہے کیونکہ اسکو اللہ تعالیٰ نے اگر کچھ خوش حالی دی تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر کچھ تنگدستی ہوئی تو صبر کرتا ہے صحیح مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار شخص کے نیک عملوں کا بدلہ اسکو دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اسکو اجر ملے گا یاں نافرمان لوگوں کے نیک عملوں کا بدلہ دنیا میں ہی ملجاتا ہے۔ اجر کے قابل انکی کوئی نیکی آخرت میں باقی نہیں رکھی جاتی۔ صحیح بخاری و مسلم میں چند صحابہ سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ ایماندار شخص کے نیک عمل کا اجر آخرت میں دس گونہ سے لیکر سات سو تک اور بعض نیکیوں کا اس سے بھی زیادہ ملے گا۔ آیت میں ایماندار شخص کی دنیا کی اچھی زندگی اور عقبیٰ کے بہتر بدلہ کا جو ذکر ہے ان حدیثوں کو اسکی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایماندار شخص کی زندگی ہر حال میں اچھی ہے کیونکہ اسکی خوشحالی کی زندگی شکر گزاری کی ہے اور تنگدستی کی زندگی صبر و قناعت کی اور عقبیٰ میں اسکی شکر گزاری اور صبر و قناعت کا اور اسی طرح باقی کی نیکیوں کا اجر دس گونہ سے لیکر سات سو تک اور بعضی نیکیوں کا اس سے بھی زیادہ ملے گا آیت میں وھو مومن جو فرمایا اسکی یہ تفسیر انسؓ بن مالک کی اوپر کی حدیث سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ عقبیٰ کے اجر کے لئے ایمانداری کی شرط ضروری ہے۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى

سو جب تو پڑھنے لگے قرآن تو پناہ لے اللہ کی شیطان مردود سے اسکا زور نہیں چلتا انپر جو یقین رکھتے ہیں اور اپنے

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝

رب پر بھروسا کرتے ہیں اسکا زور انہیں پر ہے جو اسکو رفیق سمجھتے ہیں اور جو اسکو شریک ٹھیراتے ہیں

نزول ۳ ع ۱۳ / ۱۹

اس آیت میں اللہ پاک نے یہ حکم فرمایا کہ جب قرآن پڑھنے لگو تو پہلے خدا کے نام کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگ لو علماء کے نزدیک یہ حکم واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ خدا و رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا ہی پر ہر ایک کام میں اپنا بھروسہ اور تکیہ لگائے ہوئے ہیں شیطان کا اونپر کوئی قابو نہیں چلتا اور جن لوگوں نے شیطان کو اپنا رفیق ٹھہرا لیا ہے اور ہر ایک کام میں اسکو شریک ٹھہراتے ہیں اونہیں پر شیطان کا زور بھی چلتا ہے اور وہ انہیں کے دلمیں وسوسہ ڈال ڈالکر گمراہ کرتا رہتا ہے یہاں اس بات کا اختلاف ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم قرأت کے پہلے ہونا چاہیے یا بعد میں اکثر صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور ائمہ و فقہا کا مذہب یہ ہے کہ قرأت سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

کہنا چاہیئے اور یہی مذہب صحیح ہے۔ تلاوت قرآن سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کا کہنا اسی بنا پر مستحب معلوم ہوتا ہے کہ شیطان تلاوت کے وقت دل میں وسوسہ نہ ڈالے۔ صحیح مسلم میں عثمانؓ بن ابی العاص سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ نماز اور تلاوت قرآن کے وقت شیطان اُن کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالکر پریشان کرتا ہے نہ دل لگاکر نماز پڑھنے دیتا ہے نہ قرآن کی تلاوت کرنے دیتا ہے آپ نے فرمایا نماز اور تلاوت قرآن سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیا کرو۔ عثمانؓ بن ابی العاص فرماتے ہیں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے کہہ لینے سے پھر نماز اور تلاوت قرآن کے وقت میری وہ شکایت جاتی رہی اس حدیث کو پہلی دونوں آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ذکر الٰہی سے پہلے جو ایمان دار لوگ اللہ پر بھروسہ رکھکر شیطانی وسوسہ سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیدیتے ہیں اُنپر شیطان کا قابو نہیں چلتا۔ معتبر سند سے حارثؓ اشعری کی حدیث ایک جگہ ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے گزر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ شیطان کے قابو سے بچنے کے لئے ذکر الٰہی بہت بڑی چیز ہے اس حدیث کو آخری آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مشرک لوگ خالص لگے ذکر الٰہی کے منکر ہوتے ہیں اس لئے وہ ہر وقت شیطان کے پھندے میں گرفتار رہتے ہیں اور شیطان اُن کا ہر وقت کا رفیق بنا رہتا ہے۔

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ ۙ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ منزل ۳

اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری اور اللہ بہتر جانتا ہے جو اُتارتا ہے تو کہتے ہیں تو تو بنا لاتا ہے یونہی پر اُن بہتوں کو خبر نہیں

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝

تو کہہ اسکو اُتارا ہے پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے تحقیق تا ثابت کرے ایمان والوں کو اور راہ کی سوجھ اور خوشخبری مسلمانوں کو

جب اللہ پاک کسی آیۃ کو منسوخ فرما دیتا اور اسکی جگہ دوسری آیۃ نازل فرماتا تو مشرکین مکہ کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قرآن اپنے جی سے بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ لوگ قرآن کے نازل ہونے کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں قرآن مجید کی ایک ایک آیۃ معجزہ ہے اللہ پاک ہی کو اُسکا علم ہے وہی جانتا ہے کہ کونسا حکم اس وقت کے لئے مناسب ہے اور پھر دوسرے وقت کی مصلحت کے لحاظ سے کونسا حکم ہونا چاہیے پھر فرمایا کہ ان کافروں سے کہدو کہ ساری آیتیں قرآن پاک کی جبرئیل علیہ السلام اللہ جل شانہ کے پاس سے لاتے ہیں اس میں کوئی ناسخ ہو خواہ کوئی منسوخ سب اسی پاک پروردگار عالم کی طرف سے ہیں جو لوگ صاحب ایمان ہیں خدا و رسول پر اُنکا پکا عقیدہ ہے وہ ہر ایک آیۃ پر ثابت قدم ہیں اور جانتے ہیں کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے پیغمبر ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جیسا پیغام آتا ہے یہ اُسکو پہونچا دیتے ہیں اگر قرآن انکا کلام ہوتا تو اپنے قول کا اعتبار بڑھانے کے لئے پہلے قول کو دوسرے قول سے خود یہ کبھی نہ بدلتے اس ثابت قدمی کے سبب سے یہ صاحب ایمان لوگ روز بروز

ہدایت پاتے رہتے ہیں اور نئی آیتوں سے نئی نئی بشارت انکو آخرت کے واسطے پہونچتی رہتی ہے۔ پہلا حکم دوسرے حکم سے بدل جاوے تو پہلے حکم منسوخ اور دوسرے کو ناسخ کہتے ہیں۔ تمام قرآن شریف میں پانچ آیتیں منسوخ ہیں جنکی تفصیل اس تفسیر کے مقدمہ میں بیان کردی گئی ہے۔ ناسخ منسوخ کی زیادہ تفصیل سورۃ البقر میں گزرچکی ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث بھی سورہ البقر میں گزر چکی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں مدینہ میں ہم صحابہ لوگ سورہ براۃ کی برابر ایک سورۃ پڑھا کرتے تھے مگر اب وہ یاد نہیں رہی۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف کے مکی حصہ میں ناسخ منسوخ کی فقط یہی ایک صورت تھی کہ پہلے حکم سے دوسرا حکم بدل گیا۔ مثلاً سورۃ مزمل کی اول کی آیتوں میں تہجد کی نماز کا فرضیت کا حکم ہو کر اس سورہ کی آخر کی آیتیں نازل ہوئیں جن سے پہلا حکم جاتا رہا ہی واسطے ان مکی آیتوں میں ناسخ منسوخ کی اوسی ایک سورۃ کا ذکر فرمایا ہے ہاں قرآن شریف کے مدنی حصہ میں منسوخ آیتوں کی یہ صورت بھی پیش آئی ہے جس کا ذکر ابوموسیٰ اشعری کی حدیث میں ہے اس لئے سورہ بقر مدنی سورۃ میں او ننسہا فرما کر اوسکا ذکر بھی کردیا جسکا مطلب یہ ہے کہ بعض آیتیں بغیر کسی بدلہ کے لوگوں کے دل سے اُٹھ جاتی ہیں یہ بھی منسوخ کی ایک صورت ہے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ ۗ لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ

اور ہم کو معلوم ہے کہ وہ کہتے ہیں اسکو تو سکھاتا ہے آدمی جسپر تعریض کرتے ہیں اسکی زبان ہے اوپری

وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ

اور یہ زبان عربی ہے صاف

یہاں مشرکین مکہ کا دوسرا اعتراض قرآن کی نسبت اللہ پاک نے بیان فرمایا کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہیں کہ قرآن کچھ اللہ کا کلام نہیں بلکہ ایکسا آدمی محمد کو یہ قرآن سکھا جاتا ہے۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس آدمی کا نام عبدۃ بن حضرمی ہے یہ شخص توراۃ اور انجیل جانتا تھا اور اسکی زبان رومی تھی بعض مفسرین نے یہاں سلمان فارسی کا نام ذکر کیا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور سلمان فارسی مدینہ میں اسلام لائے ہیں غرضکہ اللہ پاک نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا کہ ان کافروں کی عقلیں کہاں گئیں جس شخص کی زبان عربی نہیں ہے اوس شخص کو اللہ کے رسول کا اُستاد قرار دیتے ہیں یہ تو ظاہر بات ہے کہ قرآن مجید فصیح بلیغ زبان عربی میں نازل ہوا ہے پھر یہ کس طرح عجمی شخص کی تعلیم قرار دیجا سکتی ہے یہ مشرکین مکہ خود عربی زبان کے بڑے ماہر اور نہایت فصیح و بلیغ ہیں پھر بھی ایک سورۃ اس قرآن کی سورۃ جیسی نہیں بنا سکتے اور غیر زبان والے کو بتلاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے قرآن کی آیتیں سیکھتے ہیں اس سے ثابت ہو گیا کہ اللہ کے رسول جو کلام لائے ہیں نہ تو وہ خود آنکا بنایا ہوا ہے اور نہ کسی بشر عجمی یا عربی کی تعلیم ہے بلکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی کے نازل ہوا ہے۔ معتبر سند سے صحیح ابن

منزل ۳

حبان اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس نے خود سلمان فارسی کے حوالہ سے جو روایۃ کی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ سلمان فارسی فارس کے شہزادون میں سے ہیں دین کی تلاش میں اپنے وطن سے نکلے اور نوعمری کے سبب سے غلامی کے پہندے میں پہنس گئے پہر اسی حالت میں مدینہ میں پہونچکر اسلام سے مشرف ہوئے اسکے بعد آزادی کے حاصل کرنے کے لئے جو رقم آخری آقا کو ادا کرنی تھی وہ ادا کرکے آزاد ہو گئے اس روایۃ کو آیۃ کے ساتھ ملانے سے جو مطلب قرار پایا اوسکا حاصل یہ ہے کہ اس مکی آیۃ کی شان نزول میں سلمان فارسی کا نام جن مفسرین نے لکھا ہے وہ خود سلمان فارسی کے قول کے برخلاف ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ إِنَّمَا يَفْتَرِي
جنکو اللہ کی باتین یقین نہیں آتیں انکو اللہ راہ نہیں دیتا اور انکو دکھ کی مار ہے جھوٹ بناتے وہ ہیں
الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝
جنکو یقین نہیں اللہ کی باتوں پر اور وہی لوگ جھوٹے ہیں

جو لوگ خدا کی نشانیون پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے ذکر سے منہہ پہیرتے ہیں اور اسکے کلام کی تصدیق نہیں کرتے وہ ہرگز ہدایت نہیں پا سکتے اور نہ زبردستی خدا اونہیں راہ راست پر لائے گا کیونکہ انکی بدبختی پہلے ہی خداوند عالم کے علم ازلی میں ظاہر ہو چکی ہے اسلئے آخرت میں انکے واسطے بہت ہی دردناک عذاب مقرر کیا گیا ہے یہ لوگ یہ جو کہتے ہیں کہ قرآن محمد نے آپ جی سے گھڑ کر بنا لیا ہے یا کسی بشر نے انہیں سکھلایا ہے یہ ان لوگونکا جھوٹ ہی کہ ایسے شخص کو جو نہایت راستگو مشہور ہیں اونہیں جہٹلاتے ہیں۔ جسوقت ابوسفیان سے روم کے بادشاہ ہرقل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چال چلن اور صفات کو دریافت کیا اور پوچھا کہ کیا تم اونہیں جھوٹ کی تہمت لگا سکتے ہو تو ابوسفیان نے جوابدیا نہیں کیونکہ کبھی انکو جھوٹ بولتے نہیں سنا اسپر ہرقل نے کہا کہ پہر بہلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ دنیاداری کے معاملہ میں جو شخص لوگون کے سامنے جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور اللہ پاک پر جھوٹ بولے اپنے کلام کو اسکا کلام تبلادے صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ جو ابوسفیان کے حوالہ سے ہے اسمین یہ ہرقل کا قصہ تفصیل سے ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ ازلی بدبختی کے سبب سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جہٹلاتے تھے ورنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچ ان لوگون میں ایسا مشہور تھا کہ ان میں کا کوئی شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگا سکتا تھا اسی واسطے فرمایا کہ اللہ کے رسول کی صداقت کی شہرت کے بعد پہر جو لوگ انکو جہٹلاتے ہیں تو یہی لوگ جھوٹے ہیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالی نے لوح محفوظ میں یہ لکھہ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کرین گے اور کتنے دوزخ میں جانے

منزل ۳

نکے قابل اب دنیا میں ہر شخص کو وہی کام اچھے اور آسان معلوم ہوتے ہیں جنکو علم آلہی کے موافق وہ کرنے والا ہے اِس
حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ مشرکین مکہ اللہ کے رسول کی صداقت کے قائل تھے
مگر بدبختی ازلی کے سبب سے پھر بھی اللہ کے رسول کا جھٹلانا اُنکو اچھا نظر آتا تھا اور دنیا نیک و بد کے امتحان کے لیے
پیدا ہوئی ہے اسلیئے اِن لوگوں کو مجبور کرکے راہ راست پر لانا اللہ تعالی کو منظور نہ تھا۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ
جو کوئی منکر ہو اللہ سے یقین لائے پیچھے مگر وہ نہیں جسپر زبردستی کی گئی اور اُسکا دل برقرار ہے ایمان پر لیکن جو کوئی دل کھول کر
صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
منکر ہو سو اُنپر غضب ہی اللہ کا اور اُنکو بڑی مار ہے یہ اسواسطے کہ اُنھوں نے عزیز رکھی دنیا کی
عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ
زندگی آخرت سے اور اللہ راہ نہیں دیتا منکر لوگوں کو وہی ہیں کہ مہر کردی ہی اللہ نے اُنکے دلوں پر اور
سَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
کانوں پر اور آنکھوں پر اور وہی ہیں بیہوش آپ ہی ثابت ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں

منزل ۳

اللہ پاک نے اِس آیت میں اُن لوگوں کا حال بیان فرمایا جو ایمان لانے کے بعد پھر اسلام سے پھر جاتے ہیں اور اُنکے دلمیں کفر کی
باتیں سما جاتی ہیں ایسے لوگوں کے حق میں فرمایا کہ ان لوگوں پر خدا کا غضب ہی اُنپر آخرت میں بہت بڑا عذاب ہوگا۔ کیونکہ اُنھوں
نے ایمان کو پہلے جان لیا تھا اور پھر کفر کیا ان لوگوں نے دنیا کی زندگی اور اُس کے اسباب کو دوست رکھا اور آخرت کی کچھ
پروا نہیں کی کہ وہاں کیا ہوگا ایسے لوگوں کو خدا کبھی ہدایت نہیں کرتا بلکہ اُنکے دل و کان اور آنکھ پر مہر لگا دیتا ہی کہ نہ تو کسی بات
کو سمجھتے ہیں اور نہ حق بات کو سنتے ہیں اور نہ اچھے برے کے دیکھنے کی انہیں تمیز ہوتی ہی یہ لوگ سراسر غفلت میں رہتے ہیں اور
انجام کار اُنکا آخرت میں یہی ہونے والا ہی کہ ہر طرح سے یہ نقصان میں رہیں گے مگر بعض لوگ اِن میں وہ بھی ہیں جو بسبب اسلام لانے
کے ایذا دئے جاتے ہیں اور اُنپر کفر کرنے کو بڑے بڑے جور و ستم ہوتے ہیں۔ اگر یہ لوگ جان بچانے کی خاطر سے کفر کا کلمہ فقط منہ
سے کہدیں اور دل سے ایماندار رہیں تو چنداں اِن میں مضائقہ نہیں معتبر سند سے تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول ہے
کہ عمار بن یاسر پر کفار طرح طرح کا ظلم کرتے تھے اور سخت عذاب اُنپر ہوا کرتا تھا اور یہ سب کچھ اسبات کے واسطے تھا کہ وہ
حضرت سرور کائنات صلعم کی رسالت کا انکار کریں مجبور ہوکر اُنھوں نے کفار کی کلام کی تائید کی اور آنحضرت صلعم کے
پاس اکر عذر خواہی کی کہ یا رسول اللہ میں نے اِس طرح آپ کی شان میں کہا اُسپر اللہ پاک نے آیت نازل فرمائی معتبر سند سے
دلائل النبوت بیہقی اور مستدرک حاکم میں محمد بن عمار بن یاسر کی ایک روایت ہی کہ مشرکوں نے ایک روز عمار بن
یاسر کو پکڑ لیا اور اُنپر بہت ہی سختی کی جب وہ کھوں نے اون مشرکوں کے بعض ارادہ اور گفتگو میں شرکت کی پھر

شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ نے عمار بن یاسر سے دریافت فرمایا کہ تو اپنے دل کی کیا کیفیت پاتا ہی آیا کفر کے کلمے فقط زبان ہی سے کہے یا دل میں بھی اُسکا خطرہ گزرا عمار بن یاسر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم میرا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے دل میں ایک شبہہ بھی کفر کا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اگر مشرک پھر تجسے اس بات کو چاہیں تو بھی ویسا ہی کر نسائی میں معتبر سند سے روایتیں ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمار نے اگرچہ زبان سے کلمہ کفر کہا لیکن اُسکا دل ایمان سے بھرا ہوا ہے غرض جسکے دل میں ایمان ہو اور اُسپر کفر کا کلمہ کہنے کے لئے ظلم کیا جائے اور اُسکی جان اُسوقت معرض خطر میں ہو تو اُس کو جائز ہے کہ جان بچانے کے لئے زبان سے کلمہ کفر کا اگر چاہے تو کہدے اور نہیں کہنا تو بہر حال اولی ہی کیونکہ جو شخص اس حالت میں قتل کیا جاتا ہی وہ درجہ شہادت پاتا ہے چنانچہ عمار کے باپ یاسر اور اُنکی ماں سمیہ کو مشرکین مکہ نے طرح طرح کی تکلیفیں دیکر شہید کرڈالا عمار کی ماں سمیہ مشرکوں کی پروردہ تھیں عمار کے باپ یاسر نے سمیہ سے نکاح کرلیا تھا اسی واسطے مشرکین مکہ ان تینوں کو اسلام سے پھر جانے کے لئے غلاموں کی طرح تکلیفیں دیتے تھے معتبر سند سے ترمذی ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ میں سعید بن زید رضہ سے روایت ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے دین کی حفاظت میں مارا جاوے وہ شہید ہے اس حدیث سے یاسر اور سمیہ کی شہادت اچھی طرح سمجھ میں اسکتی ہے یہ سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے مشہور صحابی ہیں ان کی کنیت ابو الاعور ہے سوائے بدر کے اور سب لڑائیوں میں یہ شریک تھے بدر کی لڑائی کے وقت یہ ابوسفیان کے قافلہ کی تلاش میں گئے ہوئے تھے اسواسطے بدر کی لوٹ کے مال میں سے انھوں نے بھی حصہ پایا ہے یہ سعید بن زید حضرت عمر کے بھنوئی ہیں حضرت عمر کی بہن فاطمہ سعید بن زید کی بیوی تہی ہیں جنکے سبب سے حضرت عمر اسلام لائے حدیث کی سب کتابوں میں ان سعید بن زید سے روایتیں ہیں معتبر سند سے مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب وحی نے جب ناسخ منسوخ آیتیں لکھیں تو اُسکے دل میں یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ قرآن اگر کلام الٰہی ہوتا تو ہمیشہ اُس میں ایک ہی حکم قائم رہتا دوسرے حکم سے پہلا حکم کبھی نہ بدلتا اسی شبہ کے سبب سے عبداللہ بن سعد اسلام سے پھر گیا اور فتح مکہ تک اسی حال پر رہا حاصل کلام یہ ہی کہ جس طرح عمار بن یاسر کا قصہ من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان کی تفسیر ہے اسی طرح عبداللہ بن سعد کا قصہ من شرح بالکفر صدرا کی تفسیر ہے معتبر سند سے ابوہریرہ رضہ کی حدیث ایک جگہ ترمذی اور نسائی کے حوالہ سے گزر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ کثرت گناہوں سے آدمی کے دلپر مہر کی طرح زنگ چھا جاتا ہے جس کے سبب سے ایسے لوگوں کے دلمیں حق بات کے سمجھنے کی آنکھوں اور کانوں میں حق بات کے دیکھنے اور سننے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی ایتوں میں عبداللہ بن سعد جیسے لوگوں کے دل آنکھ کان پر مہر کردینے کا جو ذکر ہے یہ حدیث گویا اُسکی تفسیر ہے صحیح بخاری و مسلم میں انس رضہ بن مالک سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ قیامت کے دن بعض لوگوں کو حوض کوثر پر سے فرشتے گھسیٹ کر لیجانے لگیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماوینگے یہ تو میری جان پہچان کے مسلمان لوگ ہیں فرشتے جواب

منزل ۴

دیوین گے آپ کے بعد یہ لوگ اسلام سے پھر گئے یہ حدیث بھی من شرح بالکفر صدرا کی گویا تفسیر ہے۔

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ

پھر یون ہے کہ تیرا رب اُن لوگو پر کہ وطن چھوڑا ہے بعد اسکے کہ بچلائے گئے پھر لڑتے رہے اور ٹھیرے رہے تیرا رب

مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ

ان باتون کے بعد بخشنے والا مہربان ہے جسدن آویگا ہر جی جواب سوال کرتا اپنی طرف سے اور پورا ملیگا ہر کسی کو

مَا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

جو اُسنے کمایا اور اُنپر ظلم نہ ہو گا

ع ٢٠

جو لوگ دل کھول کر اسلام سے پھر گئے اوپر انکا ذکر تھا ان آیتون میں اُن لوگونکا ذکر فرمایا جو کمزور تھے اور اپنی قوم مین خوار و ذلیل ہو رہے تھے اور کفار مکہ کے فتنے میں پڑ گئے تھے اور پھر قابو و موقع پاکر وہان سے نکل کھڑے ہوئے اور خدا کی رضامندی کے لئے اپنے سارے کنبے اور رشتے کے لوگونکو چھوڑ کر ہجرت کی اور پھر جب کفار اور مسلمانون میں جنگ کا سامان ہوا تو خوب لڑے اللہ پاک نے انکی شان میں یہ فرمایا کہ جب لڑنے کا کام اُنسے دیکھ لئے تو اُنپر خدا کی بخشش ہوئی کیونکہ اللہ جل شانہ غفور رحیم ہے اُنپر اُس روز رحم فرمائے گا جس روز نہ باپ بیٹے کو اور نہ بیٹا باپ کو پوچھے گا بھائی کو بھائی کی پروا نہ ہوگی۔ بی بی شوہر سے شوہر بیوی سے گھبرائیں گے غرض کوئی کسی سے فائدہ نہیں حاصل کر سکتا فرمایا کہ وہ روز ایسا ہے کہ اُس دن ہر ایک نفس کے کردار کا بدلہ بھرپور دیا جائے گا جس نے جیسا کیا ہوگا اُسکو ویسی جزا ملیگی اُنپر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا بلکہ نیکی کرنے والون کو ایک نیکی کا ثواب دس گونہ سے لیکر سات سو تک اور بعض نیکیون کا اِس سے بھی زیادہ ملے گا اور گناہ کی سزا میں کچھ زیادتی نہ ہوگی چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں چند صحابہ کی روایتین اِس باب میں آئی ہیں یہ روایتین وہم لا یظلمون کی گویا تفسیر ہیں۔

منزل ٣

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ

اور بتائی اللہ نے کہاوت ایک بستی تھی چین امن سے چلی آتی تھی اسکو روزی فراغت کی ہر جگہ سے پھر ناشکری

بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ

کی اللہ کے احسانون کی پھر چکھایا اُسکو اللہ نے مزہ کہ اسکے تنکے کپڑے ہوئے بھوک اور ڈر بدلا اُسکا جو کرتے تھے اور اُنکو پہنچ چکا رسول

مِنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ۝

انہی میں کا پھر اُسکو جھٹلایا پھر پکڑا اُنکو عذاب نے اور وہ گنہگار تھے

اللہ پاک نے اِس آیۃ میں اُس بستی کی مثال بیان فرمائی جہان کے رہنے والے لوگ ہر طرح کی راحت و آرام میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے کھانے پینے کا اونہین آرام تھا طرح طرح کی روزی اور معاش بے خوف و خطر اور بے مشقت اونہین

ملجاتی تھی اپنے ملک میں کسی دشمن کا ڈر نہیں رکھتے تھے مگر انھون نے بیٹھے بٹھائے خدا کی نعمتون کی ناشکری کی اس سئے اللہ تعالیٰ نے اُنکی حالت کو بدل ڈالا نہ تو وہ امن دامان قائم رہا اور نہ وہ کھانے پینے کا آرام رہا بھوک کے مرنے لگے اور چارون طرف سے خوف و خطر نے اُنکو آگھیرا بڑی ناشکری ان لوگون کی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جب اپنا پیغمبر اُنکی ہدایت کو بھیجا تو اُنھون نے اُسکو جھٹلایا جسکے سبب سے اللہ پاک نے اُنپر عذاب نازل کیا وہ اُنکے ظلم کا نتیجہ تھا ورنہ خدا ناحق کسی پر جور و تعدی نہیں کرتا ظلم اُسنے اپنی ذات پاک پر حرام ٹہرالیا ہی چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر رضی کی حدیث اس باب میں ایک جگہ گزر چکی ہے۔ مفسرین کا اس جگہ لفظ قریہ میں اختلاف ہی لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رض کے صحیح قول کے موافق قریہ سے مطلب خاص مکہ معظمہ ہے یہان کے باشندے ہر طرح امن دامان مین تھے کسی طرح کی اُنکو تشویش نہیں تھی ہر شہر اور ہر ملک سے اُنکی روزی گھر بیٹھے آجاتی تھی کسی دشمن کا خوف انہیں نہیں تھا اللہ پاک نے اُنپر ایک اور عنایت کی کہ اونہین کی قوم میں سے اُنکی ہدایت کے لئے اپنا رسول مقرر فرمایا مگر کفار مکہ نے اُنکو جھٹلایا اور خدا کی اس نعمت عظمیٰ کی کچھہ قدر نہ کی اس لئے لاچار ہوکر اللہ کے رسول نے اُنپر بد دعا کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سات برس تک مکہ مین قحط پڑا یہ لوگ قحط میں کھانے پینے کو محتاج ہوگئے ایک دانہ بھی میسر نہیں آتا تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہ دیگر مومنین کے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرگئے تو ان مشرکین مکہ کے دلمین ہر وقت خوف لگا رہتا تھا کہ خبر نہیں مسلمان لوگ کس وقت آمادہ جنگ ہوجائیں اور ہمین قتل و غارت کرین یہان تک مکہ کو جناب سرور کائنات نے فتح کرلیا غرضکہ یہ حالت اور دقت مکہ والون پر انہیں کے کرتوت سے پہونچا نہ خدا کی نعمتون کا کفر کرتے اور نہ اس سزا کو پونہچتے جس طرح ان کفار مکہ کا حال خدا نے بدل دیا کہ غنی سے محتاج ہوگئے اسی طرح اللہ پاک نے اہل اسلام کی حالت کو بھی تبدیل کردیا ابتدائے اسلام میں یہ لوگ کفار کے ہاتھون میں خوار تھے اور روز نئی نئی تکلیف اُٹھاتے رہتے تھے اور بالکل محتاج و مفلس ہوگئے تھے پھر اللہ پاک نے اُنپر جو اپنا فضل کیا تو چارون سمت میں انہیں کا ڈنکا بجنے لگا اور ایسے مالامال ہوئے کہ تاریخ خلفا جس کی گواہ ہی پھر جون جون اسلام کی باتین اہل اسلام چھوڑتے گئے ویسا ہی ضعف انکی حالت میں آتا گیا۔ ان آیتون مین مبہم طور پر ایک بستی کا ذکر فرماکر اسکے بعد یہ جو فرمایا کہ انہی بستی والوں میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیجا اور جب ان لوگو نے اللہ کے رسول کو جھٹلایا تو ان لوگو پر قحط اور بستی کی بربادی کے خوف کی آفت آئی اس سے حضرت عبداللہ بن عباس رض کے اس قول کی پوری تائید ہوتی ہی کہ آیتون میں بستی سے مطلب مکہ ہے کیونکہ صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود رض کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ جب مشرکین مکہ نے حد سے زیادہ سرکشی شروع کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا کی اور اس بد دعا کے اثر سے مکہ میں ایسا سخت قحط پڑا کہ مکہ کے لوگ مردار جانورون کی کھالین تک کھا گئے۔ سورہ بقرہ مین عبداللہ بن جحش کا قصہ گزر چکا ہی کہ مدینہ سے مکہ اور طائف کے درمیان میں بطن نخلہ مقام پر جاکر عبداللہ بن جحش اور اُنکے ساتھ کے مسلمانون نے مشرکون کا قافلہ لوٹ لیا۔ یہ قصہ بدر کی لڑائی سے دو مہینے پہلے کا ہی اس

منزل ۳

قصہ کے دو مہینے کے بعد بدر کی لڑائی میں مشرکوں کے بڑے بڑے سرکش سردار جو مارے گئے اُسکا ذکر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی انس بن مالک کی حدیث کے حوالہ سے اوپر ایک جگہ گزر چکا ہو اسی کو فرمایا کہ ہر طرح کے امن وامان کے بعد مشرکین مکہ کی بداعمالی کے سبب سے ان لوگوں کو بھوک اور بربادی کے ڈر نے تن بدن کے کپڑوں کی طرح چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور آخر کو انکا یہ ڈر انکے سامنے آیا کہ مکہ فتح ہوگیا اور جن اللہ کے رسول کی صداقت ان لوگوں میں مشہور تھی زبردستی ان اللہ کے رسولوں کو ان لوگوں نے جھٹلایا اسواسطے آسکے وبال میں پکڑے گئے صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذرؓ کی حدیث اوپر گزر چکی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم اپنی ذات پاک پر حرام کر لیا ہو یہ حدیث وہم ظالمون کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ کی دعا کی برکت سے مکہ میں امن وامان اور رزق کی بحالی کی جو حالت تھی اُسکو ان لوگوں نے اپنی بداعمالی سے خود کھویا اللہ تعالیٰ نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا کیونکہ اُسنے اپنی رحمت سے ظلم کو اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرا رکھا ہے

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۖ وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ

سو کھاؤ جو روزی دی تمکو اللہ نے حلال اور پاک اور شکر کرو اللہ کے احسان کا اگر تم اُسی کو پوجتے ہو

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۖ فَمَنِ

یہی حرام کیا ہے تمپر مردہ اور لوہو اور سور کا گوشت اور جسپر نام پکارا اللہ کے سوائے کسی کا پھر جو

اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

کوئی ناچار ہو جاوے نہ زور کرتا ہو نہ زیادتی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہو

اس آیہ میں اللہ پاک نے اپنے مومن بندوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ جو جو چیزیں اللہ پاک نے تمہارے لئے حلال اور تمہاری روزی اُس میں مقرر کی ہے بخوشی ورغبت وہ چیزیں کھاؤ اور اپنے خالق اور منعم کا شکر بجالاؤ اور ایسا نکرو کہ خدا کی حلال کی ہوئی چیزیں حرام اور حرام کو حلال بناؤ جس طرح مشرکوں کا قاعدہ ہو۔ مشرکوں کے اس قاعدہ کی تفصیل سورہ انعام میں گزر چکی ہو۔ پھر فرمایا کہ خدا نے تمپر چند چیزیں حرام کی ہیں اور باقی اشیاء تمہارے لئے حلال طیب ہیں اپنی قوت بازو سے حاصل کرو اور کھاؤ جو چیزیں خداوند جل شانہ نے حرام ٹھہرا دی ہیں وہ یہ ہیں۔ مردار۔ اور خون سور کا گوشت۔ اور جو جانور خدا کے سوا اور کسی کے نام پر چھوڑا جائے یا ذبح کیا جائے وہ دونوں بھی حرام ہیں مگر وقت ضرورت کے اگر اُسوقت جب جان پر آن بنے اور سوائے ان حرام اشیاء کے اور کوئی چیز کھانے کو میسر نہ آتی ہو تو باندازہ سد رمق کھا لینا جائز ہی اور خداوند جل شانہ تمہیں اسپر نہیں پکڑے گا وہ بڑا غفور رحیم ہے کہ اُسنے جان بچانے کے وقت حرام چیزوں کو تمپر حلال کر دیا غیر باغ ولا عاد کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا حلال چیزوں کے ملتے ہوئے ایماندار آدمی حرام چیز کی طرف مائل نہ ہو اور بے بسی میں حرام چیز کو حلال چیز کی طرح پیٹ بھر کر نہ کھاوے۔ مطلب یہ ہی کہ بے بس آدمی کو حرام چیز کے کھانے کی اجازت ہی۔ حلال چیز کے ملنے یا حرام چیز کے بقدر جان بچانے

کے کھانے کے بعد پھر آدمی بے بس نہیں رہتا۔ معتبر سند سے طبرانی میں ابی واقد لیثی سے روایت ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو دو وقت کا فاقہ ہو اور اسکے بعد بھی جنگل کے کسی ساگ وغیرہ کے ملنے کی امید بھی اُس شخص کو نہ ہو تو ایسا شخص حرام چیز کھا کر اپنی جان بچا سکتا ہے۔ یہ حدیث بے بسی کی گویا تفسیر ہے ان ابی واقد کا نام حارث بن عوف ہی مدنی صحابہ میں قدیم الاسلام صحابی ہیں حدیث کی سب کتابوں میں انسے روایتہ ہی۔ مالکی مذہب میں تین دن کے فاقہ کو بے بس قرار دیا ہی۔ زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی فقہ کی کتابوں میں ہے۔ معتبر سند سے مسند بزار اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابو درداؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی چیز کے حلال یا حرام ٹھہرانے کا حق سوا اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے۔ شریعت کے اس قاعدہ کے برخلاف مشرکین مکہ نے اپنی طرف سے حرام حلال کا قاعدہ ٹھہرا رکھا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں کئی جگہ مشرکین کے اُس قاعدہ کو توڑا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ

اور مت کہو اپنے زبانوں سے جھوٹ بنانے سے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو

الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ

بیشک جو جھوٹ باندھتے ہیں اللہ پر بھلا نہیں پاتے

حضرت عبداللہ بن عباس اور اور سلف نے اس آیۃ کی تفسیر میں کہا ہی کہ مشرکین مکہ نے سانڈ اور جانور اپنی طرف سے حرام جو ٹھہرا رکھے تھے جسکا ذکر سورہ انعام میں گزر چکا ہی اصل آیۃ اس حکم میں نازل ہوئی ہی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ شریعت اللہ کے حکم کا نام ہی اسلئے جب تک اللہ یا رسول وقت جو اللہ کی طرف سے پیغام ہدایت لیکر آتے ہیں کسی چیز کو حلال یا حرام یا جائز ناجائز بیان نکریں امت میں سے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے یہ حق نہیں دیا ہے کہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حرام یا حلال ٹھہرا دے۔ چنانچہ مسند بزار اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابو درداؓ کی معتبر روایتہ اس باب میں اوپر گزر چکی ہے اس صورت میں یہ اللہ پر بہتان ہی کہ ایک بات اللہ نے فرمائی ہی نہیں اور خواہ مخواہ آدمی اپنے منصوبہ سے اسکو اللہ کا حکم ٹھہرا دے یہ منصب تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ہی دیا ہی کہ بذریعہ وحی کے اللہ کی مرضی یا نامرضی پہچان کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا جائز نہیں ہی آیۃ کے اس حکم میں تمام بدعتیں قولی و فعلی و اعتقادی داخل ہیں کیونکہ بدعت وہی چیز ہے جسکا پتہ شریعت کے حکم سے نہ لگتا نہیں اور لوگ اُسکو شریعت کا حکم جانکر کرتے ہیں چنانچہ صحیحین کی حضرت عائشہؓ کی حدیث میں آنحضرت نے بدعت کی تعریف جو فرمائی ہی اسکا حاصل یہی ہے کہ دین میں ایسی بات کا نکالنا جسکا پتہ قرآن اور حدیث میں نہ ہو اور فقہ کے اون فقیہوں کے فتوے جنکی تائید کسی حکم شریعت سے نہیں ہوتی یا کوئی حکم شریعت کسی فتوے کے مخالف ہے سب کے سب اس حکم میں داخل ہیں کیونکہ جب حکم شریعت ٹھہرانے کا حق خاص اللہ اور رسول ہی کو حاصل ہے تو جس عالم کے فتوے کی تائید حکم شریعت سے نہیں

منزل ۴

اِس طرح کے فتوے کو کس سند سے حکم شریعت کہا جا سکتا ہے اسی واسطے ترمذی نسائی ابو داؤد اور ابن ماجہ مین بریدہؓ سے جو روایۃ ہی اِس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت میں فتویٰ دینے والون عالمون کی تین قسمین ٹہیرا کر ایک قسم کے لوگون کو جنتی اور دو قسم کے لوگون کو جہنمی فرمایا ہے یہ حدیث مستدرک حاکم میں بھی ہی اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہی حاصل مطلب اِس حدیث کا یہ ہی کہ شریعت کے قاضی تین طرح کے شخص ہیں ایک وہ کہ جو شریعت میں کوئی حکم یا فتویٰ دیوے وہ انجانی سے نہ ہو بلکہ خوب تلاش کے بعد شریعت کے حکم کے موافق حق حق فتویٰ اور حکم دیوے دوسرا وہ کہ شریعت کا حکم اسکو معلوم تو ہو مگر کسی دنیا کے لالچ یا رعایۃ کے سبب خلاف حکم شریعت کے فتویٰ یا حکم دیوے تیسرا وہ کہ اصل حکم شریعت کا تو اسکو معلوم نہیں مگر اپنی رائے سے ایک بات کو شریعت کا حکم ٹہیرا کر فتویٰ یا حکم دیوے پہلی قسم کا قاضی اور مفتی جنتی ہی اور پچھلی دونون قسمون کے قاضی اور مفتی جہنمی۔ ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ جسنے قرآن شریف کی تفسیر بغیر سند شرعی کے اپنی عقل سے کی یا حدیث کی روایۃ اٹکل سے بغیر خوب یاد کے کردی اسکا ٹھکانا دوزخ میں تیار ہے اِس حدیث کی سند میں ایک راوی سہل بن عبد اللہ کو بعضے علما نے ضعیف قرار دیا ہی لیکن ابن معین نے اسکو معتبر کہا ہی۔ ترمذی کی دوسری سند میں سہل بن عبد اللہ نہیں ہی اِس سند کو ترمذی نے حسن کہا ہی۔ ابو داؤد میں ابو ہریرہؓ سے روایۃ ہی جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہی کہ ایک شخص ایک عالم سے شرعی کوئی مسئلہ پوچھے اور وہ عالم اِس شخص کو غلط مسئلہ بتلا دیوے اور ان پڑہ شخص اِس غلط مسئلہ پر عمل کر لیوے تو اِس غلط عمل کا وبال اِس غلط مسئلہ بتلانیوالے عالم پر رہے گا ابو داؤد نے اِس حدیث کی سند پر کچھہ اعتراض نہیں کیا علاوہ اِسکے یہ حدیث مسند امام احمد میں بھی ہی جسکی سند معتبر ہے صحیح مسلم مین ابن سیرین سے روایۃ ہی کہ مسلمان شخص کو دین کا مسئلہ کسی عالم سے حاصل ہو تو اسکو ذرا جانچ لینا چاہیے کہ اِس عالم نے مسئلہ کے بتلانے میں کوئی غلطی تو نہیں کی ہی غرض حاصل بہت سی احادیث اور آثار کا یہ ہی کہ عالم کو شریعت کا مسئلہ بتلانے میں اِس بات کی بڑی احتیاط چاہیے کہ حکم شریعت میں کوئی غلطی نہ ہو جائے اور ان پڑہ لوگون کو ذرا اِس بات کی احتیاط چاہیے کہ شریعت کے مسئلہ کو ایک جگہ دو کی جگہ چار عالمون سے پوچھہ لیا کرین تاکہ حکم شریعت میں کچھہ غلطی ہو تو نکل جاوے ان پڑہ سے ان پڑہ لوگون کو معاملات دنیا مین دیکھا جاتا ہے کہ ایک سودا وہ لیتے ہیں تو دس دوکانین پہر کر لیتے ہیں پہر دین میں ایسی کاہلی کیونکر جائز ہو سکتی ہے کہ اوڑتے اوڑاتے ٹہکانے اور بے ٹہکانے جس سے جو بات سن لی اوسی کو اپنا دین قرار دے لیا کیا دین ودنیا سے بھی گھٹکی چیز ہے۔ حدیث اور تفسیر کی کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے حال دگرگون پر تو اللہ کی خفگی اِس سبب سے ہوئی کہ توریت مین جو جو تبدیلیان اُنھون نے کر لین تھین آنحضرت کے تشریف لانے اور قرآن شریف کے نازل ہونیکے بعد بھی وہ ان تبدیلیوں پر جمے رہے اور عام ان پڑہ یہود پر اِس سبب سے بلا آئی کہ باوجود حق بات کے معلوم ہو جانے کے وہ اپنے عالمون کے غلط قول پر اڑے رہے علما نے اِس بحث

کی ذیل میں یہ بھی لکھا ہے کہ صحیح حدیث میں آنحضرتؐ نے یہ جو فرمایا ہے کہ یہود نے جو کچھ کیا ہی وہ سب میری امت میں ہوگا بلکہ یہود کے بہتر فرقے تھے میری امت کے تہتر فرقے ہونگے اس حدیث کی رو سے یہ بھی خدا اور رسول کی خفگی کے قابل ایک فرقہ ہے جو یہود میں بھی تھا اور اس امت میں بھی ہے کہ شریعت کی ایک حق بات معلوم ہوجانے کے بعد کسی عالم یا اوستاد یا پیر کے غلط قول پر اڑے رہتے ہیں نجات عاقبت کے چاہنے والے مسلمان کو لازم ہی کہ اللہ رسول کی اطاعت پر کسی عالم اوستاد پیر کی اطاعت کو نہ مقدم گنے کیونکہ عاقبت کی نجات اللہ کی مرضی کے موافق کام کرنے پر منحصر ہے اور اللہ کی مرضی کا تبلانا خاص صاحب وحی کا منصب ہے۔

مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

تھوڑا سا برت لین اور آنکو دکھہ کی مار ہے

اوپر ذکر تھا کہ حرام حلال میں خاص اللہ تعالیٰ کا حکم درکار ہی بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے کسی چیز کو حرام یا حلال ٹھیرانا اللہ پر جھوٹ باندہنا ہی اور اللہ پر جھوٹ باندہنے والے لوگ کبھی فلاح اور بہبودی کو نہیں پہونچ سکتے۔ اب فرمایا ایسے لوگ اپنی حلال حرام ٹھیرائی ہوئی چیزونکی چند روز تائید کرلین مگر آخرت میں عذاب الیم سے انہیں رہائی نہیں ہوگی وہان انکے کردار کی سخت بازپرس ہوکر اسکی سزا پاوینگے اور سزا بھی ایسی جو نہایت ہی دردناک ہوگی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے مستورد بن شدادؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخرت کی ہمیشہ کی زندگی مانند ایک دریا کے ہی اور اسکے مقابلہ میں دنیا کی چند روزہ زندگی ایسی ہے جیسے دریا میں کوئی شخص اپنی انگلی ڈبوئے اور اسکی انگلی پر پانی کی کچھہ نمی آجاوے یہ حدیث متاع قلیل کی گویا تفسیر ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث بھی ایک جگہ گزر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کم سے کم دوزخ کا عذاب یہ ہوگا کہ دوزخی شخص کے پاؤن میں آگ کی جوتیاں پہنادی جاوینگی جس سے اس کا بھیجا پگھل کر نکل پڑے گا اس سے سمجھہ میں آسکتا ہے کہ جب کم سے کم عذاب کا یہ حال ہی تو آیۃ میں سخت عذاب کا جو ذکر ہے اوس عذاب کا کیا حال ہوگا۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ

اور جو لوگ یہودی ہیں انپر ہمنے حرام کیا تھا جو تجھکو سنا چکے پہلے اور ہمنے انپر ظلم نہیں کیا پر اپنے اوپر آپ

يَظْلِمُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَ

ظلم کرتے تھے پھر یون ہے کہ تیرا رب آن لوگو نپر جنہون نے برائی کی نادانی سے پھر توبہ کی اسکے پیچھے اور

أَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

سنوار پکڑی تیرا رب ان باتون کے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے

منزل ۳
ع ۱۵

اس آیۃ میں اللہ پاک نے یہود کے حال کا بیان فرمایا کہ ان پر جو چیزیں حرام اور جو جو چیزیں حلال کی گئیں تھیں اُن کا ذکر پہلے سورہ انعام کی آیۃ وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیھم شحومھا الا ما حملت ظھورھما میں گزر چکا ہی پہر فرمایا کہ یہ بات اللہ کی طرف سے بطور ظلم کے نہیں تھی بلکہ اُن ہی یہود کی بغاوت اور ظلم کا نتیجہ تھا کہ بطور عذاب کے بہت سی چیزیں اُنپر حرام کر دی گئیں تہیں کیونکہ خدا ظالم نہیں ہی جو ناحق کسی پر حلال شئے کو حرام کرتا صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث گزر چکی ہی کہ ظلم اللہ تعالی نے اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرالیا ہی یہ حدیث وما ظلمنا ہم کی گویا تفسیر ہے پہر یہ فرمایا کہ جو لوگ بسبب جہالت اور نادانی کے بُرے کام کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور پہر جب نہیں سمجھ بوجھ آگئی اور خدا کے خوف سے ڈر کر توبہ کی تو خدا اُنسے درگزر بھی کر دیتا ہی۔ کیونکہ اللہ پاک غفور الرحیم ہی۔ مشرکین مکہ نے جس طرح اپنی طرف سے حرام حلال کا قاعدہ ٹھہرا رکھا تھا اسی طرح یہود نے بھی اپنی طرف سے حرام حلال ٹھہرا رکھا تھا مثلاً سور کو یہود اور مشرکین مکہ دونوں حلال سمجھتے تھے حالانکہ ملت ابراہیمی اور شریعت موسوی میں سور کے حلال ہونے کا کہیں حکم نہیں ہی غرض سورہ انعام میں بھی اس عقلی حرام وحلال کے تذکرے میں مشرکین مکہ اور یہود دونوں کا ذکر تھا یہاں بھی مختصر طور پر اُسی سلسلہ سے ذکر فرمایا یہود کی شرارت کی سزا میں جو چیزیں اُنپر حرام ہوئیں اُن میں مردار جانوروں کی چربی بھی تھی لیکن یہود لوگ اس سزا کے بعد بھی اپنی شرارت سے باز نہیں آئے چربی کو پگلا کر بیچا کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں جابرؓ بن عبد اللہ سے جو روایت ہے۔ کے اس شرارت کا ذکر اسمیں تفصیل سے ہی آخر نتیجہ یہود کی شرارتوں کا یہ ہوا کہ مدینے کے گرد ونواح میں یہود کے تین قبیلے رہتے تھے اُن میں سے دو کو تو جلا وطنی نصیب ہوئی اور ایک قبیلہ کو قتل کر دیا گیا اس تفسیر میں ان تینوں قبیلوں کا حال تفصیل سے ایک جگہ گزر چکا ہی حاصل کلام یہ ہی کہ یہود کے ذکر سے مشرکین مکہ کی یہ تنبیہ منظور ہے کہ شرارت کی وجہ سے جو حال یہود کا ہوا وہی حال انکا ہوگا اللہ سچا ہی اللہ کا کلام سچا ہی۔ مشرکین مکہ اس تنبیہ کے بعد بھی جب اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو ان شرارتوں کی سزا بدر کی لڑائی اور فتح مکہ کے وقت جو کچھ ہوئی اُسکا ذکر کئی جگہ گزر چکا ہے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابو سعیدؓ خدری کی شفاعت کی بڑی حدیث کا ذکر ایک جگہ گزر چکا ہی کہ سب شفاعتوں کے بعد خود اللہ تعالی ایسے کلمہ گو دوزخیوں کو جنت میں داخل کرے گا جنھوں نے دنیا میں عمر بھر کوئی نیک کام نہیں کیا۔ یہ حدیث اللہ تعالی کے غفور الرحیم ہونے کی گویا تفسیر ہے۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ

اصل ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا حکم بردار اللہ کا ایک طرف کا ہو کر اور نہ تھا شریک والوں میں حق ماننے والا اُسکے

اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ

احسانوں کا اُسکو اللہ نے چن لیا اور چلا سیدھی راہ پر اور دی دنیا میں ہمنے اُسکو خوبی اور وہ آخرت میں

منزل ۳

لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

اچھے لوگوں میں ہی پہر حکم بہیجا ہمنے تجکو کہ چل دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا وہ شریک والون میں

عرب اپنے کو ملت ابراہیمی پر کہتے تھے اسی واسطے اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کی نو صفتین بیان فرمائیں تاکہ مشرکین مکہ قائل ہوں کہ ان مین ابراہیم علیہ السلام کی کوئی بھی صفت نہیں ہے پہلی صفت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ہے کہ ابراہیم اپنے اکیلے دم سے بجائے ایک امت کے تھے ان کے زمانہ میں سارے لوگ کافر تھے صرف ابراہیم علیہ السلام حق پرست تھے مجاہد کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے وقت میں اکیلے آپ ہی مومن تھے اس لئے اللہ پاک نے ان کے حق میں یہ فرمایا کہ ابراہیم اپنے دم سے خود ایک امت تھے دوسری صفت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ پاک نے یہ بیان کی کہ قانت تھے جسکا مطلب یہ ہی کہ خدا کے پکے فرمان بردار تھے خدا کے ہر ایک امر کے مطیع اور ہر نہی سے باز رہنے والے تیسری صفت یہ بیان کی کہ حنیف تھے جسکا مطلب یہ ہی کہ آنکی ذات میں کوٹ کوٹ کر توحید بھری ہوئی تھی چوتھی صفت یہ بیان کی کہ وہ اپنی عمر کے کسی حصہ مین بھی شرک کرنے والون مین نہین تھے بچپن اور کم سنی میں اپنی فطری عقل سے یہ اقرار کیا کہ بت یا دوسرے معبودات جسکو مشرکین معبود مانتے ہیں وہ اونہیں دوست نہیں رکہتے اور صاف کہہ دیا کہ لا احب الافلین پہر اسپر اکتفا نہیں کیا بلکہ بت خانہ میں گھس کر بتون کو توڑ ڈالا جسکے سبب سے آگ میں ڈالے گئے پانچوین صفت یہ بیان کی کہ خدا کی نعمتون کے نہایت شکر گزار بندے تھے آپکا قاعدہ تھا کہ بغیر مہمان کے کسی روز کھانا نہیں کھاتے تھے ایک روز کا ذکر ہے کہ کوئی مہمان آپکے یہان نہین آیا آپ نے کھانے کے وقت سے زیادہ دیر تک انتظار کیا کہ شاید کوئی مہمان آجائے اتنے میں چند فرشتے انسان کی صورت میں آپکے یہان وارد ہوئے آپ نے اونہیں کھانے کو بلایا انھون نے ایک بہانا آپ کے سامنے پیش کیا کہ ہمین جذام ہے یہ سنکر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تو ہمپر واجب ہو گیا کہ ہم تمہارے ساتھ کھانا کھائین کیونکہ خدا کا یہ نہایت شکر ہے کہ اسنے ہمیں اس مرض سے محفوظ رکھا اور تم اس بلا مین گرفتار ہو چھٹی صفت یہ بیان کی کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ پاک نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے منتخب کیا ساتوین صفت یہ بیان فرمائی کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ جل شانہ نے دین اسلام کے سیدھے رستہ کی ہدایت کی آٹھوین صفت یہ بیان کی کہ اللہ پاک نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بہتری بخشی کہ سارے مذاہب ملت کے لوگ آپ کو اچھے نام سے یاد کرتے ہیں کیا یہود کیا نصاری اور عرب کو تو خاصکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے فخر حاصل ہی نوین صفت یہ بیان فرمائی کہ جس طرح دنیا میں ابراہیم علیہ السلام پر خدا کا فضل تہا ویسے ہی آخرت میں بھی خدا آنپر مہربان ہی اور جنت میں ابراہیم علیہ السلام کو بڑا درجہ عطا کیا جا دیگا یہ صفات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیان فرما کر اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو خطاب کیا کہ اسی لیئے اللہ نے تمپر وحی کے ذریعہ سے یہ حکم نازل کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور طریقے کو اختیار کرو وہ طریقہ شرک سے بالکل الگ ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ رضی کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہی کہ دنیا میں جو شخص نیک راہ نکالے اسکو نیک راہ نکالنے

منزل ۳

کا اجر جدا دیا جاویگا اور جتنے آدمی اُس نیک راہ پر چلیں گے اون سب کے برابر اجر اس نیک راہ نکالنے والے کو جدا دیا جاویگا
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد میں سے نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کی جو دعا کی تھی اوس کا ذکر سورہ بقر میں اور
اونھوں نے اپنی اولاد کے حق میں بت پرستی سے بچنے کی جو دعا کی تھی اُسکا ذکر سورہ ابراہیم میں گزر چکا ہی مسند امام احمد کے
حوالہ سے عرباض بن ساریہ کی معتبر حدیث ایک ایک جگہ گزر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش
کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر فرمایا ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے جابر کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جسمیں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد فرمایا کہ جزیرہ عرب کی بت پرستی سے شیطان اب مایوس ہوگیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا کے اثر سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہی دوسری
دعا کے اثر سے بنی اسمعیل کی بت پرستی سے شیطان کا مایوس ہو جانا اس سب کا اجر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملنے والا ہے
جو بت پرستی سے بچنے والی ایک امت کے اجر کے برابر ہے اسی واسطے اجر کے حساب سے اکیلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک
امت فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ابراہیمی گھرانہ سے کہیں نبوت کے باہر نہ جانے کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت
ابراہیم علیہ السلام سے کیا اُسکا ذکر سورہ بقر میں گزر چکا اور اُس وعدہ کا ظہور سبکی آنکھوں کے سامنے ہے کہ ایک مدت
تک اسحاق بن ابراہیم کی اولاد میں نبوت رہی اور پھر اسمعیل بن ابراہیم کی اولاد میں نبوت کا خاتمہ ہوا۔ یہ حالت و اٰتیناہ
فی الدنیا حسنة کی گویا تفسیر ہے۔ معراج کی صحیح حدیثوں میں ہی کہ معراج کی رات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم
علیہ السلام کو سب انبیا سے اوپر ساتویں آسمان پر دیکھا۔ یہ حالت وانہ فی الاخرة لمن الصالحین کی گویا تفسیر ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین ابراہیمی پر چلنے کا جو حکم ہے اُسکا مطلب یہ ہی کہ قرآن شریف سے دین ابراہیمی کے جو
مسئلے منسوخ نہیں ہوئے اُنپر چلنا چاہیے۔

انما جعل السبت علی الذین اختلفوا فیہ و ان ربک لیحکم بینھم یوم القیمة فیما کانوا فیہ یختلفون

ہفتے کا دن جو ٹھیرایا سو انھی پر جو اُس میں پھوٹ گئے اور تیرا رب حکم کریگا اُنمیں قیامت کے دن جس بات میں پھوٹ رہے تھے

اوپر کی آیہ میں اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم دیا تھا کہ ابراہیم کے طریقہ کی آپ پیروی
کریں کیونکہ اُنکا طریقہ خالص توحید کا ہی اُس میں شرک کا ذرا بھی لگاؤ نہیں۔ اب یہود کو ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے ہوئے
دیکھکر مشرکین مکہ کہتے تھے کہ یہود بھی اپنے آپکو ملت ابراہیمی کا پابند بتلاتے ہیں اور شرع محمدی کو بھی ملت ابراہیمی کے
موافق کہا جاتا ہے پھر شرع محمدی میں ہفتہ کی تعظیم کی جگہ جمعہ کی تعظیم کیوں ہی اسی کو فرمایا کہ ہفتہ کا دن یہود نے آپ اپنی
رائے سے اور اپنے باہمی اختلاف سے مقرر کر لیا ہی دین ابراہیمی میں ہفتہ کے دن کی تعظیم کا ذکر نہیں ہے بلکہ موسی علیہ السلام
اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ پاک کا ہفتہ میں ایک دن کو عبادت کیلئے خاص کر لینے کا حکم ہوا تھا اُسپر یہود نے اپنی
عقل سے ہفتہ کا دن مقرر کیا کہ اُس دن خدا کی عبادت کیا کریں گے کیونکہ اُس روز خدا بھی دنیا کی چیز دن کے پیدا کرنے سے

منزل ۳

فارغ تھا کسی مخلوق کو اُس روز پیدا نہیں کیا اسواسطے اللہ پاک نے اونہیں کے انتخاب کے موافق اُسی دن کو اُنکے واسطے مقرر کر دیا اور مچھلی کا شکار اُس روز بالکل ممنوع کر دیا گیا اب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ تک یہود اسی دن پر قائم تھے پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوئے تو نصاریٰ نے اتوار کا دن اختیار کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسی روز سے مخلوق کی پیدائش کی بنیاد ڈالی ہے اور اُس روز عبادت کرنے لگے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے تو اللہ پاک نے آپکی امت کے لئے جمعہ کا دن منتخب کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت قیامت تک اُسی پر قائم رہے گی صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ساری امتوں کے بعد دنیا میں آئے ہیں اور قیامت میں سب سے پہلے ہونگے مگر یہ بات ضرور ہے کہ پہلی امتوں کو خدا کی کتاب ہم سے پہلے ملی ہے اور یہ دن جمعہ کا وہ ہے کہ اللہ پاک نے اون امتوں کے اختیار پر چھوڑا تھا مگر اونھوں نے اُس میں اختلاف کیا اسلئے اللہ پاک نے ہمیں اسکی ہدایت دی ہے اور ہم نے اس جمعہ کے دن کو اختیار کیا اب جتنی امتیں ہیں وہ سب ہمارے تابع ہیں یہود ہم سے ایک روز بعد اور نصاریٰ اس سے بھی ایک دن بعد۔ پھر اللہ پاک نے یہ بات بیان فرمائی کہ قیامت کے دن اس سارے اختلاف کا فیصلہ بخوبی ہو جائے گا اور ہر ایک کو وہ سزا ملے گی جسکا وہ مستحق ٹھیریگا مطلب یہ ہے کہ یہود نے ہفتہ کا دن خالص عبادت کا ٹھیرا کر پھر ان میں کے ایک فرقہ نے قوم کے لوگوں سے جو اختلاف کیا اور ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار کھیلا ایسے لوگوں کی سزا کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم اور اسماء وصفات بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی سے جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کی پیدائش کا حال پوچھا تھا اُسپر آپ نے فرمایا اتوار کے دن سے دنیا کی چیزوں کی پیدائش شروع ہو کر جمعہ کے روز ختم ہو گئی۔ یہود نے آپ کے اس کلام کی پوری تصدیق کی اوپر یہ جو گزرا کہ یہود نے ہفتہ کا دن عبادت کیلئے ہو اسطے اختیار کیا کہ اُس دن اللہ تعالیٰ نے دنیا کی چیزوں میں سے کوئی چیز پیدا نہیں کی اور نصاریٰ نے اتوار کا دن اس لئے اختیار کیا کہ اُس دن سے دنیا کی پیدائش شروع ہوئی تھی اُسکا مطلب ان روایتوں سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ

بلا اپنے رب کی راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت کر کر بھلی طرح اور الزام دے اُنکو جس طرح بہتر ہو تیرا

رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝

رب ہی بہتر جانتا ہے جو بھولا اُسکی راہ سے اور وہی بہتر جانے جو راہ پر ہیں

اس آیت میں اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ لوگوں کو اسلام کی نصیحت کریں تو نہایت ہی نرمی سے گفتگو کریں اس طرح اللہ پاک نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس جانے کا ارشاد فرمایا تو یہ بھی حکم دیدیا تھا کہ فقولا له قولا لینا جسکا مطلب یہ ہے کہ سختی سے اُسکے ساتھ کلام نہ کیا جائے ہو اسطے اہل

اسلام کو بھی زیبا ہو کہ جب کسی مخالف فرقہ سے مناظرہ کرین تو یہی شیوہ اختیار کرین خواہ وہ راہ راست پر آوین یا نہ آوین
چنانچہ اسی بات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم ہوا کہ آپ اس بات کی حرص نکرین کہ سب کے سب آپکی نصیحت سے راہ
راست ہی پر آجاوین کیونکہ ہدایت اللہ کے ہاتھ ہی وہ جسکو چاہے ہدایت دے اور جسکو چاہے ندے وہ ہدایت پانے والے
کو خوب جانتا ہے اور جو لوگ ہدایت نہین پانے والے ہیں ان سے بھی وہ جان چکا ہے مگر جزا و سزا کا دارومدار اپنے علم
پر نہیں رکھا ہو اسلئے تمام حجت کے طور پر اپنے رسول مخلوق میں بھیجدیئے تاکہ کسی کو یہ بات کے کہنے کی گنجائش نر ہے
کہ ہمیں کوئی راہ تبلانے والا نہیں ملا یا کوئی رسول و پیغمبر خدا کا ہمارے پاس پیغام لیکر نہیں آیا۔ معتبر سند سے ترمذی نسائی
مصنف ابن ابی شیبہ اور مستدرک حاکم میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایہ ہے جسکا حاصل یہ ہو کہ ابو طالب کی بیماری
کے وقت ابو جہل اور چند مشرک ابو طالب کی خبر کو آئے اور انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کی کہ یہ ہمارے
بتون کو برا کہتے ہیں اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس مجلس میں تشریف لائے اور اس شکایت کا حال سنکر آپنے فرمایا
میں تو ان لوگونکو ایسا کلمہ کہنے کی نصیحت کرتا ہون کہ اگر یہ لوگ وہ کلمہ کہہ لیوین گے تو انکو تمام عرب کی بادشاہت ملجاویگی ان
لوگون نے پوچھا وہ کیا کلمہ ہے تو آپنے بت پرستی کے چھوڑنے اور اللہ تعالی کی وحدانیت کے مان لینے کی نصیحت کی اسپر مشرک
لوگ خفا ہو کر اس مجلس سے اٹھ گئے۔ سورہ آل عمران میں گزر چکا ہو کہ نجران کے پادری جب زبانی بحث سے قائل نہیں
ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹے گروہ پر بد دعا کرنیکا طریقہ اختیار کیا جسپر وہ پادری ڈر گئے اور انھون نے
سالانہ کچھ رقم ادا کرنے کے وعدہ پر صلح کر لی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہو جس مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم ازلی کے موافق اللہ تعالی نے لوح محفوظ میں یہ لکھہ
لیا ہو کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کرینگے اور کتنے دوزخ میں۔ آیۃ میں حکمت اور
تدبیر سے نصیحت کرنیکا اور مخالف لوگون کو اچھے طریقے سے الزام دینے کا اور پھر نصیحت کے بعد راہ راست پر آنیوالون
اور نہ آنے والون کا حال اللہ تعالی کو معلوم ہونے کا جو حکم ہے یہ روایتین گویا اسکی تفسیر ہیں جس سے سمجھہ میں آسکتا ہو
کہ مشرکین مکہ کو اللہ کے رسول نے کس حکمت اور تدبیر سے شرک سے باز آنے کی نصیحت کی اور نجران کے پادریون کو
کیسے اچھے طریقہ سے الزام دیا اور اس نصیحت اور الزام کے بعد علم الہی کے موافق آخر نتیجہ کیا ہوا۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝

اور اگر بدلا دو تو بدلا دو اس قدر جتنی تم کو تکلیف پہنچے اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر والون کو

معتبر سند سے ترمذی نسائی مستدرک حاکم اور دلائل النبوت میں بیہقی نے ابو ہریرہؓ اور ابی بن کعب کی روایت سے جو
شان نزول اس آیۃ کی بیان کی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ جنگ احد میں چونسٹھ آدمی انصار اور چھہ آدمی مہاجرین یہ سب
ستر شخص جو شہید ہوئے تو سوا ایک حنظلہ بن عامر کے اور سب شہدا کی لاشون کے ساتھہ مشرکین نے بڑی بے رحمی

منزل ۳

کا برتاؤ کیا شہیدونکے ناک کان شرمگاہ کاٹ ڈالے پیٹ پھاڑ ڈالے حنظلہ بن ابو عامر سے مشرکین اس سبب سے برائی سے پیش نہیں آئے کہ حنظلہ کے باپ ابو عامر مشرکین کے لشکر مین ابو سفیان کے ساتھ تھے غرض جب مشرکون نے مسلمانون کے شہدا کی لاشون کے ساتھ یہ بدسلوکی کی تو اسپر مسلمانون نے یہ کہا تھا کہ ہم بھی جب کبھی موقع پاوین گے تو جو کچھ مشرکون نے کیا ہے اوس سے بڑھکر ہم انکے مقتولونکا برا درجہ کرین گے اور آنحضرت نے بھی حضرت امیر حمزہ کی لاش کو کان ناک کٹا اور پیٹ پھٹا جب دیکھا تھا تو قسم کھا کر یہ فرمایا تھا کہ امیر حمزہ کے عوض مین ستر مشرکون کے کان ناک مین کاٹون گا اسپر اللہ تعالی نے فتح مکہ کے وقت یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہین کہ ایذا کے بعد اگر کوئی صبر کرے تو صبر بہت بہتر ہے اور اگر بدلا بھی لیا جاوے تو اس قدر بدلہ لیا جاوے جسقدر ایذا دشمنون کی طرف سے پہونچی ہے اس سے بڑھکر بدلا لینا اللہ کے انصاف مین منع ہے اس آیۃ کے اترنے کے بعد آنحضرت نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور یہ فرمایا کہ ہمکو صبر منظور ہی۔ سوا اس شان نزول کے بعضے مفسرون نے آیۃ کی اور شان نزول بیان کرکے آیۃ کو حکم جہاد سے منسوخ جو ٹھہرایا ہی اس شان نزول سے یہ شان نزول جو اوپر بیان ہوئی ہی زیادہ صحیح ہی اسی واسطے ابو جعفر ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اس شان نزول کو پسندیدہ اور قوی ٹھہرایا ہی۔ ہرم بن حیان ایک تابعی بزرگ دین مین سے جب وفات کے قریب پہونچے تو انکے رشتہ دارون اور دوستون نے کہا کہ کچھ وصیت فرمایئے اونھون نے کہا کہ بڑی وصیت تو مال کی ہوتی ہی مال تو میرے پاس نہیں ہی لیکن سورہ نحل کی آخر کی آیتونکی مین تم کو وصیت کرتا ہون ان بزرگ کی وصیت کا حاصل وہی ہی جو حاصل آیۃ کے معنے مین بیان ہوا اللہ کی بردباری کی عادت کی ابو موسی اشعری کی حدیث صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے اوپر ایک جگہ گزر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے سے بڑھکر کون بردبار ہو سکتا ہی کہ لوگ شرک کرتے ہین اور اللہ تعالی انکے رزق اور انکی صحت مین خلل نہیں ڈالتا اور احادیث مین بھی غصہ کے وقت بردباری اور تحمل کی بڑی فضیلت آئی ہی جسطرح آگے کی آیت مین اللہ تعالی نے اپنے پرہیزگار اور نیک بندون کے ساتھ ہونیکا ذکر فرمایا ہے اسی طرح قرآن شریف مین جہان کہیں اللہ کا اپنے بندون کے ساتھ ہونے کا ذکر ہے اہل سنت کے نزدیک اس کے معنے یہ ہین کہ اللہ تعالی اپنے علم اور مدد سے بندون کے ساتھ ہی اللہ کی ذات پاک کا ہر جگہ ہونا اور ہر شے مین ہونا فرقہ جہمیہ کا اعتقاد ہی اہل سنت اسکے قائل نہیں ہین چنانچہ امام احمد بن حنبل نے فرقہ جہمیہ کے عقیدون کے غلط ٹھہرانے مین خاص ایک کتاب لکھی ہی جس مین بہت سی آیتین اور عقلی دلیلون سے جہمی فرقہ کو قائل کیا گیا ہی چنانچہ مثلاً آیت قد احاط بکل شی علما کے موافق اہل سنت کے مذہب کی بنا پر اللہ تعالی کے علم کو ہر جگہ تسلیم کرکے عقلی طور پر بعضے مقامات کی بحث کی ہی جہان اللہ تعالی کے بالذات موجود ہونے کے اعتقاد کو بڑی گستاخی اور بے ادبی کا اعتقاد ثابت کیا ہی جیسے مثلاً صحیح مسلم کی جابر رض کی حدیث مین ہی کہ شیطان سمندر مین اپنا تخت بچھا کر بیٹھتا ہے اب اوپر کی آیت کے موافق اللہ تعالی اپنے علم

منزل ۳

کی رو سے تو وہاں موجود ہے لیکن نعوذ باللہ منہا اُس تخت پر اللہ تعالیٰ کے بالذات موجود ہونے کا اعتقاد کسی مسلمان کو زیبا نہیں ہے ایسی نقلی اور عقلی مثالیں اس کتاب میں بہت سی ہیں جن سے جہمی فرقہ کے مذہب کی غلطی اچھی طرح ثابت ہوتی ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ۝

اور تو صبر کر اور تجھسے صبر ہو سکے اللہ ہی کی مدد سے اور انپر غم نہ کھا اور مت خفا رہ انکے فریب سے

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۝

اللہ ساتھ ہی انکے جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں

ع ۹/۲۲

اس سے اوپر کی آیت میں اللہ پاک نے مومنوں کو خطاب کیا تھا کہ جب کوئی تم پر ظلم کرے اور تم کسی وقت اُسپر قابو پاکر بدلہ لینا چاہو تو اسی قدر بدلہ لو جتنا اُس نے ظلم کیا تھا ایسا نہ ہو کہ اُس سے تجاوز کرو بلکہ بہتر تو یہ ہی کہ صبر کرو اس آیت میں خاصکر سرور کائنات حضرت رسول مقبول صلعم کو حکم فرمایا کہ آپ صبر اختیار کریں اور اس کی تاکید فرمائی اور اس بات کی خبر دی کہ خداوند جل جلالہ کی مدد کے بغیر صبر ہاتھ نہیں آتا آپ اگر صبر کرینگے تو خدا ہی کی مدد سے کر سکینگے اور پھر آپ کو اس بات سے منع فرمایا کہ جو شخص آپکے خلاف کرے تو اس سے رنجیدہ ہو جاویں کیونکہ یہ بھی خدا ہی کی طرف سے مقدر ہو چکا تھا جو کچھ احد کی لڑائی میں ہوا اور پھر کفار کے مکر و فریب کرنے سے غمگین ہونے کو منع فرمایا کہ اگر یہ لکمر و فریب کرتے ہیں تو کرنے دو خدا تو تمہارے ساتھ ہے انکے مکر و فریب سے تمہیں کیا نقصان ہوگا اللہ پاک متقی اور خالص نیت سے نیک عمل کرنے والے لوگوں کے ساتھ ہی۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تکلیف کے وقت جو شخص صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس شخص کی غیب سے مدد کرتا ہے جس سے تکلیف کی برداشت اُس شخص پر آسان ہو جاتی ہی یہ حدیث واصبر وما صبرک الا باللہ کی گویا تفسیر ہے جسمیں اللہ کے رسول نے آیۃ کے ٹکڑے کا مطلب اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔ اسلام کی ترقی کو روکنے کے لئے مشرکین مکہ طرح طرح کے مکر و فریب کرتے تھے۔ چنانچہ اسی سورۃ میں انکے ایک فریب کا ذکر قتادہ کے صحیح قول کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ یہ لوگ حج کے موسم میں مکہ کے چاروں طرف آدمی بٹھلا دیتے تھے تاکہ وہ مکہ کے آنے والے مسافروں سے قرآن اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مذمت بیان کرکے انہیں اسلام کی طرف مائل نہ ہونے دیویں اسی واسطے فرمایا کہ ان مشرکوں کی سرکشی پر نہ کچھ رنجیدہ ہونا چاہیے نہ انکا مکر و فریب کچھ اندیشہ کے قابل ہے پرہیزگار اور نیک لوگوں کے ساتھ اللہ ہے وہ اُن کی مدد کریگا اور اُسکی مدد کے آگے کسی کا مکر و فریب کچھ چل نہیں سکتا اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہی مکہ کے چاروں طرف آدمی بٹھلا کر جن مکہ کے مسافروں کو ان مشرکوں نے اسلام سے روکنا چاہا اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق ایسی مدد کی کہ انہی مکہ کے مسافروں کے ذریعہ سے اہل اسلام

منزل ۳

اکی جماعت بڑھادی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبادہؓ بن الصامت کی وہ حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں منے کی گھاٹی کی بیعت اسلام کا قصہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک سال موسم حج میں قبیلہ اوس و خزرج کے کچھ لوگ مدینہ سے مکہ آئے اور منے کی گھاٹی میں اونھون نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اون میں سے بارہ شخصون کو نقیب مقرر کیا تاکہ وہ مدینہ اور اطراف مدینہ میں اسلام کو پھیلا دین جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہجرت سے پہلے مدینہ اور اطراف مدینہ میں چودہ پندرہ سو آدمیون کی جماعت اہل اسلام کی قائم ہو گئی حاصل کلام یہ ہے کہ ان آیتون میں اللہ تعالی نے یہ وعدہ جو فرمایا تھا کہ اللہ کے رسول اور آنکے ساتھ کے اہل اسلام کی غیب سے ایسی مدد ہو گی جس سے ان مشرکین کا مکر و فریب کچھ نہیں چل سکے گا عبادہؓ بن الصامت کی یہ حدیث اس وعدہ کے ظہور کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مکہ کے چارون طرف آدمی بٹھلا کر جن لوگون کو مشرکین مکہ نے اسلام سے روکنا چاہا تھا مدد آلہی سے وہی لوگ اسلام کے ایسے مددگار بن گئے کہ قیامت تک انکا نام انصار اور دین کے مددگار قرار پا گیا معتبر سند سے عطیہؓ سعدی کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے کہ کوئی شخص متقیون کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک بے ڈر کی چیز کو ڈر کی چیز کی دہشت سے نہ چھوڑ دے یہ حدیث متقیون کے حال کی گویا تفسیر ہے احسان کے معنے حسن سلوک کے بھی آئے ہیں اور حسن عبادت کے بھی ہیں ان آیتون میں محسنون کا لفظ خالص نیت سے عبادت کرنے والون کے لئے ہے کہ حسن عبادت کا یہی مطلب ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن عبادت کے معنون میں جو احسان ہے اسکی تفسیر یون فرمائی ہے کہ آدمی عبادت کرتے وقت یہ خیال کرے کہ وہ اللہ تعالی کو دیکھ رہا ہے اگر یہ مرتبہ آدمی کو میسر نہ ہو تو اتنا خیال ضرور ہے کہ اللہ تعالی اسکو دیکھ رہا ہے۔ اگرچہ سورہ آل عمران میں احد کی لڑائی کا قصہ بیان کر دیا گیا ہے لیکن اس آیۃ اور اس سے اوپر کی آیۃ میں مختصر طور پر احد کی لڑائی کا ذکر آیا ہے اس سبب سے مناسب معلوم ہوا کہ یہان بھی احد کی لڑائی کے قصہ کا مختصر طور پر ذکر کر دیا جاوے۔ احد کی لڑائی کا سبب یہ ہے کہ جب سنہ ۲ھ میں بدر کی لڑائی ہو کر مسلمانون کی فتح ہوئی تو مشرکین مکہ کو مسلمانون کی اس فتح اور اپنی شکست کا بڑا رنج تھا اسلئے بدر کی لڑائی کے تیرہ مہینے کے بعد مشرکین مکہ پھر لڑائی کے ارادہ سے آئے اور احد کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ یہ لڑائی ایسے ڈھنگ سے تھی کہ احد پہاڑ مسلمانون کی پشت پر تھا۔ لڑائی کے شروع ہونے سے پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کی پشت کی حفاظت کے عندیہ سے پچاس تیراندازون کو اس پہاڑ پر تعینات کر دیا تھا تاکہ مشرک لوگ دھوکا دیکر لشکر اسلام کی پشت کی طرف سے حملہ کرنا چاہیں تو یہ تیرانداز انکو روکیں۔ اول اول مشرکون نے لشکر اسلام کی پشت کی طرف سے تین دفعہ حملہ کرنا چاہا لیکن ان تیراندازون نے بڑی جرأت سے مشرکون کے تینون دفعہ کے حملے کو روکا مگر جب ان تیراندازون نے دیکھا کہ مسلمان غالب ہوا چاہتے ہیں تو ان تیراندازون نے اپنی تعیناتی کی جگہ کو چھوڑ دیا اور لوٹ کرتے ہوئے لشکر اسلام میں جا ملے۔ مشرکون نے موقع پا کر لشکر اسلام کی پشت پر سے بھی حملہ کر دیا اور

منزل ۳

مسلمانوں کے پیر اوکھاڑ دئے آخر ستر آدمی مسلمانوں کے شہید ہوئے حضرت امیر حمزہ رضؓ اور نامی نامی صحابی بھی انہیں ستر میں شریک ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت ٹوٹ گیا اور آپکی ناک میں اور گھٹنے کو بھی صدمہ پہنچا اور آپ ایک گڑھے میں گر پڑے جس سے شیطان نے غل مچادیا کہ رسول وقت شہید ہو گئے۔ اسی مسلمانوں کی شکست کے بعد مشرکوں نے مسلمانوں کی لاشوں کے ساتھہ وہ بدسلوکی کا برتاؤ کیا جس کا ذکر اوپر کی آیۃ کی تفسیر میں گزرا اور اسی بدسلوکی کے برتاؤ کو دیکھہ کر اللہ کے رسول اور مسلمانوں کو وہ جوش آیا جس کا ذکر اوپر کی آیۃ کی تفسیر میں ہی اور اسی جوش کے مٹانے کے لئے اِس آیۃ میں صبر کا حکم نازل ہوا۔

سورۃ النحل ختم ہوئی

تیسری منزل تمام ہوئی

غلط نامہ عربی منزل سوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		پارہ یعتذرون	
1	1	مِنْهُم	مِّنْهُمْ
4	3	مِمَّ يَتَّقُوْنَ	مَّ يَتَّقُوْنَ
14	3	اَتَّهَا	اَنَّهَا
17	2	يَقْبُرُو	يَقْتُرُ
19	3	تَمَّ	ثُمَّ
21	2	وَاَدُ	وَدُّ
28	1	لَا فُتُنَدُ	اَفْتَنَدُ
38	5	تَخَذَ	تَّخَذَ
		وما من دابۃ	
81	3	قَوَالَكَ	قَوْلَكَ
94	2	رَبِّيْ	رَبِّيْ
143	1	قَالَ	قَدْ
153	2	يَتْلُوْنَ	يَتْلُوْنَ
155	1	ةِ الَّتِيْ	ةِ الَّتِيْ
97	1	الثَّمَرَاتِ جَعَلَ	الثَّمَرٰتِ جَعَلَ
310	3	وَالَّذِ	وَالَّذِ

غلط نامہ ترجمہ منزل سوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
	2	جادو	جادوگر
4	1	جن	جس
43	4	فاحق	ناحق
[illegible]	3	یہ ان پر	ان پر
340	2	نہ نیا	نیا

غلط نامہ تفسیر منزل سوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		پارہ یعتذرون	
4	11	نشانی	نشانی ہے
6	9	کہویں	کہیں
6	11	گروہ	گروہوں
7	7	کہویں	کہیں
10	6	کہیں آیتیں	آیتیں
10	14	یہ یمامہ	یمامہ
10	20	قراتین	قرائتیں
16	12	ہویں سگے	رہیں گے
16	12	کہویں سگے	کہیں گے
16	21	رہویں	رہیں
19	10	کسی	کس
20	13	شغبہ	شعبہ
20	16	آماو	اماد
21	2	کہ اس میں پہلے	کہ پہلے
22	9	کس	اس
26	2	بیجو	بیچو
27	20	سمجھتے کہ	سمجھتے ہیں کہ
29	6	ہونگیں	ہونگی
36	25	تکلیف	تکلف
41	1	شک مشبہ	شک و شبہ
41	14	ابن شیبہ	ابن ابی شیبہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰	۱۲	صحیح	صحیح کہا ہے
۴۲	۷	جاسنہ	جائیں
۴۴	۱۲	جھنتے	جیتنے
۴۴	۷	شعری	شعرا
۴۴	۱۵	آتی	اتی
۴۵	۱۳	بیجنارہ	نبید
		دامن وابستہ	
۱۱۸	۲۲	دوزخ سے سے	دوزخ سے
۱۱۹	۱۳	پچھتر	تھپیڑ
۱۲۴	۱۲	خواہتی	خواہش
۱۲۴	۱۲	جس کو	جسکا
۱۲۶	۱۳	لسقیط	لقیط
۱۳۲	۷	اجا	آجا
۱۳۲	۱۳	فاطنیین	فاطمیین
۱۳۲	۱۲	تہا	تا
۱۵۳	۱۱	کرٹے	کرشے
۱۵۴	۷	ہیں	بس
		دعا بر نفسی	
۱۶۱	۱	رکھا	رکھے
۱۶۱	۲۲	گھٹریوں	گٹھریوں
۱۶۲	۴	الاب	تاب
۱۶۹	۱۲	اکرکم	اکرکم
۱۸۴	۱۷	ضروزر	ضرور
۲۱۰	۵	واسطے	والی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۰	۱۲	کرستے ہیں	کرتے ہیں
۲۱۰	۱۹	بارہ پر	بندہ پر
۲۱۱	۱۸	مردودیوں	مردودیہ
۲۴۹	۲۱	گنگھتی	گٹھلی
		پارہ رہا	
۲۷۷	۱۸	مبنی	مبنی ۶
۲۷۹	۱	دس	ادس
۲۷۹	۱۸	اسوقت	اسوقت تک
۲۴۵	۱۲	راست	راست
۲۵۲	۱۳	دل وکان	دل اور کان
۲۵۲	۱۷	سکتے	سے
۲۵۲	۲۲	اتیوں	آیتوں
۲۵۵	۱۳	تک	تک کر
۲۵۶	۴	رسول	رسولوں
۲۵۸	۲	والوں	واسطے
۲۵۸	۳	کو	کر
۲۵۸	۲۳	وگوں پہ	لوگوں پر
۲۶۰	۲	مہیا	صہبا
۲۶۰	۱۴	سکے اس	اس
۲۶۰	۱۵	رر ہتے	رہتے
۲۶۵	۲۲	جیبی	جہیمیہ
۲۶۷	۱۲	والوں کہ	والوں سکے

فہرست مطالب احسن التفاسیر منزل سوم

فہرست مطالب	نام پارہ	صفحہ